

فتاویٰ حمداً لہ



دارالافتاء

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی
و دیگر مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ

بمقامی و مستم

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب پٹنم خاں خشتانیہ

ترتیب

مفتی مختار الدہ حقانی

ناشر

خاں عبدالعسوم خاں خشتانیہ اکوڑہ خٹک

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَآلِهِ لُتَبَذَ إِلَى الْوُجْهِ الَّذِي يَكْسِبُ عَلَى النَّاسِ يَوْمَهُمُ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (البقرة)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نصف صدی کے فناءوی کا مجموعہ



نگرانی و اہتمام مولانا سمیع الحق مہتمم و استاذ حدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ	تفادس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ودگیر مفتیان کرام جامعہ دارالعلوم حقانیہ
--	--

ترتیب مفتی مختار اللہ حقانی

شائع کردہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کوثر الخٹک ٹرسٹ، لاہور، پاکستان

(جملہ حقوق و اشاعت و طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب فتاویٰ حقانیہ (جلد چہارم)

افادات شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ و دیگر مفتیان کرام جامعہ ہذا

نگرانی و اہتمام شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ ہذا

ترتیب مولانا مفتی مختار اللہ حقانی استاذ شعبہ التخصّص فی الفقہ والا فتاء

ضخامت ۶۱۴ صفحات

تاریخ طبع ہفتم ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ء

طابع مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

Mob:0300-4572899

ناشر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸	صدقہ فطر اور قربانی میں احتیاط	۳۳	کتاب الزکوۃ
۳۸	رمضان کے دوران صدقہ فطر ادا کرنا		باب صدقۃ الفطر
۳۹	کیا فطرانہ میں غلہ کی قیمت دینا جائز ہے	۳۲	صدقۃ الفطر میں غناء کا نصاب
۳۹	علاقائی سطح پر گندم کی قیمت میں تفاوت		زکوۃ اور صدقہ فطر کے وجوب کا نصاب
	کی صورت میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟	۳۲	صدقہ فطر کی مقدار
۴۰	نصف صاع سے کم آٹا صدقہ فطر میں دینے کا حکم		صدقۃ الفطر میں شرعی صاع معتبر
۴۰	غیر منصوص اشیاء میں فطرانہ کا حکم	۳۲	ہوگا یا مروجہ صاع؟
۴۱	میوہ جات میں گندم کی قیمت کا اعتبار ہوگا		حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی
	کم سنی میں بچی کے نکاح کی وجہ سے	۳۵	میں صدقہ فطر سے تعاون کرنا
۴۱	اس کے صدقہ فطر کا حکم		اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں
۴۲	حقیقی بھائی کو صدقہ فطر دینا جائز ہے	۳۶	صدقہ فطر میں تجزی مضر نہیں
۴۲	صدقہ فطر دوسرے شہر کو منتقل کرنا کیسے ہے؟		بیوی کا فطرانہ کس کے ذمہ واجب ہے
۴۳	نابالغ بچے کا فطرانہ اس کے والد پر واجب ہے	۳۷	کیا قرض معاف کر دینے سے
۴۳	قیدیوں کو صدقہ فطر دینا جائز ہے		صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟
۴۴	پچاس روپے کے نصاب پر قربانی فطرانہ کی تحقیق	۳۷	
۴۴	زکوۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں مال نامی اور غیر نامی کا فرق		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۴	علم دین کا طالب زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے	۴۵	کیا صدقہ فطر کے لیے عامل مقرر کرنا ضروری ہے
۵۵	کسی دینی مدرسہ کے مالدار اساتذہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۴۵	صدقہ فطر میں اسی ملک کی کرنسی کا اعتبار ہے
۵۵	سادات زکوٰۃ کا مصرف نہیں	۴۶	بھائی کی طرف سے ادا کردہ صدقہ فطر
۵۶	کسی مستحق کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینا جائز ہے	۴۶	کی قسم لینے کا حکم
۵۶	عصری علوم حاصل کرنے والے	۴۶	زمیندار کے لیے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم
۵۶	طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے		
۵۷	مالدار طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۴۷	باب مصارف الزکوٰۃ
۵۸	مدارس عربیہ کو سفر ادا کے ذریعہ زکوٰۃ دینا		مالدار کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۵۸	میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۴۷	صاحب جائیداد کو زکوٰۃ دینا
۵۸	قریبی مدرسہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے	۴۸	گائے، بیل کے مالک کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۵۹	مدرسہ میں زکوٰۃ دینے کا حکم	۴۹	غنی آدمی کا زکوٰۃ قبض کر کے پھر
۶۰	کسی سیاسی تنظیم یا انجمن کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۴۹	فقیروں کو دینے کا حکم
۶۰	زکوٰۃ کی نیت سے کسی غریب کو کھانا کھلانا	۴۹	اصول و فروع زکوٰۃ کا مصرف نہیں
۶۰	ذیل کا زکوٰۃ کی رقم کو خود استعمال کرنا		رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے میں
۶۱	ذیل کا اپنے اقرباء کو زکوٰۃ دینا	۵۰	صلہ رحمی کی رعایت ہے
۶۱	غنی مجاہد کو زکوٰۃ دینا	۵۰	بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
۶۲	داماد کو زکوٰۃ دینا	۵۱	کسی غریب کو ہبہ یا قرض کے ناکے زکوٰۃ دینا
۶۲	بہو کو زکوٰۃ دینا		جس شخص کی آمدنی میں بچت نہ ہو
۶۳	امام مسجد کو عشر و زکوٰۃ دینا	۵۱	تو وہ زکوٰۃ کا حقدار ہے
۶۳	مالدار امام مسجد کو صدقہ فطر دینا	۵۲	صاحب نصاب شخص کے بچوں کو زکوٰۃ دینا
۶۴	زکوٰۃ میں دینی کتابیں دینا	۵۳	مجاہدین کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۶۴	عیاشی کی وجہ سے مقروض کو زکوٰۃ دینا	۵۳	کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ اور صدقاؤ لہیہ دینے کا حکم
۶۵	مقروض پر زکوٰۃ کا حکم	۵۴	نابالغ کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۶۵	زکوٰۃ دیتے وقت ظاہری حالت پر اکتفاء کرنا		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۵	زکوٰۃ کی رقم سے تقسیم کنندہ کو مزدوری دینا	۶۶	کاروبار کی جگہ ہی مستحقین میں زکوٰۃ تقسیم ہوگی
۷۶	مدارس کے مہتمم زکوٰۃ کو اپنی صوابدید کے مطابق یا حیلہ و تملیک کے بعد خرچ کریں	۶۶	زکوٰۃ کی رقم سے دیسی کتاب چھپوانا
۷۶	مدارس دینیہ کے مہتممین کو زکوٰۃ دینا	۶۷	مدارس اور خانقاہوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا
۷۷	مالدار کے لیے زکوٰۃ لینا صحیح نہیں	۶۸	دینی مدارس یا رفاہی اداروں کے مال پر زکوٰۃ
۷۷	کیا اموال ظاہرہ سے حکومت	۶۸	کسی سیاسی جماعت کو زکوٰۃ دینا
۷۷	زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے ؟	۶۹	ٹیکس کی ادائیگی سے زکوٰۃ اور عشر
۷۸	نشہ کرنے والوں کو زکوٰۃ دینا	۶۹	کا وجوب متاثر نہیں ہوتا
۷۸	دینی مدارس میں زکوٰۃ کی تصریح ضروری ہے	۶۹	موقوفہ زمین کے مقدمہ پر
۷۹	خود برد کرنے والے کو زکوٰۃ کا وکیل بنانا	۷۰	زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا
۸۰	فقر عالم دین کو زکوٰۃ دینا افضل ہے	۷۰	زکوٰۃ کی رقم سے مشترکہ مفاد
۸۰	مقدار نصاب زکوٰۃ میں دینا مکروہ ہے	۷۰	کے لیے سامان خریدنا
۸۱	گھریلو ملازم کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۷۰	کیا سنی العقیدہ شخص کسی شیعہ
۸۱	حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ	۷۱	کو زکوٰۃ دے سکتا ہے
۸۱	کو زکوٰۃ دینے کا حکم	۷۱	قسطوں پر کوئی چیز فروخت کرنا
۸۲	سید اور کسی بزرگ کی اولاد میں باعتبار	۷۱	اور اس پر زکوٰۃ کا حکم
۸۲	مصرف زکوٰۃ فسوق ہے	۷۲	جسٹ زکوٰۃ کا حکم
۸۲	عباسی خاندان مصرف زکوٰۃ نہیں	۷۲	زکوٰۃ دینے کے بجائے قرضہ معاف
۸۳	فقیر دائن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے	۷۳	کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی
۸۴	قرضہ کو زکوٰۃ میں مجر کر کے دینے کا حکم	۷۳	زکوٰۃ کی رقم پوری ہو جائے یا
۸۴	زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدرسہ	۷۳	کوئی جبراً چھین لے تو زکوٰۃ کے ادا
۸۴	کے لیے قرآن مجید خریدنا	۷۳	ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ
۸۵	سید فقیر کے لیے زکوٰۃ	۷۴	منی آرڈر کے ذریعہ زکوٰۃ بھیجنا کیسا ہے ؟
۸۵	کی رقم سے کفن خریدنا	۷۴	کسی دوسری جگہ رہنے والے
		۷۴	رشتہ داروں کو زکوٰۃ بھیجنا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۱۰	قصر اسلام میں شنگاف کے سعی	۸۶	زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا فقہی جائزہ اور ترامیم و تجاویز
۱۱۰	کیا زکوٰۃ ٹیکس ہے ؟	۸۹	نصاب زکوٰۃ
۱۱۱	ملت حنیفیہ کی حفاظت کے لیے	۹۱	سال گزرنے کا مسئلہ
۱۱۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی قربانیاں	۹۲	قرضوں کا مسئلہ
۱۱۱	ارکانِ خمسہ	۹۳	اموالِ ظاہرہ و باطنہ
۱۱۲	ارکان کا باہمی ربط و تعلق	۹۴	زکوٰۃ کی نیت کا مسئلہ
۱۱۳	کسی ایک رکن سے انکار یا	۹۴	بینک اکاؤنٹ کے قرض ہونے کی تہیت
۱۱۳	تبدیل کرنا بھی کفر ہے	۹۸	محتاط طریقہ
۱۱۵	منکریں زکوٰۃ اور فراست صدیقیؒ	۹۸	سودی اکاؤنٹس اور زکوٰۃ
۱۱۶	ما نفعین زکوٰۃ بھی زکوٰۃ کو	۹۹	نابالغ کی زکوٰۃ
۱۱۶	ٹیکس سمجھ رہے تھے	۱۰۰	ترکے کا مال
۱۱۷	زکوٰۃ کے مقادیر اور مصارف	۱۰۰	کمپنیاں اور شیئرز
۱۱۷	میں قطع برید جائز نہیں	۱۰۰	عشر بصورت نقد
۱۱۷	اسلامی ریاست کے مدت آمدنی	۱۰۱	چوتھائی پیداوار کا عشر سے استثناء
۱۱۸	جاہلی نظریات کی جدید تعبیر	۱۰۱	تاریخ زکوٰۃ
۱۱۹	غفلت یا مدہمت کے	۱۰۲	قیمتی پتھروں اور مچھلیوں کی زکوٰۃ
۱۱۹	ہولناک نتائج	۱۰۲	مصارف زکوٰۃ
۱۲۰	نفاق زدہ لوگوں کی	۱۰۳	خلاصہ تجاویز برائے حکومت
۱۲۰	مضحکہ تہیز حالت		
۱۲۱	ملت مسلمہ کا قریضہ	۱۰۴	اسلامی قوانین کے نفاذ میں شیعہ سنی تفریق تباہ کن ہے



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۳۴	ہلال کیٹی کی موجودگی میں عالم دین کے فیصلے کا حکم		کتاب الصوم
۱۳۷	صاف مطلع کے دوران حجم غفر ضروری ہے		باب رؤیۃ الهلال
۱۳۸	رؤیت ہلال کے بارے میں ایک استفسار کا جواب	۱۳۵	اخبار رؤیت کیلئے شہادت کی شرائط ضروری نہیں
۱۳۸	استفسار بالا کے جواب پر اشکال کا جواب	۱۳۵	دورین سے ہلال دیکھنے والوں کی گواہی کا حکم
۱۳۲	باب تعریف الصوم و اقسامہ	۱۳۶	اختلاف مطالع شرعاً معتبر نہیں
۱۳۲	روزہ کی نیت کا وقت	۱۳۷	شرعی ثبوت کے بعد عید منانے پر حکومت کا کارڈ ڈالنا بے دینی کے مترادف ہے
۱۳۲	روزہ کی فرضیت کے لیے عمر کی حد	۱۳۷	رؤیت اور تکمیل ثلاثین کے علاوہ
۱۳۳	یوم الشک میں نقل کی نیت کے باوجود	۱۳۷	نفس حساب کا اعتبار نہیں
۱۳۳	روزہ فرض شمار ہو گا	۱۳۸	تکمیل شعبان کے لیے ایک شخص کی گواہی قبول نہیں
۱۳۳	پوری زندگی روزہ رکھنے کی منت ماننا	۱۳۸	یوم الشک میں روزہ رکھنے کا حکم
۱۳۴	شہر میں روزہ افطار کرنے کے بعد سوئی جہان	۱۳۹	طلوع آفتاب کے بعد رؤیت ہلال کی اطلاع آنا
۱۳۴	کے ذریعے سورج دیکھنے سے روزہ دار کا حکم	۱۳۰	دن کے وقت رؤیت کی خبر ہو تو اس کا ضروری ہے
۱۳۵	طویل التہار والے ممالک میں روزہ رکھنے کا طریقہ	۱۳۱	رؤیت ہلال کیٹی کے فیصلہ کی شرعی حیثیت
۱۳۶	عیدین کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے	۱۳۱	ریڈیو اور ٹی وی کی خبر پر
۱۳۷	مجنون پر روزے کا قذیہ واجب نہیں	۱۳۱	فرضیت رمضان کا حکم
۱۳۷	کس چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے ؟	۱۳۲	عید اور رمضان کے ثبوت کے لیے ٹیلیفون کی خبر کا حکم
۱۳۷	سحری و افطاری کا مستحب طریقہ	۱۳۳	بذریعہ خط عید یا روزے کا حکم
۱۳۸	کیا اذان فجر اتہاء سحری کی دلیل ہے ؟	۱۳۳	ٹیلیگرام سے عید و رمضان کا ثبوت
۱۳۹	صرف جمعہ کے دن روزے کا حکم		
۱۳۹	ذی الحجہ میں ایام بیض کے روزوں کا حکم		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۵۸	روزہ بلدی افطار کرنا بہتر ہے	۱۵۰	حاجی کے لیے یوم العرفہ کا روزہ [رکھتا جائز ہے یا نہیں؟]
۱۵۸	رمضان میں ادویات سے [حیض بند کرنے کا حکم]	۱۵۰	یوم عاشورہ کے روزے کا حکم
۱۵۹	زہریلے حشرات الارض کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا [بدنگاہی سے انزال مفسد صوم نہیں]	۱۵۱	رمضان المبارک میں مہمان کی خاطر تواضع کا حکم
۱۵۹	منہ میں دوائی کے ذائقہ کا [احساس مفسد صوم ہے]	۱۵۱	عاشورہ کے دن قضا رمضان کا حکم
۱۶۰	ملک کی تبدیلی پر روزہ کی تعداد [میں پہلے ملک کا اعتبار ہوگا]	۱۵۲	پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا حکم
۱۶۱	فصل کی گٹائی کی وجہ سے روزہ [نہ رکھتا شرعی عذر نہیں]	۱۵۲	پندرہ شعبان کے روزے کا شرعی حکم
۱۶۲	قاضی کیلئے مسند قضا روزہ نہ [رکھنے کا سبب نہیں]	۱۵۳	مروجہ افطار پارٹیوں میں شرکت کا مسئلہ
۱۶۲	روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں	۱۵۳	مطلع صاف نہ ہونے کی صورت [میں روزہ افطار کرنے کا حکم]
۱۶۳	روزے کی حالت میں شرمگاہ سے کھیلنا [دانت نکالنے اور وقت نکلنے والے]	۱۵۳	روزہ افطار کرنے کیلئے [وقت مقرر کرنے کا حکم]
۱۶۳	خون کے روزہ پر اثرات [قے کا بلا قصد آنا مفسد صوم نہیں]	۱۵۴	روزے کی نیت عربی یا مادری [زبان میں کرنے کا حکم]
۱۶۴	پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں	۱۵۴	جہاز میں سفر کے دوران تہیز کا [وقت روزہ افطار کرنے کے لیے متبر ہوگا]
۱۶۵	روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانے کا حکم	۱۵۵	شوالی کے چھ روزوں کا حکم
۱۶۵	روزہ میں بیوی سے بوس و کنار کا حکم	۱۵۶	باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد
۱۶۶	روزہ کی حالت میں بھول کر [کھانے پینے کا حکم]	۱۵۶	ندی اور ودی کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
		۱۵۶	خاندن کی سخت طبیعت کی وجہ سے [کھاتے پیتے چیزوں کا چکھنا]
		۱۵۶	حاملہ کو اگر خون آجائے تو اس [کا روزہ فاسد نہیں ہوتا]

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۷۵	ناس کا روزہ اثر انداز ہونے کا حکم	۱۶۶	بوض میں غسل کرتے وقت خروج رجح مفسدِ صوم نہیں
۱۷۵	دھوئیں اور گندو بخار کے روز پر اثرات	۱۶۷	فساد کا استعمال مفسدِ صوم ہے
۱۷۶	روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود	۱۶۷	بندوق کی گولی مفسدِ صوم ہے
۱۷۶	قدیر دینا بے سود ہے	۱۶۸	رحم میں دوائی رکھنا مفسدِ صوم ہے
۱۷۶	جبراً روزہ افطار کرنے پر قضاء لازم ہے	۱۶۸	روزہ دار کے لیے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا
۱۷۷	غروب آفتاب سے قبل	۱۶۸	بد نظری سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۱۷۷	افطار موجب قضا ہے	۱۶۹	دانتوں سے خون آنا مفسدِ صوم نہیں
۱۷۷	بڑھاپے کی وجہ سے روزہ	۱۷۰	انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے
۱۷۷	نہ رکھنے والے کا حکم	۱۷۰	حالتِ صوم میں آنکھوں میں دوائی ڈالنا
۱۷۸	میت کے ذمہ روزوں کا حکم	۱۷۱	روزہ کی حالت میں بار بار غسل کرنے یا سرد دھونے کا حکم
۱۷۹	روزہ کی حالت میں دانت میں دوائی ڈالنا	۱۷۱	روزہ کی حالت میں بیوی سے بغل گیر ہونا
۱۷۹	شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے روزہ کا حکم		
۱۸۰	عورت کے لیے کفارہ کا طریقہ		
۱۸۰	کفارہ میں تداخل ممکن ہے		
۱۸۱	روزہ کی حالت میں جماع مع مائل کا حکم	۱۷۲	باب القضاء والكفارة
۱۸۱	اغلام بازی موجب کفارہ و قضا ہے		
۱۸۲	روزہ کی حالت میں زنا کرنے	۱۷۲	سفر پر روانگی سے پہلے افطار کرنے والے کا حکم
۱۸۲	پر قضا اور کفارہ کا وجوب	۱۷۲	قصداً روزہ نہ رکھنے کا حکم
۱۸۲	جانور سے وطی کرنے پر روزہ کا حکم		
۱۸۲	جماع کے بغیر انزال سے	۱۷۳	رمضان میں دن کے وقت بیوی سے جماع موجب کفارہ و قضا ہے
۱۸۲	صرف قضا واجب ہے		
۱۸۳	غیر رمضان میں روزہ افطار کرنے	۱۷۴	کفارہ سے بچنے کا حیلہ
۱۸۳	سے صرف قضا لازم ہے		
۱۸۳	سفر میں روزہ رکھنے پر صرف قضا واجب ہے	۱۷۴	روزہ کی حالت میں منجن کے استعمال کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۹۰	حائضہ کے لیے امساک ضروری نہیں	۱۸۴	استیماء بالید سے انزال میں
۱۹۱	مسافر کے لیے افطار میں عزیمت	۱۸۴	قضاء واجب ہے
۱۹۱	پر عمل کرنا بہتر ہے	۱۸۴	غلط فہمی سے کھانا پینا موجب کفارہ نہیں
۱۹۱	شدید بیمار کیلئے روزہ افطار کرنا جائز ہے	۱۸۵	سگریٹ نوشی مفطر صوم ہے
۱۹۲	کیا بیماری کی وجہ سے روزہ افطار کرنے	۱۸۶	بے خبری میں طلوع فجر کے بعد کھانا کھانے کا حکم
۱۹۲	پر کفارہ لازم ہے یا قضاء؟	۱۸۶	قدیر دینے سے عاجز شخص کو کیا کرنا چاہیے؟
۱۹۲	شدت پیاس کی وجہ روزہ توڑنے کا حکم	۱۸۶	مسافر یا مریض کو روزہ کی قضاء کا
۱۹۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی	۱۸۶	موقع نہ ملے تو کچھ مواخذہ نہیں
۱۹۲	سفر میں افطار کیا تھا	۱۸۶	غیر رمضان کا روزہ قصداً توڑنے پر
۱۹۳	کیا سفر میں روزہ افطار کرنا	۱۸۶	صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں
۱۹۳	قصر نماز کی طرح لازم ہے؟	۱۸۸	سگریٹ یا حقہ پینے سے جب روزہ ٹوٹ
۱۹۴	ہمان کے مجبور کرنے پر روزہ افطار کرنا	۱۸۸	جائے تو صرف قضاء کرے یا کفارہ بھی؟
۱۹۴	آدمی جس علاقے یا ملک میں ہو وہاں	۱۸۸	سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کے
۱۹۵	چاند کے اعتبار سے روزہ رکھے	۱۸۸	تھوڑی دیر بعد گھر واپس آکر روزہ افطار
۱۹۵	شوگر کے مریض کے لیے روزے کا حکم	۱۸۹	کرنے پر قضاء و کفارہ کا حکم
۱۹۵	ظن غالب کی بنا پر مرض بڑھ جانے	۱۸۹	نومسلم خوف کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے
۱۹۵	کے خوف سے روزہ نہ رکھنا	۱۸۹	تو اس پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں
۱۹۶	باب الاعتکاف	۱۸۹	قصداً روزہ توڑنے کے بعد مرض
۱۹۶	روزہ کے فاسد ہونے سے اعتکاف کا حکم	۱۸۹	کی وجہ سے روزہ رکھنے کے قابل
۱۹۶	اعتکاف فاسد ہونے پر اس کی قضاء نہیں	۱۸۹	نہ رہے تو صرف قضاء لازم ہے
۱۹۶	اعتکاف کا اہتمام نہ کرنے کے اثرات	۱۹۰	باب العذر المبیحة للافطار
۱۹۶	معتکف کا کسی دوسری مسجد میں قرآن کریم	۱۹۰	نا قابل برداشت تکلیف کے وقت روزہ توڑنا
۱۹۶	سننے یا سنانے کے لیے نکلنا	۱۹۰	

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	کتاب الحج	۱۹۸	اعتکاف کے دوران بے قاعدہ باتوں سے اجتناب کا حکم
		۱۹۸	معتکف کی موت پر اعتکاف کی تکمیل کا حکم
		۱۹۹	کیا معتکف کے لیے جنازہ پڑھنا درست ہے
۲۱۳	باب اشواط الحج و ارکانہ	۲۰۰	معتکف کا نماز یا جماعت کیلئے مسجد سے نکلنا
		۲۰۰	معتکف کا غسل جمعہ کے لیے مسجد باہر نکلنا
۲۱۳	حج کی فرضیت کا وقت		معتکف جمعہ پڑھنے کے لیے کتنی
۲۱۳	ضرورت سے زائد زمین ہو تو حج فرض ہے	۲۰۱	دور تک جا سکتا ہے ؟
۲۱۴	زمین کی آمدنی پر حج کی فرضیت	۲۰۱	اعتکاف کی حالت میں تعلیم کے لیے نکلنا
۲۱۴	صرف تصرف کا اختیار حج کی	۲۰۲	بوقت ضرورت اعتکاف سے نکلنا
	فرضیت کیلئے کافی نہیں	۲۰۳	اخراج ریح کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا
۲۱۵	مشترکہ مال سے حج کی فرضیت کا حکم	۲۰۳	بھول کر اعتکاف سے نکلنے کا حکم
۲۱۵	حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے	۲۰۴	حق پینے کے لیے مسجد سے نکلنا مضر نہیں
	حج کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے	۲۰۴	معتکف کا بیرون مسجد باتیں کرنا
۲۱۶	حرام مال سے حج کرنے کا حیلہ	۲۰۵	خالت اعتکاف میں بیوی کا بوسہ لینا
۲۱۶	چوری کا مال مخلوط ہو جانے پر حج کا حکم	۲۰۵	حالت اعتکاف میں بیوی سے باتیں کرنا
۲۱۷	حج فرض ہونے کے بعد تکدستی	۲۰۶	کیا محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے
	سے حج ساقط نہیں ہوتا		معتکف کا اذان دینے کے لیے
۲۱۸	مکانات خواجہ اعلیٰ سے زائد	۲۰۶	خارج از مسجد اذان خانہ کو جانا
	ہوں تو حج فرض ہے	۲۰۷	مورتوں کے لیے اعتکاف کا حکم
۲۱۸	بیٹی کی شادی کرنا مانع حج نہیں	۲۰۷	حالت اعتکاف میں اختیار پڑھنا
۲۱۹	صاحب استطاعت کیلئے مکان	۲۰۸	بحالت اعتکاف جگہ تبدیل کرنا
	کا نہ ہونا مانع حج نہیں	۲۰۹	معتکف دھوپ کے لیے مسجد کے
۲۱۹	اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا		صحن میں بیٹھ سکتا ہے
	وجوب حج سے مانع نہیں	۲۰۹	حالت اعتکاف میں گھر سے کھانا لانا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۲۸	مکروہ اوقات میں احرام کی	۲۲۰	سعودی عرب میں رہ کر بھی حج نہیں
۲۲۸	دور کعت پڑھنے کا حکم		کبا تو اب حج فرض ہے یا نہیں؟
۲۲۸	احرام باندھنے سے قبل غسل کرنے کا حکم	۲۲۰	عورت پر حج فرض ہو تو خاوند
۲۲۹	احرام کی چادروں کے رنگ کا مسئلہ		کی اجازت ضروری نہیں
۲۲۹	تبلیغ پر حج مقدم ہے	۲۲۱	عورت کا اگرچی سے جدہ تک بغیر محرم کے
۲۳۰	بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت		سفر کرنا اور حج محرم کے ساتھ ادا کرنے کا حکم
۲۳۰	فقر کی حالت میں حج کرنے کے بعد	۲۲۱	عورت کے لیے اس کا بہنوئی محرم نہیں
۲۳۰	غنی ہونے کی صورت میں دوبارہ	۲۳۲	عورت کے لیے خاوند کے بھائی یا
	حج کرنا فرض نہیں		بھتیجے کے ساتھ حج کرنے کا حکم
۲۳۱	حج میں تجارت کی وجہ سے ثواب کم نہیں ہوتا	۲۲۲	عورت غیر محرم ہمسایہ کے ساتھ
۲۳۱	دن اذی الحجہ کے بعد آئندہ رات کا حکم		حج کے لیے نہیں جاسکتی
۲۳۲	حائضہ عورت کے لیے حج کرنے کا طریقہ	۲۲۳	عورت کا دیو یا شومر کے چچا
۲۳۲	حائضہ عورت پر طواف صد لازمی نہیں		کے ساتھ حج کے لیے جانا
۲۳۳	حج میں گرجی کی وجہ سے صرف تہنید پر اکتفا کرنا	۲۲۳	رہن کے پیسوں سے حج کرنا
۲۳۳	عورت کی طرف سے مرد کا رمی جمار کرنا	۲۲۴	صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہو جاتا
۲۳۳	رمی جمرات کے لیے حاجی کنکریاں کہاں سے لے؟	۲۲۴	خاوند کی اجازت کے بغیر حج کرنا
۲۳۴	عرفات میں نماز مغرب پڑھنے کا حکم	۲۲۴	والدہ کی اجازت کے بغیر نقل حج کرنا
۲۳۴	عرفات میں جمع تاخیر کی صورت میں	۲۲۵	نقلی حج کے لیے خاوند کی اجازت ضروری ہے
۲۳۴	ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھنے کا حکم	۲۲۶	نقلی حج افضل ہے یا صدقہ؟
۲۳۵	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی	۲۲۶	حائضہ عورت طواف زیارت چھوڑ دے تو
	نماز جمع تاخیر میں پڑھنا	۲۲۷	زمین حل میں رہنے والے کیلئے طواف دوم
۲۳۵	میلے احرام کو تبدیل کرنے کا حکم	۲۲۷	میقات کے اندر رہنے والوں
	تلبیہ جہراً پڑھے یا سراً؟ کیا مرد اور		کے لیے طواف وداع کا حکم
۲۳۵	عورت دونوں اس میں یکساں ہیں؟	۲۲۷	فجر اور عصر کی نماز کے بعد احرام کی نماز کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۷	قوت شدہ آدمی کے لیے نفی حج کا ثواب	۲۳۶	احرام باندھنے سے قبل ناخن وغیرہ کاٹنا
۲۳۸	نفلی حج کے لیے والد سے اجازت لینے کا حکم	۲۳۷	فقر کی مقدار کا مسئلہ
۲۳۸	نفلی حج کے لیے پاکستان آنا ضروری نہیں	۲۳۷	حج اور نکاح کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ
۲۳۹	غریب آدمی سے حج بدل کرانا	۲۳۸	حج کے متعلق چند سوالات
۲۵۰	حج بدل میں آمر کی اطاعت کا حکم	۲۴۲	باب التمتع والقران
۲۵۰	حج بدل میں عمرہ کی نیت کا حکم		حج تمتع میں قربانی نہ کرنے کا حکم
۲۵۱	ذیابیطس کے مریض کے لیے حج بدل کا حکم	۲۴۲	تمتع اور قران کا قربانی سے پہلے حلق کرنا
۲۵۱	حج بدل میں خرچہ منجوع عنہ کی طرف سے ہوگا	۲۴۳	حج قران و تمتع کی تعریف
۲۵۱	میقات کے بجائے حرم سے حج بدل کا احرام باندھنا	۲۴۳	تمتع کے لیے عمرہ کرنے کے بعد حج کا احرام باندھنے کا حکم
۲۵۲	حج بدل میں خرچہ آم کی طرف سے ضروری ہے	۲۴۴	حج تمتع کرنے والے کے لیے عمرہ
۲۵۲	حج بدل میں اپنے لیے حج کرنا اور کسی دوسرے کو حج بدل کیلئے مقرر کرنا	۲۴۵	حج تمتع کرنے والے کے لیے عمرہ
۲۵۳	سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے حج بدل ادا کرنا صحیح نہیں	۲۴۵	میقات میں رہنے والے کے لیے حج تمتع اور قران
۲۵۳	حج بدل کی شرائط	۲۴۶	حج تمتع کی نیت کرنے کے بعد حج قران کی نیت کرنا
۲۵۴	وصیت کے بغیر حج بدل کا حکم	۲۴۶	حج تمتع افضل ہے یا قران
۲۵۵	عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کرنا		باب الحج عن الغیر
۲۵۵	غیر وہی کا حج بدل ادا کرنا	۲۴۷	نفلی حج میں حج بدل کی نیت کرنا ضروری نہیں
۲۵۶	ایک سال کے بعد حج بدل ادا کرنا		
۲۵۶	صاحب عذر کا عذر ختم ہوا جانے کے بعد حج بدل کا حکم		
۲۵۷	حج بدل کے بعد منذور عمرہ ادا کرنا		
۲۵۸	والدین کی طرف سے حج کرنے میں زیادہ ثواب ہے		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۶۶	حالت احرام میں چہرے کو ڈھانکنے کا حکم	۲۵۸	دم تمتع و دم قران امر پر ہے یا مامور پر ؟
۲۶۶	حالت احرام میں عطاری کی دوکان میں بیٹھنا	۲۵۹	{ حرم نہ ملنے کی صورت میں عورت حج بدل بھی نہیں کر سکتی
۲۶۷	ذبح اور حلق میں ترتیب	۲۵۹	{ حج بدل ادا کرنے کے مامور وطن واپس نہ آئے تو حج کا حکم
۲۶۷	{ ترک سعی کا دم ایام انحراف کے ساتھ مخصوص نہیں	۲۶۰	حج افراد پر مامور شخص اپنے لیے عمرہ کر سکتا ہے
۲۶۸	طواف صحر جھوڑنے پر دم واجب ہے	۲۶۰	{ حج کے منافی عمل سے فساد حج کی صورت میں حج کا خسرہ کس پر ہوگا
۲۶۸	عورت کے لیے وقوف مزدلفہ کا دم	۲۶۱	{ کیا حج افراد پر مامور شخص تمتع یا قران کر سکتا ہے یا نہیں
۲۶۹	دم جنایت زمین حرم سے خاص ہے	۲۶۱	{ مامور کا مدینہ منورہ جانے کیلئے امر کی رقم سے خسرہ کرنا
۲۶۹	بلا احرام میتقے سے تجاوز کرنے اور پھر عود کرنا	۲۶۲	حج بدل میں نیت امر کی طرف سے ہوگی
۲۶۹	{ اتفاقی شخص کا زیارت نبوی کے لیے بغیر احرام جانا		
۲۷۰	{ جدہ جانے والے کے لیے میتقے سے بلا احرام تجاوز کرنا		
۲۷۱	میتقا میں تلبیہ بھول جانے پر دم کا وجوب		
۲۷۱	{ طواف زیارت سے پہلے بیوی سے جماع حرام ہے		
۲۷۲	عینک کے ساتھ حج کرنا درست ہے		
۲۷۲	{ احرام کی حالت میں خوشبودار پان کھانے کا حکم		
۲۷۳	دوران حج خرید و فروخت کرنا جائز ہے		
۲۷۳	حد حرام سے باہر حق یا قصہ کر کے احرام سے نکلنا		
۲۷۴	باب الہدی		
۲۷۴	قارن یا متمتع اپنی قربانی سے گوشت کھانا		
			باب الجنایات
			ری چھوڑنے کی وجہ سے دم واجب ہونے کا حکم
			جمرة العقبہ کی ری بلا عمدہ شرعی چھوڑنے کا حکم
			۱۱ ذی الحجہ کی رمی چھوڑنے کا حکم
			ترک سنت کی وجہ سے دم لازم نہیں
			منفرد پر دم شکریہ لازم نہیں
			{ احرام کی حالت میں سلسلے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم
			حالت احرام میں سر ڈھانپنے کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۸۲	بیوی کی طرف سے عمرہ کرنا	۲۷۲	دم جنایت سے خود کھانا جائز نہیں
۲۸۳	عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد	۲۷۵	حرم کی حدود میں تحلیل کے لیے
۲۸۳	تلبیہ کتنی مرتبہ پڑھنا ضروری ہے	۲۷۵	یوم النحر سے قبل ذبح کرنا
۲۸۳	عمرہ فرض ہے یا واجب یا سنت؟	۲۷۵	حج سے واپسی کے بعد دم اپنے
۲۸۴	کن ایام میں عمرہ کرنا منع ہے	۲۷۶	وطن میں ادا کرنا
۲۸۴	عمرہ کے کتنے ارکان ہیں؟	۲۷۶	دم جنایت کیلئے وقت یا دن کا مشروط ہونا
۲۸۵	ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم	۲۷۶	منیٰ میں قربانی پر عدم قدرت
۲۸۵	ارکان عمرہ میں تقدیم و تاخیر کا حکم	۲۷۶	کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے
۲۸۶	باب زیارۃ قبر النبی ﷺ	۲۷۷	بیتک کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے
۲۸۶	حج یا عمرہ میں روضہ اقدس کی	۲۷۸	باب العمرة
۲۸۶	زیارت کے لیے جانا لازمی ہے	۲۷۸	عمرہ کے بعد سر منڈانے کا حکم
۲۸۶	زیارت روضہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۸	متعدد عمرے کرنے کی صورتیں حلق کیسے کیا جائے
۲۸۶	کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟	۲۷۹	عمرہ اور مزدوری
۲۸۷	زیارت روضہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	۲۷۹	بسطہ مزدوری جہہ جانے
۲۸۷	مسجد نبوی میں داخلہ کے وقت دو رکعت پڑھنا	۲۷۹	والے پر عمرہ واجب نہیں
۲۸۸	حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت	۲۷۹	حج کی بجائے عمرہ ادا کرنا
۲۸۸	کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟	۲۸۰	دن میں متعدد عمرے کرنے کا حکم
۲۸۸	قانوناً حجاز میں تہذیباً کم ہونے کی	۲۸۰	شوال اور ذیقعدہ میں عمرہ ادا کرنے کا حکم
۲۸۸	وجہ سے حاجی مدینہ طیبہ جاسکے تو کیا	۲۸۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
۲۸۸	اس کا حج متاثر ہوگا یا نہیں؟	۲۸۱	رمضان المبارک میں کوئی عمرہ نہیں کیا
۲۸۹	سطواتہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا	۲۸۱	زندہ آدمی کے لیے طواف اور عمرہ کرنا
۲۹۰	روضہ اطہر کی زیارت اور صلوٰۃ و سلام کا طریقہ	۲۸۲	حج بدلے کے بعد کسی ایصال ثواب کیلئے عمرہ کرنے کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰۰	بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا		کتاب النکاح
۳۰۱	ہو انکاح ناقابل فسخ ہے		باب آداب النکاح و شرائط
۳۰۱	نکاح کا شرعی حکم	۲۹۳	خطبہ نکاح سے پہلے پڑھنا چاہیے
۳۰۱	نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے		لفظ نکاح کے بجائے بیع کا
۳۰۱	اسلام میں بیک وقت تعدد ازواج کا حکم	۲۹۳	لفظ کہنے سے نکاح کا حکم
۳۰۲	دوسری شادی کے لیے میسلی	۲۹۳	نکاح کے لیے عورت کی زبان پر اعتماد کرنا
	بیوی کی اجازت کا مسئلہ	۲۹۴	رشتہ منظور ہے سے نکاح کے انعقاد کا حکم
۳۰۲	خطبہ نکاح کے دوران		بغیر گواہوں کے صرف ایجاب و قبول
	باتیں کرنا گناہ ہے	۲۹۵	سے نکاح منعقد نہیں ہوتا
۳۰۳	کورٹ میرج کا حکم	۲۹۵	اثبات نکاح کیلئے شہادت یا تسماع کافی ہے
۳۰۳	بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے	۲۹۶	نکاح کی اجازت لینے وقت گواہ بنانا مستحب ہے
۳۰۳	بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم	۲۹۶	بذریعہ دفت نکاح کا اعلان کرنا
۳۰۵	لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے	۲۹۶	جو ان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا غدر
۳۰۵	کیا لڑکی کو از خود نکاح کا حق حاصل ہے؟	۲۹۷	شرعی ان کا نکاح نہ کرنا
۳۰۶	جلس نکاح میں لڑکی کا نام لینا	۲۹۷	رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا جائز ہے
۳۰۶	نکاح میں ایجاب و قبول کا	۲۹۸	منگنی ہو جانے کے بعد لڑکی کا
	تین بار دہرانا ضروری نہیں		کسی دوسری جگہ نکاح کرنا
۳۰۷	ثیبہ عورت سے نکاح ثانی	۲۹۸	صرف وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا
	کیلئے اجازت بالقول کا حکم	۲۹۹	بالغہ عورت سے زبردستی کیے گئے نکاح کا حکم
۳۰۷	زفاف کے وقت دعا پڑھنے کا حکم		بالغہ عورت کو نکاح کے لیے
۳۰۸	نکاح کے وقت بھول کر کسی		ور نہیں کیا جا سکتا
	دوسری عورت کا نام لینا		
۳۰۹	بیوی کو خاوند کے پاس جانے سے روکنا		
۳۰۹	رخصتی میں تاخیر کا حکم		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲۸	باب بیحبہا النکاح لا یجوز	۳۱۰	بیوی کو وطن سفر میں ساتھ لے جانے کا مسئلہ
۳۲۸	قضیٰ مشکل سے نکاح کا حکم	۳۱۰	منفقودہ غیر کی موت کی خبر کا مسئلہ
۳۲۸	بائچہ عورت سے نکاح کرنا	۳۱۱	نکاح میں تان و نفقہ نہ دینے کی شرط لگانا
۳۲۹	پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری	۳۱۱	شلیفون پر نکاح کا حکم
۳۲۹	شادی کرنا شرعاً جرم نہیں	۳۱۲	بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے
۳۲۹	زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح	۳۱۳	قوت گویائی سے محروم شخص کے نکاح کا حکم
۳۳۰	حاملہ عورت سے نکاح کا حکم	۳۱۳	وکیل کے ذریعے تحریری ایجاب نکاح کا حکم
۳۳۰	سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا مسئلہ	۳۱۴	نکاح کے لیے قاضی کا لانا ضروری نہیں
۳۳۱	مخطوبہ الالب سے نکاح جائز ہے	۳۱۴	نکاح نامہ پڑھنے کی شرعی حیثیت
۳۳۱	بیوہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے	۳۱۵	ایجاب نامے پر دستخط کر دینے
۳۳۲	سوتیلی ساس سے نکاح کرنا	۳۱۵	سے نکاح منع نہیں ہوتا
۳۳۲	سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا	۳۱۵	ایجاب و قبول میں مطابقت ضروری ہے
۳۳۳	بیوی کی وفات کے چند دن	۳۱۶	نکاح میں نابینا شخص کی گواہی
۳۳۳	بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا	۳۱۶	جلس نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے
۳۳۳	عدت وفات میں کئے گئے نکاح کا حکم	۳۱۶	زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے
۳۳۴	سوتیلی ماں غیر مدخولہ سے نکاح حرام ہے	۳۱۷	ولے پر کوئی عتاب نہیں
۳۳۴	ساس اور بہنوئیوں کو ایک	۳۱۷	نکاح میں صرف آئین کہہ کر قبول کرنا درست ہے
۳۳۴	ساتھ نکاح میں رکھنا	۳۱۸	نکاح پر اظہار مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم
۳۳۵	ثانی اور تواسی کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۳۲۰	حلفاً نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت
۳۳۵	پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۳۲۰	خطیبہ پر خطیبہ کا حکم
۳۳۵	دو بہنوں کو ایک نکاح	۳۲۱	بوقت نکاح چھوٹے چھوٹے چھینکنا سنت ہے
۳۳۵	میں جمع کرنے کا حکم	۳۲۱	انگوٹے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا
		۳۲۲	سول میرج کا شرعی حکم
		۳۲۴	حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۳۶	[کسی اسلامی ملک میں مسلمان ہونے والی	۳۳۶	والدہ کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے کے اثرات
۳۳۶	شادی شدہ عورت کے نکاح کرنے کا طریقہ]	۳۳۶	ساس کے ساتھ نکاح کرنا
۳۳۷	ماہوں کی بیوہ سے نکاح کا حکم	۳۳۷	سوتیلی ماں کی بیٹیوں سے نکاح کرنا
۳۳۸	بھانجی کی بیٹی سے نکاح کا حکم	۳۳۸	[قبلی کورٹ سے تفسیح نکاح کے
۳۳۸	[بہنوئی کی دوسری بیوی کی	۳۳۸	بعد نکاح ثانی کا حکم]
۳۳۸	لڑکی سے نکاح کا حکم	۳۳۸	[طلاق مغلطہ میں بغیر حلالہ کے
۳۳۹	[ایک جگہ منگنی کر دینے کے	۳۳۹	تجدید نکاح کرنے کا حکم]
۳۳۹	بعد لڑکی کا نکاح کسی	۳۳۹	[مطلقہ عورت کا وضع حمل سے
۳۳۹	دوسری جگہ کرنا	۳۳۹	قبل نکاح ثانی کرنا
۳۳۹	[کسی لڑکی اور اس کی	۳۳۹	متوہ کی شرعی حیثیت
۳۳۹	سوتیلی ماں کا ایک مرد	۳۴۰	نکاح مؤقت کی تعریف
۳۴۰	کے نکاح میں آنا	۳۴۰	عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح کرنا
۳۵۰	تلاق میں کیا گیا نکاح منع ہو جاتا ہے	۳۴۱	مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح
۳۵۰	چھوٹی بچی اور بچے کے نکاح کا حکم	۳۴۱	قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں
۳۵۱	[درمیک کی بیوہ یا مطلقہ سے	۳۴۲	خاوند کے مرتد ہو جانے سے نکاح کا حکم
۳۵۱	نکاح کرنے کا حکم	۳۴۲	لا علمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم
۳۵۱	[عدت کے دوران سالی سے	۳۴۳	شیعہ عورت سے شتی مرد کے نکاح کا حکم
۳۵۱	نکاح کرنا صحیح نہیں	۳۴۳	لا علمی میں رضاعی بہن سے نکاح کا حکم
۳۵۲	منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کرنا	۳۴۴	[غیر مسلم عورت کو جبراً مسلمان
۳۵۳	باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے	۳۴۴	کر کے اس سے نکاح کرنا]
۳۵۳	بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کا حکم	۳۴۴	کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کرنا
۳۵۴	بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا	۳۴۵	بھائی کی بیوی سے ناجائز تعلقات نکاح پر اثرات
۳۵۴	[نو مسلمہ عورت سے عدت ختم	۳۴۶	جنسی کمزوری کی صورت میں
۳۵۴	ہونے سے قبل نکاح کرنا]	۳۴۶	نکاح کرنے کا حکم]

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۶۳	بیشی کے حق مہر کی رقم سے جہیز	۳۵۵	باب المہر
۳۶۴	کا سامان خسریہ		
۳۶۴	جہیز کی شرعی حیثیت		
۳۶۵	جہیز کے سامان کی ملکیت کا حکم	۳۵۵	رخصتی سے قبل طلاق دے کر لڑکی
۳۶۶	مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنا		والوں کو کچھ رقم دینا
۳۶۶	مہر معاف کرنے پر اولیاء کا اعتراض کرنا	۳۵۶	مہر کی کم از کم مقدار
۳۶۶	خلوت صحیحہ کے بعد نامرد شوہر کا مل مہر دے گا	۳۵۶	مہر فاطمی کی مقدار
۳۶۶	تجھے خلع دیا ہے سے سقوط مہر کا حکم	۳۵۶	حلالہ کے بعد نکاح میں مہر مقرر کرنا لازمی ہے
۳۶۸	لڑکے والوں سے شادی کا خرچہ لینا		متعدد ازواج کی صورت میں مہر
۳۶۸	حق مہر کی قسمیں	۳۵۷	میں مساوات کا مسئلہ
۳۶۹	حق مہر خاوند کے ذمہ واجب ہے	۳۵۸	حق مہر میں نقدی کے بجائے زمین وغیرہ دینا
۳۶۹	حق مہر کے بغیر نکاح کا حکم	۳۵۸	انقضاء نکاح کے بعد حق مہر میں زیادتی کرنا
۳۷۰	مقرر شدہ حق مہر میں اضافہ کرنا جائز ہے	۳۵۹	اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا
۳۷۰	خاوند سے حق مہر کے علاوہ لیے گئے مال کا حکم	۳۵۹	عورت مہر کا مطالبہ کس سے کرے گی۔
۳۷۱	حصول مہر کے لیے عورت اپنے آپ کو	۳۶۰	عدت کے ورثاء شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں
۳۷۱	خاوند سے روک سکتی ہے	۳۶۰	مہر عورت کے ورثاء کو دیا جاسکتا ہے
۳۷۱	حق مہر قسط دار ادا کرنا جائز ہے	۳۶۱	بالوغ لڑکے کی شادی کے مہر کا حکم
۳۷۲	تقلیل مہر مندوب ہے	۳۶۱	بذریعہ جرگہ طلاق لینے کی صورت میں مہر کا مطالبہ کرنا
۳۷۲	تحدید مہر جائز نہیں	۳۶۲	جبراً مہر معاف کرنا
۳۷۳	جہیز کس کا حق ہے	۳۶۲	مقدار مہر میں اختلاف کا پیدا ہونا
۳۷۳	مطلقہ مہر کی حقدار ہے	۳۶۲	عدالت کے ذریعے مہر کم کر دانا
۳۷۳	خاوند کے مرنے کے بعد بھی	۳۶۳	تا جیل و تعزیر مہر میں عرف کا اعتبار ہے
۳۷۳	بیوہ مہر کی حقدار ہے		رخصتی سے قبل شوہر کی وفات پر
۳۷۴	طلاق قبل الدخول میں مہر کی مقدار	۳۶۳	عورت پورے مہر کی حقدار ہے

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸۲	نکاح میں عاقد کا خود وکیل بننا	۳۸۲	مہر دینے کے لئے باپ کا بیٹے کی طرف ضامن ہونا
۳۸۲	خیار بلوغ میں عدالت سے نکاح فسخ کرانے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا	۳۸۵	باب الاولیاء والا کفاء
۳۸۳	وکیل نکاح کے شرائط		
۳۸۴	ولایت میں قریب و بعید کے وراثہ کا اعتبار	۳۸۵	قریشی سادات کے کفو ہیں
۳۸۴	ساوی وراثہ میں سے کسی ایک کا	۳۸۵	غیر عالم کا عالم دین کی لڑکی سے نکاح کرنا
۳۸۴	نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینے کا حکم	۳۸۶	فاسق لڑکے کو صالح سمجھ کر رشتہ دینا
۳۸۵	عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے سے حق مہر کا حکم	۳۸۶	غیر سید کا سید زادی سے نکاح کا حکم
	عدالت سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کیے بغیر موت کا دوسری جگہ نکاح کر دینے کا حکم	۳۸۷	بمغنون اور دیوانہ عاقلہ عورت کا کفو نہیں
۳۸۶	کفوات ایک جانب سے ہونی ضروری ہے	۳۸۷	نکاح میں ولایت کی ترتیب
۳۸۶	کفو کی شرائط	۳۸۸	قریب کے ولی کی موجودگی میں بعید کا ولی نکاح کرے تو اس کا حکم
۳۸۷	تفریق قاضی طلاق ہے یا فسخ؟	۳۸۸	باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کا نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دینے کا حکم
۳۸۸	کسی لڑکی کا غیر کفو میں اپنی مرضی سے نکاح کرنا	۳۸۹	کسی ایک ولی کا اپنا حق ولایت استعمال کرنے سے دوسروں کے حق کا حکم
۳۸۸	کفو میں وقت کا اعتبار ہے	۳۸۹	نابالغ کا نکاح زادی کے کر دینے سے لڑکی کو خیار بلوغ کا حق ہے
۳۸۹	گوئے شخص کا اشارے سے نکاح کرنا	۳۹۰	کفایت میں مال داری کے اعتبار کا حکم
۳۹۰	بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا	۳۹۰	شریعت میں بلوغ کی حد
۳۹۰	بیوی کو کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے کی اجازت ہے	۳۹۱	وکیل کے ذریعہ نکاح کا حکم
۳۹۱	سورہ کی رسم کا شرعی حکم	۳۹۱	نکاح میں نابالغ کی وکالت کا حکم
۳۹۲	بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کرنا	۳۹۱	نکاح میں کسی اجنبی کی وکیل کے لئے تصریح ضروری ہے
۳۹۲	غیر کفو میں نکاح پر اولیاء کا اعتراض		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۹۳	فاسق و فاجر بڑا کا دیندار خاندان کی	۳۹۳	شوہر کا بیوی کے پستان چوسنے سے
	رک کی کفو نہیں		حرمیت رضاعت ثابت نہیں ہوتی
۳۹۳	ولایت میں ماں داری سے مقدم ہے	۳۹۳	رضاعی بیٹی کا رضوع کے سابقہ
	ولی کی اجازت کے بغیر بالغ مرد		خاوند سے نکاح جائز ہے
۳۹۴	اور عورت کا نکاح	۳۹۴	رضاعی بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں
۳۹۴	بالغہ کا اپنے کفو میں نکاح کرنا صحیح ہے	۳۹۴	نسب بھائی کا رضاعی بہن سے نکاح کرنا
		۳۹۵	رضاعی باپ کی مشکوہ سے نکاح کرنا
		۳۹۵	غلطی سے کسی عورت کا دودھ پینے
		۳۹۵	سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے
		۳۹۵	چھپے سے بچہ کو دودھ دینا موجب رضاعت ہے
		۳۹۵	رضاعی بہن بھائی کا نکاح حقیقت حال
		۳۹۶	معلوم ہونے کے بعد واجب التفریق ہے
		۳۹۶	بلوغ کے بعد دودھ پینے سے حرمیت ثابت نہیں
		۳۹۶	شک کی بناء پر رضاعت ثابت نہیں
		۳۹۷	امت رضاعت کے بعد دودھ پلانے
		۳۹۸	سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی
		۳۹۸	رضاعی ماں کی پرتی سے نکاح کرنے کا مسئلہ
		۳۹۸	امت رضاعت
		۳۹۹	رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں
		۳۹۹	رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے
		۳۹۹	رضاعی پر رضوع اور شوہر کے اصول
		۳۹۹	وفروع حرام ہے
		۳۹۹	رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے
		۴۰۰	عمر رسیدہ عورت کے پستان سے نکلنے
		۴۰۰	والے سفید پانی سے رضاعت ثابت نہیں
		۴۰۰	مرفوعی کرنے سے حرمیت رضاعت ثابت نہیں ہوگی
۳۹۹	رضاعی خال سے نکاح کا حکم		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۱۷	حرمت مصاہرت کے اثبات { کے لئے گواہوں کی تعداد	۴۱۰	باب فی حرمت المصاہرۃ
۴۱۸	مزنہ کی بیٹی کا نکاح زانی کے بیٹے سے جائز ہے	۴۱۰	ساس کو بغیر شہوت کے ہاتھ لگانا
۴۱۸	مزنہ کی رضاعی بیٹی یا فراسی { سے نکاح کرنا جائز نہیں	۴۱۰	ساس کو شہوت سے دیکھنا
۴۱۹	مزنہ کی پوتی سے زانی کا نکاح جائز نہیں	۴۱۱	ساس سے زنا کرنے پر بیوی کے حرام ہونے کا حکم
۴۱۹	منکوحہ کی رضاعی بیٹی کے ساتھ { زنا کرنے سے منکوحہ کا حکم	۴۱۱	بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگانے { سے نکاح پر اثرات
۴۲۰	منکوحہ غیر مدخول بہا کی بیٹی { کے ساتھ نکاح کا مسئلہ	۴۱۲	زانی اور مزنہ کی اولاد کے درمیان نکاح جائز ہے
۴۲۰	بیٹے کی منکوحہ غیر مدخول بہا سے نکاح کرنا	۴۱۲	نابالغ لڑکے کا بالغ سے زنا کرنے سے { حرمت مصاہرت کا حکم
۴۲۱	خسر بنقطہ دعویٰ زنا سے بیٹے { پر اسکی بیوی حرام نہیں ہوتی	۴۱۳	بیٹے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے
۴۲۱	مزنہ کے اصول و فروع زانی { پر حرام ہو جاتے ہیں	۴۱۳	سوتیلے بیٹے سے زنا کرنے والی { عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے
۴۲۲	خون دینے سے حرمت مصاہرت کا حکم	۴۱۴	نابالغ لڑکے سے زنا کرنا حرمت { مصاہرت کا سبب نہیں
۴۲۲	سال کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۴۱۴	فرج داخل کو دیکھنا موجب حرمت مصاہرت ہے
۴۲۳	باب الخضانة	۴۱۵	کم سن بچی کو شہوت کے ساتھ چھونا { حرمت مصاہرت کا سبب نہیں
۴۲۳	چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے	۴۱۶	ساس سے زنا کے اقرار کے بعد { انکار کی کوئی حیثیت نہیں
۴۲۳	والدہ کے بعد تربیت کا حق نانی کا ہے	۴۱۶	مزنہ کا فرہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں
۴۲۴	والد کی بجائے نانی پر ورش کی زیادہ حقدار	۴۱۷	ساس کے ہستانوں کو پکڑنے سے { بیوی حرام ہو جاتی ہے
۴۲۴	لڑکی کے حق پر ورش کی حرمت		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۳۳	بیوی کا خاوند کے مال سے اپنا حق وصول کرنا	۴۲۵	بیوہ کا نکاح ثانی کرنے سے شیر خوار بچی کی تربیت کا مسئلہ
۴۳۴	ایک بیوی سے زیادہ محبت رکھنا	۴۲۶	بیوہ کا کسی غیر محرم سے نکاح کرنے سے حق تربیت کا ساقط ہونا
۴۳۵	دوسری بیویوں کی حق تلفی نہیں	۳۲۱	اخلاقی حالت اور کراہت متاثر ہونے کی صورت میں والدہ کا حق تربیت ساقط ہو جاتا ہے
۴۳۵	بیوی کے لیے علیحدہ مکان کا انتظار کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے	۳۲۲	ولایت ناک خضانت کس کے ذمہ ہے
۴۳۵	خاوند بیوی کی رضامندی کے بغیر اسے کسی دوسرے ملک میں ساتھ نہیں لے جاسکتا	۳۲۲	عورت کو بچہ دار محرم لے جانے کا حق نہیں
۴۳۶	بیوی سے ہمبستری کرنا کن اوقات میں جائز نہیں	۴۲۸	باب الولیۃ
۴۳۶	مباشرت کا طریقہ		ولیہ کی شرعی حیثیت
۴۳۷	جماع کے آداب		دعوت ولیہ کا سنون وقت
۴۳۸	بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے		دعوت ولیہ میں غیر شرعی امور کے ارتکاب کی وجہ سے شرکت نہ کرنا
۴۳۸	حاملہ بیوی سے جماع کرنے کا مسئلہ		رذکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا
۴۳۸	نابالغ بیوی سے جماع کرنا		ولیہ شمار نہیں ہوگا
۴۳۹	حالت حیض میں منکوحہ سے جماع کے علاوہ استمتاع کرنا		ولیہ کئی دن تک کرنا جائز ہے
۴۳۹	بیوی سے استمناء بالیدہ کرنا		منگنی کے موقع پر سٹھان وغیرہ تقسیم کرنے کا حکم
۴۴۰	بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنا		باب حقوق الزوجین
	کتاب الطلاق		
۴۴۳	باب شرائط الطلاق		
۴۴۳	نکاح سے پہلے دی گئی طلاق کا عدم ہے		میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۵۵	طلاق پر جھوٹی قسم کھانا	۴۴۳	طلاق میں اضافت ضروری ہے
۴۵۶	طلاق کا وقوع ثبوت کا محتاج ہے	۴۴۴	بیوی کو ڈرانے و مہکتے کے لیے طلاق کا لفظ کہنا
۴۵۶	طلاق کے ثبوت کے لئے ایک گواہ ناکافی ہے	۴۴۴	طلاق کے وقوع کے لئے خاوند کا بلوغ شرط ہے
۴۵۷	بذر عید ذاک بھیسجی گئی طلاق کا حکم	۴۴۵	نابالغہ کو دی گئی طلاق کا حکم
۴۵۷	طلاق نامہ پر لاعلمی میں دستخط کرنا	۴۴۶	بجھنوں کی طلاق کا حکم
۴۵۸	مرض سرسام میں دی گئی طلاق کا حکم	۴۴۶	بیوقوف کی طلاق کا حکم
۴۵۸	خواب کی حالت میں دی گئی طلاق لغو ہے	۴۴۶	بیسہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم
۴۵۹	طلاق الصریح والکناہ	۴۴۷	معتوہ کی طلاق کا حکم
۴۵۹	تم طلاق ہو میں تین طلاق کی نیت کرنا	۴۴۷	وسوسہ کی بیماری میں مبتلا شخص کی طلاق کا حکم
۴۵۹	سوج و نمک کے عالم میں طلاق کا لفظ ادا کرنا	۴۴۸	نفس کی حالت میں طلاق کا حکم
۴۶۰	عورت کی عدم موجودگی میں خطاب کے صیغے طلاق دینا	۴۴۸	غصہ کی حالت میں طلاق دینا
۴۶۰	ایک دو تین کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی	۴۴۹	خاف کی طلاق کا حکم
۴۶۱	بیوی کے نام کی جگہ دوسرا نام لکیر طلاق دینا	۴۵۰	حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا
۴۶۲	طلاق رجعی کی عدت گزرنے کے بعد طلاق دینا مؤثر نہیں	۴۵۰	طلاق کے لئے گواہ ضروری نہیں
۴۶۲	طلاق مزاح کے بعد دی گئی طلاق کا حکم	۴۵۱	عمل مانع وقوع طلاق نہیں
۴۶۳	مدفع طلاق دینے کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے	۴۵۱	حالت نفاس میں طلاق دینا
۴۶۳	دو طلاق کے بعد رجوع کر کے دوبارہ طلاق دینا	۴۵۱	جھوٹی گواہی کی بنیاد پر طلاق کا ثبوت
۴۶۴	طلاق بائن کے اثرات	۴۵۲	طلاق نامہ پر جبراً دستخط کرنا
		۴۵۲	جبراً طلاق کا حکم
		۴۵۳	بطور استہزاء دی ہوئی طلاق کا حکم
		۴۵۳	کنکریاں پھینکنے کا اعتبار نہیں
		۴۵۳	بلکہ الفاظ طلاق معتبر ہیں
		۴۵۴	اشاروں سے طلاق کا حکم
		۴۵۵	حائل کی طلاق کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۸۲	طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں کہنے سے	۳۶۳	لفظ طلاق کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی
	طلاق ثلاثہ واقع ہونے کا حکم	۳۶۳	طلاق کی حکایت کا بیان کرنا
۳۸۲	ایک دو تین، تم آزاد ہو کہنے سے	۳۶۵	طلاق کی قسم کھانا
	طلاق واقع ہونے کا حکم	۳۶۵	مجھ پر بیوی نا جائز طلاق ہوگی سے طلاق کا حکم
۳۸۵	کئی دفعہ یہ کہنا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں سے طلاق مغلطہ کا حکم	۳۶۶	دو بیویوں میں سے ایک کو مبہم طلاق دینا
۳۸۷	تمہاری بیوی پر طلاق کے جواب میں ہاں کا حکم	۳۶۶	معاہدہ کی خلاف ورزی پر مشروط طلاق کا حکم
		۳۶۷	غیر دخول بھاکو طلاق دینا
		۳۶۷	طلاق ثلاثہ کے بیک وقت واقع ہو چکی تحقیق
۳۸۹	باب تعلیق و تفویض الطلاق	۳۶۷	طلاق دیتے وقت منہ بند کرنے کا حکم
		۳۶۷	میرے گھر سے نکل جاؤ کمال فاعل کے طلاق پر اثرات
۳۸۹	طلاق کو کسی کام سے معلق کرنا	۳۶۷	ماں باپ کے پاس چلی جاؤ کہنے سے
۳۸۹	کسی کو قتل کرنے سے طلاق معلق کرنا	۳۶۷	نکاح پر اثرات کا حکم
۳۹۰	جان بچانے کے لئے طلاق پر	۳۶۷	میری بیوی نہیں کہنے سے طلاق نہیں ہوگی
	جھوٹی قسم کھانا	۳۶۷	بیوی کو اجابت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کو
۳۹۰	نکاح سے قبل طلاق معلق کا حکم	۳۶۷	مجھے تمہارا کوئی ضرورت نہیں کا حکم
۳۹۱	طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ	۳۶۷	تو مجھ سے آزاد ہے سے طلاق کا حکم
۳۹۲	طلاق کلام کی حقیقت	۳۶۷	تو مجھ سے جدا ہے کا حکم
۳۹۲	کلام طلاق کے وقوع سے بچنے کی صورت	۳۶۷	تو مجھ پر حرام ہے کا حکم
۳۹۳	میں گھر آیا تو تجھے طلاق ہوگی	۳۶۷	میں نے اسے جھوٹ دیا ہے کا حکم
۳۹۳	کسی کے گھر جانے سے منع کرنے کے لئے طلاق پر قسم کھانا	۳۶۷	وہ مجھے نہیں چاہیئے کا حکم
۳۹۳	طلاق کے ساتھ متصل انشاء کہنے کا حکم	۳۶۷	تم چاروں طرف جاسکتی ہو سے طلاق کا حکم
۳۹۳	اگر فلاں کام کیا تو طلاق ہوگا	۳۶۷	اس کتیا کی بھی طلاق
		۳۶۷	بلقصد وارادہ طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۱۵	شوہر کا میاں بیوی پر تہمت [زنا سے انکار کرنا	۴۵۴	طلاق کے لئے کسی اور کو حق دینا
۵۱۵	دارالکفر میں بیوی پر تہمت زنا سے لعان لازم نہیں آتا	۴۹۵	بیوی کو طلاق کا حق دینا
۵۱۶	شبہ زنا موجب لعان نہیں	۴۹۶	باب تفریق مفقود الخیر ونحوہ
۵۱۷	باب الظہار	۴۹۶	مفقود الخیر کی بیوی کا نکاح ثانی کرنا
۵۱۷	ظہار میں تشبیہ ضروری ہے	۵۰۵	نامرد شخص کی بیوی کی علیحدگی کا مسئلہ
۵۱۷	اپنی منکوحہ کو بہن کہنے کا حکم	۵۰۸	سزایافتہ قیدی کی بیوی کا حکم
۵۱۸	ظہار میں عقل و بلوغ شرط ہے	۵۰۸	مرتد کی بیوی کا حکم
۵۱۸	ظہار میں بطور کفارہ کیا واجب ہوتا ہے	۵۰۹	معتق کی زوجہ کا حکم
۵۱۹	تیرہ قریب آؤں تو اپنی ماں کے قریب آؤں	۵۰۹	دیوث سے بیوی کی نجات کا طریقہ
۵۱۹	اگر میں گھر واپس آؤں تو گویا ماں کے ساتھ زنا کروں	۵۱۰	بہمنوں کی بیوی کے فسخ نکاح کا حکم
۵۱۹	بیوی کا خاوند کو بھائی کہنے سے ظہار لازم نہیں آتا	۵۱۱	باب الایلاء
۵۲۰	بار بار ظہار کے الفاظ منہ سے نکالنے کا حکم	۵۱۱	بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا
۵۲۱	اگر تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں کہنے سے طلاق کا حکم	۵۱۱	بیوی کے قریب نہ جانے کی مشروط قسم کھانا
۵۲۱	کس مرتبہ ظہار سے کفارہ کا حکم	۵۱۲	ایلاء میں رجوع کے لئے بیوی کا انکار کرنا
۵۲۲	باب الخلع	۵۱۳	باب اللعان
۵۲۲	مرف خلع کے وعدے سے عورت آزاد نہیں ہو سکتی	۵۱۳	لعان کا حکم
		۵۱۳	لعان کے بعد دوبارہ نکاح کرنا
		۵۱۴	لعان کے بعد عدالت کا میاں بیوی میں تفریق کرنا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۲۳	باب العدة	۵۲۳	اجنبی شخص پر بدل خلع کے لزوم کا حکم
۵۲۳		۵۲۳	ناقران عورت سے خلع کرنا
۵۲۳	بیوہ عورت کی عدت	۵۲۳	خاوند کی رضا مندی کے بغیر {
۵۲۳	مطلقہ قبل الدخول کی عدت	۵۲۳	قاضی کو خلع کرانے کا حق نہیں {
۵۲۳	نابالغہ کی عدت	۵۲۳	بدل خلع کی مقدار
۵۲۵	معتدہ عدت کہاں گزارے گی	۵۲۵	ناچاکی کی صورت میں خلع بہتر ہے
۵۲۵	دوران عدت خاوند کے گھر رہنا ضروری ہے	۵۲۵	خلع عورت کے قبول پر موقوف ہے
۵۲۶	زنا کے ارتکاب سے عدت متاثر نہیں ہوتی	۵۲۶	بیٹھے کی طرف سے باپ خلع نہیں کر سکتا
۵۲۶	عورت کا خاوند کے گھر میں {	۵۲۶	خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے
۵۲۶	عدت گزارنے کی وجہ {	۵۲۶	ایجاب خلع کے بعد شوہر کا {
۵۲۶	عدت کی کم از کم مدت	۵۲۸	رجوع صحیح نہیں {
۵۲۸	باہمی تعلقات منقطع ہونے کے {	۵۲۸	خلع کے بعد تجدید نکاح صحیح ہے
۵۲۸	باوجود مطلقہ کے لئے عدت ضروری ہے {	۵۲۸	مسی و مجنون کا خلع نافذ العمل نہیں
۵۲۸	عدت کی ابتداء زوال نکاح سے شمار ہوگی		باب العنین
۵۲۹	عدت کے اندر اندر رجوع بالقول کافی ہے	۵۲۹	زوجہ عنین کا حکم
۵۲۹	عدت کے دوران عورت کے جملہ {	۵۲۹	ابتداء رضا منگی سے خیار باطل ہو جاتا ہے
۵۲۹	اخراجات کا خاوند ذمہ دار ہے {	۵۳۰	خیار فسخ کے ختم ہونے کی شرائط
۵۳۰	عدت وفات میں عورت کا نان {	۵۳۰	خصی اور عنین کا ایک ہی حکم ہے
۵۳۰	ونفقہ کس کے ذمہ ہے {	۵۳۱	مقطوع الذکر کا حکم
۵۳۰	ایم عدت میں عورت کا پنشن کے لیے جانا	۵۳۲	عقیم مرد سے فسخ نکاح کا حکم
۵۳۱	دوران عدت عورت کا ویزہ {		
۵۳۱	کے حصول کے لئے نکلنا {		
۵۳۲	طراہوب میں نو مسلم عورت کی عدت کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۵۲	حلالہ کے نکاح میں جماع کے لئے کنڈوم استعمال کرنا	۵۴۲	عدت و فوات کے دوران حج کے لیے جانا
۵۵۳	حلالہ کے نکاح میں بوقت جماع انزال کرنے یا نہ کرنے کا حکم	۵۴۳	حیض نہ آنے کی صورت میں مطلقہ کی عدت کا حکم
۵۵۳	نابالغ سے حلالہ کرانے کا شرعی حکم	۵۴۳	عدت طلاق کے دوران شوہر کا انتقال ہو جانا
۵۵۴	دبر میں جماع کرنے سے حلالہ کا حکم	۵۴۴	حاملہ من الزنا عورت کی عدت
۵۵۴	موت قائم مقام وطنی نہیں	۵۴۵	عدت و فوات شوہر کے گھر گزارنا لازمی ہے
۵۵۵	عورت کا قول کہ میں حلالہ کر چکی ہوں	۵۴۵	عدت و فوات کے دوران عورت کا بیماری کی وجہ سے والدین کے گھر جانا
۵۵۵	حلالہ کے نکاح میں دوسرے خاوند سے ہمستری ضروری ہے	۵۴۶	ہر بیوی کے لیے عدت و فوات اپنے اپنے گھر میں گزارنا لازمی ہے
۵۵۶	باب ثبوت النسب	۵۴۷	حیض والی عورت کی عدت حیض سے ہے
۵۵۶	قبل از وقت پیدا ہونے والے بچے کے ثابت النسب ہونے کا حکم	۵۴۷	شوہر مزاری یا عیسائی ہو جانے تو عورت پر عدت واجب ہے
۵۵۶	مانع حمل ادویات کے استعمال کا حکم	۵۴۸	خلوط صحیحہ کے بعد عدت طلاق کا حکم
۵۵۷	استقاط عمل کے جواز کا حکم	۵۴۸	شادی شدہ حاملہ من الزنا کی عدت
۵۵۸	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت	۵۴۹	عدت و فوات میں جوڑوں کی تلفی کے لئے شیمپو استعمال کرنا
۵۵۹	جماع کے وقت کنڈوم کا استعمال کرنا	۵۵۰	عدت و فوات میں چوڑیاں پہننا
۵۵۹	عزل کرنے کی شرعی حیثیت	۵۵۰	دیور کے خوف سے شوہر کا گھر چھوڑنے کا حکم
۵۵۹	خاوند کے مادہ تولید کا کسی اجنبیہ کے جسم میں نشوونما پانا	۵۵۱	باب الحلاۃ
۵۶۰	جدید نظام تولید کا شرعی حکم	۵۵۱	حلالہ کی شرعی حیثیت
۵۶۱	طلاق رجعی کے دو سال بعد پیدا ہونے والے بچے کا ثابت النسب ہونا	۵۵۲	حلالہ کے نکاح میں وطنی کے بغیر عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی
۵۶۱	باپ کا بچے کے نسب سے انکار کرنا		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۷۲	اپنی ذات یعنی شجرہ نسب بدلنا	۵۶۲	ولد الزنا کا نسب
۵۷۳	غیر کی منی کا انجکشن لگوانے سے پیدا والے بچے کی نسب کا حکم	۵۶۲	حاملہ من الزنا سے نکاح کے بعد بچہ کا نسب
۵۷۴	چودہ پندرہ سال جدائی کے باوجود بچہ ثابت النسب ہے	۵۶۳	داشتہ کی اولاد کے نسب کا حکم
۵۷۵	مسائل شتیٰ	۵۶۴	گھر سے نکالے جانے کے بعد منکوحہ غیر مطلقہ کے ہاں پیدا ہونے والے بچہ کا حکم
۵۷۵	طلاق مغلطہ سے بچنے کیلئے حیلہ	۵۶۵	خاوند کی طویل غیر حاضری میں بیوی کا حاملہ ہونا
۵۷۵	مفارح کے صیغہ سے طلاق کا حکم	۵۶۵	مدت حمل
۵۷۶	بلا نیت طلاق بیوی کو دوسرا خاوند تلاش کر لوہ کے الفاظ کہنا	۵۶۵	کم از کم مدت حمل سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم
۵۷۷	بہرمان بیوی کو طلاق دینا مستحب ہے	۵۶۶	حمل کی کم از کم مدت
۵۷۷	لڑکی پسند نہ آنے کی صورت میں طلاق دینے کا حکم	۵۶۷	ثبوت النسب کیلئے مدت کا اعتبار وقت نکاح سے ہے
۵۷۸	خرف طلاق کا خیال آنے سے طلاق واقع نہیں	۵۶۸	سادات کا نسب اور سیدہ فاطمہ کی فضیلت
۵۷۸	شک کی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی	۵۶۸	تین سال بعد پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم
۵۷۹	مرض الموت کی طلاق سے حق وراثت ختم نہیں ہوتا	۵۶۹	بارہ سال کے لڑکے سے ثبوت نسب کا مسئلہ
۵۷۹	ناحشہ عورت کو طلاق واجب نہیں سمجھا	۵۷۰	بغیر حلالہ کے نکاح ثانی سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب
۵۸۰	طلاق کے لئے خاوند پر جبر کرنے کا حکم	۵۷۰	عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم
۵۸۱	والدین کی رضا مندی کے لئے بیوی کو طلاق دینا	۵۷۱	سالی سے نکاح کے بعد ہونے والے بچوں کے نسب کا حکم
۵۸۱	مطلقہ کی میراث کا حکم	۵۷۲	مزینیہ کی بیٹی سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والی بچی کے نسب کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۹۷	بانجھ پن کے علاج کی ممکنہ صورتیں	۵۸۲	بغیر رجوع کیے عدت گزرنے پر عورت جدا ہوگی
۵۹۸	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ علاج	۵۸۲	مطلقہ منغلطہ کا خاوند کے گھر رہنا
۵۹۹	سد ذرائع اور اسلام	۵۸۳	عدت گزرنے میں عورت کے
۶۰۰	قرآن کریم کی مدد سے قاعدہ کی وضاحت	۵۸۳	بیان پر اعتماد کرنا
۶۰۰	حدیث سے قاعدہ کی وضاحت	۵۸۳	نفاذ کی عدت طلاق
۶۰۱	ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے نسب محفوظ نہیں رہتا	۵۸۳	نرسم عورت کی عدت کا حکم
۶۰۲	مادہ تواسید کا مذموم کاروبار	۵۸۵	تجسے طلاق دی، دی، دی سے تین طلاق کا حکم
۶۰۲	روزمرہ کاموں میں بن جائے گا	۵۸۵	بنت فلاں کو طلاق ہو کا شرعی حکم
۶۰۲	معاشرہ میں نکاح کی اہمیت	۵۸۶	لفظ "تلاق" سے طلاق کے وقوع کا حکم
۶۰۲	ختم ہو جائے گی	۵۸۶	طلاق نامہ میں بیوی کے باپ کا نام
۶۰۲	افزائش نسل انسانی کے فارم	۵۸۶	غلط لکھنا مانع وقوع طلاق نہیں
۶۰۳	مرد بھی بچے پیدا کر سکیں گے	۵۸۷	کسی جاہل سے "امراتی طلاق"
۶۰۳	زنا کاری کا بندھن نیا لادوازہ	۵۸۷	کے الفاظ کھوانے کا حکم
۶۰۳	کھل جائے گا	۵۸۷	تیرا میرا معاملہ ختم کہنے سے نکاح پر اثرات
۶۰۳	انسان کا رشتہ بندروں	۵۸۸	اثبات طلاق کے لئے باپ کی گواہی کا حکم
۶۰۳	اور کتوں سے جڑ جائے گا	۵۸۸	تعداد طلاق میں شک ہو تو!
۶۰۴	خاندانی منصوبہ بندی خطرات و نتائج	۵۸۹	رجوع میں بیوی کی رضامندی شرط نہیں
۶۰۷	قومی خود کشی	۵۹۰	موجودہ حج قاضی شرعی کے قائم مقام ہے
۶۰۷	افراد قوت اور یورپ	۵۹۱	برطانیہ میں شریعت کو نسل کی طرف سے
۶۰۸	سیاسی اور دفاعی ضرورت	۵۹۱	فسخ نکاح کی شرعی حیثیت
۶۰۹	تعمیر و ترقی کا صحیح راستہ	۵۹۵	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت
۶۰۹	منصوبہ بندی کا اخلاقی اور سماجی پہلو	۵۹۶	بانجھ پن کے اسباب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآتَوْا الزَّكَاةَ
 جَوَ لُوكِ اِیْمَان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہے

لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
 اُن کو اُن کے کاموں کا خدائے مال ملے گا اور قیامت کے دِن اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہونے

سُورَةُ الْبَقَرَةِ : آيَةُ ٢٤٤

باب صدقة الفطر

(صدقۃ الفطر کے احکام و مسائل کا بیان)

سوال :- اگر ایک آدمی کے پاس کئی قسم کے حیوانات ہوں صدقۃ الفطر میں غناء کا نصاب | لیکن ان میں سے ایک صنف بھی نصاب کو نہیں پہنچتی ہو اور تجارت

کے لیے بھی نہ ہوں تو کیا ایسے آدمی پر قربانی اور صدقۃ فطر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- قربانی اور صدقۃ فطر کے وجوب کے لیے بنیادی طور پر غنای کی موجودگی کافی ہے اگر ان اموال میں نمونہ ہو، اموال کا نامی ہونا زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر ایک آدمی کے پاس ضرورت سے زائد ایک بھینس ہو اور اس کی قیمت مقدارِ نصاب کے برابر ہو تو اس پر صدقۃ فطر اور قربانی واجب ہے جبکہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے تاہم اس میں اس کی ضرورت کی رعایت کی جائے گی، زمیندار کو کھیتی باڑی کیلئے دو بیلوں کی ضرورت ہوتی ہے تو تیسرا بیل بلا ضرورت شمار ہوگا۔

لما قال فی الہندیۃ: وببقرة واحدة غنی وبثلاثة ثیران اذا ساوی احدهما مائتی درہم صاحب نصاب۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضیحة الباب الاقل فی تفسیرہا)

سوال :- زکوٰۃ کے وجوب کے لیے زکوٰۃ اور صدقۃ فطر کے وجوب کا نصاب | نصاب اور صدقۃ فطر کے نصاب میں

کیا فرق ہے؟

الجواب :- دونوں کا نصاب ایک ہے یعنی ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی ملکیت ہونے پر زکوٰۃ اور صدقۃ فطر واجب ہوتا ہے، تاہم زکوٰۃ کے لیے حوالہ یا سال بھر ہونا ضروری ہے جبکہ صدقۃ فطر کے لیے اس کی ضرورت نہیں۔

لما قال العلامة اکمل الدین الباریؒ: ولا یشرط فیہ التماوی لا یشرط ان

لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاریؒ: وببقرة واحدة غنی بثلاثة ثیران اذا تساوی احدهما مائتی درہم صاحب نصاب۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۱ الفصل الثانی فی نصاب الاضیحة)

يكون النصاب بمال تام لانها وجبت بالقدره الممكنة والنمو انما يشترط فيما يصحون وجوبه بالقدره الميسرة كالزكوة على ما عرفت في الاصول۔

(العناية على هامش فتح القدير ج ۲ ص ۲۱۹ باب صدقة الفطر)۔

سوال :- صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے، اور قیمت کی ادائیگی میں بصورت تفاوت کون سی قیمت معتبر ہوگی؟

الجواب :- فقہ حنفی کی رو سے نصف صاع یعنی ایک سو چالیس تولہ گندم صدقہ فطر کی مقدار ہے، البتہ جو یا کھجور سے ایک صاع یعنی دو سو اسی تولہ ادا کیا جائے گا۔ و فی الہندیۃ : وہی نصف صاع من براوصاع من شعیرا وتمر۔ (ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقة الفطر) اس میں انگریزی کلو اور علاقائی سیر متفاوت ہے اس لیے تولہ کی مقدار سے علاقائی سیر کا تعین آسان ہے۔ ادائیگی میں فقیر کے مفاد کو مد نظر رکھا جائے، اگر قیمت میں فائدہ ہو تو مروجہ قیمت ادا کی جائے۔ قال علاؤالدین المحصی رحمہ اللہ : ویقوم فی البلد الذی المال فیہ۔

(الدر المختار علی صمد مرآۃ المحتار ج ۲ ص ۲۸۶ باب زکوة الغنم)

سوال :- صدقہ فطر میں شرعی صاع یا مروجہ صاع؟
معتبر ہوگا یا مروجہ صاع؟ اور اگر لوگ مروجہ صاع کے مطابق صدقہ فطر ادا کریں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

لے قال حسن بن عمار بن علیؒ : مالک النصاب اعلم ان النصب ثلاثة نصاب يشترط فيه التمام وتعلق به الزكوة وسائر الاحكام المتعلقة بالمال التام ونصاب يجب به احكام اربعة حرمۃ لصدقة وجوب الاضحیہ وصدقۃ الفطر ونفقة الاقارب ولا يشترط فيه النمو بالتجارة ولا حولان الحول ونصاب تثبت به حرمة السؤال وهو ما اذا كانت عندہ قوت يومہ۔ الخ

(مرآۃ الفلاح ص ۳۹۲ باب صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الِهْتِدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۱ کتاب الزکوة باب السابع فصل ما یوضع فی بیت المال

لے قال الشیخ ابن الہمامؒ : (ویقومہا) ای المالك فی البلد الذی فیہ المال۔ الخ

(فتح القدير ج ۲ ص ۱۶۴ فصل فی العروض)

وَمِثْلُهُ فِي الِهْتِدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۸ الفصل الثاني فی العروض۔

الجواب :- صدقة الفطر ادا کرنے میں اصل اعتبار صاع شرعی کو ہے تاہم اگر مرقوبہ صاع کا مقدار مجہول ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں اور اگر مرقوبہ صاع شرعی صاع سے زائد ہو تو پھر زیادہ ادائیگی میں کوئی حرج نہیں، البتہ جب مرقوبہ صاع کم ہو تو جب تک شرعی صاع کے مطابق ادائیگی نہ ہو تو ذمہ داری قاسع نہیں ہوگی۔

لما قال في الهندية :- ثم يعتبر نصف صاع من بتراد صاع من غيره بالوزن فيما روى أبو يوسف عن أبي حنيفة لان اختلاف العلماء في الصاع بانه كم رطلاً وهو اجماع منهم بانه مقبيل بالوزن وقبل هذه العبارة والصاع ثمانية ابطال باليقعدادى والوطيل البقعدادى عشرون استامراً - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب الزکوۃ۔ الباب الثامن فی صدقة الفطر) ۱۷

سوال :- اگر کسی قیدی پر حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی میں صدقہ فطر سے تعاون کرنا حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی لازم

ہو تو اس کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صدقہ فطر اور زکوۃ کا مصرف ایک ہے لہذا مذکورہ شخص کے ذمہ جب حکومت کا جرمانہ واجب الادا ہو تو مدیون ہونے کی وجہ سے اس کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله :- وصدقۃ الفطر كالزکوۃ في المصارف - الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب صدقة الفطر) ۱۷

سوال :- اگر ائمہ مساجد کو امامت کی اجرت میں اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں | صدقہ فطر دیا جائے تو کیا اس سے صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟ اور خود امام کے لیے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

۱۷ قال الامام برهان الدين مرغینانی :- ثم يعتبر نصف صاع من بتراد نأ فيما روى عن أبي حنيفة وعن محمد انه يعتبر كيلاً والدقيق اولى من البر والدرهم اولى من

الدقيق - (الهداية على صمد فتح القدير ج ۲ ص ۲۲۹ باب صدقة الفطر)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۲ باب صدقة الفطر -

۱۷ وفي الهندية :- ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزکوۃ - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۴ باب صدقة الفطر)

ومثله في المختار على صمد ردة المختار ج ۲ ص ۸۶ باب صدقة الفطر -

الجواب :- صدقہ فطر کی ادائیگی میں یہ ضروری ہے کہ کسی خدمت کے عوض نہ ہو، صدقات واجبہ کی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں تملیک بلا عوض شرط ہے۔ امامت یا اذان پر بذات خود اجرت لینے میں اگرچہ کوئی حرج نہیں لیکن صدقہ فطر امامت کی اجرت میں دینا ناجائز ہے، تاہم اگر دیا گیا تو اجرت کی ادائیگی تو ہو جائے گی صدقہ فطر کا ذمہ باقی رہے گا۔ البتہ اگر ایک امام غریب ہو اور اس کے لیے امامت کی اجرت تنخواہ یا فیس مقرر کی گئی ہو تو پھر اضافی تعاون کی صورت میں غریب امام کو صدقہ فطر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

قال علاؤ الدین الحنفی: وصدقۃ الفطر کا لزوجۃ فی المصارف الا فی الدفع الی الذی۔ رد المحتار علی صمدی المختار ج ۲ ص ۳۶۹ باب صدقۃ الفطر ص ۱۷

صدقہ فطر میں تجزی مضر نہیں | سوال :- کیا ایک صدقہ فطر ایک آدمی کو دینا لازمی ہے یا متعدد فقراء پر تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

الجواب :- صدقہ فطر میں تجزی اور تقسیم مضر نہیں، اس لیے ایک صدقہ فطر متعدد فقراء پر تقسیم کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح ایک ہی شخص کو متعدد صدقات فطر دیئے جاسکتے ہیں۔

قال شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی الحنفی: وجاز دفع کل شخص فصرته الی مسکین علی المذهب کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف۔ (تنویر البصائر متن رد المحتار علی صمدی المختار ج ۲ ص ۳۶۹ باب صدقۃ الفطر ص ۱۷)



۱۷ قال ابن نجیم رحمہ اللہ :- وصدقۃ الفطر کا الزکوۃ فی المصارف۔ الخ

البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب صدقۃ الفطر

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقۃ الفطر۔

۱۸ قال العلامة البو بکرا کاسانی رحمہ اللہ :- ويجوز ان يعطى ما يجب في صدقة الفطر عن انسان واحد جماعة مساکين و يعطى ما يجب عن جماعة مسکیناً واحد۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۷ فصل واما ذکرکنها)

وَمِثْلُهُ فِي قِطَاوِي قاضیات علی هامش الھندیۃ ج ۱ ص ۲۳۱۔ باب صدقۃ الفطر۔

بیوی کا فطرانہ کس کے ذمہ واجب ہے | سوال :- کیا بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا وہ خود ادا کرے گی، جبکہ اس کا مہر یا مال

نصاب کو نہیں پہنچتا ہو؟

الجواب :- جب عورت مالک نصاب ہو تو صدقہ فطر کی ادائیگی کی وہ خود ذمہ دار ہوگی شوہر کے ذمہ بیوی کا فطرانہ ادا کرنا لازم نہیں تاہم اگر شوہر نے بیوی کی طرف سے فطرانہ دیدیا تو ادا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ نصاب کا مالک نہ ہو تو سرے سے اس پر فطرانہ واجب ہی نہیں۔

لما قال العلامة المرنغیانی :- ولا یؤدی عن زوجتہ ولا عن اولادہ الکبار وان کانوا فی عیالہ ولو ادى عنهم او عن زوجتہ اجزاہم استحساناً۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقۃ الفطر) لہ

کیا قرض معاف کر دینے سے صدقہ فطر ادا ہوگا؟ | سوال :- ایک شخص کے ذمہ کچھ قرض ہے، اگر قرض دہندہ وہ قرض اس

غریب آدمی کو صدقہ فطر کی جگہ معاف کر دے تو کیا اس شخص کا صدقہ فطر ادا ہو جائے گا یا نہیں؟
الجواب :- فطرانہ صدقات واجبہ میں سے ہے جس میں تملیک شرط ہے، لہذا صورت مسئلہ میں چونکہ تملیک نہیں ہوئی بلکہ بغیر وصولی کے معاف کیا جاتا ہے اسلئے صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔ تاہم اگر اس طرح کرنا بھی ہو تو پہلے غریب مقروض کو فطرانہ ادا کرے اور اس کے بعد اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔

لما قال العلامة المحصنی :- ویشرط ان یکون المصروف تسلیکاً۔

(الدرا المختار علی صدر رد المختار ج ۲ ص ۳۴۳ باب المصروف) لہ

لہ وفي الہندیۃ :- ولا یؤدی عن زوجتہ ولا عن اولادہ الکبار وان کانوا فی عیالہ ولو ادى عنهم او عن زوجتہ اجزاہم استحساناً۔

(فتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُہُ فی الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۱۱ باب صدقۃ الفطر۔

لہ وفي الہندیۃ :- فی تسلیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ لیلہ تعالیٰ ہذا فی الشرع۔

(افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب الزکوۃ۔ الباب الاقل فی تفسیرہ۔)

سوال :- صدقہ فطر اور قربانی میں احتیاط (قوت لایموت) کا بخور ذریعہ ہے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی

نقد مال نہیں تو کیا اس شخص پر صدقہ فطر یا قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- اس مسئلہ میں مفتی برائے یہ ہے کہ اس شخص پر قربانی یا فطرانہ واجب نہیں البتہ احتیاط یہی ہے کہ حتی الامکان فطرانہ یا قربانی ادا کرے۔ اور اگر جائیداد کی آمدنی اس کی حاجتِ اہلیہ سے زائد ہو تو اس صورت میں بالاتفاق فطرانہ اور قربانی واجب ہے۔

ما قال العلامة ابن عابدینؒ: سئل محمد بن عثمان عن رجل يذرعها اوحاوت يتغلبها اودار غلتها ثلاثة الاف لا تكفي لنفقتة ونفقة عياله سنة يحل له اخذ الزكوة وان كانت قيمتها تبلغ الوفا وعليه الفتوى وعندهما - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۸ باب الصرف) ۱۷

سوال :- اگر ایک شخص صدقہ فطر رمضان المبارک میں ادا کرے تو کیا اس سے اس شخص کا ذمہ فارغ

ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کے دن طلوع فجر سے پہلے ہو گا لیکن اگر کوئی شخص عید سے قبل ہی فطرانہ ادا کرتا ہے چاہے وہ رمضان کے کسی بھی دن میں ادا کرے تو اس کا فطرانہ ادا ہو جائے گا، اگرچہ مستحب عید کے دن عید گاہ میں جانے سے قبل ہے۔

ما قال العلامة برهان الدين مرغینانیؒ: والمستحب ان يخرج الفطرة يوم الفطر قبل الخروج الى المصلى.... فان قدمها يوم الفطر جائز لانه ادى بعد تقدر السبب فاشبه التعجيل في الزكوة. (الهداية ج ۱ ص ۱۹۳ باب صدقة الفطر) ۱۸

۱۷ وفي الهندية :- وكذا لو كان له حوائت اودار غلة تساوي ثلاثة آلاف درهم وغلتها لا تكفي لقوته وقوت عياله يجوز صرف الزكوة اليه في قول محمد ولو كان له ضيعة تساوي ثلاثة آلاف الخ - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۹ الباب السابع في المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۴۰ باب المصروف -

۱۸ وفي الهندية :- والمستحب للناس ان يخرجوا الفطرة بعد طلوع الفجر يوم الفطر قبل الخروج الى المصلى - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۲ باب الثامن في صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيرَةِ ج ۱ ص ۱۶۵ باب صدقة الفطر -

کیا فطرانہ میں غلہ کی قیمت دینا جائز ہے | سوال :- آج کل لوگ فطرانہ میں گندم وغیرہ کی قیمت دیدیتے ہیں، تو کیا فطرانہ میں غلہ کی

قیمت دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ اور فطرانہ کا حکم ایک جیسے جس طرح عشر میں پیداوار کی قیمت ادا کرنا جائز ہے اسی طرح فطرانہ میں بھی غلہ کی قیمت دینا درست ہے بلکہ بہتر ہے، بخلاف قربانی کے وہاں جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی :- دفع القيمة ای الدرہم افضل من دفع العین علی المذهب المفتی بہ جوہرۃ و بحر عن الظہیریۃ و هذا فی السعۃ اما فی الشدة فندفع العین افضل کما لا یغنی۔ (الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب صدقة الفطر) ۳۶۶

علاقائی سطح پر گندم کی قیمت میں تفاوت کی صورت میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا | سوال :- اگر

کی قیمت کم ہو اور سرحد میں زیادہ ہو تو کیا ہم پنجاب میں گندم کی قیمت کا اعتبار کر کے فطرانہ دیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب :- اصل یہ ہے کہ فطرانہ میں گندم یا وہ چیز دی جائے جس کا اعتبار شریعت نے کیا ہے، اور اگر اس کے بدلے میں قیمت دینا چاہیں تو اپنے شہر کی قیمت کا اعتبار کر کے دی جائے، دوسرے علاقے یا شہر کی قیمت کا اعتبار کرنا درست نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی :- و یقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازة ففی اقرب الا مصاد الیہ۔ (الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ۲۸۶ باب زکوٰۃ الفتم) ۲

۱۔ و فی الہندیۃ، والدقیق اولیٰ من البر والدراہم اولیٰ من الدقیق لدفع الحاجة وما سواہ من الخبواب لا یجوز الا بالقیمۃ و ذکر فی الفتاویٰ ان اداء القیمۃ افضل من غیر منصوص علیہ و علیہ الفتویٰ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۲ الباب الثامن فی صدقة الفطر)

و مثله فی الجوہرۃ النبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ باب صدقة الفطر۔

۲۔ و فی الہندیۃ :- و یقومہا المالك فی البلد الذی فیہ المال حتی لو بعث عبدًا للتجارة الی بلد آخر محال الحول تعتبر قیمته فی ذلک البلد ولو کان فی مفازة تعتبر قیمته فی اقرب الا مصاد الی ذلک الموضع۔

۳۔ و مثله فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۳۸۸ مائل صدقة الفطر۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ الباب الثالث فی زکوٰۃ الذہب والفضۃ والعروض)

نصف صاع سے کم آٹا صدقہ فطر میں دینے کا حکم | **سوال :-** اگر گندم کی بجائے آٹا

نصف صاع سے کم اس لیے دیا جائے کہ گندم کے صاف کرنے اور اس کی پسائی پر کچھ رقم بھی خرچ ہوتی ہے، تو کیا اس طرح فطرانہ ادا ہو جائے گا؟

الجواب :- فقہی ذقار کی صریح عبارت نے گندم اور آٹے کو برابر شمار کیا ہے کہ فطرانہ میں نصف صاع گندم یا آٹا یا ستودینا واجب ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں فطرانہ پوری طرح ادا نہیں ہوگا، نصف سے جتنا کم آٹا دیا ہوا ہے اتنا آٹا اور دینا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: نصف صاع من براد دقیقہ او سولقہ او زبیب

والمدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۴ باب صدقۃ الفطر (۱)

غیر منصوص اشیا میں فطرانہ کا حکم | **سوال :-** ہمارے علاقہ میں چاول کی فصل زیادہ ہوتی ہے، اگر ہم صدقہ فطر میں چاول دیتا چاہیں تو کس مقدار

سے ادا کریں، نصف صاع کے اعتبار سے یا پورے صاع کے اعتبار سے؟

الجواب :- فقہاء احناف نے غیر منصوص اشیا سے فطرانہ ادا کرنے کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی غیر منصوص اشیا سے فطرانہ ادا کرنا چاہتا ہو تو منصوص اشیا کی قیمت کا اعتبار کر کے اُس قیمت کے برابر جتنا چاول یا دیگر غیر منصوص اشیا بنتے ہوں ویسے جائیں تو اس طرح فطرانہ ادا ہو جائے گا۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: نصف صاع فاعل یجب من براد دقیقہ او سولقہ او زبیب

..... او صاع تمر او شعیر و لوردینا و مالمرینص علیہ کذرة و خبر یعتبر فیہ القیمۃ۔

والمدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۴ باب صدقۃ الفطر (۲)

۱۔ وفي الهدية :- وهي نصف من براد صاع من شعير او تمر و دقيق الخطة والشعير و سولقہا مثلہما والخبز

لايجوز الا باعتبار القیمۃ وهو الاصح - الخ (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۱۹۲ باب صدقۃ الفطر۔

۲۔ وفي السندیة :- ثم الدقيق اولی من البر والدرهم اولی من الدقيق لدفع الحاجة وما سواه من الجبوب

لايجوز الا بالقیمۃ - رافتاوی السندیة ج ۱ ص ۱۹۲ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النَبِيذَةِ ج ۱ ص ۱۶۵ باب صدقۃ الفطر۔

سوال مگر کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں گندم وغیرہ
میسوہ جات میں گندم کی قیمت کا اعتبار ہوگا | منصوص اشیاء کی پیداوار نہ ہو بلکہ وہاں دیگر میوے جات

کے باغات ہوں تو وہاں کے رہنے والے فطرانہ میں گندم کی قیمت کا اعتبار اپنے علاقہ کی قیمت کے مطابق کریں یا جہاں گندم پیدا ہوتی ہو وہاں کی قیمت کا اعتبار کریں؟

الجواب :- جہاں گندم وغیرہ منصوص اشیاء پیدا نہ ہوتی ہوں تو فطرانہ میں اپنے علاقہ کی پیداوار کو گندم وغیرہ کی قیمت کے برابر ادا کیا جائے جبکہ گندم کی قیمت کا اعتبار اپنے علاقے یا شہر کا ہوگا، جہاں گندم پیدا ہوتی ہو وہاں کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لما قال العلامة الحصكفي :- نصف فاعل يجب من بر او دقيقه او سويقه او زبيب او صاع تمر او شعير و لور حشيا و لعينص عليه كذرة و خير يعتبر فيه القيمة -

(الدر المختار على صدر مراد المختار ج ۲ ص ۳۶۴ باب صدقة الفطر)

وقال ايضا ، ويقوم في البلد الذي المال فيه - الدر المختار على صدر مراد المختار

جلد ۲ ص ۲۸۶ باب زكاة الغنم)

سوال :- بعض علاقوں میں
کم سنی میں بچی کے نکاح کی وجہ سے اس کے صدقہ فطر کا حکم | یہ رواج ہے کہ بہت کم سنی

میں ماں باپ بچی کا نکاح کر دیتے ہیں، تو شرعاً ایسی بچی کا صدقہ فطر ماں باپ پر واجب ہے یا
سسرال والوں پر؟

الجواب :- جس بڑی کا نکاح کم سنی میں ہوا ہو تو اس کے صدقہ فطر کا حکم یہ ہے کہ اگر
وہ خود صاحب مال ہو تو صدقہ فطر اسی کے مال سے دیا جائے گا اور صاحب مال نہ ہو تو اگر رخصتی
نہ ہوئی ہو تو باپ کے ذمے ورنہ کسی پر بھی واجب نہیں۔

لما قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري رحمه الله : زوج ابنته الصغيرة
من رجل وسلمها اليه ثم جاء يومها لفطره لا يجب على الأب

له وفي الهندية ، ثم الدقيق اولي من البر والدرهم اولي من الدقيق لدفع الحاجة وما سواه من الجبوب

لايجوز الباقية - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۲ الباب الثامن في صدقة الفطر)

ومثله في الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۶۵ باب صدقة الفطر -

صدقة الفطر۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیة ج ۲ ص ۲۲۸ الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر) ۱۔
حقیقی بھائی کو صدقہ فطر دینا جائز ہے | **سوال** :- کیا اپنے حقیقی بھائی کو صدقہ فطر اور
 نماز روزے کا فدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- ہیں بھائی چونکہ اصول و فروع میں داخل نہیں ہیں اس لئے ان کو جملہ صدقات
 دینا جائز ہیں چاہے زکوٰۃ ہو یا صدقہ فطر وغیرہ، اسی طرح نماز روزے کا فدیہ دینا بھی جائز ہے۔
 وفي الهندية : ولا فصل فی الزکوۃ والفطر والسدور والصرف اولاً الى الاخوة والاحوات
 ثم الى اولادهم ثم الى الاعما والعماۃ الخ۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ باب المصارف) ۲۔
صدقہ فطر دوسرے شہر کو منتقل کرنا کیسا ہے؟ | **سوال** :- زکوٰۃ تو ایک شہر سے دوسرے
 شہر کو منتقل کرنا مکروہ ہے تو کیا صدقہ فطر کا
 بھی یہی حکم ہے؟

الجواب :- جس طرح زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ ہے اسی طرح صدقہ فطر
 کا انتقال بھی کراہت سے خالی نہیں، البتہ اگر ایک شہر کے لوگ زیادہ عاجمندانہ ہوں تو پھر اس کے
 انتقال میں کوئی کراہت نہیں۔

وفي الهندية : ويكره نقل الزکوۃ من بلد الى بلد الا ان ينقلها الانسان الى قرابته او الى
 قوم هم احوج اليها من اهل بلد ۴۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ باب المصارف) ۳۔
 ۱۔ لما فی الهندیة : زوج ابنته الصغیرة من رجل وسلمها اليه ثم جاء يوم الفطر لا تجب علی الاب صدقة الفطر۔
 (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۲۱۹ باب صدقة الفطر)

وَمِثْلُهُ فِي امداد الفتاوى ج ۲ ص ۸۰ باب صدقة الفطر۔
 ۲۔ قال العلامة ابن نجيم المصري : قيد باصله وفرعه لان من سواهم من القراية يعجزون
 الدفع لهم وهو اولي لما فيه من الصلة مع الصدقة كالنحوۃ والاخوات والاعمام والعماۃ
 والاخوان والحالات الفقراء۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب المصارف)
 وَمِثْلُهُ فِي امداد الفتاوى ج ۲ ص ۸۰ باب صدقة الفطر۔
 ۳۔ قال العلامة ابوالبركات النسي : وكره نقلها الى بلد اخر غير قريب واحوج۔
 ركن الدقائق على هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۰ باب المصارف
 وَمِثْلُهُ فِي امداد الفتاوى ج ۲ ص ۸۰ باب صدقة الفطر۔

سوال :- اگر ایک نابالغ بچہ نصاب مالک نابالغ بچے کا فطرانہ اس کے والد پر واجب ہو یا نہ ہو مگر باپ نے اس کا صدقہ فطر ادا نہ

کیا ہو تو کیا یہ بچہ بلوغ کے بعد اپنا صدقہ فطر ادا کرے گا یا نہیں ؟

الجواب :- صدقہ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے چاہے بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر نابالغ بچے کا باپ مالدار ہو تو اس پر اپنے نابالغ بچے کا فطرانہ دینا واجب ہے۔ اب اگر بچہ خود مالدار ہو مگر اس کے سرپرست نے فطرانہ اس کی طرف سے ادا نہ کیا تو بعد بلوغ بچے پر اپنا فطرانہ ادا کرنا واجب ہے۔

لما قال العلامة الحسکفی: علی کل حر مسلم ولو صغیراً او مجنوناً حتی لو لم یخرجہما ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ۔ (الدر المختار علی حاشی الطحاوی ج ۱ ص ۳۳۳ باب صدقہ الفطر)۔

سوال :- اگر جیل میں قیدیوں کو صدقہ فطر دیا جائے تو کیا اس سے صدقہ فطر ادا ہو جائے

گا یا نہیں ؟

الجواب :- صدقہ فطر کے لیے بھی زکوٰۃ کی طرح فقیر و غریب شخص کو تملیک کرنا لازمی ہے لہذا اگر جیل میں قیدی غریب اور فقیر ہوں تو ان کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔

لما قال العلامة ابوالبرکات النسفی: ہی تملیک المال من فقیہ مسلم غیر ہاشمی ولا مولا بشرط قطع المنفعة من المملک من کل وجہ۔

(کنز الدقائق علی حاشی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ کتاب الزکوٰۃ)۔

۱۔ لما قال الشیخ اشرف علی شاہ الحقانی رحمۃ اللہ علیہ: ہاں اس صبی کو بعد بلوغ صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا، اور اگر صبی مالک نصاب نہ ہو مگر باپ صاحب نصاب تھا اور اس نے ادا نہ کیا تو صبی پر بعد بلوغ واجب ہوگا۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۸۷۷ باب صدقہ الفطر)

۲۔ قال العلامة علاء الدین الحسکفی: ہی تملیک حرج الا باحۃ فلو اطمع یتیمًا ناویا الزکوٰۃ لایجزیہ..... جزء مال.... عینہ الشارع وهو ربع عشر نصاب حولی..... من مسلم فقیر ولو معتوها غیر ہاشمی ولا مولا مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الاصل بہ وقوعہ للہ تعالیٰ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ تا ۲۵۸ کتاب الزکوٰۃ)

پچاس روپے کے نصاب پر قربانی فطرانہ کی تحقیق | سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین

فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۳ میں لکھا ہے کہ جس کے پاس پچاس روپے نقد ہو اس پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہے، کیا یہ نصاب صحیح ہے؟

الجواب : فتاویٰ رشیدیہ میں پچاس روپے کے نصاب سے مراد اس زمانے کے سونے کے روپے ہیں جن کی قیمت نصاب کے برابر تھی۔ آج کل کاغذی نوٹوں کا یہ نصاب نہیں ہے بلکہ چاندی یا سونے کے نصاب کے حساب سے جو پیسے بنتے ہوں اتنے ہی میں زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لیے کہ موجودہ دور کے کاغذی نوٹ عروض تجارت کے حکم میں ہیں۔

وفي الهندية: الزکوۃ واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب كذا في الهداية - (الفتاویٰ الهندیہ ج ۱ ص ۱۷۹ الفصل الثاني في العروض)۔

زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں مال نامی اور غیر نامی کا فرق | سوال :- ایک شخص نے یہ مسئلہ

بیان کیا ہے کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب نہ ہو اس پر صدقہ فطر بھی واجب نہیں، تو کیا یہ بات صحیح ہے یا دونوں کے نصاب میں کچھ فرق ہے؟

الجواب :- زکوٰۃ، صدقہ اور قربانی کا نصاب اگرچہ ایک ہی ہے یعنی جس شخص کے پاس $5\frac{1}{2}$ تولہ چاندی یا $\frac{1}{2}$ تولہ سونا یا دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر موجود کرنسی یا دوسرا سامان جو حوائج اصلیہ اور قرض سے زائد موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ، صدقہ فطر اور قربانی تینوں واجب ہیں، البتہ زکوٰۃ کے نصاب کے ساتھ نمواور سال کا گذرنا ضروری ہے جبکہ صدقہ فطر اور قربانی کے نصاب کے ساتھ یہ دونوں شرطیں ضروری نہیں، لہذا یہ بات درست نہیں کہ جس کے ذمے نہ زکوٰۃ دینا لازم نہ ہو وہ صدقہ فطر بھی

لے قال العلامة ابن نجيم: وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق او ذهب معطوف على قوله

اول الباب في مائتي درهم - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۸ باب زکوٰۃ المال)

ومثله في الدر المختار ج ۲ ص ۳۳ باب زکوٰۃ المال۔

ادانہ کرے بلکہ نفس نصاب ہونے کی صورت میں صدقہ فطر واجب ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی.... نام....
 فارغ عن دین له مطالب الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الزکوٰۃ)
 وقال الحصکفی: علی کل حر مسلم.... ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیه کدینہ
 وحوالہ عیالہ وان لحرینم کما مر.... وانما لم یشرط النملان وجوبها بقدره
 ممکنه۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر)
سوال :- کیا زکوٰۃ کی
کیا صدقہ فطر کے وصول کے لیے عامل مقرر کرنا ضروری ہے | طرح صدقہ الفطر کے وصول

کے لیے بھی حاکم وقت عامل مقرر کر کے وصول کرے گا یا نہیں ؟
الجواب :- زکوٰۃ کی وصولی کے لیے اگرچہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ عامل مقرر کر کے
 لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے مگر صدقہ الفطر کا حکم اس سے الگ ہے اس کی وصولی کے لیے حکومت
 وقت عامل مقرر نہیں کر سکتی۔

ما قال العلامة البو بکر البکاسانی: ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لان النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم لم یبعث... الخ (البدائع والسنائع ج ۲ ص ۵۷ فصل صدقۃ الفطر فی آخر الزکوٰۃ)

سوال :- جناب مفتی صاحب ایک
 آدمی انگلینڈ میں رہتا ہے اور وہ صدقہ
 فطر پاکستان میں ادا کرنا چاہتا ہے، تو کیا وہ اس رقم کو پونڈ کی شکل میں یا پاکستانی کرنسی کی
 شکل میں ادا کرے گا؟ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- آدمی جہاں بھی ہو صدقہ فطر وہاں کی کرنسی کے حساب سے ادا کیا جائے گا۔

ما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ولا یشرط فیہ النحو
 ویتعلق بهذا النصاب حرمان الصدقة وجوب الاضحية والفطر۔

(الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقۃ الفطر)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر۔

۲ ما قال ابن نجیم: ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لم یبعث۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب صدقۃ الفطر)

اگر کوئی شخص انگلینڈ میں رہتا ہے تو وہ پاؤنڈ کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرے گا اور اگر پاکستان میں رہتا ہو تو پاکستانی روپیہ کے حساب سے ادا کرے گا۔

بھائی کی طرف سے ادا کردہ صدقہ فطر کی رقم لینے کا حکم | سوال :- میرا بھائی سعودی عرب میں ہے اور اس کے بیوی بچے پاکستان میں ہیں، عید الفطر پر اسکے

پیسے لیٹ ہو گئے تو میں اپنی جیب اسکے بال بچوں کا صدقہ فطر ادا کر دیا، اب اسکے پیسے پہنچ گئے ہیں اور اس نے صدقہ فطر ادا کرنے کا کہا بھی ہے، تو کیا میں ان پیسوں اپنے وہ پیسے لے سکتا ہوں یا نہیں جو میں بھائی کی طرف سے صدقہ کیے تھے ؟
الجواب :- چونکہ صدقہ فطر آپ کے بھائی پر واجب تھا جو آپ نے اس کی طرف ادا کیا تو یہ پیسے اسکے ذمہ قرض ہو گئے، اب چونکہ اسکے پیسے پہنچ گئے ہیں اس لیے آپ ان پیسوں سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں۔

لما قال المفتی عبدالرحیم، (الجواب) صدقہ کی رقم وصول ہونے سے پہلے اپنی رقم میں بھائی صدقہ کر دے اور آنے والی رقم خود رکھ لے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیۃ ج ۸ ص ۲۳۵ احکام صدقہ فطر)

زمیندار کیلئے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شخص کی بہت زیادہ زمین ہے لیکن اس کے پاس کوئی

نقدی وغیرہ نہیں اور نہ ہی اس زمین سے کوئی خاص آمدنی حاصل ہوتی ہے، تو کیا اس شخص پر صدقہ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر یہ زمین اس کے اہل و عیال کے جملہ ناہی و نفقہ اور دیگر اخراجات سے نائم ہو اور اس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر ادا کرنا لازمی ہے اور اگر زمین کی جملہ آمدنی سے مشکل اس کی گذر بسر ہوتی ہو اور اس کے پاس کوئی نقدی وغیرہ بھی نہ ہو تو پھر اس کے ذمہ صدقہ الفطر لازم نہیں۔

لما قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ، تجب علی کل مسلم لو صغیراً مجنوناً
..... ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ کدائنیہ وحوایج عیالہ۔

(الدر المختار علی الصلح) رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۸ تا ۳۶۰ باب صدقہ الفطر



بَابُ مَصَارِفِ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ کے مصارف کے بیان میں

سوال: اگر ایک شخص کی جائیداد غیر منقولہ کی قیمت لگا کر مال دار کو زکوٰۃ دینے کا حکم حساب لگایا جائے تو قیمت کے اعتبار سے یہ شخص غنی شمار ہو سکتا ہے لیکن اس جائیداد سے حاصل ہونے والی آمدنی اتنی نہیں کہ جس سے اس کی گزراوقات ہو، کیا ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس مسئلہ میں غیر منقولہ جائیداد کی قیمت کو اعتبار نہیں بلکہ غنائ میں بنیادی طور پر اس کے گزراوقات کو دیکھا جاتا ہے، اس لیے جب کسی شخص کی جائیداد کی قیمت تو زیادہ ہو لیکن آمدنی کے اعتبار سے اس کے معاش کیلئے یہ ناکافی ہو اور نہ اس کے پاس نقد رقم ہی ہو تو ایسا شخص مصرف زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

لما قال في الهندية: وكذا لو كان عنده من المصاحف وهو يحتاج إليه وإن كان... وكذا لو كان له حوانيت أو دار غلة تساوي ثلثة آلاف درهم وغلتها لا تكفي لقوته وقوت عياله يجوز مصرف الزكاة إليه في قول محمد ولو كان له ضيعة تساوي ثلثة آلاف ولا تخرج ما يكفي له ولعياله اختلفوا فيه قال محمد بن مقاتل يجوز له أخذ الزكاة۔
والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۸۹ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع في المصارف۔

سوال: ایک آدمی کے پاس تقریباً ۲۵ کنال زمین صاحب جائیداد کو زکوٰۃ دینا ہے اور اس کی قیمت نصاب زکوٰۃ یعنی ۵۲۲۰ تولہ چاندی سے زیادہ ہے، اور اس کے پاس رہنے کے لیے اپنا مکان بھی ہے، تو کیا یہ شخص دوسروں سے

لے قال طاهر بن عبد الرشيد البخاري: ولو كان له ضيعة تساوي ثلثة آلاف درهم ولا يخرج منها ما يكفي له ولعياله اختلفوا فيه قال محمد بن مقاتل يجوز له أخذ الزكاة۔

(خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲۲۲۔ الفصل الثامن في اداء الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبِزَارِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۲ ص ۸۵۔ الباب الثاني في مصرف

زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورتِ مسئلہ میں زمین کی قیمت کا اعتبار نہیں اور نہ قیمت سببِ غنا ہے بلکہ زمین کی آمدنی اگر جملہ اخراجات کے لیے کافی ہو تو یہ شخص صاحبِ جائیداد ہے اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور اگر زمین کی آمدنی ضرورت کے لیے کافی نہ ہو تو پھر اس شخص کے لیے زکوٰۃ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

دلوکان له ضیعة قيمتها آلاف ولا يحصل منه ما يكفي له ولعياله اختلف فيه قال ابن مقاتل يجوز صرف الزکوٰۃ اليه - (بزاز علی هامش الہندیہ ج ۴ ص ۸۵) (ثانی فی الصرف) لہ
گائے یا بیل کے مالک کو زکوٰۃ دینے کا حکم | سوال :- اگر ایک آدمی کے پاس ایک پہنچتی ہو تو اس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی صرف ایک گائے کا مالک ہونے سے وہ آدمی غنی شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- غنا کے لیے حواججِ اصلیہ سے ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی کی مروجہ قیمت کے مالیت کا مالک بننا ضروری ہے، اگر کسی شخص کی ضروریات سے زائد ایک گائے یا بیل ہو اور اس کی قیمت ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی تک پہنچتی ہو تو اس سے یہ شخص غنی متصور ہوگا اور اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

قال فی الہندیۃ: وببقرة واحدة غنی وبثلاثة ثیران إذا تساوى أحدها مائتی درہم صاحب نصاب - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضحیۃ۔
 الباب الأول فی تفسیرھا الخ م ۲

۱۔ قال طاہر بن عبد الرشید البخاری: وكذا لو كان له ضیعة تساوى ثلاثة آلاف درہم ويخرج منها ما يكفي له ولعياله اختلفوا فيه قال محمد بن مقاتل يجوز له أخذ الزکوٰۃ۔

دخلا صۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۲ الفصل الثامن فی أداء الزکوٰۃ

وَمِثْلُهُ فِي الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ الباب الثالث فی زکوٰۃ الذهب والفضة والعروض۔

۲۔ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: وببقرة واحدة غنی وبثلاثة ثیران غنی إذا تساوى أحدها مائتی درہم صاحب نصاب۔ (دخلا صۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۱۱ الفصل الثانی فی نصاب الاضحیۃ م

غنی آدمی کا زکوٰۃ قبض کر کے پھر فقیروں کو دینے کا حکم | سوال :- ایک صاحب نصاب آدمی اپنے قبضہ میں لینا شرعاً کیسا ہے ؟ استعمال نہیں کرتا ہے بلکہ فقیروں اور مستحقین کو دیدیتا ہے تو اس شخص کے لیے زکوٰۃ کے مال کا

الجواب :- مذکورہ شخص کے لیے دوسروں سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں کیونکہ یہ غنی ہے اور غنی آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور اس صورت میں یہ آدمی نہ اکیل ہے اور نہ وکیل، اور مال زکوٰۃ کو اپنے قبضہ میں لے کر دوسروں کو بطور صدقہ دیتا ہے لہذا اس طریقے مال زکوٰۃ اپنے قبضہ میں لے کر محتاجوں اور فقیروں کو دینا مناسب نہیں، تاہم تو کیلاً قبضہ کر کے فقیروں میں تقسیم کرنا مباح ہے۔

لما فی الہندیۃ : وکذا لو کان عندہ من المصاحف وهو یتاج إلیہ وإن کان لا یتحتاج إلیہ وهو یاوی مائتۃ دہم لا یجوز صرف الزکوٰۃ إلیہ ولا یجوز لہ أخذہا۔
الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف لہ

اصول وفروع زکوٰۃ کا مصرف نہیں | سوال :- اگر کسی شخص کے والدین علیحدہ علیحدہ رہتے ہوں، آدھ خراج کا نظام ایک دوسرے سے الگ ہو، کیا ایسی صورت میں کسی ایک کے غریب ہونے کی صورت میں اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اصول وفروع اور میاں بیوی کا رشتہ ایسا قوی رشتہ ہے جو املاک کے الگ ہونے کے باوجود بھی الگ نہیں ہوتا، اس لیے علیحدہ علیحدہ کاروبار کے ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

قال علی ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ :- ولا یدفع المنک زکوٰۃ مالہ إلی ابیہ وجدة وإن علا ولا إلی ولدہ وولدہ وإن

لہ قال اکامام برہان الدین المرغینانی : ولا تدفع إلی غنی لقولہ علیہ السلام ولا تحل الصدقة لغنی۔ (الہدایۃ علی صدر فتح القدر ج ۲ ص ۲۸۸ باب ما یجوز دفع الزکوٰۃ وما لا یجوز) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الزکوٰۃ باب المصارف۔

سفل۔ الخ (الهدایة ج ۱ ص ۲۶۱ باب المصارف) ۱۔

رشتہ دار کو زکوٰۃ دینے میں صلہ رحمی کی رعایت ہے | سوال :- اگر ایک شخص کے رشتہ دار محتاج ہونے کے باوجود

دیندار نہ ہوں تو کیا کسی اجنبی فقیر دھو دیندار ہو کر کو زکوٰۃ دینی چاہیے یا اس قریبی رشتہ دار کو؟
الجواب :- اگر کوئی شخص زکوٰۃ میں ملنے والی رقم بے دینی کے کاموں میں خرچ کرتا ہو تو ایسے شخص کو خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی ہو زکوٰۃ دینا تعاون علی المعصیت کے مترادف ہے البتہ اگر بے دینی کے کاموں میں خرچ نہ کرتا ہو ذاتی ضروریات میں صرف کرتا ہو تو پھر رشتہ دار کی رعایت اولیٰ ہے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے علاوہ اس میں صلہ رحمی کی رعایت بھی ہے۔ البتہ اگر کسی اجنبی کو زکوٰۃ دی گئی ہو تو ذمہ فارغ متصور ہوگا۔

قال ابن عابدین: وقید بالوکلاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوة والاعمام
والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة وفي الظهيرية ويبدأ في الصدقات
بالاقارب ثم الموالی ثم الجيران۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب المصارف) ۲۔

بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے | سوال :- اگر بہن بھائی غریب ہوں تو کیا ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے تادار بہن و بھائی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- میاں بیوی اور اصول و فروع کے علاوہ باقی تمام رشتہ داروں کو

۱۔ قال العلامة ابن عابدین:۔ ولا الی من بینہما ولاد..... ای اصلہ وان علا کاویہ واجدادہ
وجدادہ من قبلہما وفرعہ وان سفل۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۳ باب المصارف)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۶۲۳ باب المصارف۔

۲۔ قال زين الدين ابن نجيم: وقید باصلہ وفرعہ لان من سواہم من القرابة يجوز الوقع
لہم وهو اولی لما فیہ من الصلة مع الصدقة کالاخوة والاخوات والاعمام والعماء والاقوال
والخالات الفقراء ولهذا قال في الفتاوی الظهيرية ويبدأ في الصدقات بالاقرب
ثم الموالی ثم الجيران۔ الخ (المبصر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصارف)
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۹۱ باب المصارف۔

زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ صاحب نصاب نہ ہوں۔ اور بہن و بھائی اس زمرہ میں آکر ان کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدین: وقيد بالوكاد لجواز البقية الا قارب كالاخوة والاعمام والاخوان الفقراء بل هم اولى كانه صلة وصدقة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۶ باب المصروف)۔

سوال :- بعض لوگ زکوٰۃ نہیں لیتے کسی غریب کو مہربا قرض کے نام سے زکوٰۃ دینا۔

اُن کو مہربا قرض کے نام پر زکوٰۃ دی جائے اور اس میں نیت زکوٰۃ کی ہو تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- دو اوقات میں کسی ایک وقت کے اندر زکوٰۃ کی نیت ضروری ہے، ایک زکوٰۃ کی رقم کو الگ کرتے وقت اور دوسرے زکوٰۃ دیتے وقت۔ ان اوقات میں جس وقت بھی زکوٰۃ کی نیت کرے اور کسی غریب مستحق کو جس طرح بھی دے دی جائے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لہذا صورت مسئلہ میں جب کسی مستحق کو مہربا قرض کے نام پر زکوٰۃ دے دی گئی اور نیت زکوٰۃ کی ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، البتہ اگر یہ غریب اُس رقم کو واپس کر دے تو اُس سے لے کر کسی دوسرے مستحق کو دیدی جائے۔

لما في الهندية :- ومن اعطى مسكيناً دراهم بمشاهدة او قرضاً ونوى الزکوۃ فانها تجزیه وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الهندیہ ج ۱ ص ۲۱۲ کتاب الزکوۃ۔ الباب الاول)۔

سوال :- ایک جس شخص کی آمدنی میں بچت نہ ہو تو وہ زکوٰۃ کا ہتدار ہے | شخص کی آمدنی تو

معقول ہے لیکن گھریلو اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ بمشکل اس کا گزارہ ہوتا ہے بلکہ عموماً یہ شخص

لہ قال زين الدين ابن نجيم: وقيد باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاعمام والعمات والاخوان

والخالات الفقراء۔ الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۹۱ باب المصروف۔

لہ لما قال العلامة ابن نجيم المصري :- من اعطى مسكيناً دراهم وسمها هبة او قرضاً ونوى

الزکوۃ فانها تجزیه۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۲ کتاب الزکوۃ)

سال بھر مقروض رہتا ہے، کیا ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب :- واضح رہے کہ گھریلو اخراجات کو اس وقت اعتبار دیا جاتا ہے جب شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے انسان کی ضرورت کا تکفل ہو، غیر شرعی اور تبذیر و اسراف کے اخراجات کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا اگر ایک شخص کے گھریلو اخراجات اس کی آمدنی سے مشکل پورے ہوتے ہوں، نصاب کی مقدار سے بچت ہو کر اس کی ضروریات سے ناسد رقم اس کے پاس نہ ہو تو یہ شخص زکوٰۃ کا مصرف (مستحق) ہے اور اس کو زکوٰۃ دینا از روئے شرع جائز ہے۔

قال ابن عابدین: وذكر في الفتاوى فمن له حوائت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله انه فقير ويعمل له اخذ الصدقة عند محمد - (رحمه الله)

رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۸ باب المصروف قبل مطلب في جهاز المرأة
سوال :- کسی مالدار شخص کے بچوں کو زکوٰۃ صاحب نصاب شخص کے بچوں کو زکوٰۃ دینا دینے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ بچوں کی کفالت اور خرچ وغیرہ باپ کے ذمہ ہو؟

الجواب :- بلوغ کے بعد اولاد اور والدین میں ملکیت کے اعتبار سے اجنبیت محسوس ہونے کی وجہ سے کوئی ملکیتی اتحاد نہیں رہتا، اس لیے باپ کی مال داری سے بچے کی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے مالدار آدمی کے غریب بالغ بچے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ لیکن قبل البلوغ بچے کی تمام ضروریات کی ذمہ داری والد پر عائد ہوتی ہے۔ لہذا یہ غنائیں والد کے تابع رہ کر والد کے غنی ہونے کے وقت اس کے تابع بالغ بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

قال علي ابن ابي بكر المرغيناني: ولا إلى ولد غني إذا كان صغيراً لأنه يعد غنياً بما له بخلاف ما إذا كان كبيراً فقيراً لأنه لا يعد غنياً بما له وإن كانت نفقته عليه - (الهداية ج ۱ ص ۸۸ باب المصروف) ۲
 ۱۰ قال العلامة قزويني قاضيان: وكان لو كان له حوائت ودور غلة تساوي ثلثة آلاف درهم وغلته لا تكفي لقوته وقوت عياله يجوز صراة زکوۃ في قول محمد (فتاوى قسطنطين ج ۱ ص ۱۴۴ فصل في وضع فية الزکوۃ) ومثله في فتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

۱۱ قال علاؤ الدین المصطفیٰ، ولا إلى طفل مملک ولا إلى البکیر وابیه قال ابن عابدین: وتماثل زکوۃ إلى طفله ای الغنی فی مصرف الی البالغ ولو ذکر أصحیحاً۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۹ باب المصروف) ۳
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

سوال :- کیا مہاجرین کو محض ہجرت کی وجہ سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیا اگر کسی مہاجر کے پاس اپنے ملک میں نصاب کی مقدار کے برابر مال ہو لیکن ہجرت کرنے کے بعد غربت کی زندگی گزار رہا ہو تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ میں بنیادی چیز فقراء کی مشکلات کو آسان کرنا ہوتا ہے، محض اس وجہ سے کہ فلاں مہاجر ہے اس کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانیؒ: ولا يجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملك نصاباً من ای مال کانت۔ (الہدایہ باب المصروف ص ۱۸۹)

البتہ جو شخص اپنے ملک میں صاحب نصاب تھا لیکن ہجرت کر کے کسی اور جگہ جانے کے بعد جب یہ شخص صاحب نصاب نہ رہے تو اپنے ملک میں مالدار ہونے کی وجہ سے ہجرت کی جگہ صاحب نصاب نہیں بن سکتا ہے، لہذا ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ لقولہ تعالیٰ: یُلْفَقِرُ الْمُحَاجِرُ مِنَ الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ۔ (الآیۃ)

سوال :- کسی غیر مسلم کو اس کی غربت کی وجہ سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی صحت ادائیگی کے لیے مصرف کا مسلمان ہونا شرط ہے، اس لیے زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ کسی غیر مسلم کو نہیں دیئے جاسکتے۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانیؒ: ان یدفع الزکوٰۃ الی الذی لقولہ علیہ السلام لمعاذ خذھا من اعیانہم وھما فی فقرائہم یدفع الیہ ما سوا ذلک من الصدقات (الہدایہ ج ۲ باب من یجوز دفع الصدقات مالاً یجوز) لہ قال المحصفیؒ: ولا الی غنی یملك قد انصافہ عن جنتہ من ای مال کان۔ (رد المحتار علی سند المتعارف ج ۲ باب المصروف ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب المصروف۔

لہ قال علاؤ الدین المحصفیؒ: (و) لا تدفع الی (ذقی) لحديث معاذ (وجاز) دفع (غیرھا و غیر العشر) والخراج (الیہ) ای الذقی ولو واجباً کنذر وکفارة و فطرة خلافاً للثانی۔ (رد المحتار علی صدر المد المتعارف ج ۲ ص ۳۵۱ باب المصروف)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ باب المصروف۔

سوال :- نابالغ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟
الجواب :- زکوٰۃ کے مصرف میں یہ ضروری نہیں کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے وہ بالغ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ قبض کرنے والا عاقل ہو، رقم لینے اور اس کو خرچ کرنے کے بارے میں فہم رکھتا ہو۔ مابقی بچہ عموماً اس وجہ کا عقل ضرور رکھتا ہے، اس لیے مابقی عاقل بچے یا بچی کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم ایسا نابالغ بچہ غربت و مالداری میں والد تابع ہوتا ہے، اس لیے اگر اس کا والد صاحب نصاب ہو تو پھر اس کے نابالغ بچے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفیؒ: ودفع الزکوٰۃ الی صبیان آقاریہ برسم عید اوالی میشر او مہدی الباکورۃ جاز۔ وقال ابن عابدینؒ فی تشریح۔ قوله (الی صبیان آقاریہ) الی العقلۃ والافلا یصح الا بدفع الی ولی الصغیر۔ (الدر المختار الی صدر رد المحتار ج ۲ باب مصرف) ۳۵۶

سوال :- دینی مدارس کے طلباء کو علم دین کا طالب زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے؟
الجواب :- دینی مدارس کے طلباء شب و روز علم دین کے حصول میں مصروف رہتے ہیں اور دنیوی کاموں کی طرف بہت کم توجہ دے پاتے ہیں، اس لیے زکوٰۃ اور دیگر صدقات کے یہ لوگ زیادہ مستحق ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی نسبت ان کو زکوٰۃ دینا زیادہ بہتر ہے، تاہم کسی مالدار طالب علم کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال علاؤ الدین الحصفیؒ: وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل۔ وفي رد المحتار ای من الجاهل الفقير قهستانی۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب مصرف) ۳۵۷
 لہ وفي الہندیۃ: ولوقبض الصغیر وهو مراحق جائز وكذا لو كان یعقل القبض بان كان لا یرعیہ ولا یخدع عنده ولودفع الی الفقیر معتوہ جاز۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۹ باب مصرف) ۱۹
 وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۲۸ فصل فیمن یوضع فیہ الزکوٰۃ۔

لہ وفي الہندیۃ: التصديق على الفقير العالم افضل من التصديق على الجاهل۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۹ الباب السابع فی المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الطحطاوی حاشیہ مطرق الفلاح ص ۳۹۲ باب مصرف۔

کسی دینی مدرسہ کے مالدار استاذ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | سوال : اگر کسی شخص نے اسلامی مدرسہ میں درس و

تدریس کے لیے اپنے آپ کو فارغ کیا ہو اور مالی اعتبار سے اس کی حالت مستحکم ہو یعنی مالکِ نصاب ہو تو کیا ایسے شخص کو علوم دینیہ کا مدرس ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چونکہ زکوٰۃ کی تملیک میں قبض کرنے والے کا فقیر ہونا شرط ہے اس لیے عامل کے علاوہ زکوٰۃ کے مصرف کی دوسری قسموں میں کسی فقیر کے علاوہ غنی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ تدریس کرنا کوئی ایسا عمل نہیں جو اس کو زکوٰۃ کا مصرف بنادے اس لیے صاحبِ نصاب مدرس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال ابن عابدین: هذا الفرع مخالف لاطلاقهم المحرمة في الغنى ولم يعتمد احد - قلت وهو كذلك واكد وجه تقييده بالفقير... قال للاتفاق على ان الامناف كلهم سوى العامل يعطون بشرط الفقر - (رد المحتار ج ۲ منہج ۳ باب المصروف)۔

سوال :- سادات کے لیے مالِ غنیمت میں خمس انحصار میں رہنے کی وجہ سے کیا ان کو زکوٰۃ یا دیگر صدقات

واجب دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں، خاص کر جب سادات فقراء ہوں ؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کی طرف منسوب سادات حضرات بناتِ خود ہر وقت تعظیم و احترام کے قابل ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان کو عظمت و عزت کی نگاہ سے دیکھنا ایمانی جذبہ کا تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زکوٰۃ نہ دینے کا حکم ان کی عظمت و احترام کی وجہ سے دیا تھا اس لیے ان کا حکم مروجہ مانہ یا خمس انحصار میں نہ رہنے کی وجہ سے متاثر نہیں ہوتا تاہم ارباب استطاعت کے لیے ضروری ہے کہ نقلی صدقات اور عطیات سے ان کے ساتھ تعاون کریں تاکہ ان کی حالت بہتر رہے اور صدقات واجبہ (زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ) نہ دیا کریں، اگرچہ امام طحاوی سے جواز کا قول مروی ہے۔

قال علي ابن ابی بکر المرغینانی: ولا تدفع الی بنی ہاشمی۔ لقولہ علیہ السلام: یا بنی ہاشم

لما قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا تدفع الی بنی ہاشمی۔ لقولہ علیہ السلام: یا بنی ہاشم مال کان۔ الخ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

ان الله تعالى حرم عليكم غسالة الناس وادساخهم۔ الخ (المہدایۃ ج ۱ باب المصرف) ۲۰۶
سوال :- اگر کسی فقیر اور مستحق کو اتنی زکوٰۃ دی
 جائے جو اس کے غنا کا سبب بن سکے اور وہ

اس سے صاحب نصاب بن جائے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- زکوٰۃ دینے میں بنیادی فلسفہ فقر اور کی حالت بہتر بنانا ہے اس لیے ان کو اتنا
 مال دینا مناسب ہے جس سے ان کی غربت دور ہو سکے، لہذا اگر کوئی شخص مقروض ہو تو اس کو
 قرضہ کی ادائیگی کے لیے جملہ رقم دینا جائز ہے اگرچہ یہ رقم نصاب سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، لیکن
 بلا وجہ کسی شخص کو نصاب کی مقدار کی زکوٰۃ دینا مکروہ ہے تاہم زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

قال علاؤ الدین المحصی: وكره اعطاء فقير نصاباً اذا كان لا يفرق بينه وبين غيره من مدیون او كان صاحب عیال بحيث لو فرقه عليهم لا یخص كل او لا یفضل بعد
 دینہ نصاباً فلا یكره الخ۔ (الدر المختار علی صمدیۃ المختار ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصرف) ۲۰۷

سوال :- ایک طالب علم
 عصری علوم حاصل کرنے والے طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

ہوا اور تعلیمی اخراجات اس کی استطاعت سے بالا ہوں، تو کیا اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟
الجواب :- عصری علوم کی تعلیم حاصل کرنا کوئی ناجائز نہیں اور نہ اس میں مصروفیت کی
 وجہ سے انسان کی اہلیت متاثر ہوتی ہے، اس لیے ایسا طالب علم جب مسلمان اور بالغ ہو اور
 صاحب نصاب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کا والد مالدار ہو، کیونکہ بالغ بیٹا
 والد کی مالداری سے مالدار نہیں بنتا ہے، تاہم غیر شرعی اخراجات میں تعاون نہ کرنا تعاون علی المعصیت

لہ وفي المہندیۃ: ولا یدفع الی بنی ہاشم وہم آل علیؑ وآل عباسؑ وآل جعفرؑ وآل عقیلؑ
 وآل العرثؑ بن عبدالمطلب الخ۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصرف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۴۶ باب المصرف۔

۲۰۸ قال زین الدین ابن نجیم: (قوله وكره الاغناء) ای كره ان یدفع الی فقیر ما یصیر بہ
 غنیاً۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۹ باب المصرف)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۸۸ باب المصرف۔

کے مترادف ہے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: ولا الی طفله بخلاف ولده الکبیر وابیه الخ۔ وفي رد المحتار: ولا الی طفله ای الغنی فیصرف الی البالغ ولو ذکراً صبیحاً۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۹ باب المصروف) لہ

مالدار طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں | اگر کوئی طالب علم مالدار ہو تو کیا اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے؟
الجواب :- اگر کسی طالب علم کے پاس اپنے

گھر میں مال موجود ہو اور وہ نصاب کے برابر ہو۔ مگر سفر کی حالت میں اس کے پاس مال نصاب سے کم ہو تو ایسے طالب علم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ ملکیت یہ کا اعتبار ہے۔

قال ابن عابدین: وابن السبیل اذا کان له فی وطنه مال بمنزلة الفقیر۔

رد المحتار: باب المصروف ص ۲۳۳

البتہ اگر طالب علم کے پاس موجود مال اتنا ہو کہ نصاب تک پہنچتا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، کیونکہ تملیک فقیر زکوٰۃ دینے میں شرط ہے، البتہ عامل زکوٰۃ اس شرط سے مستثنیٰ ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وهذا الفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فی الغفأ ولم یعمد احد قلّت وهو کذا لك والا وجه تقيده بالفقير۔۔۔ ثم قال الاتفاق علی ان الا صنف کلهم سوى العامل یعطون بشرط الفقر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۰ باب المصروف) لہ

لہ قال زین الدین ابن نجیم الحنفی: (قوله وعبدہ وطفله) ای لا یجوز دفع الزکوٰۃ وما الحق

بہا لعبد الغنی وولده الصغیر کان الملك فی العبد یقع لموکلہ وهو لیس بمصرف۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۷ باب المصروف)

ومثله فی الہندیة ج ۲ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

لہ قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا یجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملك نصیباً من ائی مال کان

کان الغنی الشرعی مقدماً بہ۔ (الہدایة ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف)

وایضاً: وابن السبیل من کان له مال فی وطنه وهو فی مکان لا شیء له فیہ۔

(الہدایة ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف)

سوال :- مدارس عربیہ کے لیے کوئی مستقل ذرائع آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کی رقوم سفراء کی وساطت سے جمع کی جاتی ہیں، کیا مدارس کے سفراء کو زکوٰۃ دیدیتے سے انسان کی ذمہ داری فارغ ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کی صحت ادائیگی کے لیے فقراء اور مساکین کی تلبیک شرط ہے، اس لیے جن مدارس میں طلباء کو کھانا دیا جاتا ہے تو تملیک کھلانے سے زکوٰۃ کی رقوم کی ادائیگی درست ہے، البتہ جن مدارس میں مطبخ کا انتظام نہ ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے طلباء کا اصالتاً یا وکالتاً قبض ضروری ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ علماء اور طلباء کو خود صدقات وغیرہ دیئے جائیں۔
قال علاؤالدین الحصکفی: یصرف المزکی الی کلہم اوالی بعضهم الخ تملیکاً لا اباحۃ۔ (الدر المختار علی صدد رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۲ باب المصروف)۔

سوال :- کیا خاوند اپنی مسکین میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے؟
ایسا ہی خاوند کو بیوی زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- میاں بیوی ایک دوسرے کی زکوٰۃ کے لیے مصرف نہیں اس لیے ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: ولا الی امرأته للاشتراك فی المنافع عادة ولا تدفع المرأة الی زوجها عند الحنیفۃ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۸۸ باب المصادف)۔

سوال :- ایک شخص زکوٰۃ قریبی مدرسہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے مدرسہ میں زکوٰۃ دینے کا حکم؟
ہمیشہ اپنے قریبی دینی مدرسہ کو

لہ وقال زین الدین ابن نجیم الحنفی: ہی تملیک المال من فقیر مسلم الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ کتاب الزکوٰۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ۔

لہ قال علاؤالدین الحصکفی: ولا الی من بینہما ولا دولو مسلوكا لفقیرا و بینہما زوجیۃ ولو ہیانۃ۔ (الدر المختار علی صدد رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۶ باب المصروف) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ باب المصروف۔

چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کے مدرسہ کو زکوٰۃ دیتا ہے، کیا عند الشرح ایسا کرنا جائز ہے، اور کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب:- اپنے شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ منتقل کرنا عند الشرح مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر عزیز واقارب کسی دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اپنے شہر سے دوسرے شہر والے زیادہ حاجتمند ہوں یا وہاں ایسا مدرسہ ہو جو اس قریبی مدرسہ سے زیادہ امانت دار اور حاجتمند ہو تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں اور ایسا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اولیٰ ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفی: (رو) کره (نقلها الا الى قرابة) بل في الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاييم حتى يبداء بهم فيسد حاجتهم (واحوج) او اصلح او ادرع او نفع للمسلمين۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۳ باب المصروف) لہ

کسی سیاسی تنظیم یا انجمن کو زکوٰۃ دینے کا حکم | سوال:- ایک تنظیم مذہبی اور سیاسی ہو کرتی ہو تو کیا ایسی تنظیم کو زکوٰۃ اور عشر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی میں مسلمان فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، لہذا کوئی تنظیم یا انجمن اگرچہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو ان شرائط کی وجہ سے زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ کی مستحق نہیں لہذا ایسی کسی تنظیم کو زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔

قال ابن نجيم: هي تملك المال من فقيو مسلم غير هاشمي ولا مولا بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى الخ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۰ کتاب الزکوٰۃ) لہ

لہ وفي المہندیۃ: وبیکرۃ نقل الزکوٰۃ من بلدا الى بلد الا ان ينقلها الانسان الى قرابة اوالی قوم هم احوج اليها من اهل بلده ولونقل الى غیرہم اجزاً وان کان مکروہا۔

(الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب السالچ فی المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۵۳ بَابُ الْمَصْرَفِ ۔

لہ قال شيخ الاسلام محمد بن عبد الله التمر تاشي الحنفی: هي تملك جزء مال عينه اشارة من مسلم فقير۔ الخ (تنوير الابصار متن الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الزکوٰۃ) وَمِثْلُهُ فِي الْمُهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۱۹۱ کتاب الزکوٰۃ ۔

زکوٰۃ کی نیت سے غریب کو کھانا کھلانا | سوال :- اگر کسی غریب اور مستحق زکوٰۃ کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا جائے اور اس کھانے

میں نیت زکوٰۃ کی کر لی جائے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی میں اہم شرط تملیک کی ہے کہ کسی غریب یا یتیم کو اس کا مالک کر دیا جائے، چونکہ صورت مسئلہ میں غریب کو کھانا کھلانے میں تملیک نہیں بلکہ نیت ہے اس لیے اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، تاہم اگر وہ کھانا کسی غریب کو بطور تملیک دیا جائے تو وہ درست ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: فلو اطعم یتیمًا نادرًا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعم لانه بالدفع الیہ بذیتہ الزکوٰۃ یملکہ فیصیرا کلام من ملکہ بخلات ما اذا اطعمہ معہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۷ کتاب الزکوٰۃ) ۱۔

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم کو خود استعمال کرنا | سوال :- اگر کسی شخص کو زکوٰۃ کے پیسے کسی مدرسہ یا غریب شخص کے لیے دیئے جائیں لیکن یہ شخص وہ خود اپنے اوپر خرچ کرے جبکہ یہ شخص (وکیل) خود بھی مستحق ہے تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟
الجواب :- اگر مزکی (زکوٰۃ دینے والے) نے اس آدمی کو کسی خاص شخص یا مدرسہ کو زکوٰۃ پہنچانے کا وکیل بنا کر زکوٰۃ کے پیسے دیئے ہوں اور اس صورت میں وکیل نے وہ رقم اپنے اوپر خرچ کر لی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور یہ وکیل ضامن ہوگا۔ البتہ اگر مزکی کی طرف سے مطلق اختیار دیا گیا ہو کہ جہاں چاہے اس کو خرچ کرے تو اگر یہ شخص خود مستحق زکوٰۃ ہو اور اس نے وہ رقم بطور زکوٰۃ اپنے لیے قبض کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی: وللوکیل ان یدفع لولده الفقیر وزوجته لانتفہ الا اذا قال ربہا صعبا حیث شئت۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب الزکوٰۃ) ۲۔
 لہ قال العلامة ابن نجیم: وأما الأ طعام ان دفع الطعام الیہ بیہ یجوز۔ ایضا: لہذہ العلة وان کان لم یدفع الیہ ویأکل الیتیم لم یجوز لانعدام الرکن هو التملیک۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الزکوٰۃ) ۳۔
 ۲۔ قال الشیخ وھیۃ الزحلی: للوکیل ان یدفع الزکوٰۃ لولده الفقیر او زوجته الفقیرۃ اذا الصراحت علی دفع الی شخص معین ولا یجوز لہ ان يأخذ الزکوٰۃ لنفسہ الا اذا قال لہ الموکل ضعہا حیث شئت (الفقہ الاسلامی وادلہ ج ۲ ص ۸۹۱ کتاب الزکوٰۃ۔ ثانیاً التوکیل فی اداء الزکوٰۃ۔

وکیل کا اپنے اقرباء کو زکوٰۃ دینا | سوال :- اگر کسی شخص کو تقسیم زکوٰۃ کی ذمہ داری سونپی گئی ہو تو کیا یہ شخص اپنے اصول اور فروع کو زکوٰۃ

کی رقم دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- وکیل ذاتی طور پر مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ نہیں دے سکتے لیکن اس کے اصول و فروع جب مصرف زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال الشيخ الامام حافظ الدين: الوكيل باءاد الزکوۃ اذا صرفه الى ولده الكبير او الصغير او امرأته وهم محاييج جاز ولا يمسك لنفسه شيئاً۔

ربزادية على هامش الهندية ج ۲۸ کتاب الزکاة۔ (ثانی فی مصرف)

غنی مجاہد کو زکوٰۃ دینا | سوال :- وہ لوگ جو جہاد میں شریک ہوں اگرچہ مالی اعتبار سے ان کی حیثیت مستحکم ہو لیکن پھر بھی محض اس مقدس کام کی وجہ سے

ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایسا شخص اگر وطن میں مال رکھتا ہو لیکن میدان جہاد میں جاتے وقت اس کے پاس مال نہ ہو تو پھر جہاد کے لیے نکلنے والے اس شخص کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں، تاہم غنی کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

لما قال الكاساني: وما استثناء الغازي في حصوله على حال حدوث الحاجة وسواء غنياً على اعتبار ما كان قبل حدوث الحاجة وهو ان يكون غنياً ثم حدث به الحاجة..... ثم يعزم على الخروج في سفر غزو فيحتاج الى آلات سفر وسلاح يستعمله في غزو ومركب يفر عليه..... فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به في حاجته التي تحدث له في سفره وهو في مقامه غني بما يملكه لانه غير محتاج في حال اقامته فيحتاج في حال سفره فيحمل

لما قال ابن عابد بن ج: رولا الى طفله اى الغنى فيصرف الى البالغ ولو ذكراً صحيحاً..... فاذا د ان المراد بالطفل غير البالغ ذكراً او أنثى في عيال ابيه او اعالى الاصح لما انه بعد غنياً بغناه بخلاف ولده الكبير فانه لا يعد غنياً بغناه ابيه ولا الاب بغناه ابنه..... ولا الطفل بغنى امه۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۹ باب المصرف، مطلب فی الحوائج الاصلية)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۸۹ کتاب الزکوۃ۔ الباب السابع في المصارف۔

قوله لا تحل الصدقة لغنى إلا لغار في سبيل الله على من كان غنياً في حال مقامه فيعطى بعض ما يحتاج اليه لسفرة لما أحدث السفر له من الحاجة إلا أنه يعطى حين يعطى وهو غنى۔ (البدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۱ فصل الذي يرجع الى المودى) لـ

سوال :- کیا کوئی آدمی اپنے غریب اور مفلس داماد کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کا مال اپنے اُس رشتہ دار کو دینا جائز نہیں جو اصول یا فروع میں داخل ہو، داماد چونکہ بذاتِ خود ان دونوں میں کسی میں بھی داخل نہیں اس لیے اگر وہ غریب ہو تو دیگر رشتہ داروں کی طرح اس کو بھی زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيم، قيد باصله وقروعة كان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولي لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاختوات م الاعمام والعلمات والاخوال والخالات الفقراء۔ ولهذا قال في الفتاوى الظهيرية ويبدا في الصدقات بالاقارب۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۳ باب المصروف) لـ

سوال :- اگر باپ بیٹا دونوں ایک ہی جگہ رہتے ہوں، کھانا پینا آپس میں اکٹھا ہو تو ایسی حالت میں بہو کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ بہو کو زکوٰۃ دینے سے فوائد اس کے گھر میں محصور رہ جاتے ہیں۔

الجواب :- اصول اور فروع کے علاوہ دیگر سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔ زوجہ اکبر یعنی بہو اصول اور فروع میں نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا

لـ لما قال ابن عايدى: رتحت قوله ما نسب للواقعات) وفي المبسوط لا يجوز دفع الزكاة الى من يملك نصيباً إلا الى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج لقوله عليه السلام يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وان كان له نفقة اربعين سنة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب الزکوٰۃ) ومثله في المهندية ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔ (الباب السابع في المصارف) لـ

لـ وفي المهندية: والا فضل في الزكاة والفطر والتذمر الصرف اولاً الى الاخوة والاختوات ثم الى اولادهم ثم الى الجيران۔ (الفتاوى المهندية ج ۱ ص ۱۹۱ باب المصارف)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۶ باب المصروف۔

مصرف ہے اس لیے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کے فوائد گھریں ہی رہیں بشرطیکہ ہو
مستحق زکوٰۃ ہو۔

لما قال ابن نجيم، وقيد باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع
لهم وهو اولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاخوات والاعمام والعمات
والاخوال والخالات الفقراء۔ وللهذا قال في الفتاوى الظهرية ويبدأ في الصدقات
بما لا قارب ثم الموالى ثم الجيران وذكر في موضع آخر معنياً الى ابى حفص الكبير لا
تقبل صدقة الرجل وقرابته مما ويح فسد حاجتهم۔ (المجرات ج ۲ ص ۲۳۳ باب المصروف) لہ
سوال :- اگر ایک امام مسجد اپنے مقتدیوں سے جبراً زکوٰۃ
امام مسجد کو عشر و زکوٰۃ دینا وصول کرتا ہو یعنی مقتدیوں پر لازم ہو کہ وہ زکوٰۃ و عشر امام
کو دے گا، تو کیا اس سے زکوٰۃ و عشر ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- اجرت میں زکوٰۃ دینا خواہ جبراً ہو یا رضاً ہو جائز نہیں، ایسی حالت میں
قوم کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی تاہم اگر امام غریب ہو تو بطور صلہ اس کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں۔
لما في الهندية :- ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولعريت أجرة ان كان الخليفة
لحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان - ايضاً اجزاء وكذا اما يدفعه الى الخدم من الرجال
والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكاة۔ (فتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع في المصارف) لہ
سوال :- اگر امام کی مال داری اس کے اقدار سے ثابت ہو تو
مالدار امام کو صدقہ فطر دینا اس کے باوجود اس کو صدقہ فطر دینے کا کیا حکم ہے جبکہ امام امت

لہ قال في الهندية : يكره نقل الزكاة من بلد الى بلد۔۔۔۔۔ والافضل في الزكاة والفطر والنذور
المصرف أولاً الى الاخوة والاخوات ثم الى اولادهم ثم الى الاعمام والعمات ثم الى اولادهم ثم الى الاخوال
والخالات ثم الى اولادهم۔ (فتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع في المصارف)
وَمِثْلُهُ فِي الرَّدِّ الْمُحْتَارِ عَلَى الدَّرِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصروف۔

لہ قال ابن نجيم، وفي الملتقط من أاجامرة المعلم اذا اعطى خليفته شيئاً ناوياً الزكاة فان
كان بحيث يبيع له لو لم يعطه يصح عنهما وآلافه۔ (الاشباه والنظائر ج ۲ ص ۶)

کی اجرت لینے کے حق میں ہو؟

الجواب :- صدقہ فطر غریب، فقراء اور مساکین کو بطور تملیک دیا جاتا ہے، امام جب مالدار ہو تو اس کو صدقہ فطر دینے سے ذمہ داری قارض نہیں ہوتی، قوم کو چاہیے کہ امام کی خدمت متبادل طریقے سے کرے، نیز امامت کی اجرت میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں خواہ امام غریب ہی کیوں نہ ہو، تاہم اگر ایک امام غریب ہو تو اجرت کی نیت کیے بغیر محض ایک عالم دین کی ضروریات کے تکفل کی نیت سے دینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال فی الہندیۃ : ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزکوة۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوة۔ ابواب الثامن فی صدقہ الفطر ص ۱۷

زکوة میں دینی کتابیں دینا | سوال :- اگر کسی نے زکوة کی رقم سے کتابیں خرید کر طلباء میں تقسیم کیں، تو کیا اس سے زکوة ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- کتابیں بھی دیگر اجناس کی طرح قابل تملیک و ملک ہیں، اس لیے زکوة میں کتابیں دینے سے زکوة ادا ہو جاتی ہے تاہم اس میں طلباء کو تملیک دینا ضروری ہے صرف عاریتہ دینا یا مدرسہ کے کتب خانہ میں بطور وقف رکھنے سے تملیک کے فقدان کی وجہ سے زکوة ادا نہیں ہوگی۔

قال علاؤ الدین الحصکفی، یصرف المزکی الی کلہم اوالی بعضهم الخ تملیکاً لا ابلاحة۔

رالدمر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۱ باب المصروف ص ۲

عیاشی کی وجہ سے مقروض کو زکوة دینا | سوال :- ایک شخص عیاشی کی وجہ سے مقروض ہو گیا تو کیا اس کو مدیون کے زمرہ میں شمار کر کے زکوة

دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- مقروض کے قرض میں یہ ضروری نہیں کہ اس کا دین کسی نیکی کی وجہ سے ہو،

۱۔ قال ابن نجیم، وصدقہ الفطر کا لزکوة فی المصارف۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۶ باب المصارف)

۲۔ مِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۹ باب المصروف۔

۳۔ قال زین الدین ابن نجیم، «ہی تملیک المال من فقیو مسلم الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۱ کتاب الزکوة)

وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶ کتاب الزکوة۔

تاہم اگر مقروض کے قرض کی ادائیگی سے اس کے فسق و فجور میں اضافہ ہو سکتا ہو اور بے دینی کے راہیں کھل سکتی ہوں تو ایسی حالت میں کسی نیک آدمی کو زکوٰۃ دینا اولیٰ ہے۔

لما قال فی الہندیۃ: التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاہل۔
والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب الزکوٰۃ الباب السابع فی المصارف ۱۷۷

مقروض پر زکوٰۃ کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو جو مقدار نصاب کو پہنچتا ہے لیکن یہ شخص مقروض بھی ہے، اگر قرضہ اس مال سے نکالا جائے تو

نصاب پورا نہیں رہتا، کیا اس مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال ہو جو مقدار نصاب کو پہنچتا ہو لیکن مقروض ہونے کی وجہ سے اگر قرضہ اس سے نکالا جائے تو باقی مال سے مال نصاب پورا نہیں ہوتا اس لیے اس شخص پر زکوٰۃ لازم نہیں، البتہ قرضہ نکلنے کے بعد اتنا مال بچے جو مقدار نصاب کو پہنچے تو حوالہ ہوں اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔

قال علی ابن ابی بکر المرغینانی: وان کان مالہ اکثر من دینہ ذی الفاضل اذا بلغ نصاباً۔ (المہدایۃ ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷۷

زکوٰۃ دیتے وقت ظاہری حالت پر اکتفا کرنا | سوال :- اگر ایک شخص کی ظاہری حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اُسے فقیر و محتاج سمجھ کر زکوٰۃ دی جائے جبکہ اس کی اصل حالت سے ناواقفیت ہو تو کیا ایسی حالت میں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- اس میں دار و مدار زکوٰۃ دینے والے کے غلبہ ظن پر ہے، اگر زکوٰۃ دیتے وقت

لہ قال الحنفی: ادا حوج او اصلح او اودع او انفع للمسلمین۔۔۔۔۔ اوائی طالب العلم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل۔ (الدر المختار علی صدرة المحتاج ج ۲ ص ۳۵۳، ۳۵۴ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الطَّحْطَاوِي ص ۳۹۴ باب المصروف۔

لہ قال علاؤ الدین الحنفی: فلا زکوٰۃ علی مکاتب و مدیون للعبد بقدمائینہ فی ذی الزائد ان بلغ نصاباً۔ (الدر المختار علی صدرہ المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِير ج ۲ ص ۱۱۸ کتاب الزکوٰۃ۔

اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ شخص مصروفِ زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ دی جائے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی۔
اگرچہ بعد میں اس شخص کا غنا ثابت ہو جائے۔

لما قال في الهندية: اذا شك وتحري فوق في اكبر رأيه انه محل الصدقة قد دفع اليه
اوسال منه فدفع اورا في صف الفقراء فدفع فان ظهر انه محل الصدقة جازيا لاجماع
وكذا ان لم يظهر حاله عنده واما اذا ظهر انه غني او هاشمي..... فانه يجوز وتسقط
عنه الزكاة في قول ابي حنيفة ومحمد الخ (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ کتاب الزکوٰۃ بابا الباع في الفار)

کاروبار کی جگہ سے زکوٰۃ تقسیم ہوگی | سوال :- فقہاء کرام نے جہاں یہ لکھا ہے کہ

زکوٰۃ کا مال اپنے گاؤں کے فقراء کو چھوڑ کر
دوسری جگہ فقراء کے لیے لے جانا مکروہ ہے، تو اس سے کون سا گاؤں مراد ہے؟ اگر ایک شخص
وطن اصلی کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کو وطن اقامت بنا کر تجارت کرے تو اس کی زکوٰۃ کی رقم کیلئے
اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت اپنا گاؤں شمار ہوگا؟

الجواب :- اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں پر کاروبار کیا جاتا ہو، خواہ وطن اصلی ہو یا
وطن اقامت، ممکن ہے کہ ایک انسان اپنی جگہ پر پیدائش (وطن اصلی) کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ
مصروفِ عمل ہو تو اس کو چاہیے کہ کاروبار کی جگہ میں فقراء پر زکوٰۃ تقسیم کرے۔

قال علاؤ الدین الحسکفی: والمعتبر في الزكاة فقراء مكان المال الخ (در المختار علی مدار المحتاج ج ۲ باب المصروف)
زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتاب چھپوانا | سوال :- ایک شخص نے دینی کتاب چھپوانے کا ارادہ

قال العلامة بزي الدين المرغيناني: قال ابو حنيفة ومحمد اذا دفع الزكاة الى رجل يظنه فقيرا فتم
بان انه غني او هاشمي او كافرا ودفع في ظلمة فبان انه ابوه او ابنه فلا اعادة عليه..... وهذا اذا
تحري فدفع وفي اكبر رأيه انه مصرف اما اذا شك ولم يتحري او تحري فدفع وفي اكبر رأيه انه ليس
بمصرف لا يجزيه الا اذا علم انه فقير هو الصميم - (الهداية على صدر فتح القدير ج ۲ ص ۲۱۵/۲۱۴ باب
من يجوز دفع الصدقة اليه - الخ)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۷ باب المصارف -

قال زين الدين بن نجيم: والمعتبر في الزكاة مكان المال في الروايات كلها. (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۰ باب المصروف)
ومثله في الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب السابع في المصارف)

ارادہ کیا لیکن وہ مفلس ہے تو اگر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے کتاب چھپوائے اور پھر مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کرے، تو کیا یہ جائز ہے یا نہ؟

الجواب :- اگر شخص خود مصرف زکوٰۃ ہو اور زکوٰۃ دہندگان کی اجازت سے طباعت کے بعد یہ کتاب مستحقین میں تقسیم کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور یہاں تملیک ممکن نہ ہو وہاں زکوٰۃ کا حکم لگانا درست نہیں۔

لما قال، لخصفی، ویشتراط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ فلا یضرب الی بنا من نحو المسجد
وہ الی کن میت وقضاء دینہ۔ (الدر المختار علی صدرہ) المختار ج ۲ ص ۳۲۲ باب المصروف، لے

سوال :- مدارس کے ہتم یا کسی خانقاہ کے **مدارس اور خانقاہوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا** رئیس کے پاس زکوٰۃ جمع ہو کر مبلغ وغیرہ پر

خرچ ہوتی ہے، ایسی حالت میں مبلغ سے کھانے والوں میں یہ فرق نہیں ہوتا ہے کہ یہ کسی مالدار نے کھایا یا غریب نے، تو کیا اس سے زکوٰۃ کی رقم ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی رقم کی صحت ادائیگی کے لیے کسی فقیر اور مسکین کو مالک بنانا ضروری ہے، مدرس دینیہ میں عموماً غریب اور تادار طلباء ہوتے ہیں جن کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، لیکن خانقاہوں کے سکر سے کھانے والوں میں صرف مسکین نہیں ہوتے بلکہ مالدار لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، ویسے بھی کھانا کھلانے میں جب تک باقاعدہ تملیک نہ ہو تو صرف اباحت کے طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی صحت زکوٰۃ کے لیے کافی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ فقرا و زکوٰۃ قبض کر کے پھر اگر چاہیں تو مبلغ یا سکر میں خرچ کریں، لیکن اس میں بھی فقیر سے جبراً رقم واپس لینا حیلہ تملیک میں ہزل کی نشاندہی کرتا ہے، بہر حال کسی حیلہ تملیک کے بغیر زکوٰۃ کی رقم سکر میں خرچ کرنا نقصان سے خالی نہیں۔

قال فی الہندیۃ: منها الفقیر وھو من لہ ادنی شئ وھو ما دون النصاب او قدر نصاب

لے قال فی الہندیۃ، اما تفسیرہ فھو تملیک المال من فقیر مسلم۔ الخ (الفتاویٰ الہندیۃ

ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول)

وفیہ ایضاً: ولا یجوز ان ینتی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات..... وکل ما تملیک

فیہ۔ الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف)

ومثلہ فی فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۸/۲۰۹ باب المصروف۔

غیر نام وهو مستغرق في الحاجة فلا يخرج منه عن الفقر ملك نصاب كثيرة غینا میة اذا كانت مستغرقة بالحاجة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۸۱ کتاب الزکوۃ۔ الباب السابع في المصارف)۔
سوال :- بعض دینی مدارس اور رفاہی اداروں کے مال پر زکوۃ کی کافی آمدنی ہوتی ہے کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- زکوۃ کے وجوب کے لیے شخصی ملکیت کا ہونا ضروری ہے اس لیے مدارس یا کسی رفاہی ادارے کی آمدنی پر حوالان حول کے باوجود زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔
 لما قال ابن عابدین: (قوله ملك نصاب) فلا زکوۃ في سوايم الوقت والخيل والمبيلة لعدم الملك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الزکوۃ)۔

سوال :- دور ماضی میں بعض سیاسی جماعتیں اپنے لیے زکوۃ اور چرم قربانی جمع کرتی ہیں کیا ان کو زکوۃ دینا جائز ہے؟ اور اس سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے؟

الجواب :- زکوۃ یا صدقات واجبہ میں تمليك بلا عوض شرط ہے، چونکہ سیاسی جماعتوں میں یہ چیز مفقود ہوتی ہے اس لیے اموال زکوۃ کو سیاسی مقاصد، مقدمات، الیکشن یا دیگر کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے زکوۃ ادا ہوگی بلکہ اس کے بجائے دینی مدارس زکوۃ کا بہترین مصرف ہیں۔
 لما قال العلامة الحصكفي: هي تمليك خرج الاباحة فلو اطعم يتيسرنا ويا الزکوۃ لا يجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم۔۔۔۔۔ جزء ما له اخرج المنفعة فلو اسكن فقيرا داره سنة ناويا

لما قال العلامة الحصكفي: اى مصرف الزکوۃ والعشر هو فقير وهو من له ادنى شئ اى دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۹ باب المصروف) وَمِثْلُهُ فِي الْمَرَاتِي الْقِلَاح ۳۹۲ باب المصروف۔

لما قال العلامة كاساني: واما الشرائط التي ترجع الى المال فمنها الملك فلا تجب الزکوۃ في سوايم الوقت والخيل المبيلة لعدم الملك وهذا لان في الزکوۃ والتملك في غير الملك لا يتصور۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۔ فصل الشرائط التي ترجع الى المال)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيحِ الْحَقَائِقِ شرح كنز الدقائق ج ۱ ص ۲۵۲ کتاب الزکوۃ۔

لايجزیه عينه الشارع من مسلم فقير ولو عتوها۔

رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸، ۲۵۹ کتاب الزکوٰۃ ۱۷

ٹیکس کی ادائیگی سے زکوٰۃ اور عشر کا وجوب متاثر نہیں ہوتا | سوال :- حکومت کاروباری اور صنعتی اداروں سے بجاری ٹیکس وصول کرتی ہے اور ان ٹیکسوں کو رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی خرچ کرتی ہے، کیا اس طرح ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- مختلف قسم کے ٹیکس حکومت کا ذریعہ آمدنی ہوتے ہیں جن میں عبادت کا عنصر مفقود ہوتا ہے اس لیے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت ٹیکس ہر شہر سے وصول کرتی ہے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، جبکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغيناني: الزکوٰۃ واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصيباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۱۸۵ کتاب الزکوٰۃ) ۱۷

موقوفہ زمین کے مقدمہ پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا | سوال :- ہماری گاؤں کے قبرستان کی زمین پر ایک آدمی نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے، کیا ہم اس کے مقدمے میں اپنی زکوٰۃ کی رقم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک بلا عوض شرط ہے، چونکہ اس مقدمہ میں یہ شرط مفقود ہے اس لیے قبرستان کے مقدمے یا دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ کے روپے لگانا صحیح نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۱۷ لما قال العلامة ابوالبركات النسفی: هي تملك المال من فقير مسلم غير هاشمی۔

رکن الدقائق علی ہاشم البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ

۱۸ لما قال العلامة المحصنی: وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحرية والعلم به ولو حکماً لكونه في دارنا فلا زکوٰۃ۔ قال ابن عابدین: قوله واسلام فلا زکوٰۃ علی کافر لعدم خطابه بالفروع۔

رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الزکوٰۃ

ومثله في شرح الوقاية ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب الزکوٰۃ۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصفیؒ، ویشتط ان یكون الصرْف تملیکاً لا اباحۃً کما مرّ
لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینیّہ۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳ باب المصروف) ۱۷

سوال :- اگر غلہ کے لوگ خوشی اور غم
زکوٰۃ کی رقم سے مشترکہ مفاد کے لیے سامان خریدنا کے لیے کچھ برتن، ٹینٹ یا کرسیاں وغیرہ
اجتماعی طور پر خریدنے کا ارادہ کریں تو کیا اس کام کے لیے زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟
الجواب :- زکوٰۃ یا صدقات واجبہ میں تملیک بلا عوض شرط ہے مشترکہ مفاد کے لیے جو اشیاء
خریدی جاتی ہیں اُن میں چونکہ کسی شخص کی ملکیت نہیں ہوتی اس لیے ایسے مواقع میں زکوٰۃ کی رقم کا
استعمال جائز نہیں۔

لما قال علاؤ الدین الحصفیؒ، ویشتط ان یكون الصرْف تملیکاً لا اباحۃً کما مرّ لا
یصرف الی بناء نحو المسجد ولا الی کفن میت..... لعدم التملیک وهو الرکت۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳ باب المصروف) ۱۸

سوال :- اگر قرب و جوار میں شیعو آبادی
کی اکثریت ہو اور سُنی العقیدہ شخص اگر اپنی
زکوٰۃ شیعو مسلک سے تعلق رکھنے والوں میں تقسیم کرے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- زکوٰۃ کے مصرف کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے جبکہ خالی قسم کے شیعو اپنے
عقائد باطلہ کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں اس لیے وہ لوگ سُنی العقیدہ شخص کی زکوٰۃ کا مصرف
نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، تاہم زکوٰۃ کے علاوہ صدقات نافلہ غیر مسلم کو دینے میں

لہ لما قال العلامة ابن نجیمؒ: تحت قوله ولا الی ذقی وغیرھا وینار مسجد وتکفیت
میت وقضاء دینیّہ وشرادقن یعتق..... وعدم الجوار، لانعدام التملیک الذی هو الرکت
فی اکثر البعة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۳ باب المصارف)

۱۷ قال فی الہندیۃ، ولا یجوز ان ینبئ بالزکوٰۃ المسجد وكذا القناطر والتعایات واصلاح
الطرقات..... وكل ما لا تملیک فیہ۔ (فتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف)
ومثله فی الہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۰ باب من یجوز دفع الصدقة الیہ۔ الخ

کوئی خرچ نہیں۔

لما قال العلامة التمراشي: وهي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير۔

(الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الزکوۃ) ۲۵۶

سوال :- ایک شخص نے قسطوں پر کوئی چیز فروخت کرنا اور اس پر زکوۃ کا حکم ایک گاڑی نقد ایک لاکھ و پیر پر

خریدی اور پھر اس کو ایک لاکھ پچیس ہزار (۱۲۵۰۰۰) روپے قسطوں پر اس طرح فروخت کیا کہ ہر سال پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے بطور قسط خریدار ثانی اسے ادا کرے گا، اس طرح زکوۃ مجموعی رقم پر آئے گی یا صرف اقساط پر ہوگی؟

الجواب :- اگر کسی نے کوئی چیز تجارت کا نیت سے خریدی ہو اور پھر اس کو قسطوں میں منافع پر فروخت کیا ہو تو ان میں زکوۃ ہر قسط وصول کرنے کے بعد واجب ہوگی، جب بھی کم از کم چالیس روپے بطور قسط وصول ہوں تو اس میں چالیسواں حصہ زکوۃ دینا لازم ہوگا، اگر چالیسویں حصہ سے کم ہو تو اگر اس کے پاس پہلے سے کوئی نصاب موجود ہے تو قسط سے حاصل ہونے والا مال اس کے ساتھ ملا کر کل مال سے زکوۃ ادا کرنا لازمی ہے ورنہ چالیس درہم کے پورا ہونے کے بعد زکوۃ دینا لازمی ہے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: فتجب زکوتها اذا تم نصاباً و حال الحال لکن لا قبل بل عند قبض اربعین درهما من الدين القوی كقرض و بدل مال تجارة فكلما قبض اربعین درهما يلزمه درهم۔ (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۳۵۲ باب زکوۃ المال) ۳۵۲

سوال :- مدارس اور مساجد میں زکوۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے عموماً یہ جیلہ زکوۃ کا حکم جیلہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جیلہ رقم زکوۃ قبض کر کے تعمیر یا دوسرے امور

له قال فی الہندیۃ: واما الخرجی المستامن فلا یجوز دفع الزکوۃ والصدقة الواجبة الیه بالاجماع ویجوز صرف التطوع الیه۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوۃ الباب السابع فی المصارف) ۱۸۸

و مثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصارف۔

له وفي الہندیۃ: وقوی وهو ما یجب بدلا عن سلع التجارة اذا قبض اربعین زکی لہامضی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ کتاب الزکوۃ)

و مثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰ کتاب الزکوۃ۔

میں خرچ کرتا ہے۔ بسا اوقات قبض کرنے والا متولی مسجد یا مہتمم مدرسہ خود زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوتا ہے، اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی سے ذمہ دار ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- واضح رہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی صحت کے لیے تملیک شرط ہے لیکن تملیک میں یہ ضروری ہے کہ قبض کرنے والا خود صاحب نصاب نہ ہو۔ اگر مہتمم یا ناظم مدرسہ بذات خود صاحب نصاب نہ ہو تو ان سے قبض جائز ہے اور پھر اس کو مدرسہ یا مسجد میں خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بہتر صورت یہ ہے کہ اس حیلہ کو اپنانے کی بجائے زکوٰۃ کی رقم طلباء میں تقسیم کی جائے تاکہ بہتر طریقہ سے ادائیگی ہو سکے۔

قال علاؤ الدین الحصکفی: وحيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب له ما وكذا في تعبير المسجد۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۳۳۵ کتاب الزکوٰۃ ح ۱۵)

زکوٰۃ دینے کی بجائے قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی | **سوال :-** اگر دین مدیون کی مفلسی اور حالت زار کو دیکھ کر اپنا دین و قرضہ اس کو زکوٰۃ میں معاف کر دے تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- استقاط میں تملیک نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اگر اس کو زکوٰۃ کی رقم دے دے اور پھر اپنے قرضہ میں وصول کر لے تو اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

وفي الهندية: ولو وهب دينه من فقير ونوى زكوة دين اخيه على رجل اخر او نوى زكوة عين له لم يجز كذا في الكافي۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ۔ الباب الاول في تفسيره ح ۱ ص ۲) لے قال ذین الدین ابن نجیم، والحيلة في الجوز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكوته على فقير ثم يامر بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون لصا المال ثواب الزكوة وللفقير ثواب القرب۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الزکوٰۃ) وَمِثْلُهُ فِي الْأَشْيَاءِ وَالنِّظَامِ ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الزکوٰۃ۔

لے قال فخر الدین الشہیر بقاضی خان: وان كان المديون فقيرا فوهب الدين ينوي به زكوة مال عين عند الواهب لا يسقط عنه زكوة ذلك المال وكذا انوى به زكوة دين اخر على غيره۔

الفتاوى قاضی خان علی هامش الهندية ج ۱ ص ۲۲۳ فصل في هبة الدين من المديون وَمِثْلُهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۲۳ جنس في هبة الدين۔

سوال :- اگر کسی نے زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے زکوٰۃ کی رقم چوری ہو جائے یا کوئی جبراً چھین لے تو زکوٰۃ کے ادا ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ

کسی چور نے اس سے یہ رقم چرائی یا کسی نے اس سے جبراً چھین لی تو کیا اس سے ذمہ داری فارغ ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی میں ادا کرنے والے کی نیت ضروری ہے، بصورت جبر جب نیت نہ ہو تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ قال زین الدین ابن نجیم: لو امتنع من ادائها فاسأغى لا يأخذ منه كرها ولو أخذ لا يقع عن الزكاة لكونها بلا اختيار۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ) نیت کا ہونا زکوٰۃ دینے کے وقت ضروری نہیں بلکہ اگر کہیں پوری زکوٰۃ منہا کرتے وقت نیت کی ہو تو کافی ہے تاہم اس سے ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی جب تک فقراء قبض نہ کریں، چوری کے وقت چونکہ فقراء کی تملیک مفقود ہے اس لیے ایسی صورت میں مالک پر دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے البتہ اموال ظاہرہ میں جبراً زکوٰۃ کی وصولی درست ہے۔

قال علاؤ الدین الحصفی، و شرط صحة ادائها نية مقارنته له ای الاداء ولو حكماً او بعزل ما وجب كله او بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء۔

(الدر المختار علی صدر مہد المختار ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الزکوٰۃ م ۱)

سوال :- ایک آدمی کسی دوسرے کے ذریعے زکوٰۃ دیتا ہے تو کیا اس شخص کی دی ہوئی رقم بعینہ دینا وہی رقم نہیں پہنچتی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے نے دی ہو

منی آرڈر زکوٰۃ کی جو رقم کسی مستحق کو بھیجی جاتی ہے تو بعینہ وہی رقم اس تک نہیں پہنچتی بلکہ تبدیل ہو جاتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی دوسرے آدمی کو زکوٰۃ کی رقم دے کر مستحقین زکوٰۃ کو دینی جائز ہے اور

لہ قال زین الدین ابن نجیم، انه لا يخرج بعزل ما وجب عن العهدة بل لا بد من الاداء الى الفقير۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ)

و مثله في الطحاوی حاشیة الدر المختار ج ۳ ص ۳۹ کتاب الزکوٰۃ۔

تبدیلی رقم اگر مزکی کی اجازت سے ہوئی ہو تو یہ آدمی ضامن نہ ہوگا۔ اور ہذریعہ منی آرڈر زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن منی آرڈر بھیجتے وقت نیت کرنا لازمی ہے۔ لما فی الشامی لا ینجی المزکی عن العہدۃ بالغزل بل بالاداء للفقراء۔

لما قال علاؤ الدین الحسکفی: تملیک الدین ممن لیس علیہ الذین باطل الا فی ثلاث حوالۃ او وصیۃ و اذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الذین فیصم حینئذ ومنہ مال و وھبت من بنھا ما علی اہیہ فا۔ لمعت الصعۃ للسلط۔

(الدال المختار جلد ۱ ص ۵۲۱) لہ

سوال :- ایک شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم کسی دوسری جگہ رہنے والے رشتہ دار کو زکوٰۃ بھیجنا اپنے کسی رشتہ دار کے لیے دوسری جگہ بھیجنا چاہتا ہے جبکہ وہ خود جس جگہ مقیم ہے وہاں بھی غریب لوگ ہیں، تو کیا قرب و جوار کے غریب کو چھوڑ کر دوسرے رہنے والے رشتہ دار کو زکوٰۃ بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ویسے تو عموماً ایک جگہ سے دوسری جگہ زکوٰۃ منتقل کرنا مکروہ ہے لیکن اگر زکوٰۃ دینے والے کے محتاج رشتہ کسی دوسری جگہ رہتے ہوں تو رشتہ داری کی بنا پر زکوٰۃ منتقل کرنا مخرخص ہے، بلکہ زکوٰۃ پہلے رشتہ داروں میں تقسیم کرنا افضل ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت قوله بل فی الظہیریۃ لا تقبل عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) مرفوعاً الی التبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یا أُمَّة محمد والذی بعثتی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجلٍ ولہ قرابۃ یحتاجون الی صلتہ و لیصرفہا الی غیرہم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یسوم القیامۃ والمراد بعدم القبول عدم الاصابۃ علیہا وان سقط بہا الفرض لان المقصود منها سد خلہ المحتاج و فی القریب جمع بین الصلۃ والصدقۃ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: کما اذا وكل رجلاً بدفع زکوٰۃ مالہ ونوی المالك عند الدفع الی الوکیل بلانیۃ یجزیہ لان المعبرنیۃ الامر لامنہ المودی حقیقۃ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱ کتاب الزکوٰۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱ کتاب الزکوٰۃ۔

والا فضل اخوته واخواته الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۳ باب المصروف) ۱۔

سوال :- موجودہ دور میں حکومت وقت بینکوں
زکوٰۃ کی رقم سے تقسیم کنندہ کو مزدوری دینا

میں عوام کی جمع شدہ رقوم سے کچھ کٹوتی کرتی ہے
پھر وہ رقم لوگوں کو دی جاتی ہے اور اس رقم کے لیے حکومت نے کچھ آدمی مقرر کیے ہوئے ہیں جن کو
اس رقم کی تقسیم اور دیگر معاملات کے عوض ماہانہ کچھ رقم بطور تنخواہ والاؤنس کے ملتی ہے۔ کیا ایسے
لوگوں کے لیے یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ حکومت کے بیان کے مطابق یہ زکوٰۃ کی رقم ہوتی
ہے اور ان تقسیم کاروں میں اکثریت مصرف زکوٰۃ بھی نہیں ہوتی؟

الجواب :- ایسی رقوم پر حکومت کی تمام کٹوتی زکوٰۃ پر نہیں ہوتی بلکہ اس میں سود کا
بھی کچھ حصہ شامل ہوتا ہے تاہم اگر زکوٰۃ بھی ہو تو مامل کو زکوٰۃ کی رقم سے مزدوری دینا
جائز ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو؟

لما فی الہندیۃ : ومنها العامل وهو من نصبہ الامام لاستيفاء الصدقات والعشور
ويعطيه ما يكفيه واعوانه با لوسط مدة ذهابهم وایابهم ما دام المال باقیًا الا اذا
استغرقت کفایتہ الزکوٰۃ فلا یزاد علی النصف۔ (الفتاویٰ الہندیۃ جلد ۱ ص ۱۸۸)
کتاب الزکوٰۃ۔ الباب السابع فی المصارف) ۲۔



۱۔ قال ابن نجیم رحمہ اللہ : ویبدا فی الصدقات بالاقارب ثم الموالی ثم الجیران وذكر
فی موضع اخر معریاً الی ابی حفص البکیر لا تقبل صدقة الرجل وقربته محایم فیسد
حاجتہم۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)
ومثله فی نور الايضاح ص ۱۶ کتاب الزکوٰۃ۔ باب المصارف۔

۲۔ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ :- وعامل یعم الساعی والعاشرفیعطى ولو غنیاً لاشتیاً
لانه فرغ نفسه لهذا العمل فیحتاج الی الکفایة والغنی لا یمنع من تناولها۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۹ باب المصروف)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۱ باب المصارف

سوال :- مدارس کے ہتھمیں کو جب زکوٰۃ کی رقم مدارس کے لیے دی جائے تو کیا وہ اسے اپنی صوابدید کے مطابق یا حیلہ تملیک کے بعد خرچ کریں

یا کہ حیلہ تملیک کے بعد خرچ کریں؟

الجواب :- مدارس کے اہل اہتمام اگرچہ عالمین کی طرح ہیں مگر جس طرح عالمین مال زکوٰۃ کو اپنی صوابدید کے مطابق غیر شرعی مصارف میں خرچ نہیں کر سکتے تو اسی طرح ہتھمیں بھی مال زکوٰۃ کو نادار طلباء پر تملیک کے علاوہ ان کے دیگر امور میں خرچ نہیں کر سکتے بلکہ مدرسہ کے متعلق امور میں خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعی ضروری ہے۔

لما قال ابو بکر انکاسانی، ما یوضع فی بیت المال من الاموال فاربعة انواع الاقل زکوٰۃ السوائم والعشور وما اخذه العشار من تجار المسلمين اذا مروا علیہم ومحلہ ما ذکرنا من المصارف ای الفقراء والمساکین۔ (ردائع الصنائع ج ۲ ص ۶۸۵ فصل واما بیان ما یوضع۔ الخ)

سوال :- لوگ مدارس دینیہ کے ہتھمیں کو زکوٰۃ دیتے دیتے ہیں حالانکہ وہ خود مالدار ہوتے ہیں تو کیا ان ہتھمیں کو زکوٰۃ دینے سے مزکی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا یہ کہ جب تک ہتھمیں کسی مصرف میں خرچ نہ کرے اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی موقوف ہوگی؟

الجواب :- موجودہ دور میں مدارس کے ہتھمیں کی حیثیت عالمین زکوٰۃ کی سی ہے، جب کوئی شخص ان کو زکوٰۃ ادا کرے تو اس کی زکوٰۃ اسی وقت سے ادا ہو جائے گی البتہ ہتھمیں کے لیے لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ کو اپنے ذاتی مصارف میں خرچ نہ کریں بلکہ طلباء علوم دینیہ پر خرچ کریں اور غیر ضروری مصارف سے احتیاط لازمی ہے۔

لما قال العلامة ابن ہمام،۔ فہذہ جہات الزکوٰۃ فلما لک ان یدفع الی کل واحد

لہ وفي الہندیۃ، ما یوضع فی بیت المال اربعة انواع الاقل زکوٰۃ السوائم والعشور وما اخذه العاشر من تجار المسلمين الذین یمرؤن علیہ ومحلہ ما ذکرنا من المصارف۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹ کتاب الزکوٰۃ۔

ومشئلہ فی رد المحتار ج ۲ ص ۱۱ کتاب الزکوٰۃ۔

منہم ولہ ان یقتصر علی صنف واحد۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۵ کتاب الزکوۃ) لہ
سوال :- بعض علاقوں میں بعض مولوی صاحبان بڑے
 مالدار کے لیے زکوۃ کا لینا صحیح نہیں | مالدار ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں سے
 زکوۃ اور صدقۃ الفطر وغیرہ لیتے ہیں، تو کیا ان علماء کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے؟ اور اس سے زکوۃ
 ادا ہو جائے گی؟

الجواب :- زکوۃ صرف فقراء و مساکین کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اغنیاء پر مقرر کیا
 ہے، اس لیے مالدار چاہے وہ مولوی ہو یا غیر مولوی اُسے زکوۃ لینا صحیح نہیں، ایسے آدمی کو زکوۃ
 دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

لما قال الشيخ عبد الحمی الکنونی، علماء اغنیاء را زکوۃ گرفتن بالاتفاق حرام است۔
 ر مجموعۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲۸۷ باب تصرف الزکوۃ

سوال :- کیا آدمی اپنے اموال ظاہر
 کیا اموال ظاہرہ سے حکومت زکوۃ وصول کرے گی؟ | سے زکوۃ ادا کر سکتا ہے یا کہ حکومت
 کے ذمے زکوۃ کی وصول واجب ہے؟

الجواب :- اموال دو قسم کے ہیں (۱) اموال ظاہرہ (۲) اموال باطنہ۔ فقہ حنفی کی رو سے
 اموال ظاہرہ سے حکومت زکوۃ وصول کر سکتی ہے اور اموال باطنہ سے مالک خود زکوۃ ادا کرے گا۔
 ابتداء سے یہی صورت چلی آ رہی تھی لیکن بعد میں حضرت عثمانؓ نے اموال ظاہرہ سے بھی زکوۃ ادا کرنا

لہ و ذکر الامام ابوبکر الجصاص الرازی، عن علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اذا اعطى الرجل
 الصدقة صنفًا واحدًا من الاصناف الثمانية اجزاء و روى مثل ذلك عن عمرو بن الخطاب و حذيفة
 و عن سعيد بن جبیر و ابراهيم و عمر بن عبد العزيز و ابی العالیة و لا یروی عن الصحابة خلافه قصاص
 اجماعاً من السلف لا یسع احد خلافه لظهوره و استيفاضته فیہم الخ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۹)

لہ لما قال العلامة ابوالبرکات النسی، ہی تمليك المال من فقير مسلم غیر ہاشمی و لا
 مولاء۔ (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۰۱ کتاب الزکوۃ)
 و مؤندہ فی الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ تا ۲۵۸ کتاب الزکوۃ۔

صاحب مال کے سپرد فرمایا لہذا اموال ظاہرہ و باطنہ سے صاحب مال خود زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے ۔
 لما قال العلامة اليونكر الكاساني: قال عامة مشائخنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 طالب زكوته والوبكر وعمر طالباً وعثمان طالب زماناً ولما كثرت اموال الناس ورأى ان
 في تتبعها حرجاً على الامة وفي تفتيشها ضرراً ابارب اكل اموال فوض الاداء الى اربابها ۔
 (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۷ كتاب الزکوٰۃ ، فصل بيان من به مقتضی)

نشد کرنے والوں کو زکوٰۃ دینا | **سوال :-** اچھل اشر بیرونی اور چرچی قسم کے لوگ زکوٰۃ و
 غیرات مانگتے ہیں اگر ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے تو کیا اس
 طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ۔

الجواب :- زکوٰۃ ہر فقیر و مسکین کو دینے سے ادا ہو جاتی ہے چاہے وہ اس مال زکوٰۃ کو
 معامی پر خرچ کرے تاہم زکوٰۃ دینے والے کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کسی عامی دگناہ
 کے عادی شخص سے معصیت کے کاموں میں تعاون نہ کرے ، لہذا بنا برائیں ہیر و ٹنچی ، چرچی ، انہمی
 وغیرہ کو ان امور کے ارتکاب کیلئے زکوٰۃ دینا مناسب نہیں ۔

لما قال العلامة الحسکفی :- ہی تمليك خرج الاياحة فلو اطعم يتيمًا ناديا الزکوٰۃ لا تجزئہ
 الا اذا دفع اليه المطعوم جز مال خرج المنفعة فلو اسكن فقيراً داره سنة نادياً لا يجزئہ
 عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي لا مولاه ۔

(الدر المختار علی هامش الطحطاوی ج ۱ ص ۳۸۹ کتاب الزکوٰۃ) لہ

دینی مدارس میں زکوٰۃ کی تصریح ضروری | **سوال :-** کسی دینی مدرسہ میں زکوٰۃ دیتے وقت
 صرف نیت کافی ہوتی ہے یا رسید لکھتے وقت
مال زکوٰۃ کی تصریح ضروری ہے ؟

الجواب :- مدارس دینیہ میں زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی تصریح کرنا ضروری ہے تاکہ

لہ قال الامام ابوالبركات النسفی :- ہی تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا
 مولاه بشرط قطع المنفعة عن المالك من حصل وجهه لله تعالى ۔

(کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب الزکوٰۃ)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۵۷ کتاب الزکوٰۃ - فصل شرائط الفريضة ۔

مدرسے والے اس کو زکوٰۃ کے مصرف میں خرچ کر سکیں، صرف نیت کافی نہ ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للمفقراد۔ وقال ابن عابدين: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکوۃ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱) قبیل افتراضہا عمری (۱)۔

خرد برد کرنے والے کو زکوٰۃ کا وکیل بنانا | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی مدرسے کا ہتھم زکوٰۃ و صدقات جمع کر کے خرد برد کرتا ہو، طلباء کے نام پر زکوٰۃ و صدقات کی رقم خود کھا جاتا ہو اور مدرسے میں طالب علموں کا نام و نشان نہیں، حالانکہ یہ زکوٰۃ مدرسے کے طالب علموں کے لیے ہتھم کو وکیل بنا کر دی جاتی ہے، تو کیا اس طرح کے ہتھم مدرسہ کو مدرسہ کے لیے زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب:۔ جہاں خرد برد کا غلبہ ظن ہو وہاں زکوٰۃ وغیرہ دینا مناسب نہیں اور اگر دی جا چکی ہو اور یہ خدشہ ہو کہ صحیح جگہ پر خرچ نہ کی جائے گی تو دوبارہ ادا کرنا چاہیئے تاکہ ادائیگی یقینی ہو جائے۔

قال الحصكفي: دفع بتخر من يظنه مصرفاً.... لا يعيد لانه الى بما في وسعه حتى لو دفع بلا تعذر لم يحز ان اخطأ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۸ باب المصرف) (۲)۔
 اے وفی الہندیہ: واذا وضعها ولم يخطر بباله انه مصرف ام لا فهو على الجواز الا اذا تبين انه غير مصرف..... او غلب على ظنه انه ليس بمصرف فهو على الفساد۔
 (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۱ الباب السابع في المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب الزکوٰۃ۔

اے تال المرقیاتی: قال ابو حنیفہ و محمد اذا دفع الزکوٰۃ الى رجل يظنه فقيراً ثم بان انه غني او هاشمی او كافر..... فلا اعادۃ عليه۔ وقال ابو يوسف عليه الاعادۃ.... والنظر هو الاول وهذا اذا تحرى ودفع وفي اكبر رأيہ انه مصرف اما اذا شك ولم يتحرر وتحري فدفع وفي اكبر رأيہ انه ليس بمصرف لا يجزيه الا اذا علم انه فقير هو الصحيح۔

والهداية ج ۱ ص ۱۸۹ باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز

وَمِثْلُهُ فِي نَوْرِ الْاِيضاح ص ۱۶۱ باب المصرف۔

فقیر عالم دین کو زکوٰۃ دینا افضل ہے | سوال :- ہمارا ایک مستقل باتخواہ امام مسجد ہے لیکن وہ فقیر بھی ہے تو کیا ہم اس غریب امام کو زکوٰۃ کی

رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا کسی اور فقیر کو دینا ضروری ہے؟

الجواب :- اگر امام مسجد کی مستقل تنخواہ ہو لیکن غربت کی وجہ سے زکوٰۃ کا مقدار نہ تو کسی جاہل کو زکوٰۃ دینے کی بجائے اس غریب عالم دین کو دینا بہتر ہے۔

قال العلامة الحصکفیؒ: وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل. قال ابن عابدینؒ: من القهستان في قوله افضل اي من الجاهل الفقير۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹ کتاب الزکوٰۃ۔ باب المصروف)۔

مقدار نصاب زکوٰۃ میں دینا مکروہ ہے | سوال :- میرے ایک دوست کو حج کرنے کا بے پناہ شوق ہے لیکن

استطاعت نہیں رکھتا، کیا میں از روئے شرع اسے زکوٰۃ کی رقم دے کر حج کرا سکتا ہوں؟

الجواب :- اگر آپ کے دوست کی ملکیت میں وہ مال جو اس کی حوائج اصلہ سے ناٹ

ہو اگر ۲/۵ تولہ چاندی کی مروجہ قیمت کے برابر ہو تو وہ زکوٰۃ کا مقدار نہیں اس لیے اسے

زکوٰۃ کے پیسے دینا جائز نہیں، اور اگر فقیر ہو تو مصرف زکوٰۃ ہونے کی وجہ سے اسے زکوٰۃ کی اتنی

رقم ہو مقدار نصاب تک پہنچتی ہو دینا مکروہ ہے لیکن پھر بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لہذا

اگر آپ اپنے دوست کو مقدار نصاب سے زیادہ مال زکوٰۃ میں دے دیا اور وہ قبض کرنے

کے بعد اس سے حج کر لے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اتنی زیادہ مقدار میں زکوٰۃ دینا مجھے

کراہت سے خالی نہیں۔

لما فی الہندیۃ ، ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درہم فصاعدا وان دفعہ جاز۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)۔

لہ وفي الہندیۃ ، التصديق على الفقير العالم افضل من التصديق على الجاهل كذا في الزاہدی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)۔ وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ قَبِيلِ بَابِ صَدَقَةِ الْفَقْرِ۔

لہ قال العلامة الحصکفیؒ: وكره اعطاء فقير نصابا او اكثر الا اذا كان المدفوع اليه

مديونا او كان صاحب عيال۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۹ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۲۹ باب المصروف۔

گھریلو ملازم کو زکوٰۃ دینے کا حکم | سوال :- میرے پاس دو ہزار روپے ماہوار پر ایک گھریلو ملازم ہے، کیا میں اسے زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟

الجواب :- فقیر ملازم کو زکوٰۃ اور صدقہ دونوں دینا درست ہے اور ملازم کے لیے لینا بھی جائز ہے تاہم تنخواہ میں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: ویجوز دفعہا الی من یمثل اقل من النصاب وان کان صحیحاً
مکتبہ کذا فی الزاہدی - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ البتہ السابغ فی المصارف) لہ

حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ کو زکوٰۃ دینے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے

میں کہ حکومت بینکوں کی رقم سے دینی مدارس کو کچھ رقم بطور زکوٰۃ دیتی ہے، تو کیا یہ رقم زکوٰۃ شمار ہوگی یا سود یا کوئی تیسری جنس، اور طلبہ کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ بظاہر زکوٰۃ کی رقم ہے، لہذا طلبہ جو مصرف زکوٰۃ ہوں ان کے لیے اس رقم سے کھانا لباس بہ ہے، اگرچہ اس میں سودی رقم کے اختلاط کا وہم بھی موجود ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: لو اخرج زکوٰۃ المال الحلال من مال حرام ذکر فی الوہابیۃ انه یجوز عند البعض..... ولونوی فی المال الخبیث الذی وجبت صدقۃ ان یقع عن الزکوٰۃ وقع عنها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ مطلب فی التصدق من المال الحرام) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: یجوز دفع الزکوٰۃ الی من یمثل ما دون النصاب او قدر نصاب غیر تام وهو مستغرق فی الحاجة۔
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۲ باب المصروف)

وَمِثْلُهُ فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲ باب المصروف۔

لہ قال العلامة ابن البزازیہ الکردری: والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع الیه وبعد اسطر فلا يأخذہ لامن لا یجوز لہ اخذ الصدقة۔

(فتاویٰ البزازیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۳ ص ۸۸۶ ابواب الثانی فی المصروف)

وَمِثْلُهُ فی قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۳ کتاب الخیر والاباحۃ ویکراکله ومالا۔

سید اور کسی بزرگ کی اولاد میں باعتبار مصرف زکوٰۃ فرق ہے | سوال :- ہمارے علاقے میں ”سید“ اور

”میاں“ کی یکساں قدر کی جاتی ہے، ”سید تو آل نبی ہیں اور ”میاں“ لوگ کسی بزرگ اور ولی اللہ کی اولاد ہوتے ہیں، تو کیا میاں لوگ مصرف زکوٰۃ ہیں یا میاں اور سید برابر ہیں؟

الجواب :- سید اور میاں میں فرق واضح ہے، اس لیے کہ اگر میاں صاحبان کسی غیر سید بزرگ کی اولاد ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔
لما فی الہندیۃ : ولایدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؑ و آل عباسؑ و آل جعفرؑ و آل عقیلؑ و آل الحدیث بن عبد المطلب کذا فی الہدایۃ ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف) لہ

عباسی خاندان مصرف زکوٰۃ نہیں | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرا تعلق عباسی خاندان سے ہے کیا میں عباسی خاندان کے مساکین و یتامیٰ کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں، یا کوئی ایسا شخص عباسی نہ ہو وہ عباسی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- عباسی فقیر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ آل عباس آل ہاشم سے ہیں اور آل ہاشم مصرف زکوٰۃ نہیں، خواہ زکوٰۃ دینے والا عباسی ہو یا کوئی دوسرا۔

لما فی الہندیۃ : ولایدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؑ و آل عباسؑ و آل جعفرؑ

لہ قال العلامة ابن نجیمؒ : قوله وبنی ہاشم وموالیہم ای لایجوز الدفع لہم لحديث البخاری نحن اهل بیت لا تحل لنا الصدقة ولحديث ابی داؤد ومولى القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقة اطلق فی بنی ہاشم فشمیل فان کان ناصراً للنبی ﷺ ومن لم یکن ناصراً لہ منہم کولد ابی لہب فیدخل من اسلم منہم فی حرمة الصدقة لکونہ ہاشمیاً..... (روا ما ابولہب وابناءہ) وروی حدیثاً لا قرابة بینی و بین ابی لہب ونص فی البدائع علی ان الکرخی قید بنی ہاشم بالخمسۃ الخ

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۶ باب المصارف)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَاشِمٍ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۲۰۰ باب المصارف ۔

وآل عقیل و آل الحارث بن عبد المطلب کذا فی الهدایۃ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف) ۱۸۹

فقیر دائن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید فی الحال مسکین ہے لیکن اس کا عمرو پر اتنا قرضہ ہے کہ اگر وہ وصول ہو جائے تو زید صاحب نصاب بن جاتا ہے لیکن عمرو بھی مسکین ہے اور قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہے، تو کیا زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس سورت میں زید کا حکم ابن السبیل جیسا ہے کہ اگرچہ وہ صاحب نصاب ہے لیکن اس کے ہاتھ میں وہ مال موجود نہیں لہذا ایسے مقروض کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے اور اس کو زکوٰۃ دینے سے فریضہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

لما فی الہندیۃ: وان کان الذین غیر مؤجل فان کان من علیہ الدین معسراً یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ فی اصح الاقاویل لانه بمنزلۃ ابن السبیل۔
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف ومنها القارم) ۱۸۹

۱۸۹ قال العلامة ابن نجیم المصری: والخمسة المذكورون من بنی ہاشم لان العباس والحارث عمان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعفر وعقیل اخوان لعلی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب وهو ابن عتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۶ باب المصارف)

ومثله فی الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۲۲۶ باب المصارف ۱۸۹
قال العلامة ابن عابدین: قوله من له مال لا معه ای سواد کان ہو فی غیر وطنہ او فی وطنہ وله دیون لا یقدر علی اخذها کما فی النہر..... قال والحق بہ کل من ہو غائب عن مالہ وان کان فی بلدۃ لان الحاجۃ ہی المعتبرۃ وقد وجدت لانه فقیر بدا وان کان غنیاً ظاہراً۔
(رد المختار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۲۴۰ باب المصارف)

و مثله فی الفتاویٰ الخانیۃ ج ۲ ص ۲۶۶ باب المصارف۔

قرضہ کو زکوٰۃ میں مجرا کرنے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص

حضرات اگر اپنا قرضہ زکوٰۃ میں مجرا کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب :- صورت مذکورہ میں اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی دو صورتیں ہیں : (۱) قرض خواہ اپنی طرف سے واجب الادا رقم اس کو زکوٰۃ میں دے کر قرضے میں وصول کرے۔ (۲) مقروض کسی اور سے قرض لے کر قرض خواہ کو دیدے اور قرض خواہ اپنے قرض میں وصول کر کے مقروض کو زکوٰۃ میں واپس کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصکفی : واداء الذین عن العین وعن دین سيقبض لايجوز
وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع
المديون مديد مواخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه دفعه
للقاضی - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ قبل افتراضها علی له

زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدرسہ کے لیے قرآن مجید خریدنا | سوال :- ہمارے گاؤں

جبکہ گاؤں کے اکثر لوگ غریب ہیں اور مدرسے کو اپنی مدد آپ کے تحت چلا رہے ہیں تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے اس مدرسے کے لیے قرآن مجید اور دینی کتب خریدنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک شرط ہے بدون تملیک کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، تاہم اگر تملیک کے بعد وہ آدمی جسے زکوٰۃ دی گئی ہے اپنی طرف سے مدرسے کیلئے قرآن مجید اور دینی کتب خرید کر وقف کر دے تو جائز ہے۔

لے قال العلامة ابن نجيم رحمه الله : وليست فاد منه ان رجوع المتبرع بقضائه الدين
عند التصديق على الدائن محمول على ما اذا كان بغير امر المديون اما اذا كان
بامرهم فهو تمليك منه فلا رجوع عند التصديق بانه لا دين على الدائن وانما يرجع
على المديون وهو بعمومه..... والحيلة في الجواز في هذه الامثلة ان
يتصدق بمقدار زكوته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه
الوجوه الخ - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۳ باب المصروف)

قال العلامة الحصكفي: الحيلة ان يتصدق على الفقير ثمرًا مَرَّةً ان يفعل هذا الاشياء
وهل له ان يخالف امره لمرارة وانظاهو نعم۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار
ج ۲ ص ۶۳۔ باب المصروف)

قال العلامة الحصكفي: وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثمر هو يكفن فيكون
الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۲
قبيل افتراضها عمري) له

سید فقیر کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے کفن خریدنا سوال :- اگر کوئی سید فقیر اور محتاج فوت

ہو جائے اور اس کے پاس کفن وغیرہ کیلئے
کچھ نہ ہو، تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے سید فقیر کے لیے کفن خریدنا جائز ہے، اور اس سے زکوٰۃ کی
ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ کا مال کسی نادار اور فقیر کو تملیکاً دینا ضروری ہے
تکفین میت میں چونکہ تملیک کی شرط مفقود ہے لہذا میت کیلئے چاہے سید ہو یا غیر سید زکوٰۃ
کے مال سے کفن خریدنا جائز نہیں تاہم اگر مال زکوٰۃ کسی فقیر کے قبضے میں دے دیا جائے اور وہ
اپنی طرف سے میت کے لیے کفن خرید کر اس کو پہنا دے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور فقیر کو بھی
صدقے کا ثواب ملے گا۔

قال الحصكفي: وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في
تعمير المسجد وتعمامه في حيل الاشياء۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۲ کتاب الزکوٰۃ) ۱۲

له قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق
بمقدار زكواته على فقير ثمرًا مَرَّةً بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه
فيكون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقير ثواب هذه القرب كذا في المحيط۔
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)

۲ قال العلامة ابن نجيم: والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكواته على فقير ثم
يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقير ثواب هذه
القرب، كذا في المحيط۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ باب المصروف)

زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا فقہی جائزہ اور تراجم و تجاویز

صاحبۃ صدر پاکستان اور برصغیر کے سربراہ جناب جنرل محمد فیاض الحق مرحوم نے اپنے دور حکومت میں جب زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کے اجراء کا فیصلہ کیا اور رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے اسے شہر کیا تو مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جید اور مقتدر علماء کرام نے اس آرڈیننس کے جائزہ لیا اور چند خامیوں کو دور کرنے اور اسے عملی طور پر موثر بنانے کے لئے حکومت کو اپنے طرف سے تراجم و تجاویز پیش کیے۔ اس بورڈ میں جو علماء شامل تھے ان کے اسماء گرامیہ درج ذیل ہیں:

- (۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبِ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع۔
 - (۲) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی دارالافتاء ناظم آباد کراچی۔
 - (۳) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن دارالافتاء بنوری ٹاؤن کراچی۔
 - (۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نائب رئیس دارالعلوم کراچی۔
 - (۵) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رئیس دارالعلوم کراچی۔
 - (۶) حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر منتہم جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
 - (۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا سبحان محمود دارالعلوم کراچی۔
 - (۸) حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکروی دارالافتاء دارالعلوم کراچی۔
- ان تجاویز و تراجم کو فقہی مباحث سے مناسبت کے بناء پر فتاویٰ دارالعلوم حقانیہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (ان مسرتے)

صدر پاکستان کی طرف سے جاری کردہ زکوٰۃ و عشر آڈیننس کا
فقہی جائزہ اور ترامیم و تجاویز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عبادة الذين اصطفى أما بعد!

حال ہی میں حکومت پاکستان نے سرکاری سطح پر زکوٰۃ اور عشر کی وصولی اور تقسیم کے لیے ایک آرڈی ننس نافذ کیا ہے جس کے ذریعے مسلمانوں پر واجب الادا زکوٰۃ کا ایک حصہ حکومت وصول کرے گی اس کی تقسیم کا انتظام کرے گی۔

زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام اسلامی حکومت کی ایک اہم ذمہ داری ہے اور اگر حکومت یہ انتظام ٹھیک ٹھیک شرعی احکام کے مطابق قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ نفاذِ شریعت کی طرف ایک نہایت مثبت قدم ہوگا اور انشاء اللہ اس ملک کے مسلمان اس کی دنیوی اور اخروی برکات سے بہرہ ور ہو سکیں گے، لیکن اس نظام کو سرکاری سطح پر جاری کرتے وقت حکومت کو یہ بات پوری طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ نظامِ زکوٰۃ کا نفاذ اسلامی معیشت کے قیام کے لیے جتنا ضروری اور اہم ہے اتنا ہی نازک اور توجہ طلب بھی ہے۔ زکوٰۃ دوسرے محاصل یا ٹیکسوں کی طرح کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ یہ وہ عظیم الشان عبادت ہے جو اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن قرار دی گئی ہے۔ لہذا اس میں عبادت اور اطاعتِ خداوندی کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

له عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بُني الإسلام على خمس شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبداً ورسولاً وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان - متفق عليه - رمشكوة المصباح ج ١ ص ٢ كتاب الإيمان - (الفصل الأول)
قال العلامة ابن عابدين: قد مو الزكاة ^{عليه} اقتداء بكتاب الله... ولأنها أفضل العبادات بعد الصلاة قهستاني - (رد المحتار على هامش الدر المختار ج ٢ ص ٢ كتاب الزكاة)

حکومت زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام اپنے ذمے لے کر ایک ایسی گرانبار اور نازک ذمہ داری اپنے سر لے رہی ہے جو اس کے دینی جذبے، اس کے اخلاص اور اس کے حسن انتظام کے لیے ایک زبردست آزمائش اور امتحان کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں حکومت کو ایک طرف تو اس بات کا پورا لحاظ رکھنا ہوگا کہ کسی مسلمان کے ساتھ زکوٰۃ کی وصولی میں کوئی نا انصافی نہ ہونے پائے اور دوسری طرف اس کے ذمے شرعاً واجب الادا ہے اس سے ایک پائی بھی زائد وصول نہ ہو کیونکہ حدیث پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **المعتدی فی الصدقة کما نفعها** یعنی زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنے والا ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا۔

اور دوسری طرف اس بات پر کڑی نظر رکھنی ہوگی کہ زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی یہ مقدس رقوم ٹھیک شریعت کے مطابق اس کے صحیح مستحقین تک پہنچیں اور اس میں کوئی خیانت، خورد برد، بد عنوانی یا شرعی احکام سے تجاوز نہ ہونے پائے، زکوٰۃ کے تقدس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے مصارف کا تعین انبیاء علیہم السلام پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ اسے بذات خود قرآن کریم میں متعین فرما دیا ہے۔ چنانچہ جب تک زکوٰۃ کو ان مصارف پر صحیح طور سے خرچ کرنے کا اطمینان بخش انتظام نہ ہو جائے زکوٰۃ کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا، لہذا اگر حکومت زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم دونوں کا نظام صحیح طور سے مقرر کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو یہ اس کا ایک عظیم کارنامہ ہوگا جس کی برکات انشاء اللہ کھلی آنکھوں محسوس ہوں گی۔

اگر خدا نخواستہ زکوٰۃ کی ان مقدس رقوم کو مستحقین تک پہنچانے کا انتظام صحیح نہ ہو سکا تو کروڑوں مسلمانوں کی عبادت خراب ہونے کا وبال بھی دنیا و آخرت میں بڑا سنگین ہو سکتا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو اس کڑی آزمائش میں پورا

۱۔ عن النبیؐ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعتدی فی الصدقة کما نفعها، رواہ ابو داؤد والترمذی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۵۹ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ۔ الفصل الثانی)
 ۲۔ قال اللہ تعالیٰ: **انما الصدقات للفقراء والمساکین** العاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ (سورۃ التوبۃ آیت ۷۰)

اترنے کی توفیق کامل عطا فرمائے اور اس نازک مرحلے کو اس کے لیے آسان فرمائے آمین
اس مقصد کے حصول کے لیے پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ زکوٰۃ و عشر کا جو قانون نافذ
کیا گیا ہے وہ شرعی اعتبار سے درست ہو اور اس میں شرعی لحاظ سے کوئی سقم باقی نہ رہے
اور دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ اس قانون کے مطابق عمل درست ہو، جہاں تک قانون
کا تعلق ہے مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کے اجلاس میں حالیہ زکوٰۃ و عشر آرڈینیمنس پر غور کیا گیا
اور شرعی نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل تبصرہ اتفاق رائے کے ساتھ
منظور کیا گیا۔

(۱) نصاب زکوٰۃ | اس آرڈیننس کی سب سے زیادہ سنگین غلطی یہ ہے کہ اس میں ہر
اس شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم کر دی گئی ہے جس کے بینک اکاؤنٹ
میں زکوٰۃ منہا کرنے کے دن ایک ہزار روپے سے زائد رقم جمع ہو، اور بینکوں کے علاوہ
دوسرے مالیاتی اداروں میں یہ ایک ہزار روپے کی قید بھی نہیں ہے بلکہ ان اثاثوں کے
حامل افراد کو ان کے اثاثوں کی مالیت کا لحاظ کئے بغیر لازمی طور پر زکوٰۃ کا مستوجب قرار
دے دیا گیا ہے، یہ شرعی لحاظ سے انتہائی سنگین غلطی ہے اور عملاً اس قانون سے بہت
سے لوگوں کے ساتھ یہ زیادتی ہو سکتی ہے کہ ان پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے باوجود
ان سے زکوٰۃ وصول کر لی جائے، حالانکہ شریعت کی رو سے زکوٰۃ صرف اس شخص پر فرض ہے
جو نصاب یعنی ۵۲/۲ تولہ چاندی یا اتنی مالیت کی نقدی، سونے یا مال تجارت کا مالک
ہو یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ ۵۲/۲ تولہ چاندی کی قیمت کے
برابر اس کی ملکیت میں ہو، البتہ اگر کسی شخص کے پاس سونے کے سوا کوئی اور چیز موجود نہ ہو
تو اس کا نصاب ۵۲/۲ تولہ سونا ہے۔

۱۔ قال العلامة ابن عابدین: قوله نصاب هو ما نصبه الشارع علامة على وجوب
الزكاة من المقادير (مراد المختار على هامش الدر المختار ج ۲ ص ۵ کتاب الزکوٰۃ)
۲۔ قال العلامة الحصکفی: نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل
عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل..... في غرض تجارة قيمته نصاب -
(الدر المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۳ باب زکوٰۃ المال)

پھر اگرچہ شرعاً زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مہر رقم پر علیحدہ سال پورا ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ سارے سال کم از کم بقدر نصاب مالیت کا مالک رہا ہو، آرڈیننس میں زکوٰۃ کی ان بنیادی شرائط کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔

لہذا اگر نظام زکوٰۃ کو واقعہً شرعی اصولوں کے مطابق قائم کرنا ہے تو آرڈیننس میں ایسی ترمیم ناگزیر ہے جس کی رو سے زکوٰۃ صرف انہی افراد سے وصول کی جاسکے جس کے ذمے شرعاً زکوٰۃ فرض ہے اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ دفعہ ۲، ذیل ۲۳ میں ”صاحب نصاب“ کی جو تعریف لکھی گئی ہے یعنی :

”صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمے اس آرڈیننس کی رو سے زکوٰۃ واجب الادا ہو“

اسے تبدیل کر کے ”صاحب نصاب“ کی تعریف اس طرح کی جائے :-

”صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں $\frac{5}{2}$ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ، سونا یا سامان تجارت ہو یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر $\frac{5}{2}$ تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو“

۱۔ قال العلامة ابن عابدینؒ، قوله لحوالته عليه اى لان حوالان الحول على النصاب شرط لكونه سبباً وهذا اعلة للنسبة وسمى الحول حوالاً لان الاموال تتحول فيه اولانه يتحول من فصل الى فصل من فصوله الاربع - (رد المحتار على هامش الدر المختار ج ۲ ص ۵ مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

۲۔ عن ابى سعيد الخدرى رضى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس فيما دون خمسة اوسق من التمر صدقة وليس فيما دون خمس اواق من الصدق صدقة وليس فيما دون خمس الخ - (مشکوٰۃ المصابيح ج ۱ ص ۱۵۸ باب ما يجب فيه الزکوٰۃ)

۳۔ قال العلامة الحصكفي رحمہ اللہ، نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل في عرض تجارة قيمة نصاب - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳ باب زکوٰۃ المال)

پھر ہر سال تاریخ زکوٰۃ سے پہلے ۵۲/۲ تولہ چاندی کی جو قیمت ہو اس کا اعلان کر کے اس قیمت کو وصولی زکوٰۃ کا معیار مقرر کیا جائے یعنی صرف ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے جن کی اتنی مالیت کی قوم بینکوں یا دیگر مالیاتی اداروں میں جمع ہوں۔

(۲) سال گزرنے کا مسئلہ | زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مقدار نصاب پر پورا سال گزر چکا ہو۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ

جب کوئی شخص ایک مرتبہ صاحب نصاب بن جائے اور سارا سال صاحب نصاب رہے تو سال کے اختتام پر جتنی بھی رقم اس کی ملکیت میں ہوگی اس ساری رقم پر شرعاً زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہے خواہ اس رقم کا کچھ حصہ ایک دن پہلے ہی اس کی ملکیت میں آیا ہو، لہذا ہر رقم پر تو سال گزرنا ضروری نہیں ہے لیکن مقدار نصاب کا پورے سال ملکیت میں رہنا ضروری ہے۔
موجودہ آرڈیننس کے تحت ایسی صورتیں عملاً ممکن ہیں کہ جس تاریخ میں کسی شخص کے

اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وضع کی جائے اس سے صرف چند روز پہلے ہی وہ صاحب نصاب بنا ہو تو ایسی صورت میں اس سال ایسے شخص سے جبراً زکوٰۃ وضع کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ لہذا آرڈیننس میں ایسی گنجائش موجود ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ اسے مقدار نصاب کا مالک بنے ہوئے سال پورا نہیں ہوا تو اس کی زکوٰۃ وضع نہ کی جائے۔

لے قال العلامة الحصکفی، مقوماً باحدھما ان استویا فلو احدثهما روج تعین التقویم بہ ولو بلغ باحدھما نصاباً دون الآخر تعین ما یبلغ بہ الخ

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ باب زکوٰۃ المال)

لے قال العلامة الحصکفی، والمستفاد ولو بجهة اوارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فینکبہ بحول الاصل۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۵ باب زکوٰۃ الغنم)
لے قال العلامة ابن عابدین، فمن انکر تمام الحول ای علی ما فی یدہ وعلی ما فی بیتہ فلو کان فی بیتہ مال آخر قد حال علیہ الحول وما مر بہ لم یحل علیہ الحول واتحد الجنس فان العاشر لا یلتفت الیہ لوجوب الضم فی متحد الجنس الا لما تع بحول۔

(رد المختار علی هامش الدر المختار ج ۲ ص ۲۳۳ باب العاشر)

لے قال العلامة الحصکفی، وسببہ ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی۔
الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۱ مطلب الفرق بین السبب والشروط والعلة

(۳) قرضوں کا مسئلہ | آرڈیننس میں قرضہ جات کو قابلِ زکوٰۃ مالیت سے منہا کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی، اس سلسلے میں فقہائے امت کے مذاہب

کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر طرح کے قرضے منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرضے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہیں اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ سے نہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا قرض زکوٰۃ سے منہا نہیں ہوگا۔^{۱۳۹۹} ملاحظہ ہو المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۳۱۳، ۳۱۴

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو زکوٰۃ آرڈیننس کے جس مسودے کو رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے منتشر کیا گیا تھا اس میں بھی قرضوں کی منہائی کی گنجائش موجود تھی اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ”مجلس تحقیق مسائل حاضرہ“ نے اس وقت بھی یہی رائے پیش کی تھی۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ ”بینات“ ص ۸ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ)

لہذا مجلس کی رائے میں نصاب، حوالانِ حول اور قرضوں کے بارے میں مذکورہ بالا تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے آرڈیننس کی دفعہ ۳ مجوزہ ترمیم کے بعد اس طرح ہونی چاہیے :-
”آرڈیننس کے دوسرے احکام کے تابع ہر مسلمان صاحبِ نصاب شخص سے شیڈول ۱ میں دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہر سال زکوٰۃ کے اختتام پر لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی، شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ تاریخ زکوٰۃ کے دن اس کی قابلِ زکوٰۃ جملہ مملوکات کو نصاب کی مقدار تک پہنچے ہوئے پورا سال نہیں گزرا۔“ اس کے مذکورہ اثاثوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔ مزید شرط یہ ہے کہ ”جو شخص یہ ثابت کر دے کہ وہ مفروض ہے اور

۱۔ قال المحقق ^{علیہ السلام} : فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد -

والدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵ کتاب الزکوٰۃ

۲۔ قال العلامة برهان الدين المرغيناني، ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زکوٰۃ عليه۔ وقال الشافعي يجب لتحقيق السبب وهو ملك نصاب تام۔

(الهداية ج ۱ ص ۱۶۸ کتاب الزکوٰۃ)

اس نے قرضہ کسی پیداواری غرض سے نہیں لیا، تو اس کے قرضے کی رقم کو قابلِ زکوٰۃ رقم سے منہا کیا جائے گا۔

(۴۲) اموالِ ظاہرہ و باطنہ | بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ منہا کرنے پر ایک علمی اشکال یہ ہے کہ فقہاء کرام کس تصریح کے مطابق حکومت کو اموالِ ظاہرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہوتا ہے اموالِ باطنہ سے نہیں لے

عام طور پر فقہاء نے مفت چراگاہوں میں چرنے والے مویشیوں، کھیتوں اور باغات کی پیداوار اور اس مالِ تجارت کو جو شہر سے باہر لے جایا جا رہا ہو اموالِ ظاہرہ میں شمار کیا ہے اور نقدی، زیورات وغیرہ باقی تمام قابلِ زکوٰۃ اموال کو اموالِ باطنہ قرار دیا ہے، بینک اکاؤنٹس چونکہ بصورتِ نقد ہوتے ہیں اس لیے علمی طور پر یہ سوال قابلِ غور ہے کہ حکومت ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد مجلس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ موجودہ دور میں بینک اکاؤنٹس کو اموالِ ظاہرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہدِ مبارک میں اموالِ ظاہرہ و باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی بلکہ دونوں قسم

۱۔ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ان مال الزكاة نوعان ظاهر وهو الماشي والمال الذي يمر به التاجر على العاشر و باطن وهو الذهب والفضة واموال التجار في مواضعها اما الظاهر فلا مام ونوابه وهم المصدقون من السعاة والعشار ولاية الاخذ الخ قال بخلاف الاموال الباطنة -

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۱ باب العاشر)

۲۔ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: لياخذ الصدقات.... من التجار المارين باموالهم الظاهرة والباطنة عليه - قال ابن عابدین و مراده نحن بالباطنة ماعدا الماشي بقريئة قوله المارين باموالهم - (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ مطلب ما ورد في ذم العشار)

کے اموال سے زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب قابل زکوٰۃ اموال کی کثرت ہو گئی اور آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ اگر عاملین زکوٰۃ لوگوں کے گھروں اور دوکانوں میں پہنچکر ان کی املاک کی چھان بین کریں گے تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور اس سے ان کے مکانات، دوکانوں، گوداموں اور محفوظ شخصی مقامات کی کج حیثیت مجروح ہوگی، تو آپؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ صرف ان اموال کی زکوٰۃ حکومت کی سطح پر وصول کی جائے جن کی زکوٰۃ وصول کرنے میں یہ مضرت لاحق نہ ہو اور جس کا حساب کرنے کے لیے گھروں اور دوکانوں کی تلاشی نہ لینی پڑے۔ ایسے اموال اُس زمانے میں صرف دو قسم کے تھے یعنی ”مہوشی اور زرعی پیداوار“۔ چنانچہ صرف ان کی زکوٰۃ آپؓ نے سرکاری سطح پر وصول کرنے کا اعلان فرمادیا اور باقی اموال کو باطنہ قرار دے کر ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود مالکان کی ذمہ داری قرار دے دی۔

بعد میں جب حضرت عمرو بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو انہوں نے شہروں کے باہر ایسی چوکیاں مقرر فرمادیں کہ جب کوئی شخص مال تجارت لے کر وہاں سے گزرے تو اس سے وہیں زکوٰۃ وصول کر لی جائے، اس مقام پر شہر سے باہر جانے والے مال تجارت کو بھی اموال ظاہرہ میں شمار کر لیا گیا، کیونکہ حکومت کو اس کی زکوٰۃ وصول کرنے اور اس کا حساب کرنے کے لیے مالکان کے گھروں، دوکانوں اور نجی مقامات کی تلاشی کی ضرورت نہیں تھی۔ مذکورہ بالا صورت حال کی وضاحت کے لیے حضرات فقہاء کرام کی تصریحات مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

ظاہر قوله تعالى ”خذ من اموالهم صدقة“ (الآیۃ) توجب اخذ الزکوٰۃ مطلقاً للامام، وعلى هذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفان بعده فلما ولي عثمان رضي الله عنه وظهر تغير الناس كره ان يفتش السعالي الناس مستولي اموالهم ففوض الدفع الى الملاك نياية عنه ولم يختلف الصحابة في ذلك عليه وهذا لا يسقط طلب بها۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۸۷ کتاب الزکوٰۃ)

(۲) اور امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

وقوله تعالى ”خذ من اموالهم صدقة“ (الآیۃ) يدل على ان اخذ الصدقات

الی الامام وانه متى اداها من وجبت عليه الى المساكين لم يحجزه لان حق الامام قائد في اخذها فلا سبيل الى اسقاطه وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم يوجه العمال على صدقات المواشي ويأمرهم بان ياخذوا على المياه في مواضعها۔
اگے تحریر فرماتے ہیں :-

اما زكوة الاموال فقد كانت تحمل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان ثم خطب عثمان فقال هذا شهر زكوة فمن كان عليه دين فليؤده ثم ليترك بقية ماله فجعل لهم اداءها الى المساكين وسقط من اجل ذلك حق الامام في اخذها لانه عقد عقده امام من ائمة العدل فهو نافذ على الامة لقوله عليه السلام و عليهم اولهم ولهم يبلغنا انه بعث سعاة على زكوة الاموال كما بعثهم على صدقات المواشي والتماد في ذلك لان سائر الاموال غير ظاهرة للامام وانما تكون مخبوة في الدور والخوانيت والمواضع الخفية ولم يكن جائزاً للسعاة دخول احوالهم ولم يحجز ان يكلفوهم انصارها..... ولما ظهرت هذه الاموال عند التصرف بها في البلدان اشبهت المواشي فنصب عليها عمال ياخذون منها ما وجب من الزكوة ولذا لك كتب عمر بن عبد العزيز الى عماله ان ياخذوا مما مر به المسلم من التجارات عن كل عشرين ديناراً نصف دينار۔
(احكام القرآن ج ۳ ص ۵۵ مطبوعه استنبول ۱۳۳۵ هـ)
(۳) اور فقہ حنفی کی معروف کتاب "الاختیار" میں ہے :-

لان الاخذ كان للامام وعثمان رضي الله عنه فوضه الى الملاك وذلك لا يستقط حق طلب الامام حتى علم ان اهل بلدة لا يؤدون نكاحاتهم طال بهم بها ولو متربها على الساعي كان له اخذها۔ (الاختیار ج ۱ كتاب الزكوة)
(۴) اور علامہ برہان الدین مرغینانی تحریر فرماتے ہیں :-

ومن مزرعى عاشرها بمائة درهم واخيرة ان له في منزله مائة اخرى وقد حال عليها الخول لميزك التي متربها لقلته۔ وما في بيته لم يدخل تحت حمايته۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۸۱ باب من يزرع على العاشر)

فقہاء کرام کی مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہے کہ فقہاء کرام نے تجارت

اُس وقت تک اموال باطنہ رہتے ہیں جب تک وہ پوشیدہ نجی مقامات پر ماسکان کے زیرِ حفاظت ہو، ایسے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے میں چونکہ ان نجی مقامات میں دخل اندازی کرنی پڑتی ہے اسلئے انہیں حکومت کی رسوئیابی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، لیکن جب یہی اموال ماسکان ان نجی مقامات سے نکال کر باہر لے آئیں اور وہ حکومت کے زیرِ حفاظت آجائیں تو وہ اموال ظاہرہ کے حکم میں آجاتے ہیں لہٰذا اور حکومت کو ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے، گو یا کسی مال کے اموال ظاہرہ میں شہان مہونے کے لیے دو بنیادی امور ضروری ہیں :-

ایک یہ کہ وہ ایسے نجی مقامات پر رکھے ہوئے نہ ہوں جہاں سے ان کا حساب کرنے کے لیے نجی مقامات کی تفتیش کرنی پڑے۔ کافی العبارة الاولى والثانية۔

اور دوسرے یہ کہ وہ حکومت کے زیرِ حفاظت آجائیں۔ کافی العبارة الرابعة۔

اگر اس معیار پر موجودہ بینک اکاؤنٹس کا جائزہ لیا جائے تو ان میں یہ دونوں باتیں پوری طرح موجود ہیں۔ ایک طرف تو یہ وہ اموال ہیں جنہیں ان کے ماسکان نے اپنی ترز و حفاظت سے نکال کر خود حکومت پر ظاہر کر دیا ہے اور ان کے حسابات میں نجی مقامات کی تفتیش کی ضرورت نہیں ہے، دوسری یہ حکومت کے زیرِ حمایت ہی نہیں بلکہ زیرِ ضمانت آچکے ہیں، بالخصوص جب بینک سرکاری ملکیت میں ہوں اور ان کو جو سرکاری تحفظ حاصل ہے وہ عاشر پر گزرنے والے اموال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، اس لیے مجلس کی رائے یہ ہے کہ بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھے ہوئے اموال اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں اور حکومت ان سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے۔

اور اگر بالفرض انہیں یا ان میں سے بعض کو اموال باطنہ ہی قرار دیا جائے تب بھی

لہ قال العلامة الحسکفی: نصیبة الاما على الطريق لیاخذ الصدقات من التجار الممارین یا موالیم اظاہرة والباطنة علیہ۔ قال ابن عابدین: ومراة هنا بالباطنة ما عدا المواشی بقدرینة قوله الممارین یا موالیم والافکل ما مر به علی العاشر فهو من نوع ظاہر و سماها باطنة باعتبار ما کان قبل المرور۔

والدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۴۲ مطلب ما ورد فی ذم العشار

ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۸۳ الباب الرابع فیمن یمر علی العاشر۔

فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بن علاقہ کے لوگ از خود زکوٰۃ ادا نہ کریں تو وہاں حکومت اموال باطنہ کی زکوٰۃ کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے، جیسا کہ فتح القدیر اور "الاختیار" کی عبارتوں سے اس کی تصریح گزر چکی ہے، اور یہی مسئلہ بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۷۷ میں بھی موجود ہے۔

(۵) زکوٰۃ کی نیت کا مسئلہ | بینک اکاؤنٹس اور دیگر مالیاتی اداروں سے جبراً زکوٰۃ وضع کرنے کے بارے میں ایک دوسرا علمی اشکال یہ ہو سکتا ہے

کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور دوسری عبادتوں کی طرح اس کی ادائیگی میں بھی نیت ضروری ہے لیکن جب مذکورہ اداروں سے جبراً زکوٰۃ وضع کی جائے گی تو اس میں مالکان کی طرف سے شاید نیت نہ ہو سکے؟

لیکن فقہاء کرام کی تصریحات میں اس اشکال کا حل موجود ہے اور وہ یہ کہ حکومت کو جن اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے ان میں حکومت کا وصول کر لینا بذات خود نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں :-

وفي مختصر الكرخي اذا اخذها الامام كرها فوضعها موضعها اجزائاً لان ولاية اخذ الصدقات فقام اخذها مقام دفع المالك وفي القنية فيه اشكال لان انية فيه شرط ولم توجد منه، قلت: قول الكرخي فقام اخذها الخ يصلح للجواب تامل۔ (ردالمحتار حاشیہ الدر المختار۔ ج ۲ ص ۲ مطلب فيما لو صاد السلطان)

(۶) بینک اکاؤنٹس کے قرض ہونے کی حیثیت | بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وصول کرنے پر تفسیر اشبہ یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ بینکوں میں جو رقوم جمع کرائی جاتی ہیں وہ فقہی اعتبار سے قرض کے حکم میں ہیں اور مقروض کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ قرض خواہ کی رقم سے زکوٰۃ وضع کرے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض بن جانے کے بعد تو یہ اموال مضمون ہونے

کی بناء پر اور زیادہ سرکاری تحفظ میں آگئے ہیں اس لیے قرض ہونے سے حکومت کے وصولی زکوٰۃ کے حق پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا، یہ بلا شک و شبہ دین قوی ہے جس پر بالاتفاق زکوٰۃ قرض ہے اور بینکوں کے سرکاری ملکیت ہونے کی وجہ سے یہ رقوم حکومت کے صرف علم ہی میں نہیں بلکہ اس کے قبضے اور ضمانت میں آجاتی ہیں اسلئے اگر حکومت ولایت عامہ کی بناء پر ان سے زکوٰۃ وضع کرے تو اس کو کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

(۷) مختلط طریقہ | لیکن مجلس یہ سمجھتی ہے کہ بینک اکاؤنٹس اور دیگر مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا مختلط طریقہ یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص ان اداروں میں اپنی رقم رکھوانے کے لیے آئے تو وہ ایک فارم پُر کرے جس میں اس کے طرف سے متعلقہ ادارے کو یہ اختیار دیا گیا ہو کہ وہ تاریخ زکوٰۃ آنے پر اس کی رقم سے زکوٰۃ منہا کر کے زکوٰۃ فنڈ کو دے دے۔ اس طرح یہ ادارے ماسکان کی طرف سے باقاعدہ وکیل بآداء الزکوٰۃ بن جائیں گے اور پھر اس میں نہ اموال باطنہ کی بنیاد پر کوئی اشکال باقی رہے گا نہ نیت کی بنیاد پر اور نہ اکاؤنٹس کے قرض ہونے کی بنیاد پر۔

(۸) سودی اکاؤنٹس اور زکوٰۃ | بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ وصول کرنے پر ایک اور غلج ان بعض ذہنوں میں یہ رہتا ہے کہ یہ تو سودی اکاؤنٹس ہیں اور سود اور زکوٰۃ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک اسلامی حکومت میں سودی کاروبار کا وجود اس کے ماتھے پر کلنک کا شرمناک ٹیکہ ہے اور بالخصوص زکوٰۃ کا نظام جاری کرنے کے بعد اس حرام و ناپاک ذریعہ آمدنی کو باقی رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے لہذا یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ بعجلت ممکنہ مسلمانوں کو سودی نظام کی اس لعنت سے نجات دلائے۔ لیکن جہاں تک زکوٰۃ کی ادائیگی کا تعلق ہے فقہی اعتبار سے اگر کسی شخص کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو اور وہ مجموعہ پر سے زکوٰۃ نکال دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حلال آمدنی کا ڈھائی فیصد شرعاً زکوٰۃ ہوگا اور حرام آمدنی کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ نہیں ہوگا بلکہ وہ صدقہ سمجھا جائے گا، جو حرام آمدنی سے جان چھڑانے کی غرض سے کیا جاتا ہے، اصل شرعی حکم یہ ہے کہ سود لینا حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص سود وصول کرے تو وہ سارے کا سارا

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی رحمہ اللہ : اما اذا اخذ من انسان مائة و من اخذ مائة و خلطها ثم تصدق لا یکفر لانه یس بحرم بعینه۔ قال ابی عابدینؒ بان المراد یس هو نفس الحرام لانه ملکہ بالخلط۔

{ الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۸، ۲۹ }
{ مطلب فی التصدق من المال الحرام }

واجب التصدق ہے۔ اب اگر حکومت نے اس میں سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ فنڈ میں دیا ہے جبکہ زکوٰۃ فنڈ میں صدقات ناقلہ اور عطیات بھی شامل ہیں، تو مالکان پشیمور واجب ہے کہ باقی ماندہ سود بھی چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے صدقہ کریں نہ یہ کہ اس کی بنیاد پر اصل مال کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کریں۔

مثال کے طور پر ایک شخص کے ایک ہزار روپے بنک میں جمع ہیں اور اس پر سو روپے سود کا اضافہ ہو گیا ہے تو حکومت پورے گیارہ سو روپے پر ڈھائی فیصد کے حساب سے ساڑھے ستائیس روپے وصول کرے گی، ان ساڑھے ستائیس روپوں میں سے پچیس روپے تو اس شخص کے اصل یعنی ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ ہے اور ڈھائی روپے زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ سود کی جو رقم پوری کی پوری صدقہ ہوئی چاہیے تھی اس کا ایک حصہ ہے، اگر یہ بھی زکوٰۃ میں چلا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ اس کا مصرف بھی فقرا ہی ہیں۔

(۹) نابالغ کی زکوٰۃ | امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وجوب زکوٰۃ کے لیے صاحب نصاب کا عاقل و بالغ ہونا شرط ہے ۱۔ جبکہ امام شافعی اور امام مالک

رحمہما اللہ کے نزدیک نابالغ اور فاجر العقل کے مال پر بھی زکوٰۃ لازم ہے۔ اُردوینس میں چونکہ بالغ اور نابالغ کے اکاؤنٹس میں کوئی فرق نہیں کیا گیا، اس لیے اس میں غالباً شافعی مسلک اختیار کیا گیا ہے اور لوگوں کے موجودہ حالات کے پیش نظر اگر ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی حکومت کے لیے اس میں بڑی احتیاط کرنا لازم ہے۔

۱۔ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی۔ قال ابن عابدین، ای مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله۔ وقال الحصکفی رحمہ اللہ: فلا زکوٰۃ کما لو کان کل خبیثاً۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ مطلب فی تصدق من المال الحرام)

۲۔ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحرية۔ قال ابن عابدین: فلا تجب علی مجنون وصبی لانها عبادة محضة ویسا مخاطبین بها۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۸ مطلب الفرق بین السبب والشرط والعلة)

۱۰) ترکے کا مال | البتہ بینک اکاؤنٹس میں بعض اموال ایسے ہو سکتے ہیں جو کسی مرحوم شخص کا ترکہ ہوں، چونکہ مرحوم کے انتقال کے ساتھ ساتھ ان اموال پر وراثہ کا حق ثابت ہو جاتا ہے اور وراثہ میں سے ہر ایک کا صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں اس لیے اس مال سے بھی زکوٰۃ وصول کرنا درست نہیں ہوگا لہذا آرڈیننس میں یہ استثناء بھی ہونا چاہیے کہ جو شخص زکوٰۃ وضع کرنے کے دن انتقال پاچکا ہو اس کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وضع نہیں کی جائے گی۔

۱۱) کمپنیاں اور شیئرز | آرڈیننس میں کمپنیوں کو بھی صاحب نصاب قرار دیا گیا ہے اور کمپنیوں کے حصص کو بھی شیڈول ۷ میں درج کر کے ان سے زکوٰۃ وضع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر کمپنی بینک اکاؤنٹس سے بحیثیت فرد قانونی الگ زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور اس کمپنی کے حصہ داروں سے ان کے حصص پر الگ زکوٰۃ وصول ہوگی، اگر واقعہ یہی ہے تو یہ طریقہ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ایک ہی مال سے سال میں دو مرتبہ زکوٰۃ وصول ہونے کا احتمال ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ لہذا اگر کمپنیوں سے زکوٰۃ وصول کی جا رہی ہے تو حصہ داروں الگ زکوٰۃ وصول نہ کی جائے، اور اگر حصہ داروں سے وصول کی جا رہی ہے تو کمپنیوں سے وصول نہ کی جائے، ان دونوں صورتوں میں سے مجلس کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ حصص پر وصول کی جائے۔

۱۲) عشر بصورت نقد | آرڈیننس میں عشر کا بھی ایک حصہ لازمًا وصول کرنے سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، مثلاً بارانی زمینوں کی پیداوار کا پانچ فیصد ہر قسم کی زمینوں میں کاشتکار کا حصہ وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی یہ تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ ان پر شرعاً عشر واجب ہے جسے مالکان اپنے طور پر ادا کریں گے اس حکم میں شرعاً کوئی خرابی نہیں، البتہ آرڈیننس کی دفعہ ۵ ذیل ۵ میں صراحت کی گئی ہے کہ عشر بصورت نقد وصول کیا جائے گا، صرف گندم اور دھان کے بارے میں یہ

لما قال العلامة الحمكفي: ولذا لا يؤخذ العشر من الوصي إذا قال هذا مال اليتيم۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۰ قبیل باب الرکاز)

استثناء رکھا گیا ہے کہ اگر صوبائی کونسل چاہے تو اسے بصورت جنس وصول کرے۔
مجلس کی رائے میں یہ حصہ بی ^{۱۸۱} ترمیم ہے کیونکہ شرعاً عشر کو بصورت نقد ادا کرنا لازم نہیں بلکہ شریعت نے اس میں مالک پیداوار کی سہولت کو ملحوظ رکھا ہے لہذا یہ پابندی ختم کر کے اس معاملے کو مالک پیداوار کی صوابدید پر چھوڑنا چاہیے۔

(۱۳) چوتھائی پیداوار کا عشر سے استثناء | آرڈیننس میں زرعی پیداوار کے چوتھائی

حصہ کو اخراجات کی مد میں عشر سے مستثنیٰ کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اگرچہ بعض ائمہ کے اقوال اس قسم کے منقول ہیں کہ چوتھائی پیداوار تک اخراجات کی مد سے مستثنیٰ ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو فتوح الباری ج ۳ ص ۲۴۲ باب خرض التمر لیکن حنفیہ اور اکثر فقہاء کے مسلک میں یہ چھوٹ نہیں ہے لہذا اگر حکومت یہ چوتھائی حصہ لازمی وصولی سے مستثنیٰ کرنا چاہتی ہے تو ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرنا چاہیے کہ اس حصہ کا عشر مالکان خود ادا کریں گے۔

(۱۴) تاریخ زکوٰۃ | موجودہ آرڈیننس کے مطابق ہر سال زکوٰۃ یکم رمضان المبارک سے شروع ہو کر شعبان کے آخری دن پر ختم ہوگا، اور یہ بات طہان بخش ہے کہ شریعت کے مطابق زکوٰۃ کی تقسیم کے لیے ہجری سال کو اختیار کیا گیا ہے لہذا لیکن

لہ قال العلامة المرغینانی، ويجوز دفع القيمة في الزكاة عندنا وكذا في الكفارات وصدقة الفطر والعشر والندى..... ولتان الامر بالاداء الى الفقير ايصال للرزق الموعود اليه الخ۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۸۱ فصل في الخيل)

لہ قال العلامة المرغینانی، وكل شئ اخرجته الارض مما فيه لعشر لا يحتسب فيه اجر العمل ونفقة البقر لان التبی علیہ السلام حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المثونة فلا معنى لرفعها۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۸۵ باب زکوٰۃ الزروع والثمار)

لہ قال العلامة المرغینانی، في قليل ما اخرجته الارض وكثيرة العشر سواء سقى سيعاً الخ۔ (الهداية ج ۱ ص ۱۸۳ باب زکوٰۃ الزروع والثمار)

لہ قال العلامة الحصكفي، وحولها اي الزكاة قمری بحرعت القنية لا شمسی۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲ قبیل باب زکوٰۃ المال)

مختلف اثاثوں کی قیمت لگانے کے لیے پہلے شیڈول میں مختلف تاریخیں مقرر کی گئی ہیں، یہ صورتحال شرعاً درست نہیں ہے شرعی صورت یہ ہے کہ جب کوئی شخص صاحب نصاب بن جائے تو اس کی ہر رقم کے لیے الگ سال شمار نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے تمام اثاثوں کے لیے زکوٰۃ کے وجوب کی ایک ہی تاریخ ہوتی ہے لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تمام اثاثوں میں قیمت لگانے کی تاریخ (VALUATION DATE) ایک ہی رکھی جائے۔ البتہ اس قیمت کی بنیاد پر زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخیں (DEDUCTION DATE) مختلف اثاثوں کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں۔

(۱۵) قیمتی پتھروں اور مچھلیوں کی زکوٰۃ | آرڈیننس کے شیڈول ۲ میں اشیاء کی فہرست دی گئی ہے جن پر حکومت زما زکوٰۃ

وصول نہیں کرے گی بلکہ ماسکان پر بطور خود ان کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اس فہرست میں قیمتی پتھروں اور مچھلیوں پر بھی زکوٰۃ عائد کی گئی ہے، حالانکہ ان دونوں اشیاء پر اس وقت زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک تجارت کی نیت سے انہیں خریدنا نہ ہو لہذا ان دونوں اشیاء کو اس شیڈول سے خارج کرنا چاہئے کیونکہ بہ نیت تجارت خریداری کی صورت میں یہ ”اموال تجارت“ میں شامل ہو جائیں گے جن کا ذکر شیڈول ۲ میں موجود ہے۔

(۱۶) مصارف زکوٰۃ | مصارف زکوٰۃ کے بیان میں آرڈیننس میں براہ راست فقراء کو زکوٰۃ پہنچانے کے ساتھ مختلف اداروں کے توسط سے فقراء کی

لے قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من حنبلہ
ضمہ الیہ وزکوٰۃ بہ۔۔۔ لانا ان المجانسة هي العلة في الاولاد والارباح لان
عندها يتعسر التمييز فيعسر اعتبار الحول لكل مستفاد وما شرط الحول الا
للتيسير۔ (الهداية ج ۲ ص ۱۵۷ فصل في الخيل)

لے وفي الهندية: ولا شيء فيما يخرج من البحر كالعبر واللؤلؤ والسمك كذا في فتاویٰ
قاضی خان۔ (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۱۵۷ قبیل الباب السادس في زکوٰۃ الزرع والثمار)
وقال العلامة الحسکفی: لا زکوٰۃ في الآلی والجواهر وان سوت الفأ اتفاقاً الا ان تكون
للتجارة۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۷ قبیل باب السائمة)

امداد کا بھی ذکر ہے، اس میں یہ وضاحت ہونی چاہیے کہ ہر صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی مستحق زکوٰۃ کو باقاعدہ مالک بنا کر کی جائے گی۔

خلاصہ تجاویز برائے حکومت

- (۱) صاحب نصاب کی موجودہ تعریف کی جگہ حسب ذیل تعریف لکھی جائے۔
 ”صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ، سونا یا سامان تجارت ہو، یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔“
 پھر ہر سال تاریخ زکوٰۃ سے پہلے ساڑھے باون تولہ چاندی کی ہو قیمت ہو اس کا اعلان کیا جائے اور اس قیمت کو وصولی زکوٰۃ کا معیار مقرر کیا جائے، یعنی صرف ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے جن کی اتنی مالیت کی رقوم بینکوں یا دیگر مالیاتی اداروں میں جمع ہوں۔
- (۲) آرڈیننس کی دفعہ ۲ میں ترمیم کر کے اس کو اس طرح بنایا جائے۔
 ”آرڈیننس کے دوسرے احکام کے تابع ہر مسلمان صاحب نصاب شخص سے شیڈول ۱ میں دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہر سال زکوٰۃ کے اختتام پر لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔“
 شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ تاریخ زکوٰۃ کے دن اس کی جملہ ملوکات کو نصاب کی مقدار تک پہنچے ہوئے پورا سال نہیں گذرا، تو اس کے مذکورہ اثاثوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔
- مزید شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ وہ مقروض ہے اور اس نے قرضہ کسی پیداواری غرض سے نہیں لیا تو اس کے قرضے کی رقم کو قابل زکوٰۃ رقم سے منہا

لے قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: الزکوٰۃ شرعاً تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیمًا ناویا الزکوٰۃ لا یجریہ الا اذا دفع الیہ المطعوم۔
 (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ)
 ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲ کتاب الزکوٰۃ۔

کیا جائے گا۔

مزید شرط یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں باضابطہ ڈیٹہ سرٹیفکیٹ کے ذریعے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخ میں انتقال پاچکا تھا تو اس کے اکاؤنٹ سے بھی زکوٰۃ وضع نہیں کی جائے گی۔

(۳) بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں رقم رکھوانے والوں سے ایک وکالت نامہ تحریر کرایا جائے جس میں وہ متعلقہ مالی ادارے کو یہ اختیار دیں کہ تاریخ زکوٰۃ آنے پر وہ ادارہ ان کی طرف سے زکوٰۃ وضع کر کے زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرا دے۔

(۴) کمپنیوں اور ان کے حصص پر مالک الگ زکوٰۃ وصول نہ کی جائے بلکہ اگر کمپنیوں سے وصول کی جا رہی ہے تو حصص پر وصول نہ ہو، اور اگر حصص پر وصول کی جا رہی ہو تو کمپنیوں پر وصول نہ ہو، ان دونوں صورتوں میں سے بہتر یہ ہے کہ حصص پر وصول کی جائے۔

(۵) عکثر کے بصورت نقد وصول کرنے کی پابندی ختم کی جائے بلکہ یہ امر مالک پیداوار پر چھوڑا جائے کہ وہ چاہے تو بصورت جنس ادا کرے اور چاہے تو بصورت نقد ادا کرے۔

(۶) ہرزئی پیداوار میں سے جو تھائی حقہ جو کہ حکومت بطور منہائی اخراجات چھوڑ رہی ہے اس کے بارے میں یہ اعلان کیا جائے کہ اس حقہ کا عکثر مالکان خود ادا کریں۔

(۷) شیڈول ۱ کے تحت تمام اثاثوں کے لیے قیمت مقرر کرنے کی تاریخ (VALUATION DATE) ایک ہی مقرر کی جائے اور مختلف اثاثوں کے لیے مختلف تاریخیں نہ رکھی جائیں البتہ زکوٰۃ وضع کرنے کی تاریخیں مختلف اثاثوں کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں بشرطیکہ اثاثوں کے اسباب مختلف ہوں۔

(۸) قیمتی پتھروں اور مچھلیوں کو شیڈول ۱ سے خارج کیا جائے۔

(۹) شیڈول ۱ میں مویشیوں کی زکوٰۃ کی شرح بیان کرتے ہوئے پانچ سے پچیس اونٹ تک کی شرح بہت مجمل ہے جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پانچ سے پچیس اونٹوں تک ایک اونٹ واجب ہے۔ اس کی اصلاح کر کے واضح پر یہ لکھنا چاہیے کہ پانچ سے پچیس اونٹوں تک ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری واجب ہوگی۔

(۱۰) مصارف زکوٰۃ میں یہ وضاحت کی جائے کہ ہر صورت میں مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کا

مالک و قابض بتایا جائے گا، اور ادارے یہ قسمیں تعمیرات اور اساتذہ کی تنخواہوں میں صرف نہیں کر سکیں گے۔

— یہ چند تجاویز ہیں جو آرڈیننس کے فوری مطالبے سے سامنے آئیں۔ —

ولعل الله يحدث بعد ذلك أمراً - واخردعوننا ان الحمد لله رب العلمين -

(۱) بندہ عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک دیشاورم ۲۲/۹/۱۴۰۰ھ

(۲) رشید احمد عفا اللہ عنہ، دارالافتاء دارالعلوم کراچی - ۲۱/۸/۱۴۰۰ھ

(۳) محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۲۱/۸/۱۴۰۰ھ

(۴) اہقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ خادم " " " " " "

(۵) مفتی م ولی حسن دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوئی ٹاؤن کراچی ۲۱/۸/۱۴۰۰ھ

(۶) عبدالرزاق اسکندر " " " " " "

(۷) بندہ سبحان محمود، دارالعلوم کراچی ۱۴

(۸) بندہ عبدالرؤف سکھروی، دارالافتاء " "

اسلامی قوانین کے نفاذ میں شیعہ سنی تفریق تباہ کن ہے

وفاقہ مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۷ تا ۹ فروری ۱۹۸۳ء میں نظام عشر اور قاضی عدالتوں کے مستودوں پر مولانا سمیع الحق صاحب نے درس منٹ کے محدود وقت میں مختصر خطاب کے دوران دو اہم امور پر توجہ دلائی، مولانا کے اس مختصر خطاب کو قاضی عدالتوں کے ساتھ مناسبت کم وجہ سے وفاقہ مجلس شوریٰ کے کھلے پورٹنگ روم میں غنیمت نفلہ کر کے افادہ عام کیلئے قاضی عدالتوں میں شائع کیا جا رہا ہے (مرتب)

جناب چیرمین! مولانا سمیع الحق صاحب!

مولانا سمیع الحق! بحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب چیرمین صاحب! عشر کے بارے میں ہمارے دوستوں نے نہایت فاضلانہ گفتگو کی ہے اور اس کے شرعی حیثیت سے جو نکات تھے وہ ہمارے علماء کرام نے بالتفصیل واضح کئے ہیں۔ اس محدود وقت میں مختصر آئین نکات کے بارے میں کچھ عرض کروں گا جن کی طرف بعض حضرات نے اشارہ بھی کیا ہے۔

عشر کے ساتھ خراج بھی ہے | پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ اراضی کے متعلق، زمینوں کے متعلق اسلام کا جو نظام محاصل ہے وہ دو چیزوں سے عبارت ہے، عشر اور خراج۔ تو ہم اس سمت میں جب قدم اٹھا رہے ہیں اور یہ ایک نہایت قابل تحسین قدم ہے، انشاء اللہ اس راستے میں جو خامیاں اور رکاوٹیں ہیں وہ آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گی۔ لیکن ہم نے نظام عشر کے ساتھ ساتھ خراج کے نظام کو بالکل یکسر نظر انداز کر دیا ہے، خراج معنی یہ ہے کہ جو اراضی غیر مسلموں کی ہیں ان پر بھی عشر کی طرح ایک خاص شرح سے ٹیکس لگایا جائے، عشر تو عبادات میں شامل ہے اور غیر مسلموں سے حاصل ہونے والے محاصل کو ہم عشر نہیں کہہ سکتے، لیکن اسلام کی نظر میں ایک اسلامی مملکت کے تمام شہری حقوق کے لحاظ سے بھی برابر ہوتے ہیں اور زادیوں کے لحاظ سے بھی۔ زمین جب اسلامی مملکت کی کسی مسلمان کے پاس ہے یا

دیئے جائیں گے اور اس کے محاصل بھی متعین ہیں اور جہاں جہاں اس کو خرچ کیا جائے گا وہ مصارف بھی متعین ہیں۔ لہذا موجودہ طریقہ تو بے حد خطرناک ہے کہ جس کی سارے عالم اسلام میں کوئی مثال نہیں ملتی، احوال شخصیت کا معاملہ الگ ہے۔ پرسنل لاز میں ہم فقہی اختلافات کی گنجائش اور رعایت رکھیں گے لیکن جہاں مسئلہ آئے گا احوال عامہ اور پبلک لاز کا تو اس معاملے میں تفریق کسی جگہ بھی اختیار نہیں کی جائے گی۔ اس کے ایک خطرناک پہلو کا میں نے بحث کے موقع پر بھی ذکر کیا تھا۔ ہم سنی حضرات یا شیعہ حضرات کے لیے اس طرح اپنے مسلک بدلنے کا راستہ نکالیں، مالی مفادات کی وجہ سے ایک شخص فارم میں یہ لکھے کہ میں فلاں مسلک سے تعلق رکھتا ہوں اور جہاں اُسے نقصان ہے وہ لکھے گا کہ میں فلاں مسلک سے تعلق رکھتا ہوں، اور جناب صدر صاحب نے خود ایک میٹنگ میں وعدہ کیا کہ غلط ڈیکلریشن پر سخت سزا مقرر کی جائے گی۔ مگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں ایسا ہوا کہ ہزاروں لوگوں نے غلط ڈیکلریشن دیدیئے اور سنی نے اپنے آپ کو شیعہ لکھ دیا، تو کیا کسی ایک ڈیکلریشن کو بھی شریعت کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے؟ نقصان اس کاسینوں کو ہے جو بد قسمتی یا خوش قسمتی سے اکثریت میں ہیں لیکن وہ گھلٹن میں جا رہے ہیں، سنی محض مالی مفادات کی خاطر ایسا کر رہے ہیں کیونکہ یہ لوگوں کی کمزوری ہے۔ تو کئی لکھ دیتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ زکوٰۃ کے مسئلے میں بھی ایسا ہی ہوا، یہی فارم کل ہمارے خلاف دلیل بنیں گے کہ شیعوں کی اتنی بڑی تعداد ہے۔ تو تم شیعہ کو سنی اور سنی کو شیعہ بننے کا راستہ کیوں کھولتے ہو؟ اس کو اسلامی اصطلاح میں الحاد اور زندقہ کہا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر حکومت نے اسلامی نظام نافذ کرتا ہے تو خدا را ان کے اصول کے مطابق، ان کے مسلک کے مطابق، ان کی رائے کے مطابق بھی کوئی طریق کار وضع کیا جائے، ان کو کھلا نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ کمال تو یہ ہے کہ مصارف زکوٰۃ اور مصارف عشر کی تقسیم میں تو آپ نے کوئی تمیز متعین نہیں کی کہ اس میں شیعہ یا سنی کا امتیاز کس طرح کیا جائے جائے گا؟ لیکن لیتے تو آپ ایک خاص طبقہ (اہلسنت) سے ہیں اور تقسیم کرنے میں فراخ دلی اختیار کرتے ہیں، لینے والا خواہ شیعہ ہو یا سنی وہ لے سکتا ہے۔

مراعات کے لیے حکومت عادلہ ضروری نہیں تو ذمہ دار یوں کے لیے کیوں؟ ہمارے شیعہ دوست کہتے ہیں کہ جب حکومت عادلہ ہوگی تب یہ چیزیں ہم پر لازم ہوں گی حکومت عادلہ کی یہ نرالی منطق ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اگر دنیاوی عہدوں کیلئے، مناصب کے لیے، مراعات کے لیے حکومت، حکومت عادلہ

کسی کافر کے پاس ہے تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ غیر مسلم کی زمین اسی طرح چھوڑ دو اور صرف مسلمانوں پر ٹیکس لگا دو یا عشر لگا دو۔ تو جو اراضی غیر مسلم حضرات اور شہریوں کے پاس ہے اس پر بھی خراج لگایا جائے، اگر ہمیں اسلامی اصطلاحات سے شرم آتی ہے اور ہم احساس بہتری میں ضرورت سے زیادہ مبتلا رہتے ہیں تو ہم خراج کی بجائے اس کا نام کوئی اور بھی رکھ سکتے ہیں، لیکن خدا کی ساری زمین برابر ہے، یہ جن لوگوں کی ملکیت ہے ان میں کسی کو مستثنیٰ قرار دینا اور کسی کو پابند بنانا اس کی اسلامی تاریخ میں کہیں بھی مثال نہیں ملتی۔

پبلک لاء میں تفریق تباہ کن ہے | اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی بڑے درد اور افسوس سے کہتا ہوں، اسے کوئی غلط معنی نہ پہنایا جائے۔ جناب وزیر خزانہ صاحب نے کل بڑے مدلل جواب دیئے لیکن اس مسئلے کو انہوں نے ہلکا سمجھا اور گول مول کے انداز میں اسے چھوڑ دیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایک مسلم ملک کے مسلمان شہری ہیں تو ہمیں مکمل فکری یکجہتی اور یکانگت کی ضرورت ہے، ہماری حمزہ کیٹی کی رپورٹ میں بھی اس جانب مناسب انداز سے توجہ دلائی گئی ہے کہ عشر کے معاملے میں یا کسی بھی اسلامی قانون کے بارے میں دو طریقے اختیار کرنا اور فقہی مسائل کو راستے کی رکاوٹ سمجھ کر کچھ لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیدینا یہ چیز آگے چل کر ملک کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ خدا کی قسم میں یہ کسی تعصب کی وجہ سے نہیں کہتا ہوں بلکہ شیخہ حضرات کی خیر خواہی میں کہتا ہوں جنہوں نے خود مجھ سے بات کی ہے، یہاں میرے بھائی نصرت علی شاہ صاحب اور کئی دوسرے حضرات بھی ہیں جنہوں نے اس وقت بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا کہ چند سیاسی طالع آزمائوں کی وجہ سے راور وہ ہر فرقہ میں ہوتے ہیں، ملک کی کاٹری کو ایسی پٹری پر ڈالا جا رہا ہے جس کا انجام بالآخر انتشار و افتراق ہوگا، یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ حدود آرڈیننس کے مسئلہ میں ایسے ہی ہوا اور پھر زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھی یہی کچھ ہوا، اگر کسی فرقہ کو ہمارے فقہی مسلک سے اختلاف ہے تو ہم بڑی فراخ دلی سے اس کا خیر مقدم کریں گے، لیکن ان کے ہاں بھی ایک نظام ہے، کچھ قوانین ہیں، کچھ احکام ہیں جبکہ شریعت اسلامیہ نے کسی بھی فرقے کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا۔

مثلاً ہمارے شیخہ حضرات کی فقہ میں بھی چار چیزوں پر عشر ہے، گہیوں، کھجور، کشمش اور جو میں، ان کی فقہ میں بھی ان چار چیزوں پر عشر ہے، اور جن چیزوں پر وہ عشر کے قائل نہیں ہیں ان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کا خمس دینا چاہیئے، ان کا عقیدہ ہے کہ منومن میں سے بنیل من

ہے تو حکومت کی طرف سے جو ذمہ داریاں رعایا پر عائد ہوتی ہیں تو اس کے لیے وہ حکومت کیوں حکومت عادلہ نہیں سمجھی جاتی؟ تو میں کہتا ہوں کہ اس طرح بدقسمتی سے ایک چیز عوام کے دلوں میں پیدا ہو رہی ہے، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ شیعہ اور سنی ہمیشہ بھائیوں کی طرح رہیں اور ملک یہ آواز نہ اٹھے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ آج اس معاملہ میں شیعہ سے جلد ہو گئے ہیں تو آخر کار سنیوں کی طرف سے بھی یہ آواز اٹھے گی کہ بھائی جب یہ انگ ہو رہے ہیں تو ہمیں الگ کر دو اور انہیں بھی الگ کر دو۔ خدا نہ کرے خدا نہ کرے اگر ایسا ہو گیا تو یہ ملک و قوم کیلئے نہایت خطرناک ہوگا۔

میں جناب وزیر خزانہ نے کہا کہ یہ مسئلہ علماء کی افہام و تفہیم کا ہے۔ کمال یہ ہے کہ کیا علماء میں افہام و تفہیم سے ایسے احکامات لاگو ہو سکتے ہیں جو حکومت لاگو نہیں کر سکتی، علماء کیسے بیٹھ کر کیسے افہام و تفہیم کریں؟ علماء تو آپ کو کہتے ہیں کہ بھائی عشر نافذ ہی نہ کرو، آپ کے جو علماء ہیں ان کی اکثریت آپ کے خلاف ہے۔ میں آپ کو یہ حقیقت بتاؤں کہ علماء کہتے ہیں کہ عشر نافذ ہی مت کرو، زکوٰۃ میت نافذ کرو، لیکن اس مسئلے میں تو آپ علماء کو نہیں دیکھتے اور اس مسئلے میں آپ علماء کو کہتے ہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم پیدا کریں جو علماء کے بس کی بات نہیں۔ باہمی مفاہمت پیدا کرنا کچھ ہتی کو قائم کرنا ان قوانین میں حکومت کا اولین فرض ہے اور انشاء اللہ دونوں طبقوں میں معتدل، سنجیدہ اور مخلص حضرات موجود ہیں وہ اس چیر کو گوارا نہیں کریں گے۔ تو انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ آپ کیلئے یہ راستہ آسان بنادے گا ورنہ کہاں کہاں آپ یہ دو عملی اور تفریق کا سلسلہ جاری رکھیں گے؟

عشر اور نصف العشر | تیسری یہی گزارش یہ تھی کہ اخراجات کے سلسلے میں مسئلہ کو خواہ مخواہ الجھا دیا گیا ہے، شریعت نے خود کھیتی باڑی پر اٹھنے والے مسافر پر رعایت رکھی، بارانی زمیوں پر زیادہ اخراجات نہیں اٹھے اسلئے اس پر عشر یعنی دسواں حصہ اور نہری یا پانی زمیوں پر نصف العشر یعنی بیسواں حصہ، یعنی عشر کی اس کو رعایت دیدی گئی ہے۔ تو یہ ایک عجیب صورت حال ہے کہ اخراجات کو منہا کرنے کی کو منہا کرنے کی پوری اسلامی تاریخ میں مثال نہیں ملتی کہ عشر نافذ کیا گیا ہو تو اس میں اخراجات کو منہا کیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رعایت رکھی ہے، تو اس مسئلے کو اتنا الجھایا جاتا اور عشر اور نصف العشر پر چھوڑ دیا جاتا۔ تو جناب والا امیری بنیادی بات وہ ہے جو درمیان میں میں نے کہہ دی کہ فتنی اختلافات کا یہ سلسلہ نہ ایران میں ہے نہ عراق میں، نہ مصر میں اور نہ شام میں ہے، خدا کے لیے اس سلسلے کو روکا جائے اور اس کی اب بھی تلافی کی جائے۔ شکریہ!

زکوٰۃ — اور متجددین قصر اسلام میں شگاف کی سعی

زکوٰۃ ایک عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے صاحب نصاب مسلمانوں پر فرض کی ہے، بلکہ اس کو اسلام عمارت کا ایک اہم ستون قرار دیا ہے۔ عصر حاضر میں بعض روشن خیال اور ”متجددین“ مثلاً ڈاکٹر فضل الرحمن سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان وغیرہ نے حکمرانوں کے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے علماء اسلام، مدارس دینیہ اور دین کا دیر رکھنے والوں کے نام نہام مہم شروع کی تھی۔ اس ضمن میں زکوٰۃ کو عبادت سے نکال کر ٹیکس قرار دینے کے لیے تحریر بھی طور پر آغاز کر دیا گیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مظلہ العالی نے اسے باطل نظریے اور متجددین کے تحریرات کا تعاقب کرتے ہوئے ”قصر اسلام میں شگاف کی سعی“ کے عنوان سے ایک جاندار مضمون لکھا جو ماہنامہ الحق میں شائع بھی ہوا، جسے اب ”فتاویٰ حقانیہ“ میں افادہ عام کے لیے شامل کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

وہ ملک جو ایک طویل اور پیہم جدوجہد اور امنٹ قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں کو آگ اور خون کے طوفانوں سے گزنا پڑا۔ ہزاروں عصمتوں کے پورا غنچے اور لاکھوں مظلوم زندگیاں اغیار کے ہاتھوں لٹ گئیں۔ غرض مسلمان زندگی کی ہر متاع اور عمر بھر کی پونجی اس کی راہ میں لٹا کر بھی مسرور و شاداں تھے کہ

حاصل عمر نثارِ رہ یار سے کرم

شادم از زندگی خویش کہ کار سے کرم

اب اگر کوئی بد بخت اور نا عاقبت اندیش اٹھے اور اس کی بنیادوں کو ہی ڈانٹا میٹ

کرے، اس کی دیواروں میں شگاف ڈالے تو کیا اس کے ایسے عذارانہ حرکات کو لمحہ بھر برداشت

کیا جائے گا۔ کیا ایسا شخص قومی غدار کہلانے کا مستحق نہ ہوگا جو اس مضبوط حصار میں نقب لگا کر قومی قتل کا مجرم بنے؟

ملت حنیفیہ کی حفاظت کیلئے | امت مسلمہ کا وہ مضبوط اور آہنی حصار جس کے استحکام پر نہ
حضورؐ اور صحابہؓ کی قربانیاں | صرف ہماری بلکہ رستی دنیا تک سسکتی ہوئی انسانیت کا
مدار ہے اور جسے ہم اسلام اور ملت حنیفیہ کے پیار سے نام سے تعبیر کرتے ہیں، کی خشتِ اول
معمارِ اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں رکھی گئی اور تکمیلِ نوا میں فطرت کے
سب سے بڑے علمبردار اور کامل و اکمل ہستی بنی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی۔ آپ
نے دن کا سکھ اور رات کا چین اس راہ میں قربان کر دیا۔ اس گھر کی تکمیل میں وہ مصیبتیں جھیلیں جو
مخلوق میں سے کسی نے اس سے پہلے نہ سہیں۔ اذیت فی اللہ مالم یؤذا حداد کما قال
ان کے معصوم اور پاکیزہ دل کی ہر دھڑکن اور ہر آنسو اس حصار کے استحکام اور مضبوطی سے
والبتہ رہی کہ اب قیامت تک آنے والی مخلوق کی حقیقی نلاح و بقا اس "خدائی قلعہ" کی مضبوطی سے
والبتہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس صحابہ سمیت اپنی زندگی، مال و جان، عزت و
آبرو، گھر بار، ملک و وطن، غرض سب کچھ اسی اسلام کی حفاظت و اشاعت اور مدافعت میں قربان
کر دیا اور جس وقت وہ ذاتِ قدسی صفات اس عالمِ خاکی سے روپوش ہوئی تو دین کا یہ "قصر"
ایک حسین و جمیل کامل و مکمل مرقع کی شکل میں دنیا کے سامنے موجود تھا۔ اس میں ذرہ بھر خامی نہ
تھی جس کی تکمیل و تعبیر کے لئے کسی دوسرے معمار کی ضرورت پڑے

ارکانِ خمسہ

ہر عمارت ستونوں، چھتوں اور در و دیوار سے عبارت اور اپنی مضبوط اور راسخ بنیادوں
پر استوار ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کی عظیم الشان عمارت بھی ان بنیادوں اور ستونوں پر قائم
ہے جسے ہم ارکانِ خمسہ (شہادتین، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج) کے نام سے جانتے اور

پہچانتے ہیں اور جسے حضور اقدسؐ نے دُعا لُحْمُ الْاِسْلَام (اسلام کے ستون) سے تعبیر کیا۔
 (ملاحظہ ہو عمدة القاری جلد ۱ ص ۱۴۱ بحوالہ مصنفہ عبد الرزاق) اگر ان بنیادی ستونوں میں
 سے ایک کو ہٹا دیا جائے یا ذرا ٹیڑھا کر دیا جائے تو پوری عمارت دھڑام سے گر جائے گی
 جو بالآخر اس کے تمام مکینوں کی تباہی اور ہلاکت پر منتهی ہوگی۔ اگر کوئی خود باختہ شخص اس
 عمارت کی بنیادوں پر ضرب لگاتا اور اسے اپنی جگہ سے ہلاتا ہے تو عاقبت اندیشی یہی
 ہے کہ اس عمارت کے تمام باشندے اٹھ کر ان ہاتھوں کو توڑ دیں جو پوری ملت کے
 نقصان اور تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ تمام ہاتھ بھی شل کر دیئے
 جو پس پردہ اس بلی چوڑ کی پشت پتا ہی کر رہے ہوں۔ یہ ایک بڑی اور سچی حقیقت ہے جو اسلام اور
 دین محمدؐ کی اہمیت، اس کی عظمت اور نزاکت کے بارہ میں خود حضور اقدسؐ نے ایک سیدھی دھبی
 مثال سے ذہن نشین کرادی اور بار بار فرمایا جسے بے شمار صحابہ نے مختلف طرق سے نقل کیا۔

سب الاسلام علی خمس	اسلام کا یہ ستھیم الشان کارخانہ پانچ
شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً	ستونوں پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
رسول الله و اقام الصلوة	کی وحدانیت، اور رسالت محمدؐ کا
و ایتاء الزکوة و الحج	اقرار نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا
و صوم رمضان	اور رمضان کے روزے رکھنا۔

عن عبد الله بن عمر - بخاری مسلم - ترمذی - نسائی

کہیں ان ارکان کو دُعا لُحْمُ الْاِسْلَام کہا گیا اور کہیں عماد کے لفظ سے ان کی اساسی حیثیت
 پر روشنی ڈالی گئی۔ خود قرآن مجید کے اکثر مضامین، احکام اور اوامر و نواہی قصص و آداب مثال و
 مواعظ کا مرکزی نقطہ بھی یہی ارکان پنجگانہ ہیں کہ ان ہی پر دین و آخرت اور عجب کا سارا عالم استوار ہے
 ارکان کا یا بھی ربط و تعلق | پھر نہ صرف یہ کہ اس قصہ دین کی بقا ان ارکان کی مجموعی حیثیت
 پر موقوف ہے بلکہ یہ سارے ارکان آپس میں ایسے مربوط اور وابستہ ہیں کہ اگر ان میں ایک نہ ہو تو باقی

تمام ارکان میں اضمحلال رونما ہوا اور پوری عمارت کا توازن برقرار نہ رہ سکے۔ اگر ان میں سے ایک کی ضرورت و اہمیت بھی محسوس نہ ہو یا اسے فالتو سمجھ لیا جائے یا اس کی ہیئت اساسی میں تبدیلی کی سعی کی جائے خواہ وہ ایمان باللہ ہو یا نماز زکوٰۃ ہو یا حج اور روزہ تو ایسا شخص اس پوری عمارت کا دشمن ہے کیونکہ اس قصر متین کا ہر جز دیگر اجزاء و ارکان کو سنبھالے ہوئے ہے، جس معمار نے ہدایات ربانی کی روشنی میں یہ عمارت تیار کی اور اس کا نقشہ بنایا۔ اس نے ان ارکان کا یہ یا ہی ربط و تعلق اور اس کی اہمیت بھی ان الفاظ میں بتلادی کہ :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم	(ایمان لانے کے بعد) چار چیزیں ہیں جنہیں
اربعة فروع منها الصلاة في الاسلام	اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا
فسمت جاء بثلاث	ہے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور بیت
للم يغني عنه	اللہ کا حج جو شخص ان میں سے تین بھی
شيئا حتى ياتي بغير	ادا کرے (اور کسی ایک کی فرضیت کا
جميعها الصلوة والزكاة	بھی منکر ہو) تو وہ اس کے کام نہیں
وصيام رمضان و الحج البيت	آسکتیں جب تک سب کے سب
(ترجمان السنہ بحوالہ احمد و طبرانی)	نہ کرے (یعنی سب پر ایمان و یقین نہ ہو)

ان چاروں ارکان میں زکوٰۃ بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ نماز (اور اس وجہ سے قرآن نے ہر جگہ اتم الصلوٰۃ کے بعد و آتوا الزکوٰۃ کا حکم دیا۔) روزہ بھی ایسا ہی فرض ہے اور بنیادی عبادت ہے جیسا کہ حج۔

کسی ایک رکن سے انکار	اگر کوئی شخص ایمان کا مدعی ہے۔ مگر نماز یا زکوٰۃ سے انکار
یا تبدیلی کرنا بھی کفر ہے	کرتا ہے یا اس خاکہ میں تبدیلی و ترمیم کی نادر و اجسادت

کرتا ہے جو اس کے معمار اول نے ان عبادات کے لئے تیار فرمایا تو اسے اس قصر محمدی میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور نہ اس کا دعویٰ ایمانی قابل اعتناء ہے خواہ وہ ہزار بار اس کے استحکام و

تعمیر کی رٹ لگاتا رہے اور ہمارے اس دعوے کا ماخذ خود قرآن کریم، سنت رسول اور صحابہ کرام و
خلفاء راشدین کا طرز عمل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:-

فَاتْلُوا الشَّرْكَیْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
ذَاتَ تَالُوْا قَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَاوُا الزَّكَاةَ
فَخَلَّوْا سَبِيْلَهُمْ ذُرِّيَّةً
ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو پس
اگر وہ تائب ہو کر نماز قائم کریں اور
زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تک لوگ توحید اور رسالت کا اقرار اور نماز و زکوٰۃ ادا نہ کریں تو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ
میں ان سے جنگ کرتا رہوں۔ جب وہ ایسا کرنے لگیں تب وہ اپنے مال و آبرو کو مجھ سے محفوظ
کر سکیں گے۔ (بخاری و مسلم)

پھر ان ارکان کے باہمی ارتباط کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ سبب بنو ثقیف کے ایک
وند نے طائف سے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر اس شرط پر کہ
اسلام کے ایک اہم رکن نماز سے ہمیں معاف رکھا جائے تو حضورؐ نے بڑی سختی اور حقارت سے
ان کی یہ درخواست ٹھکرا دی اور فرمایا کہ:-

لَا خَيْرَ فِي دِيْنٍ لَا صَلَاةَ فِيْهِ
بھلا وہ دین ہی کیا کہ جس میں نماز ہی نہ ہو

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس مفہوم کو ان الفاظ میں ظاہر فرمایا:-

مَنْ لَمْ يَزَلْ فَلَا صَلَاةَ لَهُ
(ترجمان السنۃ ص ۵۸)
جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی قبول نہیں

خلیفۃ الرسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ نے صحابہ کے جبر سے مجمع میں اعلان فرمایا کہ:-

وَاللّٰهُ لَا تَلَبَّسَتْ مِنْ
مَنْزَقِ بَيْتِ الصَّلَاةِ
وَالزَّكَاةِ
خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق
کرے گا۔ (ان میں سے ایک کی تعبیر
حیثیت سے انکار کرے گا) تو میں اس
سے تال کر دوں گا۔

منکرین زکوٰۃ اور | عہد رسالت کے فوراً بعد حبیب بعض غیر راسخ الایمان قبائل - عیس و
 فراست صدیقی | ذبیان - بنو کنانہ - غطفان اور بنو فزارہ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے

انکار کیا تو خلیفۃ المؤمنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی ایمانی فراست کی بنا پر اس باغیانہ اور
 کافرانہ جبارت کے مہلک اثرات اور نتائج کو فوراً بھانپ لیا کہ اگر اس وقت قصر محمدی کی
 بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب برداشت کر لی گئی تو آگے چل کر بدباطن منافقین، زالغین اور
 محرفین کے ہاتھوں یہ پوری عمارت پیوند خاک ہو کر رہ جائے گی (وللا فعل اللہ
 کذلک الی یوم القیامت) حضرت صدیق اکبرؓ نے جرات ایمانی سے کام لے کر تلوار نیام
 سے نکالی اور ایک خونریز جنگ کے بعد اس فتنہ کو تباہ کر دیا۔ جزاء اللہ عن
 الاسلام والمسلمین۔

حضرت صدیق کو زکوٰۃ یا اس کے تعبد میں حیثیت سے کام کرنے والوں کے اقدام
 کے کفر و ارتداد ہونے میں ذرا بھر تردد نہ ہوا اور یہ اس لئے کہ بقول امام العصر حضرت علامہ
 النور شاہ صاحب کشمیری علیہ الرحمۃ:-

ان الذی مات اسمہ لا التزام
 کل الدین من فرق بین
 الصلوٰۃ والزکوٰۃ - فکانہ لم یمن
 بالکل ومن لم یؤمن بالکل
 فهو کافر قطعاً۔
 (فیض الساری ص ۱۸)

بنابرین کہ ایمان نام ہے پورے
 دین کے التزام کا۔ پس اگر کوئی نماز
 اور زکوٰۃ میں تفریق کرتا ہے۔ گویا
 وہ پورے دین پر ایمان نہ لایا اور
 جو پورے دین پر ایمان نہ لایا وہ
 شخص قطعی کافر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی حبیب اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کی جبارت محض حکومت سے سرکشی
 یا بغاوت نہیں بلکہ سرے سے دین کے ایک اہم رکن کا انکار یا اس میں تحریف اور غلط
 تاویل کرنا ہے جس کے تباہ کن اثرات پورے دین پر پڑ سکتے ہیں تو اس کا سینہ بھی اس بارہ میں

کھل گیا اور نہ صرف حضرت فاروق اعظم بلکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق کا قولاً و عملاً ساتھ دیا اور اس طرح ایک رکن اسلام (زکوٰۃ) کی قطعیت میں صحابہ کا اجماع منعقد ہوا۔ اور ایسا اجماع جس کے نفاذ میں مخالفین کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

مالغین زکوٰۃ بھی زکوٰۃ کو | مالغین زکوٰۃ کے اس اقدام کے اسباب و عوامل کی تلاش میں
ٹیکس سمجھ رہے تھے | ہمیں یہ بات بھی مل جاتی ہے کہ منکرین زکوٰۃ نہ صرف سیدنا
صدیق اکبرؓ کو زکوٰۃ دینے کے مخالف تھے بلکہ اپنی ایک من گھڑت رائے اور نظریہ کی بناء پر
زکوٰۃ کو صرف ایک ٹیکس سمجھنے لگے تھے اور اس طرح اس کی عبادتی حیثیت سے انکار کر رہے
تھے۔ محدث جلیل علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں :-

والتماذ عہد ان الزکوٰۃ جیامیۃ	منکرین زکوٰۃ کا گمان تھا کہ زکوٰۃ ایک
مال کما یجبی السلطان صو	مالی ٹیکس ہے۔ جیسا کہ بادشاہ اپنی
الرعیایا جیامیات صو اجبات	رعایا سے کسی طرح کے ٹیکس وصول
فکانت الی النبی صلی اللہ علیہ	کرتا ہے۔ پس حضورؐ کے زمانہ میں
وسلم فی عہدہ واذ اولیاستا	تو اس ٹیکس کی وصولی حضورؐ کا حق تھا
نحت ولا یستسقط	اور جب ہم نے اپنوں میں سے والی اور
د بقیت کسائر الجیامیات	حاکم چین لئے تو زکوٰۃ ہم سے ساقط ہوئی
علی ذاتی السوالی۔	اور دیگر ٹیکسوں کی طرح اب زکوٰۃ کا
(فیہن البار ص ۹۰)	معاملہ بھی حاکم کی رائے پر ہے۔

ٹھیک چودہ سو سال بعد قرن اول کے مالغین زکوٰۃ کا یہی استدلال اور ارکان اسلام سے بغاوت کا اعادہ ہے جو آج اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (اداریہ تحقیقات اسلامیہ کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمان اور اس کی لادینی ریسرچ و تحقیق کی صورت میں ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔

ذکوٰۃ کے مقادیر اور مصارف میں قطع برید جائز نہیں

ڈاکٹر فضل الرحمن فرماتے ہیں: "معاشرہ کی ضروریات کے لئے ذکوٰۃ کی موجودہ شرح کافی نہیں۔ حکومت کو

اس میں اضافہ کا حق حاصل ہے (فکر و نظر اکتوبر ۱۹۹۴ء) پی پی اے کے نمائندہ کو اپنے انٹرویو میں بتایا۔ قرآن مقدس میں مسلمانوں پر مملکت کو صرف ایک ہی ٹیکس لگانے کا اختیار دیا گیا ہے اور وہ ذکوٰۃ ہے۔ یہ ٹیکس بنیادی طور پر اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ اسے مملکت کی مختلف ضروریات پوری کرتے ہوئے مسلم معاشرہ کی سماجی ترقی بلکہ مملکت کی دفاعی اور دیگر ضروریات سول سروس ٹرانسپورٹ اور بیرونی قرضے وغیرہ پر بھی لگایا جائے۔ الخ

کیا خوب فرمایا ڈاکٹر صاحب نے خدا نے تو قرآن میں ذکوٰۃ کے خرچ کے لئے مصارف ہشتگانہ مخصوص فرمائے۔ رسولؐ نے اس کے نصاب اور مقادیر متعین کئے اور اس کے تقسیم و خرچ میں اتنا اہتمام برتنا کہ ایک بار حیب ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکوٰۃ کے مال میں سے کچھ دینے کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا: "اے شخص اللہ تعالیٰ نے مال ذکوٰۃ کی تقسیم میں کسی انسان کو بلکہ خود پیغمبر تک کو خود اختیار نہیں دیا ہے بلکہ اس کی تقسیم خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور اس کے آٹھ مصارف بیان کر دیئے ہیں۔ اگر تم ان آٹھ مصارف میں داخل ہو تو میں تم کو دے سکتا ہوں۔"

(ورنہ نہیں) (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

اسلامی ریاست کے مات آمدنی

پھر یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ اسلام میں ذکوٰۃ کے علاوہ ملکی ضروریات کے لئے کوئی اور آمدنی مقرر نہیں کی گئی۔ آخر ڈاکٹر ایسے "محقق" کے بارے میں یہ بات نادانی پر محمول کی جائے گی یا تجاہل عارفانہ پر۔ اسلام نے ایک اسلامی ریاست کے مصارف اور ضروریات کے لئے بے شمار ذرائع متعین فرمائے ہیں۔ آمدنی کا ایک ذریعہ خراج ہے۔ جو غیر مسلموں کی ان اراضی سے لیا جائے گا جس پر مقابلہ یا صلح کے بعد مسلمانوں کا تسلط قائم ہوا ہو اور جو زمین کی پیداوار، زرخیزی اور وسائل آبپاشی کی سہولت کو ملحوظ رکھ کر پیمائش یا بٹوارے کے طریقے پر لگایا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ کے الفاظ میں اس کی وصولی کے لئے وہ افسر مقرر ہوں گے جو فقیر عالم،

پاکیزہ، مصنف مزاج، متدین اور خود رائی سے اجتناب کرنے والے ہوں۔

ایک ذریعہ جزیہ ہے جو غیر مسلم اہل ذمہ سے وصول ہوگا اور اسلامی ریاست ان کے شہری حقوق اور مال و جان کی محافظ ہوگی۔ اس طرح غنیمت کا مخصوص حصہ جو غیر مسلموں سے جنگ کے دوران قیدیوں اور مال و دولت کی صورت میں حاصل ہوگا۔ نئے وجود دشمن سے بغیر جنگ و جدال کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا معاوضہ اور رکاز۔ مدفون خزانہ یا معدن کا پانچواں حصہ بھی بیت المال میں داخل ہوگا اس طرح لگان، اجارہ یا ٹھیکہ کی آمدنی کہ زمین کا کوئی قطعہ کسی کاروبار کے لئے کسی شخص کو اس شرط پر دے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کے منافع میں سے ایک مخصوص قسط بیت المال میں داخل کرے گا۔ اس کے علاوہ عشر کی شکل میں زمین پر محصول یعنی پیداوار کا ایک حصہ یا دوسری قسم اراضی پرفیض العشر یعنی ایک حصہ جس میں کمی یا زیادتی کا اختیار نہیں اور جس کے مصارف اور مقدار بھی مقدّر اور معین ہیں۔ ان کے علاوہ غیر ملکی درآمد پر محصول (امپورٹ ڈیوٹی) جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لگایا گیا جبکہ دوسرے ممالک مسلمان تاجروں کے اموال پر اس قسم کی ڈیوٹی لگانے لگے۔ اگر ایک اسلامی حکومت واقعی اسلامی بنیادوں اور حقوق پر قائم ہو۔ اسلامی نظام کا احیاء اور نفاذ کرتی ہو اور محاصل و مصارف میں قرآن و سنت کی ہدایات کی سختی سے پیروی کرتی ہو تو ایسی حکومت مذکورہ اشیاء کے علاوہ دوسرے محاصل اور ٹیکس بھی لگا سکتی ہے۔ فقہائے اسلام نے تصریح کر دی ہے کہ ملکی دفاع، فوجی قوت کے استحکام، پولیس کے اخراجات یا رہا ہی امور ہزروں کی کھدائی، پلوں کی تعمیر، قیدیوں کی رہائی وغیرہ کے لئے مقررہ اور ہنگامی دونوں قسم کے محاصل وصول کئے جاسکتے ہیں۔ (ہدایۃ کتاب الکفالتہ اور دیگر کتب فقہ) نیزہ کہ زکوٰۃ کی ہمت سالمہ کو بدل کر ٹیکس بنادیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقدّر و معین مصارف کے علاوہ اسے دیگر ضروریات پر خرچ کیا جائے۔

جاہلی نظریات | عہد حاضر کے ان تمام جاہلی نظریات کو دجل و تبلیس کی جدید تعبیر اور تحریف و تاویل کے حربوں سے مسلح ہو کر اسلام کی جدید تعبیر کے روپ میں دوبارہ پیش کر دیا ہے جن کو اسلام نے سختی سے غلط ٹھہرایا اور جسے اس کے پیغمبر اعظمؐ نے

قدموں کے نیچے پاؤں مال کیا۔ جاہلیتِ اولیٰ کے منحوس دیو کی وہی روح بد ہے جو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بھیس میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی غلام احمد پرویز کا روپ دھار لیتی ہے اور کبھی ڈاکٹر فضل الرحمان اور ان جیسے محققین اور مغرب زدہ دانشوروں میں جلوہ گر ہو جاتی ہے اور پھر تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ اسلام کے ایک ایک رکن اور ایک ایک اساس پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اپنے وقت کے شیطانی ذرائع اور وسائل اس کی پشت پر ہوتے ہیں۔ کبھی اس کا دار رسالت محمدی کی بنیاد ختم نبوت پر ہوتا ہے تو کبھی آپ کی سنت کی تشریعی حیثیت اور منصب رسالت پر۔ کبھی تنجد اور نئی روشنی کے نام پر مسلمانوں کے ”پرنسپل لاء“ کو منسوخ کیا جاتا ہے تو کبھی ظاہری ترقی اور مغربیت کی چمک دمک سے اسلام کے پورے معاشرتی نظام، طلاق، نکاح، عدۃ، میراث وغیرہ میں دست درازیاں کی جاتی ہیں اس صدی میں اس طاغوتی روح نے مسلمانوں کے پورے اقتصادی ڈھانچہ، تجارت اور صنعت کو اسی جاہلی نظام، سود، قمار، حرام کاروبار، معاشی دستبرد اور ظلم و تعدی کی بنیادوں پر کھڑا کر دیا ہے اور سارے عالم اسلام کی ہیبت حاکمہ اور قوت نافذہ کو اپنے ڈگر پر ڈال دیا ہے۔ اس کا منحوس سایہ مسلمانوں کے پورے نظام اخلاق و کردار، تمدن اور طرز معاشرت پر پڑ چکا ہے اور اس کی جگہ مغربی خود غرضی، نفس پروری مادہ پرستی جنسی ہیجان اور اباحت نے قدم جمائے ہیں اور بدء الاسلام غریباً و سبیحاً عن ربیبہ کا منظر سامنے ہے۔

غفلت یا ممانیت | ان حالات میں اگر ملت مسلمہ لمحہ بھر بھی غفلت اور ممانیت یا دوا دارمی کے ہونا کتنا عجیب سے کام لے اور اسلام کی ایک ایک بنیاد اور اصول پر شیطنت کا یہ وار سہتی رہے تو ظاہر ہے کہ اس کے نتائج کتنے مہلک اور کتنے تلخ ہوں گے؟ پھر معلوم نہیں یہ سلسلہ آخر کہاں جا کر ختم ہو گا۔ اگر آج زکوٰۃ کی شرعی حیثیت کو غتر بید کیا گیا کہ زکوٰۃ کی موجودہ شرح حکومت کے مصارف کے لئے کافی نہیں تو کل نمازوں کی تعداد اور مقدار میں بھی یہ کہہ کر قطع و برید کی جائے گی کہ آج کل کی مصروف زندگی میں اس پنج وقتہ ضیاع وقت (نارش بدھن) کی فرصت کہاں؟ اور یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ اس صنعتی اور مشینی دور میں مہینہ کے پورے تیس دن روزے رکھ کر ملک کی مادی

حیثیت کو نقصان پہنچایا جائے؛ اور ”حج و زیارت“ کے نام پر ہزاروں میل کا سفر کر کے ملک اور قوم کا وقت اور ریاست کا زر مبادلہ ضائع کرنا کہاں کی عقلندی ہے؛ والعیاذ باللہ العظیم۔ اگر آج سود کے حلال ٹھہرائے جانے کو گوارا کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل زنا اور خمر کو حلال نہ کہنا پڑے اور اگر آج مسلمانوں کے معاشرتی معاملات میں تحریف و تبدیلی پر صبر کر لیا جائے تو کونسی ضمانت ہے کہ کل عبادات اور اعتقادات تک سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں؟

نفاق زدہ لوگوں کی مضحکہ خیز حالت | اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اس سے دیگر ارکان کے علاوہ زکوٰۃ کی بنیادی اور تعمیدی حیثیت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمان اور اس قماش کے دیگر ثقافتی اور ریسرچ ”ارباب فکر و نظر“ کے تحقیقات کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے۔

و اصل جو مطلوب اسلام کے بارہ میں سوء ظن، سطحیت یا حسد و عناد کے شکار ہیں اور اسلام کی موجودہ ”عہد جاہلیت“ کے لئے ایک رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ بعض سیاسی اور مادی اغراض کی وجہ سے نہ تو کھل کر اسلام کے ”دین ابدی“ اور ضابطہ حیات ہونے کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ اندرونی نفاق کی وجہ سے اسلام کی جامعیت اور دین حنیفی کی سچائیوں کا اقرار۔ اس گمراہ حالت نے انہیں تضاد، تعارض اور تذبذب و نفاق کے ایک عجیب مضحکہ خیز مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔ کبھی وہ سرمایہ دارانہ نظام پر اسلام کا ہتھیہ لگائیں گے تو کبھی کمیونزم اور مارکسیت کو دنیا کا کامیاب مذہب قرار دیں گے۔ کبھی کہیں گے کہ سائنس و حکمت اور دین و مذہب کا کوئی جوڑ ہی نہیں ہو سکتا کبھی کہیں گے کہ اسلام کا مقصد ہی صرف سائنسی ترقی اور مادی عروج و ارتقاء ہے۔ کبھی سرے سے سنت رسولؐ کے حجت ہونے سے انکار کر بیٹھتے ہیں تو کبھی ہر زمانہ کے ماوث یا استشرق زدہ دل و دماغ کے اجتہادات کو بھی سنت جاریہ کا نام و مقام دیں گے۔ گویا ان کی کیفیت ٹھیک اس ارشاد خداوندی کی مصداق ہے:

فَكَذَّبْتَ بِصُحُفِ السَّمَاءِ گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ پھر اسے

فخطفه الطیر او تھدی بہ پرندے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا
الدریح فی مکان صحیح (ج ۱۴ ع ۱۱) اڑا کر کسی درد جگہ میں پھینک دیتی ہے

پھر یہ لوگ اپنی نت نئی "اختراعات" اور تحریفیات کے اثبات کے لئے جو دلائل و براہین پیش کرتے ہیں کوئی عقل سلیم اور قلب مومن تو اسے کیا قبول کرے گا خود ان کا صمیم بھی ان کی منسی اڑاتا ہے۔ علم و تحقیق کی دنیا اس تحریف و تبلیہ پر سہ سہنے لگتی ہے مگر تحقیق و ریسرچ کے یہ دعویدار پوری ڈھٹائی سے اپنے تبخرو و تھق کا شور مچاتے رہیں گے اور ہر طرح دین کو باز سیمہ لطفال بناتے رہیں گے

ملت مسلمہ کا فریضہ | اگر ملت مسلمہ کو اسلام کے "شجرہ طوبی" کے سایہ عاطفت اور قصر محمدی کی پناہ میں رہنا ہے، اور اس کی ہر دیوار اور بنیاد کو اعداد و اغیار کی نقب سے بچانا ہے تو ضرورت ہے کہ اس ملت کا ہر نام لیوا خواہ عامی ہو یا عالم، جاہل ہو یا مقتدار اپنے تمام اغراض اور مصلحتوں سے دست بردار ہو کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی فراست اور فاروق اعظمؓ کی جرات سے کام لے کر میدان میں کود پڑے اور جو زبان و قلم اور جو ہاتھ بھی اس قصر محمدی میں ترکات پیدا کرنے کی سعی کرے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش اور منطوج کر دیا جائے کہ بقول کسے یہ وقت "بدروجنین" کا ہے جل و صفین کا نہیں۔ واللہ فی عو قکم ما دمتم فی عون الاسلام





باب رؤیۃ الهلال (چاند دیکھنے کے احکام و مسائل)

سوال :- اگر ایک گاؤں میں اخبارِ رؤیت کے لیے شہادت کی شرائط ضروری نہیں | رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے اور گاؤں والے اس پر یقین کر کے روزہ رکھ لیں تو دوسرے گاؤں کے لوگوں کو خبر دینے کے لیے کن شرائط کی رعایت ضروری ہے تاکہ وہاں کے لوگ اس کے مطابق روزہ رکھ سکیں ؟

الجواب :- شہادت اور اخبار میں نمایاں فرق ہے، دوسرے گاؤں والوں کو رؤیت کی خبر دینے کے لیے شہادت کی شرائط کی ضرورت نہیں بلکہ جب بھی کسی شخص کی خبر غلبہ ظن کے لیے مفید ہو تو یہ خبر کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کی رعایت بھی ضروری نہیں۔

قال عالم بن العلام رحمہ اللہ :- وتقبل شهادة الواحد علی شهادة الواحد فی ہلال رمضان ولا تشترط فیہ لفظ الشهادة - (فتاویٰ تاتاریخانیہ ج ۲ ص ۲۵۲ کتاب الصوم - الفصل الثانی فی رؤیۃ الهلال)

قال عالم بن العلام :- وذكر الامام الاکثمة الحلواني: ان الصیغ من مذهب اصحابنا ان الغیر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل احدا البلدین یلزمهم حکم اهل هذا البلدة - (فتاویٰ تاتاریخانیہ ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب الصوم - الفصل الثانی رؤیۃ الهلال) لہ

سوال :- اگر کچھ لوگ دُور بین سے ہلالِ چاند دیکھنے والوں کی گواہی کا حکم سے ہلالِ چاند دیکھ کر گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے، تو کیا ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

لہ قال ابن عابدین: (تحت قوله بخبرهم وهو مَفْوَضٌ اِلَى رَأْيِ الْاِمَامِ) والصیغ من هذا کله انه مَفْوَضٌ اِلَى رَأْيِ الْاِمَامِ ان وقع فی قلبہ صحته ما شهدوا به وکثرت شهودا مر بالصواب او کذا صححه فی المذاہب - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الصوم - فصل فیما یتثبت به الهلال الخ) ومثلہ فی رَأْيِ الْاِمَامِ علی صدر الطحاوی ص ۵۳۸ کتاب الصوم - فصل فیما یتثبت به الهلال الخ

الجواب :- موجودہ دور میں طرح طرح کے جدید آلات وجود میں آ رہے ہیں جن میں دور بین بھی ایک ایسا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے چاند دیکھنے والوں کی گواہی سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے، اس لیے ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے۔

قال العلامة الحصكفي :- ولو كانوا ببلدة لاحاكم فيها صاموا بقول ثقة وافرطوا بافطار عدلين مع العلة للضرورة الى ان قال وقيل بلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعي هو غلبة الظن بخبرهم وهو الامام انه يكتفي بشاهدين واختصاره في البحر۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۷ کتاب الصوم) ۱۔

اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں | سوال :- اختلاف مطالع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
الجواب :- اختلاف مطالع کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں اور یہی ظاہر المذہب ہے اور اسی قول پر فتویٰ منقول ہے اسلئے جہاں کہیں شرعی قواعد و ضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے خبر پہنچ جائے تو وہاں روزہ رکھنا اور عید منانا چاہیئے۔ ۱۔

قال في الهندية : ولا عبدة الاختلاف المطالع في ظاهر الرواية وعليه الفتوى الفقيه ابن الليث وبه كان يفتي شمس الأئمة الحلواني قال لو رأى أهل مغرب هلال رمضان يجب الصوم على أهل المشرق۔ كذا في الخلاصة ثم انما يلزم الصوم على متأخرى الروية اذا ثبت عند روية أولئك بطريق موجب۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۹ الباب الثاني في روية الهلال) ۲۔
له قال عالم بن علاء :- وقبل الامام شهادة شاهدين عدلين وقد سكن قلب لقاضي على قولهما جاز وثبت حكم رمضان۔ (فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۳۵ کتاب الصوم روية الهلال) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۱۹۸ الباب الثاني في روية الهلال۔

۳۔ قال محمد بن عبد الله :- واختلاف المطالع ورويته نهائراً قبل الزوال وبعده غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه أكثر المشائخ وعليه الفتوى بحر من خلاصة (فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب) اذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب كما مر۔

قال ابن عابدین :- (قول بطريق موجب) كان يعتمل اثنان الشهادة اويشهما على حكم القاضي وليستقيض الخبر۔ (رشا می ج ۲ ص ۳۹۳-۳۹۴ کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع) ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۳۹۳ کتاب الصوم۔

سوال :- جہاں کہیں علاقائی علماء شرعی
تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عید کا اعلان کریں
لیکن حکومت اپنی انانیت پر اتر کر لوگوں کو عید
منانے سے منع کرے تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- عید اور رمضان کا ثبوت رؤیت ہلال کے اعلان پر موقوف ہے اگر علاقائی
علماء شرعی تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے اعلان کریں تو عام لوگوں کے حق میں خواہ وہ سرکاری ملازم
ہوں یا غیر سرکاری تمام پر روزہ رکھنا یا عید منانا واجب ہو جاتا ہے ایسی حالت میں حکومت کا عید منانے
میں رکاوٹ ڈالنا بے دینی کے مترادف ہے اور ایسی صورت میں حکومت کی تابعداری کرنا
ضروری ہے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ (رواہ فی الشرح السنۃ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۲)
قال ابو محمد محمود العینی :- ولا عبرة باختلاف المطالع بل اذا ثبت فی مصر لزوم الناس۔

(شرح کنز عینی ج ۱ ص ۸ کتاب الصوم) لے

سوال :- اگر کسی جگہ رؤیت نہ
رؤیت اور تکمیل ثلاثین کے علاوہ نفس حساب کا اعتبار نہیں
ہو اور نہ شعبان کے تیس دن پورے
ہوں تو کیا کسی حساب کو اعتبار دے کر روزہ کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ حساب ماہ میرے
تطبیق قائم ہو کر غلبہ ظن کے لیے مفید بھی ہو۔

الجواب :- روزہ کا ثبوت رؤیت یا تکمیل ثلاثین شعبان پر موقوف ہے۔ لحديث النبی
صلی اللہ علیہ وسلم: صوموا لرؤیة و افطروا لرؤیة۔ اس کے علاوہ کسی حساب و کتاب کی وجہ
سے روزہ فرض نہیں ہوتا اگرچہ غلبہ ظن کے لیے مفید کیوں نہ ہو۔

قال عالم بن العلاء رحمہ اللہ علیہ :- يجب صوم رمضان برؤیة الهلال
او باستكمال شعبان ثلاثین ولا يجوز تقليد منجم في حابه لا في الصوم

لے قال، العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمہ اللہ: واذ ثبت استهلال (فی) بلدة

(مطلع قطر) هارلزم سائر الناس فی ظاهرا المذهب وعليه الفتوى۔

مرآۃ المفاتیح علی صدر الطحطاوی ج ۱ ص ۵۴ کتاب الصوم، فصل فیما لا یثبت بہ الاستهلال الخ

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲ کتاب الصوم۔

ولا في الافطار - (فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۳۵۴ کتاب الصوم الفصل الثاني روية الهلال) له

تکمیل شعبان کے لیے ایک شخص کی گواہی قبول نہیں | سوال :- شعبان کے تیسویں دن کی خبر اگر ایک شخص دے دے تو

اس کی گواہی معتبر ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- روية هلال میں رمضان کے علاوہ ہر ماہ کے ثبوت کے لیے آسمان پر علت کے دوران دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی بخلاف رمضان کے کہ اس کے ثبوت کے لیے ایک فرد کی گواہی مقبول ہے، لہذا شعبان کے تیسویں دن کی خبر ایک آدمی کے مقبول نہ ہوگی۔

لما قال العلامة الحصكفي^۲، وهلال الاضغى وبقية الاشهر التسعة كالغطر على المذهب - قال ابن عابدین^۳ وقوله وبقية الاشهر التسعة فلا يقبل فيها الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين عدول احرار غير محدودين - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۱ کتاب الصوم - مطلب ما قاله السكي من الاعتماد على قول الحساب مردود^۴) ۲

يوم الشك میں روزہ رکھنے کا حکم | سوال :- رمضان کی پہلی اور شعبان کی تیس تاریخ کو اشتباہ کی صورت میں اس دن روزہ رکھنے کا

۱۔ قال العلامة الكاساني^۵، واما صوم رمضان فوقعه شهر رمضان لا يجوز في غيره فيقع الكلام فيه في موضعين احدهما في بيان وقت صوم رمضان والثاني في بيان ما يعرف به وقته اما الاول فوقت صوم رمضان شهر رمضان لقوله تعالى: **مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** اي فليصم في الشهر وقول النبي صلى الله عليه وسلم وصوموا شهركم اي في شهركم لان الشهر لا يصام وانما يصام فيه واما الثاني وهو بيان ما يعرف به وقته فان كانت السماء مصحية يعرف بروية الهلال وان كانت متغيمة يعرف باكمال شعبان يومًا ثم صوموا - (بدائع الفوائد ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الصوم) ومثله في تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۱۲ کتاب الصوم -

۲۔ قال في المندية، وان كان بالسماعة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين ويشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذا في خزنة المفتين - وتشترط العدالة هكذا في النقاية - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۸ کتاب الصوم - الباب الثاني في روية الهلال)

ومثله في الطحطاوى على مراقب الفلاح ج ۱ ص ۵۳۳ کتاب الصوم فصل فيما ثبت بهلال الخ

کیا حکم ہے ؟

الجواب :- فقہی کتابوں میں اس دن جب باقاعدہ رؤیت نہ ہو اور نہ شعبان کے تیس دن پورے ہوں تو اس کو یوم الشک کہا جاتا ہے۔ بسا اوقات رمضان کے احتمال کی وجہ سے اس دن بھی فرض روزہ نیت کر کے رمضان کا روزہ رکھا جاتا ہے، اسی طرح بعض لوگ نفل اور فرض میں تردید کر کے روزہ رکھتے ہیں، ایسی حالت میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

ردی عمر بن حصین : انه عليه الصلوة والسلام قال الرجل حل صحت من

صوم شعبان قال لا۔

البتہ اگر خواص کہیں نفل کی نیت کر کے روزہ رکھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی اگر کہیں اس دن میں اتفاق سے کوئی قضاء روزہ آجائے تو اس دن روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔
قال عالم بن العلاء وفي التهذيب :- والمختاران يفتي بالتطوع في حق الخواص والانتظار والتلوم في حق العوام وفي السفناتي : والفاصل بين الخاصة والعامة هوان كل من يعلم فيه صوم يوم الشك فهو من الخواص والا فهو من العوام ۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۹۲ الفصل الثامن۔ الاوقات المکروہ فیہا الصوم) لہ

سوال :- رمضان کی خبر اگر زوال طلوع آفتاب کے بعد رؤیت ہلال کی اطلاع آتا ہے تو قبل آجائے تو جن لوگوں نے صبح

کے بعد کھانا کھایا ہو ان کے لیے اس خبر پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- یوم الشک کے دن تمام اہل اسلام کو چاہیے کہ زوال تک کھانے پینے اور روزہ کے منافی کاموں سے اجتناب کریں، اگر رؤیت کی اطلاع ہو جائے تو روزہ پورا کریں اور اطلاع نہ آئے تو خواص کے لیے اجازت ہے اور عوام افطار کر لیں، البتہ جن لوگوں نے کچھ کھایا یا پیا ہو ان پر

لہ قال ابن اھمام رحمہ اللہ :- کان المختاران یصوم المفقی بنفسہ اخذ بالاحتیاط ویفتی

العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار رحماً للمادة اعتقاد الزيادة ویصوم فیہ المفقی سراً لئلا یتلوم بالعصیان فانه افتاهم بالافطار بعد استاؤم لحدیب، عسین وھو مشہر بین العوام

فاذا خالف الى الصوم انھم موع باعصیاء۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب الصوم)

ومثله فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۷ کتاب الصوم فصل شرائطہا فنوعان ۔

رمضان کے تقدس کی خاطر امساک واجب ہے، اگر کوئی اس کے باوجود رعایت نہ رکھے تو صرف قضاء واجب رہے گی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

قال قاضی خانؒ: غلام بلغ فی النصف من رمضان ای نصف النهار ونصرانی اسلم فانه لا يأكل بقیة یومه (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۷ کتاب الصوم) ۱۔

سوال: نصف النهار یعنی دن کے وقت رویت کی خبر ہو تو امساک ضروری ہے | آدھا دن گزرنے کے بعد اگر

رمضان کے روزے کی فرضیت کی اطلاع آجائے تو مغرب تک امساک کا کیا حکم ہے؟
الجواب: اگر نصف النهار کے بعد روزے کی فرضیت ثابت ہو جائے تو جن لوگوں نے ابھی تک روزے کے منافی چیزیں استعمال نہ کی ہوں تو وہ اپنے امساک کو مغرب تک پر قرار رکھیں اس کے ساتھ بقیہ مسلمانوں پر بھی امساک واجب ہے، البتہ اگر نصف النهار سے قبل روزے کی نیت نہ کی ہو تو کھانے پینے سے کفارہ واجب نہ ہوگا اور بقیہ دن امساک رکھنے کا حکم رمضان کے چہیتے کی وجہ پر خاص ہے، تاہم جن لوگوں نے رمضان کے منافی اشیاء کے استعمال کے بغیر امساک کیا ہو ان کا امساک رمضان کا روزہ متصور ہوگا جبکہ بقیہ لوگوں پر اس دن کی قضاء لازمی ہے۔

لما قال العلامة محمد انور شاہ کشمیریؒ: لو شهد رجل بافی رأیت الهلال فی النهار لاعتبر قوله اصلاً سواء شهد قبل نصف النهار او بعده ولو قال رأیتہ فی اللیل الماضية فان كان هلال رمضان وكان قبل نصف النهار فسن لم يأكل بعد الصبح يصوم ومن اكل يقضيه۔

(عرف الشذی علی الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۴۹ باب ما جاز فی الصوم بالشهادة) ۲۔

۱۔ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی رحمہ اللہ: (يجب علی الصبیح وقیل یستحب الامساک بقیة الیوم علی من فسد صومه) ولو بعد ما تحزّال وعلی حائض ونفساء ظہرتا بعد طلوع الفجر۔ (مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ج ۱ ص ۵۵۸ کتاب الصوم)

وَمِثْلُهُ فی التاتارخانیة ج ۲ ص ۳۴۷ کتاب الصوم۔ فی بیان وقت الصوم وما یصل بہ۔
 ۲۔ لما قال العلامة السید محمد یوسف البنوریؒ: لو شهد برؤیتہ فی اللیل الماضية فان كان هلال رمضان فلیصم بقیة یومه ویقضیه ان اكل وان لم يأكل وكان قبل الفصوة اکبری صام ولا قضاء۔ (معارف السنن ج ۵ ص ۳۳۵ مسئلة رؤیة الهلال نهاراً)

رُویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی شرعی حیثیت | سوال :- رُویت ہلال کمیٹی کا اعلان عموماً علاقائی فیصلوں سے مختلف ہوتا ہے، ایسی حالت میں کمیٹی کے

فیصلوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- رُویت ہلال کمیٹی جو با اعتماد علمی اشخاص پر مشتمل ہو، ایسے کمیٹی کے اعلان کو ساقط الاعتبار کہنا دانشمندی نہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض انتظامی کمزوریوں کی وجہ سے ان کا اعلان عموماً غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے اگر حکومت اس کے سد باب کے لیے کوشش کر کے علاقائی علماء کی رُویت کو اعتبار دے تو شاید یہ اختلاف دور ہو جائے، تاہم جہاں کہیں علاقائی اعلان اگر شرعی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کیا جائے تو رُویت ہلال کمیٹی کے اعلان نہ ہونے کے باوجود علاقائی علماء کے فیصلہ کا پابند رہنا ضروری ہے۔

وفي الهندية - لما في الفصل الثاني من اقل الكراهية من الهندية ليقبل قول الواحد في المعاملات عدلاً كان او فاسقاً محرماً كان او عبداً اذ كرا كان او انثى مسلماً كان او كافراً دفعاً للخروج والضرورة ومن المعاملات الوكالات والمضاريات والرسالات في الهدايا والاذن في التجارات كذا في الكافي اذا صح قول الواحد في اخبار المعاملات عدلاً كان او غير عدل فلا بد في ذلك من تغليب رايه فيه ان اخبره صادق فان غلب على رايه ذلك عمل عليه ولا فلا كذا في السراج الوهاج - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۱ الفصل الثاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات) ملخص

ریڈیو اور ٹی وی کی خبر فرضیت رمضان کا حکم | سوال :- ریڈیو اور ٹی وی کی خبر فرضیت رمضان اور عید کے ثبوت کے لیے ذریعہ بن سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب قاضی یا ہلال کمیٹی کسی شہادت پر مطمئن ہو کر عید یا رمضان کا اعلان ریڈیو اور

لے قال العلامة ابن عابدین :- قال العيون والفتاوى على قولهما اذا اتقن انه خطه سواء كان في القضاء او الروية او الشهادة على الصلح وان لم يكن الصلح في يد الشاهد كان الغلط نادراً وانما لا يتغير يمكن الاطلاع عليه قلما يشبه الخط من كل وجه فاذا اتقن جازاً الاعتماد عليه توسعة على الناس - رم (شامی ج ۵ ص ۳۴ کتاب القاضی الی القاضی مطلب دفتر البیاع) ومثله في فتاوى قاضی خان ج ۳ ص ۱۱ کتاب القاضی الی القاضی۔

ٹی وی پر نشر کرے تو یہ اعلان ثبوتِ رمضان و عیدین کا ذریعہ بن سکتا ہے، قدیم زمانہ میں 'توپ' دف اور قنادیل کی روشنی کو اعلانِ رمضان یا عیدین کے لیے استعمال کیا جاتا تھا تاہم یہ ضروری ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی پر صرف قاضی یا ہلال کیٹی کا اعلان انتہائی احتیاط سے سنانا چاہیے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: «والظاهر انه يلزم اهل الفري الصوم بسمع المدافع او الروية» لقناديل من المصير لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل لما مر صوابه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۶ بحث فی صوم يوم الشك) لہ

عید اور رمضان کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم | **سوال :-** فرضیتِ رمضان اور ثبوتِ عید کے لیے ٹیلیفون کی خبر کی حیثیت کیا ہے؟

الجواب :- اگر ٹیلیفون کے ذریعے خبر غلبہ ظن کے لیے مفید ہو اور کسی کے دھوکہ دینے کا اندیشہ نہ ہو تو ٹیلیفون کی خبر پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن الھمامؒ: «ولو سمع من وراء حجاب كیف لا يشف من ورائه لا يجوز له ان يشهد لان النعمة تشبه النعمة الا اذا احاط بعلم ذلك لان الموع هو العلم غير ان روية متكهما بالعدد طريق العلم به فاذا فرض تحقق طريق اخر جاز۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۶۹ کتاب الشہادۃ - فصل ما يتعلق بكيفية الشهادة) لہ

لہ لما قال الشیخ مفتی محمد شفیع صاحبؒ: «البتہ جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس امن کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کیٹی نے اس کو دیا ہے۔

(آیات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۷۷ باب طلال کے معاملہ میں آلاتِ جدیدہ کی خبروں کا درجہ)

وَمِثْلُهُ فِي اَمَدِ الْمُفْتَيْنِ الشَّهِيرِ فِتَاوَى دَارِ الْعُلُومِ دِيُوْبَنْد ۲ ص ۲۷۷ کتاب الصوم -

۲۔ قال ابن عابدینؒ: قال فی النیون والفتوی علی قولہما اذا یقن انہ خطہ سواء کان فی القضاء او الروایۃ والشہادۃ علی الصاف وان لم یکن الصک فی ید الشاہد لان الغلط قد ادواثر التفریم یکن لا اطلاع علیہ وقلما یشتبہ الخط من کل وجه فاذا یقن جاز لا اعتماد علیہ توسعۃ علی الناس (رد المحتار ج ۵ ص ۲۳۷ کتاب بقاضی القاضی)

وَمِثْلُهُ فِي اَمَدِ الْفِتَاوَى ج ۲ ص ۹۲ کتاب الصوم -

سوال :- جہاں کہیں رویت ثابت ہو اور دوسرے جگہ بذریعہ خط عید یا روزے کا ثبوت |
 اس سے روزے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں کیا اس کے لیے کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- دینی معاملات کا تعلق عموماً غلبہ ظن پر مبنی ہے۔ اگر کسی کا خط ثبوت رمضان اور عیدین کے لیے اطمینان کا ذریعہ بنے اور خط لکھنے والا عادل ہو اور اس کے خط کی شانیت ہو سکتی ہو تو اطمینان کے بعد ثبوت رمضان و عیدین کا سبب بن سکتا ہے۔ شریعت مقدسہ میں خط کے حجیت کے کافی نظائر موجود ہیں۔

ما قال العلامة ابن الھمام: اکتابة المرسوسة بحلاً خط السمارد لقصر الالھجة للعرف
 البخاری۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۶۲۷ کتاب الصوم) لے

سوال :- اگر روزے شرع عید و رمضان کے ٹیلیگرام (تار) سے عید و رمضان کا ثبوت |
 بارے میں ٹیلیگرام کی خبر کی تصدیق کی جاسکتی

ہے یا نہیں؟

الجواب :- ٹیلیگرام یعنی تار چونکہ کوئی بھی شخص دے سکتا ہے اس لیے یہ پتہ چلنا ہی دشوار ہے کہ یہ تار کس شخص نے دیا ہے، اسی وجہ سے دور حاضر کے جید فقہاء کرام اس کے خبر یعنی اطلاع کا اعتبار نہیں کرتے۔

لما قال الشیخ عبدالحی الکنھوتی:۔ بحسب ضوابط فقہیة تار کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔
 (مجموعۃ الفتاویٰ (اردو) ج ۱ ص ۳۵۳ باب رویۃ الھلال) لے

لے لما قال العلامة ابن بدین:۔ صرف کتب علی نفسہ بمال و خطہ معلوم بین التجار و اهل البلد ثمرات
 فجاوعم یمطلب المال من الورثة و عرض خط الیمیت بحیث عرف الناس خطہ یحکم بذلک فی ترکہ ان
 ثبت انہ خطہ و قد جرت العادۃ بین الناس بمثلہ و هو حجة۔ (رد المختار، ۵ ص ۲۳ کتاب القاضی الی القاضی)
 ومثله فی امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۲ کتاب الصوم۔

۲ لے قال الشیخ اشرف علی التھانوی:۔ چونکہ تار میں اس کی کوئی علامت نہیں کہ جس کا تار ہے نیز اس میں غلط اور غلط بھی کثیر ہوتا ہے
 اس لیے معتبر نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۹۲ کتاب الصوم و الاعتکاف، تحقیق خبر تار)

ومثله فی عزیز الفتاویٰ الشہیر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۱ کتاب الصوم۔

ہلال کیٹی کی موجودگی میں عالم دین کے فیصلے کا حکم | سوال :- ہمارے علاقے قومی اسمبلی

پشین بازار، یادو بازار، جنگل پیر، علی زئی بازار، قلعہ عبداللہ بازار، چمن بازار، گلستان زار سے زئی
اڈہ بازار کے علاوہ دیگر بڑے بڑے گاؤں مثلاً کربلا، حرم زئی، کانگڑی، ٹانگڑی، ٹانگی، اکل کلک
وغیرہ چھوٹے بڑے علاقے شامل ہیں، ان علاقوں پر حکومت پاکستان کا قانون لاگو ہے اور یہ تمام
علاقے صوبائی حکومت کے کنٹرول میں ہیں لیکن یہاں عید اور روزہ بڑے عجیب طریقہ سے منایا
جاتا ہے کہ ایک بستی میں عید دوسری میں روزہ، ایک گھر میں عید دوسرے گھر میں روزہ، یہاں تک کہ
گھر کے ایک فرد کا روزہ اور دوسرے لوگوں کی عید ہوتی ہے۔ جبکہ علاقہ کے معروف عالم دین
مولانا عبد الغنی صاحب شرعی گواہان پر عید اور روزے کا فیصلہ فرماتے ہیں، تو کیا ان کے فیصلہ
پر عمل کیا جائے یا حکومت کی طرف سے قائم ہلال کیٹی کے فیصلہ پر عمل کیا جائے؟ نیز بعض لوگ
یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ہم افغانستان کے اعلان کے مطابق عید اور روزہ کا اہتمام کر سکتے ہیں یا نہیں؟
ان راہ کرم شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیلاً وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب :- اسلام لوگوں کو اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے اسلئے مسلمانوں کے ذمے اجتماعی
احکام فرض کئے۔ ناز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس کی مثالیں ہیں، اسی طرح عیدین بھی اجتماعیت
کی داعی ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایک ساتھ روزہ رکھیں اور ایک ساتھ عید منائیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: صوموا لرؤیۃ الهلال
فاطروا بک۔ (مشکوٰۃ ۱۴۲ باب رؤیۃ الهلال - الفصل الاول)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صومکم یوم تصومون
واضماکم یوم تضحون وفطرکم یوم تقطرون۔ (مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ،
ج ۲۵ ص ۲۵۵ فصل مسألة رؤیۃ بعض البلاد الخ)

یہی وجہ ہے کہ فقہاء مذہب ثلاثہ بالاتفاق اور مذہب شافعیہ کے بعض فقہاء اور
مذہب اہل حدیث، زیدیہ، ظاہریہ وغیرہ کا اجتماعی فیصلہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار
نہیں، اہل غرب کی رویت اہل شرق کے لیے قابل حجت ہے۔ لہذا رمضان یا عیدین کا
چاند جب نظر آجائے تو قاضی وقت، ہلال کیٹی یا علاقے کے معتد عالم دین کو چاہیے کہ
وہ اس شہادت کو قبول کر کے اس کے مطابق روزہ یا عیدین کا حکم صادر کرے، وہ حساب و کتاب

یا کمپیوٹر کی اطلاع عدم احکام کو نہ دیکھے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حتی لو اخبى رجل عدم القاضى بمجئى رمضان يقبل ويأمر الناس بالصوم يعنى في يوم الغيم ولا يشترط لفظ الشهادة وشروط القضاء۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الصوم۔ مطلب في رؤية الهلال)۔
وايضاً قال بأن المعمول به في المسائل الثلاث ما شهدت به البيئنة لان الشهادة نزلها الشارع منزلة اليقين۔ وما قاله السبكي مردود ردة عليه جماعة من المتأخرين وليس في العمل بالبيئنة مخالفة لصلاته صلى الله عليه وسلم۔
ووجه ما قلنا ان الشارع لم يعتمد الحساب بل الغاية بالكلية بقوله نحن امة امية لانكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا۔ وقال ابن دقيق العيد الحساب لا يجوز الاعتماد عليه واصلاً۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الصوم۔ مطلب في رؤية الهلال)
اس لیے کہ قاضی شرعی کو بدون وجہ شرعی کے کسی شہادت کو رد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں بلکہ وہ شہادت کے حوالہ سے فیصلہ کرے گا۔

علامہ علاؤ الدین الحنفیؒ فرماتے ہیں: رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي۔ (الدر المختار علی مدار المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ کتاب الصوم)
(۲) اگرچہ قاضی شرعی کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کا فیصلہ عیدین و رمضان میں قابل قبول ہے، احکام شرعی کے بارے میں صرف قاضی شرعی کا فیصلہ قبول ہوگا۔

لما قال العلامة وهبة الزحيلي: القيام على شعائر الدين من اذان واقامة واقامة الصلوة الجمعة والجماعة والاعیاد وصیام وصیوم۔ (لفقه الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۲۸۲ کتاب الامارة)
لیکن جہاں کہیں قاضی شرعی نہ ہو یا وہ شرعی دلائل کی روشنی میں حکم صادر نہ کرتا ہو تو عیدین و رمضان وغیرہ عبادات کے قیام میں علاقے کا معتمد عالم دین قاضی شرعی کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔

اتمن الفتاوی میں ہے کہ: جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کر سکتا ہو وہاں اگرچہ جمیع معاملات میں تو عالم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا البتہ رؤیت ہلال وغیرہ بعض جزئیات میں اس کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین: وفي الفتح اذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كما هو

فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبة الآن۔ يجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۳۲۲ کتاب الجہاد)

وفی عمدة الرعاية، والعالم الثقة فی بلدة للاحکم فیہا قائم مقامہ۔ (ج ۱ ص ۳۰۹)
احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۶ کتاب الصوم

موجودہ ہلال کیسٹی کا اعلان اگرچہ قابل اعتبار ہے، اس پر سلمان عید و رمضان جیسے امور انجسام دے سکتے ہیں، مگر اس کے علاوہ علماء کی کیسٹی یا ایک معتد عالم دین بھی اس بات کا مجاز ہے کہ وہ شہادت یا دیگر اطلاعات کی بناء پر رمضان و عیدین کا فیصلہ کر سکے، یہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہے، اعلان رمضان و عیدین کا حق صرف ہلال کیسٹی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

واعلم ان بلاد الهند اليوم ليست فيها حكومة اسلامية وليس فيها دار القضاء للمسلمين فالحكم في مثلها الصوم باخبار ثقة والفطر بقول ثقتين ولا ينبغي لعلامة العصر من المفتين المشي على ما هو شأن قضاة دار الاسلام من الشهادة وغيرها۔ (معارف السنن ج ۵ ص ۳۲۵ کتاب الصوم)

اس لیے کہ ہلال کیسٹی دیگر قسامت کے ساتھ ساتھ شہادت شرعی کو بھی اپنی مفروضہ رائے اور عدم رؤیت کے اعلان کے بعد قبول نہیں کرتی اور شہادت کو کمپیوٹر کے حساب سے پرکھا جاتا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، جس پر گزشتہ عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) کا اعلان واضح دلیل ہے جو کہ سب کے سامنے ہے اور اخبارات و جرائد میں اس کے خلاف کافی مدلل و مفصل مضامین لکھے گئے۔ اس کے ساتھ قاضی شرعی کا حکم بھی تب نافذ ہوتا ہے جب وہ شریعت کے موافق ہو۔

لہذا جب ایک علاقہ میں رؤیت چاند ہو جائے تو رؤیت جہاں بھی ہو ثبوت شرعی کے ساتھ ثابت ہونے پر ہلال کیسٹی یا علاقے کا معتد عالم دین روزہ یا عیدین کا فیصلہ (اعلان) کر دے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس فیصلہ پر عمل کریں۔ اختلاف کو ختم کرنے کے لیے آسان سی تجویز یہ ہے کہ ہلال کیسٹی صرف مخصوص وقت تک شہادت یا اطلاع کی پابندی نہ کرے بلکہ رات گئے تک ملک و بیرون ملک رابطہ کرتی رہے جہاں پر بھی رؤیت ہلال شرعاً ثابت ہو جائے تو رمضان یا عید کا اعلان کر دیا جائے۔

ہلال کیسٹی کمپیوٹر کے حساب پر شہادت کو نہ پرکھے اس لیے کہ ممکن ہے پاکستان میں طول البلد اور

عرض البلد کے حساب سے امکانِ رویت نہ ہو اور دیگر ممالک میں امکانِ رویت ممکن نہ ہو اس لیے شہادت کو شرعی اصول پر پرکھا جائے۔

لیکن اگر ہلال کیسٹی والے اپنے خود ساختہ اصولوں پر قائم رہتے ہوئے رابطہ سے روگردانی کرتے ہوں تو مسلمانوں پر لازمی ہے کہ وہ علاقے کے معتمد عالمِ دین کے اعلان پر رمضان و عیدین کا اہتمام کریں تاکہ اختلاف ختم ہو کہ لوگوں میں وحدت پیدا ہو جو کہ اسلام کا فلسفہ ہے، لہذا ہلال کیسٹی یا علاقے کے معتمد عالمِ دین کو ثبوت شرعی کے ساتھ رویتِ ہلال کی اطلاع مل جائے تو اس کے اعلان پر علاقے کے مسلمانوں کو رمضان کا روزہ یا عیدِ افطار کر لینا چاہیئے، اس طرح انشاء اللہ وحدت قائم ہوگی۔

کسی دوسرے ملک کے صرف اعلان پر روزہ یا افطار (عید) کرنا شرعاً صحیح نہیں جب تک وہاں کی رویت دوسرے طریق شرعی (شہادۃ علی الرویت یا شہادۃ علی القضاء یا استفاضہ) کے ساتھ ثابت نہ ہو جائے اور علاقے کا معتمد عالمِ دین یا علماء کیسٹی وغیرہ اعلان نہ کرے۔

سوال :- اگر مطلع بالکل صاف ہو تو پھر کتنے آدمیوں کی رویت صاف مطلع کے دوران حجمِ غفیر ضروری ہے پر اعتماد کر کے روزے یا عیدین کا اعلان کیا جائے؟ اگر بالفرض

تین یا چار آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو کیا ان کی گواہی قابل قبول ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں چاند کی رویت کے لیے قانون یہ ہے کہ اگر ۲۹ کی رات کو مطلع بالکل صاف و شفاف ہو تو پھر حجمِ غفیر کی رویت روزہ اور عید کے لیے ضروری ہے، حجمِ غفیر کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ذخیرہ فقہ میں درج ہیں، بعض سے ۵۰ اور بعض سے ۵۰۰ وغیرہ مروی ہے۔ البتہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے تعداد سے قطع نظر کر کے قاضی صاحب کے مطئن ہونے کو ترجیح دی ہے، لیکن قاضی کا اطمینان بھی دو شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

(۱) امکانِ رویت (۲) کثرتِ شہود۔

اس لیے صاف مطلع کے دوران تین یا چار آدمیوں کی گواہی ناقابل قبول ہے۔

کذا فی رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۱ کتاب الصوم۔

رویت ہلال کے بارے میں ایک استفسار کا جواب | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین

(۱) ۲۳ جنوری ۱۹۶۶ء کو حکومت پاکستان کی وزارت داخلہ کی طرف سے جو عید کا اعلان کیا گیا ہے کیا یہ اعلان شریعت کے اعتبار سے درست تھا یا نہیں؟

(۲) جن لوگوں نے اس اعلان کے مطابق عید کی نماز پڑھی ہے ان کا نماز عید پڑھنا شرعاً جائز تھا یا نہیں؟

(۳) اور جن لوگوں نے اس دن روزہ نہیں رکھا یا رکھ کر توڑ دیا ہے اُن پر اس روزہ کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:- (۱) ہمارے ہاں اکوڑہ خٹک میں خود بندہ کے پاس رویت ماہ شوال حاضر کی شہادت گذری اور آٹھ گواہوں سے شرعی طریقے پر شہادت لی گئی، ہر ایک گواہ نے بلفظ شہد رویت ماہ شوال حاضر کی شب اتوار بعد از نماز مغرب مع وجود علت (گرد و غبار اور بادل) کے شہادت دی، جس پر ہم نے بروز اتوار عید کا اعلان کیا اور ان سب واقعات شہادت اور اعلان عید کی اطلاع مقامی تھلے کے ذریعے ڈپٹی کمشنر اور کمشنر پشاور کو بھی دے دی گئی، اور انہوں نے وزارت داخلہ کے ہوم سیکرٹری کو اطلاع دی۔ اب وزارت داخلہ نے جو ہلال کمیٹی مقرر کی ہے وہ اگر ثقات عادل علماء پر مشتمل ہو اور انہوں نے ہماری اس اطلاع کو اور اسی طرح دوسری جگہوں سے جو اطلاعات ان کو دی گئیں اُن کو قبول کر کے عید کا فیصلہ کیا ہو اور پھر حکومت کی نگرانی میں یہ فیصلہ اور حکم مختلف ریڈیو سٹیشنوں سے ثقات کے ذریعہ کیا ہو تو یہ اعلان شریعت کے اعتبار سے درست ہے۔

(۲) اب جن لوگوں نے اس اعلان کے مطابق (یعنی اتوار کے دن) نماز عید پڑھی ہے وہ بالکل جائز اور درست پڑھی ہے۔

(۳) مذکورہ طریق پر اعلان عید کے بعد جن لوگوں نے اس دن روزہ رکھا نہیں یا رکھ کر توڑ دیا ہے ان پر قضاء واجب نہیں ہوگی۔

استفتاء مندرجہ بالا کے جواب پر اشکال اور اس کا جواب | سوال: محترم مفتی صاحب! گزشتہ عید کے خلفشا

میں آپ سے میں نے ایک فتویٰ منگوا یا تھا جو کہ مجھے وصول ہو چکا ہے، اس کو مکرر مطالعہ

فرمانا چاہیں تو اس کا نمبر ۲۹۶ ہے۔ اس سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔
 (۱) آپ کے فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکورہ خشک میں چاند کا ثبوت شرعی طور پر ہو گیا تھا اس صورت میں بصورت ابر وغیرہ آپ کا جو فیصلہ تھا وہ اگر شرعی شرائط کے ساتھ نشر ہوا، ہو تو کیا یہ اُن لوگوں کے لیے بھی حجت ہے جہاں مطلع صاف تھا یا وہاں پھر جہم غفیر کی علیحدہ شہادت معتبر ہوگی؟

(۲) اگر حکومت کی نگرانی ہی میں موجودہ اعلان ہونا فرض کیا جائے تو کیا یہ اعلان پاکستان کے دونوں حصوں میں واجب العمل ہو گا یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو اس کا اندازہ کیا ہو گا؟

(۳) میرے گزشتہ استفتاء کے سوال ۳ کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مذکورہ طریق پر اعلان عید کے بعد جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ان پر اس کی قضاء واجب نہیں، یہ تو تب درست ہو سکتا ہے جبکہ خود آپ کے فتویٰ میں مذکورہ شرائط پائی جائیں۔ تو کیا آپ کے علم میں حکومت کے اعلان سے پہلے یہ تمام شرطیں پائی گئی ہیں یا نہیں؟ قابل حوالہ باتوں میں حوالہ بھی ضرور تحریر فرمائیں؟

نوٹ: آپ کی عید سے ہمیں تعرض نہیں ہے، غرض صرف یہ ہے کہ آپ کا فیصلہ صحیح ہونے کی صورت میں ہم تک شرعی طریق سے پہنچا ہے یا نہیں۔ (مولوی محمد یونس ساکن لورہ ضلع راولپنڈی)

الجواب:، مخدوم المحترم جناب مولانا محمد یونس رضی اللہ عنہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے، آپ کے دونوں نوازش نامے ایک بنا حضرت شیخ الحدیث صاحب اور دوسرا اس بندہ عاجز و قاضی انوار الدین کے نام مشتمل برچند استفسارات بوقت سعید شرف صدور لائے، حالات و کوائف سے مطلع ہوئے، گونا گوں مصروفیات اور مشاغل کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، امید ہے اُن محترم محسوس نہ فرمائیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کو دس حدیث اور اتمام کے کام سے بالکل فرصت نہیں ملتی جو کسی کے ساتھ اس طرح خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں، جس طرح کہ اُن محترم نے مطالبہ کر کے تحریر فرمایا ہے، اس لیے وہ آپ کے شکالات کا جواب نہیں دے سکیں گے، البتہ دارالافتاء سے آپ اپنے اشکالات حل فرما سکتے ہیں وہ بھی مناظرہ کی شکل میں نہیں بلکہ تشفی اور تسلی حاصل کرنے کی غرض سے، اور اگر دارالافتاء کے جواب سے آپ کی تسلی نہ ہوتی، ہو تو پاکستان کسی بھی دوسرے دارالافتاء سے اپنی تشفی کرا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ کا ایک شعبہ ہے، کسی مسئلے کا جو جواب یہاں سے جاری ہوتا

وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی نظر ثانی اور ذمہ داری سے نکلتا ہے، وہ بحیثیت مہتمم دارالعلوم تقانیہ اور شیخ الحدیث اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ واقعی محنت مولانا حسین الدین صاحب خطیب سبزی منڈی راولپنڈی مع تین اور ساتھیوں کے یہاں تشریف لائے تھے اور رویت ہلال عید کے متعلق انہوں نے شرعی طور پر اپنی تسلی کرائی تھی، جو کچھ انہوں نے یہاں اپنے آنے کے متعلق لکھا ہے وہ درست ہے اور واقعہ صحیح ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے نام آپ کا جو نوازش نامہ ہے اس کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے، بندہ کے نام نوازش نامہ کے جواب میں یہ عرض ہے کہ :-

(۱) رویت ہلال میں شہروں کی دوری کا اعتبار نہیں اور اکثر فقہاء کرام نے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہر کی رویت کی وجہ سے دوسرے شہر میں ثبوت رویت کا فتویٰ دیا جائے گا، جیسا کہ الدر المختار میں ہے: فیلزم اهل المشرق بروية اهل المغرب اذا ثبت عندهم روية او ليك بطريق موجب الدر المختار ج ۲ ص ۲۹۳) یہ دوسری بات ہے کہ جو بلاد قواعد ہیئت کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہوں ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ محققین کے نزدیک ثابت ہے۔ مگر ہمارے بلاد میں قواعد ہیئت کے اعتبار سے بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ایک شہر کی رویت کا ثبوت بطریق موجب ہو جائے جس تین صورتیں فقہاء نے بیان کی ہیں: شہادة على الروية - شہادة على شہادة الروية - شہادة على قضاء الحاكم الشرعی - ایک پوکھی صورت بھی ہے جس کو استفاضۃ الخبر کہا جاتا ہے۔ ان چار صورتوں میں جس صورت سے بھی رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو وہ حجت ہوگا۔

اس تحقیق کے بعد آپ کے اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو شہادت رویت ہلال کی گزری تھی جس کی بناء پر ہم نے روز اتوار عید کا اعلان کر دیا اور بالواسطہ اس کی اطلاع مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو دیدی، اب اگر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ارکان نے اس کو منظور کر کے حکومت کی نگرانی میں شرائط کے ساتھ نشر کیا ہو تو یہ استفاضۃ الخبر بن کر ان لوگوں کے لیے بھی حجت ہوگا یہاں مطلع صاف تھا اور انہوں نے چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کیا یا کیا تو ہو سکتا نظر نہیں آیا ہو تو نجم غفیر کی علیحدہ شہادت کی ضرورت اس کے بعد نہ ہوگی۔

(۲) جی ہاں اگر حکومت کی نگرانی میں شرائط مذکورہ فتویٰ سابقہ کے ساتھ یہ اعلان ہونا فرض کیا

جلئے تو پاکستان کے دونوں حصوں کے لیے واجب العمل ہوگا۔

(۳) اپنے علم کی حد تک جتنا کہ مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے حکومت نے وزارت داخلہ کے ماتحت ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی مقرر کی ہے جس کے اعلیٰ رکن دمریہ (ڈسٹرکٹ خلیفہ و پینڈے مولانا فیض علی فیضی ہیں اور وہ رویت ہلال کے متعلق کمیٹی کے دوسرے ارکان کی معیت میں فیصلہ کر کے حکومت کی نگرانی میں ریڈیو اور ٹی وی پر نشر کرتے ہیں، اس لیے بندہ نے سابق فتویٰ میں آپ کے سوال ۳ کے جواب میں لکھ دیا تھا کہ مذکورہ طریق پر اعلان عید کے بعد جنہوں نے اس دن روزہ رکھا نہیں یا رکھ کر توڑ دیا ہے ان پر قضاء واجب نہیں ہے اور بجائے ”نہیں ہوگا“ کے صرف ”نہیں“ لکھ دیا، اگر آپ کے علم میں یہ اعلان شرائط کے ماتحت نہیں کیا جاتا ہو اور یہ استفاضۃ الخبر میں داخل نہ ہو تو میں بجائے صرف ”واجب نہیں“ کے ”واجب نہیں ہوگا“ لکھ کر بری الذمہ ہو جاؤں گا۔

التماس [جناب من! آپ کے عید نہ کرنے سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔ ہم تو اپنی معلومات کی حد تک یہ مسئلہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اعلان عید یا روزہ بذریعہ ریڈیو و حجت ہے یا نہیں؟ تو میری رائے میں جو اطلاعات رویت اور شہادت ہلال عید کے متعلق ہم نے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو پہنچائی تھیں اور کمیٹی والوں نے اس پر فیصلہ کر کے بذریعہ ریڈیو نشر کر کے اعلان عید کیا ہے وہ استفاضۃ الخبر ہے اور جنہوں نے اس اعلان کو سن لیا ہے ان پر حجت ہے۔ اب اگر ہماری اس رائے کے ساتھ آپ کو اتفاق نہ ہو تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے۔ فقط والسلام



باب تعرفت الصوم واقسامہ وشرائطہ (روزہ کی تعریف، اقسام اور شرائط کے بیان میں)

روزہ کی نیت کا وقت | سوال :- اگر رات کو روزہ کی نیت کرنی بھول جائے تو کس وقت تک نیت کر کے روزہ رکھنا درست ہے؟

الجواب :- اگر طلوع فجر کے بعد روزہ دار سے روزہ کے منافی کسی امر کا ارتکاب نہ ہوا ہو تو نصف النہار سے قبل تک نیت کر کے روزہ رکھ سکتا ہے، البتہ نصف النہار گزرنے کے بعد نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال عبد الرحمن الجزائری :- ویسن له ان یلقظ بہا۔ وقتہا کل یوم بعد غروب الشمس الی ما قبل نصف النہار والنہار الشرعی، من انتشار الضوئ فی اکفوق الشرقی عند طلوع الفجر الی غروب الشمس فیقسم ہذا الزمن نصفین وتكون النیتۃ فی النصف الاول بحیث یکون الباقی من النہار الی غروب الشمس اکثر مما مافی ذلک کتاب الفقہ علی المذہب الربیعہ ج ۱ ص ۵۲۵) لہ

روزہ کی فرضیت کے لیے عمر کی حد | سوال :- ایک مسلمان پر روزہ کس عمر میں فرض ہوتا ہے؟
الجواب :- بنیادی طور پر بالغ ہونے پر روزہ فرض ہو ہو جاتا ہے جس کی پہچان بڑے کے کو احتلام ہونے اور بڑکی کو حیض آنے سے ہوتی ہے، البتہ اگر کسی بچے پر بلوغت کے آثار نمایاں نہ ہوں تو پھر پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے کی صورت میں روزہ رکھنا واجب ہے۔
قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ :- فان لم یوجد فیہما شیء منہما فعتی یتیم لکل منہما

لہ قال العلامة سید احمد طحطاوی :- (ولونہاراً الی ما قبل نصف النہار) المراد انہ من اللیل الی ہذا الوقت طرف النیتۃ وفعتی حصلت فی جزء من ہذا الزمان صح الصوم لما ذکرہ المصنف، وان نوى الصوم من النہار ینوی انہ صائم من اولہ حتی ینوی قبل الزوال انہ صائم من حیث نوى، لا من اول النہار لا یصیر صائماً حموی وانما یجوز قبل الضموة اذا لم یوجد قبلہما ما ینافی الصوم کاکل وشرب وجماع۔ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ج ۱ ص ۵۳ کتاب الصوم) ومثله فی فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۵ کتاب الصوم۔

خمس عشرة سنة وبه يفتى - (الدر المختار على صدره المختار ج ۶ ص ۱۵۳ کتاب الحج) لے
سوال :- اگر شک والے دن
یوم الشک میں نفل کی نیت کے باوجود روزہ فرض شمار ہوگا | نفل کی نیت سے روزہ رکھا جائے
 مگر بعد میں شرعی ثبوت سے یہ معلوم ہو جائے کہ آج تو یکم رمضان ہے، تو عند الشرع اس نفل روزے کا
 کیا حکم ہے؟

الجواب :- یکم رمضان ثابت ہونے پر یہ دن یوم الشک کا نہیں بلکہ رمضان کا شمار ہوگا،
 چونکہ ماہ رمضان فرض روزوں کے لیے مقرر ہے اس لیے کسی نفل کی نیت سے فرض روزہ متاثر نہیں
 ہوتا بلکہ یہی روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا اور اس پر قضاء بھی لازم نہیں۔
 قال عالم بن العلامة :- فان ظهر انه من رمضان كان صائماً عن رمضان۔
 وفي الخاتمة وقيل على قول محمد لا يكون صائماً۔ (فتاویٰ تاتاریخات ج ۲ ص ۳۹۲ کتاب الصوم)
 الفصل الثامن، الاوقات التي يكثف فيها الصوم لے

سوال :- اگر کسی شخص نے تمام عمر روزہ رکھنے کی
پوری زندگی روزہ رکھنے کی تمت ماننا | نذر مان لی تو اس کے لیے افطار کرنے کا کیا
 حکم ہے؟

الجواب :- تمام عمر روزہ رکھنے کی نذر مان لینا بلاشبہ درست ہے مگر بہتر نہیں اسلئے کہ
 انسان ہر حالت میں ایک جیسا نہیں ہوتا ہے۔ تمام عمر روزہ رکھنے کی نذر ماننے میں کبھی بھی افطار

لے قال العلامة فخر الدين :- بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانتقال والا فتى يتم لے
 ثمانى عشر سنة والجارية بالحيض والاحتلام والحبل والا فتى يتم لهما سبع عشرة سنة
 ويفتى بالبلوغ فيهما بخرعة سنة۔ (تبين الحقائق ج ۵ ص ۲۰۳ کتاب الحج)
 ومثله في البحر الرائق ج ۸ ص ۸۵ کتاب الحج۔

لے قال ابن نجيم :- واعلم انه يتفرع عن كيفية النية وقتها مسألة الاسير في دار الحرب اذا اشتبه
 عليه رمضان فتحرى وصام شهراً عن رمضان فلا يخلو اما ان يوافق او لا بالتقديم او بالتأخير
 فان وافق جاز وان تقدم لم يجز۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الصوم)
 ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب الصوم۔

کرنے کی گنجائش ہیں البتہ آیام منہیات میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اس لیے افطار کرنے کے بعد ہر سال پانچ روز سے اس کے ذمہ باقی رہیں گے فراغتِ ذمہ کے لیے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرنی ہوگی۔

قال طاهر بن احمد:۔ رجل قال لله على صوم هذه السنة فأنه يفطروا الفطر ويوم النحر وإيام التشريق ويقضى تلك الايام وحلبه لفارة اليمين۔

(خلاصہ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۱ کتاب الصوم۔ الفصل الرابع في النذر)۔

سوال :- شہر میں سورج غروب ہونے کے بعد روزہ افطار کر لیا مگر اس کے فوراً بعد ہوائی جہاز میں سفر کے دوران سورج دوبارہ دیکھ لیا تو کیا اس سے قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟ اور امساک کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- چونکہ اس شخص کو یقینی طور پر سورج کے غروب ہونے کا علم ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اس نے روزہ افطار کر لیا اب جبکہ دوبارہ سورج دیکھ لیا تو اس کو امساک (یعنی سورج کے غروب ہونے کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ حقیقی طور پر سورج غروب ہو جائے) یہ امساک فقط روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ضروری ہے ورنہ اس کا روزہ تو ادا ہو گیا ہے اس پر کوئی قضاء لازم نہیں۔

قال العلامة المحصن:۔ قال في شرح التنوير فلو غربت ثمر عادت هل يعود الوقت بالظاهر نعم۔ وقال ابن عابدین: (قوله الظاهر نعم) بحث صاحب النهر حيث قال ذكر الشافعية ان الوقت يعود الى قوله قلت على ان الشيخ اسمعيل رد ما بحثه في النهريت بها للشافعية

له قال عالم بن العلاء:۔ واذا قال والله على صوم الا بد يفطروا ايام العيد ويطعم عن كل يوم مسكين نصف صاع من خنطة۔ هشام عن محمد: فيمن جعل على نفسه صوم الا بد فافطر يوماً ففطر يوماً لا يصح: لا يطعم هذه الايام في حياته وعليه ان يوصى ان يطعم۔ الخ۔ (فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصوم، الفصل الحادی عشر فی النذور)۔

ومثله في الهداية ج ۱ ص ۲۸ کتاب الصوم، فی ما یوجبہ علی نفسه۔

بان صلوة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاء ورجوعها لا يعيدها ادا وما في الحديث خصوصية لعلي رضي الله تعالى عنه كما يعطيه قوله عليه الصلوة والسلام انه كان في طاعتك وطاعة رسولي ام - عود الوقت بعودها للكل، والله تعالى اعلم -

(مراد المحتار ج ۳۶، ۳۷ - کتاب الصوم) -

طویل النهار (لمبے دن) والے ممالک میں روزہ رکھنے کا طریقہ | سوال :- دنیا کے بعض خطے اور ممالک کیے

ہیں جہاں دن بہت لمبے ہوتے ہیں، وہاں روزے رکھنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟
الجواب :- جن ملکوں میں دن چوبیس گھنٹوں سے بڑا ہو تو ان ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو قریب ملک اور علاقے کے وقت کی پابندی کا لحاظ رکھنا ہوگا، کیونکہ عام طور پر انسان چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھنا برداشت نہیں کر سکتا، البتہ اگر چوبیس گھنٹے سے دن اس قدر چھوٹا ہو کہ سحری اور افطاری کھانے کا وقت ملتا ہو اور طلوع و غروب بھی ہوتا ہو تو اس ملک کے وقت کے موافق روزے رکھنے ہوں گے، تاہم یقیناً بیماروں کے لیے شریعت میں مراعات پائی جاتی ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ (ترتمة) : لہا من تعرض عندنا لحکم صومہم فیما اذا کان یطلع الفجر عندهم کما تغیب الشمس او بعدہ بزمان لا یقدر فیہ القضاء علی ما یقیم بنیتہ ولا یمکن ان یقال بوجوب الصوم مواکاة الصوم علیہم لانه یؤدی الی المہلاک فان قلنا بوجوب الصوم یلزم القول بالتقدیر وھل یقدر لیلہم باقرب البلاد الیہم۔ کما قالہ الشافعیۃ ہنا۔ ایضاً ام یقدر لہم بما یسع الاکل والشوام۔ یجب علیہم القضاء فقط

۱۔ لما قال العلامة انکاساً فی جمیعہ - وکذا من وجب علیہ الصوم فی اقل النہار لوجود سبب الوجوب والاہلیۃ ثم تغدر علیہ المضی فیہ بان افطر متعمداً او اصبح یوم الشاک مفطراً ثم تبین انہ من رمضان وتسحر علی ظن ان الفجر لم یطلع ثم تبین لہ انہ طلع فانه یجب علیہ الامساک فی بقیۃ الیوم تشبہا بالقصائیم -

(بدائع الصنائع ج ۲، ۱۰۳، ۱۰۴ - کتاب الصوم - الفصل ام حکم الصوم الموقت)

وَمِثْلُهُ فِي مِرَاقِي الْفَلَاحِ عَلَى هَامِشِ طِحْطَاوِي ج ۵۵ - کتاب الصوم -

دون اکاد اکل محتمل فلیتا مل - (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۹ کتاب الصلوة - مطلب فی طلوع الشمس مغربها) ۱۵

عیدین کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے | سوال ۱۔ اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۔ احادیث مبارکہ اور کتب فقہ سے یہ حکم واضح ہے کہ پورے سال میں پانچ دن روزہ رکھنا ممنوع ہے جن میں دو دن عیدین (یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر کا پہلا دن) کے بھی شامل ہیں لہذا ایسے شخص کو عیدین کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے ورنہ گنہگار ہو جائے گا۔

قال عبد الرحمن جزریؒ: الصوم المكروه ينقسم الى قسمين مكروه تحريماً وهو صواباً الايمان والتشريع فاذا صامها انعقد صومه مع الاثم - (نقہ مذاہب اربعہ ج ۱ ص ۵۵۹) ۱۶

۱۷ قال العلامة کمال الدینؒ: ولا يرتاب متامل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض وبين سببه الجعلي الذي جعل ملامة على الوجوب الحقی الثابت في نفس الامر وجوانب تعدد المعرفات للشي فانتهاء الوقت انتفاء للعرف وانتفاء الدليل على الشيء لا يستلزم انتفاء الجواز دليل اخر وقد وجد وهو ما تواتر عليه اخبار الاسراء من فرض الله الصلوة خميساً بعد ما امروا اولاً بخمسين ثم استقر الامر على خمس شرعاً عاماً ما لاهل الافاق تفصيل فيه بين اهل قطر وقطر وما روى ذكر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثت في الارض قال اربعون يوماً يوم كنت يوم كثره ويوم الجمعة وسائر أيامه كأيامكم فقبل يا رسول الله فذلك اليوم الذي كنت ايكفينا فيه صلوة يوم قال لا قدر والة (رواه مسلم) فقد أحب فيه ثلثمائة عصر قبل صيرورة الظل مثلاً او مشلين وقس عليه فاستفدنا ان الواجب في نفس الامر خمس على العموم غير ان توترعها على تلك الاوقات عند وجودها فلا يسقط بعد مجئ الوجوب - وكذا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوة كتبهن الله على العباد ومن افق بوجوب العشاء يجب على قوله التوراء - (حاشية شلبي على تبیین الحقائق ج ۱ ص ۸ کتاب الصلوة - باب المواقيت)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۱ ص ۲۲۶ کتاب الصلوة باب المواقيت -

۱۸ قال ابن نجيمؒ: وعندنا يكره الصوم في يوم العيد وایام التشريق - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم - الباب الثالث في ما يكره للصائم -

سوال۔ اگر مجنون روزہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو مجنون پر روزے کا فدیہ واجب نہیں اس کے اولیاء فدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب۔ احکام شرعیہ کا مکلف عاقل و بالغ انسان ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مجنون مکلف بالعبادات نہیں ہوتا، اس لیے اس کے مرنے کے بعد وراثت پر فدیہ دینا بھی لازم نہیں، بشرطیکہ یہ عارضہ ممتد ہو یعنی رمضان کا پورا مہینہ مجنون ہو اور اگر عارضہ غیر ممتد ہو تو اس صورت میں ما فات کی قضاء لازمی ہے، اور اگر قضاء سے قبل مر جائے تو بصورت وصیت فدیہ تینا لازمی ہے۔ قال العلامة کاسانی: ولا وجوب علی المجنون لوجوب الخطاب ولا خطاب علیہ لانعدام القدرتین ولہذا العریب القصار فی الجنون المستوعب شہراً وجہ قول اصحابنا۔۔۔ فی الجنون اعارض ما اذا افاق فی وسط الشہر اوفی اولہ حتی لو جن قبل الشہر ثم افاق فی آخر یوم منہ یلزمہ قضاء جمیع الشہر۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۸، ۸۹ کتاب الصوم فصل شرائط الصوم)

سوال۔ شرعاً روزہ کس چیز سے افطار کرنا کس چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے؟ افضل ہے؟

الجواب۔ بہتر یہ ہے کہ روزہ دار کھجور سے روزہ افطار کرے اور اگر کھجور دستیاب نہ ہو تو پھر پانی سے افطار کرنا بہتر ہے، تاہم اس کے علاوہ بھی دیگر اشیاء سے روزہ افطار کرنا جائز ہے۔ اخراج ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ: عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من وجد تمر فلیفطر علی ما دق ان الماء طہور۔ (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۲۹)

سوال۔ سحری اور افطاری میں تعجیل و تاخیر کا حکم سحری و افطاری کا مستحب طریقہ ایک ہے یا ان میں کچھ فرق ہے؟

۱۔ قال ابن نجیم: (قولہ و مجنون غیر ممتد) ای یقفیہ اذ فاتہ مجنون غیر ممتد و ہوان لا یتوعب الشہر والممتد ہوان یتوعب الشہر و ہو مستقط للخرج۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹ کتاب الصوم فصل فی العوارض)

و مثله فی فتاویٰ تارخانۃ ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم۔ الفصل العاشر فی الجنون۔

۲۔ محمد بن یزید: عن سلیمان بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فان لم تجد فلیفطر علی الماء فانہ طہور۔ (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲۲ باب ما جاد علی ما یتحب الفطر)

و مثله فی ابی داؤد ج ۱ ص ۳۲۱ باب ما یتحب الفطر۔

الجواب: شریعت مقدسہ میں سورج غروب ہونے کے فوراً بعد افطاری کرنا مستحب ہے اور سحری میں آخر وقت تک تاخیر کرنا اولیٰ ہے، تاہم اعتیاد اسی میں ہے کہ ظن غالب پر طلوع فجر سے چند منٹ پہلے سحری بند کر دینی چاہیئے۔

قال العلامة سید احمد طحاویؒ: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الى غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة قوله (الى الغروب) هو اقل زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق - وفي البخاري عنه صلى الله عليه وسلم: اذا قبل البيل من ههنا فقد افطر الصائم - اي اذا وجدت الظلمة حسا في جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر وصار مفطر في الحكم. لان الليل ليس طرفا للصوم قهستانى۔

(مراقى الفلاح على هامش طحاوی ج ۱ ص ۵۲۱ کتاب الصوم) ۱۰

سوال: سحری کا آخری وقت معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ کیا فجر کی اذان فجر انتہاء سحری کی دلیل ہے؟

الجواب: روزہ بند کرنے میں بنیادی اعتبار انتہائے وقت کا ہے اسلئے طلوع فجر سے قبل روزہ رکھنا واجب ہے، البتہ اگر اذان صبح وقت پر دی جاتی ہو تو پھر یہ انتہائے وقت کی دلیل بن سکتی ہے ورنہ تقدیم و تاخیر کی صورت میں اسے انتہاء سحر سمجھنا درست نہیں۔ ہمارے علاقوں میں اذان گونا گویا وقت داخل ہونے کے بعد دی جاتی ہے اسلئے اس دوران کھانا پینا جائز نہیں بلکہ اس سے چند منٹ پہلے ہی کھانا پینا بند کر دینا چاہیئے۔

قال العلامة بن العلاء: قال اصحابنا وقت الصوم حين يطلع الفجر الثاني. وهو الفجر المستطير المنتشر في الافق الى غروب الشمس، واذ اغربت الشمس خرج وقت الصوم ولم ينتقل عنهم ان العبرة لا بطلوع الفجر الثاني ولا استنارته وانتشاره. وقد اختلف المشائخ فيه قال بعضهم: العبرة الاولى. وبعضهم قالوا العبرة لا استنارة. قال الشمس الاثمة الحلواني، القول الاول احوط والثاني اوسع۔ (فتاوى تاج ترمذی ج ۲ ص ۳۳۴ کتاب الصوم الفصل الاول في بيان وقت الصوم) ۱۱

قال طاهر بن احمد بن عبد الشيد: وليستحب للصائم تعجيل الفطر قبل طلوع النجوى وتأخير السحور في يوم النعيم لا يستحب التعجيل ولا يفطر ما لم يغلب على ظنه غروب الشمس۔ (علامۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الصوم الفصل الخامس في الخطر والاباحة) ۱۲

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَار ج ۲ ص ۴۱۹ کتاب الصوم مطلب في حديث التوسعة على اعيال الحج۔

قال ابن عابد: رَقُوْهُ هُوَ الْيَوْمُ (اي اليوم الذي من طلوع الفجر الى الغروب) هل المراد اقل زمان لطلوع وانتشار الضوء؟ فيه خلاف خلافاً في الصلوة والاوّل احوط والثاني اوسع۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۱ کتاب الصوم) ۱۳

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّة ج ۱ ص ۱۹۳ کتاب الصوم۔ الباب الاول تعريفه وتقسيمه۔

سوال: حنفیہ کثر الشواہد میں کے نزدیک صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے ؟

الجواب: علماء احناف کے ہاں رائج مذہب یہ ہے کہ تنہا جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ نہیں البتہ جن احادیث میں نہیں وارد ہے وہ ضعف اور کمزوری وغیرہ پیدا ہو جانے پر محمول ہے کہ جس کی وجہ سے جمعہ کی ادائیگی میں فرق آتا ہو۔

قال العلامة ابن عابدین: ولا بأس بصوم يوم الجمعة عند أبي حنيفة ومحمد لما روى عن ابن عباس أنه كان يصومه ولا يفطر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹۱ کتاب الصوم) ۱۵

سوال ۱: آیام بیض کے روزے رکھنا **حکم** **ذی الحجہ میں آیام بیض کے روزوں کا حکم** شرعاً مسنون ہیں جو ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو آتے ہیں، کیا ماہ ذی الحجہ میں بھی انہی تاریخوں کو روزے رکھے جائیں یا دوسری تاریخوں کو رکھے جائیں؟

الجواب: شریعت مقدسہ میں آیام عید الاضحیٰ یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کے روزے رکھنا ممنوع ہیں اس لیے ماہ ذی الحجہ میں ۳ تاریخ کا روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ بچائے ۱۳ کے ۱۴، ۱۵، ۱۶ کے روزے رکھے جائیں۔

قال العلامة عالم بن علاء الانصاری رحمہ اللہ: يكره الصوم في العیدین وایام التشریق لانغناء الاجماع ولو صام يكون صائماً مسیئاً ولو افسده لا یقضى عند أبي حنيفة۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیة ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الصوم) ۱۶
فصل فی بیان الاوقات التي یکره فیها الصوم

۱۷ قال الشيخ ذهبه الزحيلي: ومنه صوم يوم الجمعة ولو منفرداً فلا بأس بصيامه عند أبي حنيفة ومحمد۔ (ما روى عن ابن عباس أنه كان يصومه ولا يفطر۔

(الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۵۹۲ مسائل صوم مندوب)

وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوى ج ۱ کتاب الصوم: الفصل الخامس في الخطر والاباحة۔

۱۸ قال العلامة حسن بن عماد الشرنبلالی: والثاني الذي كره تحريماً صوماً عیدین الفطر والنحر ومنه صوم أيام التشريق۔ وقال السيد احمد الخطاوی: قوله (منه صوم أيام التشريق) هي ثلاثة بعد أيام النحر۔ (خطاوی ص ۳ کتاب الصوم) ومثله في الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۵۸۲۔

حاجی کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں | سوال :- احادیث مبارکہ میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا منقول

ہے، کیا یہ حکم حاجی کے لیے بھی ہے یا نہیں؟

الجواب: یوم عرفہ کا روزہ رکھنا شرعاً مسنون ہے اور یہ حکم سب کے لیے یکساں ہے البتہ اگر حاجی کو روزہ رکھنے سے ضعف لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے مناسب حج میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہو تو اس صورت میں عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة الحسکفی: المستحبة وعرفة ولولحاج لم يضعفه الخ۔ قال ابن عابدین: (قوله لم يضعفه صفة لحاج) ای اكان لا يضعفه عن الوقوف بعرفات ولا یخل بالدعوات محیط فلو اضعفه كره۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹۱ کتاب الصوم) سلم

یوم عاشورہ کے روزے کا حکم | سوال :- محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا ہوگا یا اس سے پہلے یا بعد والے دن کا روزہ بھی ملانا ہوگا؟

الجواب :- یوم عاشورہ یعنی دس محرم الحرام کا روزہ رکھنا مسنون ہے مگر اس روزے کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد والے دن کا روزہ ملانا ضروری ہے اس لیے کہ صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری: واما صوم یوم عاشوراء فاستحب ان یصوم قبله یوماً وبعده یوماً۔ (خلاصة الفتاوی ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الصوم۔ باب الخطر والاباحة) سلم

لہ قال الشیخ الدكتور وهبة الزحيلي :- ومنه صوم یوم عرفة ولولحاج لم يضعفه عن الوقوف بعرفات ولا یخل بالدعوات فلو اضعفه كره۔

(الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۵۹۲ اداء المذاہب فی الصوم المنذور)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّاتَارْخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۳۸۹ الْاَوْقَاتُ الَّتِي يَكْرَهُ فِيهَا الصَّوْمُ۔

۲ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاری: وكانوا يستحبون ان یصوموا قبل عاشوراء او

بعده یوماً۔ (الفتاوی التاتارخانیة ج ۲ ص ۳۹۰ کتاب الصوم فی الاوقات التي یکره فیها الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْاِسْلَامِي وَادِلَتُهُ ج ۲ ص ۵۹۰ النُّوعُ الرَّابِعُ، صَوْمُ التَّطَوُّعِ۔

رمضان المبارک میں مہمان کی خاطر تواضع کا حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب !

میں بسلسلہ روزگار انگلینڈ میں مقیم ہوں وہاں میرے کچھ انگریز دوست ہیں اگر وہ میرے پاس رمضان المبارک میں دن کے وقت ملاقات کے لیے آئیں تو کیا میں ان کی خاطر تواضع کر سکتا ہوں یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- اسلام نے مہمان کی خاطر مدارات کے لیے نفلی روزہ تک توڑ دینے کی گنجائش رکھی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص مہمان کی خاطر تواضع کے لیے نفلی روزہ توڑ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اس روزہ کی قضاء کرنا ضروری ہے، جب غیر رمضان میں مہمان کی خاطر نفلی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے تو پھر رمضان المبارک میں ایسا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ تاہم آپ نے مہمان کی خاطر رمضان کا روزہ توڑنا جائز نہیں۔

لما قال العلامة اشرف علی التھانویؒ کسی کے گھر مہمان گئی یا کسی نے دعوت کر دی اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی برا ہوگا دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر سے نفلی روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر سے گھر والی کو بھی توڑ دینا درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۲۸ کتاب الصوم)

عاشورہ کے دن قضاء رمضان کا حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب ! یوم عاشورہ و رسل محرم الحرام کو قضاء رمضان کا روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی رکھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فقہ حنفی کی روشنی میں مسئلے کا حل بیان فرمائیں؟

الجواب :- اسلام نے سال بھر میں صرف پانچ دن روزہ رکھنے کو موجب گناہ قرار دیا ہے، اس کے علاوہ باقی ایام میں جس دن چاہے قضاء رمضان کا روزہ رکھا جاسکتا ہے ایسا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

لما فی الہندیۃ : لو نوی قضاء رمضان والتطوع کان من القضاء۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ص ۲۸ کتاب الصوم)

سوال :- جناب محترم مفتی صاحب امیری والدہ صاحبہ کئی برسوں سے پیر اور جمعرات

کا روزہ رکھ رہی ہیں، کیا قرآن و سنت میں اس کے بارے میں کوئی فضیلت آئی ہے یا نہیں؟
الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اعمال نامے پیش کیے جاتے ہیں، مجھے یہ پسند ہے کہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے ہوں۔ لہذا پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا کارِ ثواب ہے۔

عن عائشةؓ قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يتحري صوم الاثنين والخميس - (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۱۵۸ باب ما جاء في صوم الاثنين والخميس) لہ

سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! ۱۵ شعبان کا روزہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب :- فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مرغوب روزوں میں سے ۱۵ شعبان رجب برات کا روزہ بھی ہے، لہذا اس قسم کا روزہ رکھنا موجب اجر و ثواب ہے۔

لما في الهندية، المرغوبات من الصيام انواع اولها صوم المحر والثاني صوم رجب والثالث صوم شعبان - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۳۲) لہ

لہ عن حفصة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم ثلثة ايام من شهرين الاثنين والخميس والاثنين من الجمعة الاخرى - (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۲ باب من قال الاثنين والخميس)

وَمِثْلُهُ فِي مَشْكُوتِ الْمَصَابِيحِ ص ۱۹۹ كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ -

لہ لما قال العلامة اشرف على التهانوي رحمہ اللہ :- شبِ برات کی پندرہویں اور عید الفطر کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۲۱۱ کتاب الصوم)

مروجہ افطار پارٹیوں میں شرکت کا مسئلہ | سوال :- رمضان المبارک میں بعض سیاسی لوگ ایک دوسرے کو افطار پارٹیوں میں مدعو کرتے ہیں جن میں عموماً بکیر و گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ شرعاً اس قسم کی افطار پارٹیوں میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، مگر مروجہ افطار پارٹیوں میں چونکہ اکثر کبار کا ارتکاب ہوتا ہے اس لیے اس قسم کی افطار پارٹیوں میں شرکت نہیں کرنی چاہیئے تاکہ ارتکاب گناہ سے بچا جاسکے۔

لما قال عليه السلام : من فطر صائماً كات له مغفرتة لذنوبه وعقوب
وقبته من النار وكان له مثل اجرة من غير ان ينقص من اجرة شيء.
(مشکوٰۃ ص ۱۷۱ کتاب الصوم - الفصل الثالث) لہ

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں روزہ افطار کرنے کا حکم | سوال :- ماہ رمضان میں اگر کسی دن آسمان پر بادل ہوں اور سورج غروب ہونے کا صحیح اندازہ نہ ہو سکتا ہو تو ایسے میں روزہ افطار کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- مستحب تو یہ ہے کہ جیسے سورج ہو فوراً روزہ افطار کر لیا جائے، اور اگر مطلع صاف نہ ہو یا آسمان پر بادل وغیرہ ہوں تو پھر روزہ افطار کرنے میں اتنی دیر کی جلے کہ سورج ہونے یا نہ ہونے کا شک ختم ہو جائے۔ اور آجکل تو ویسے بھی تقریباً ہر آدمی کے پاس گھڑی ہوتی ہے اس کے حساب سے سورج ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد روزہ افطار کر لینا چاہیئے۔

لما قال العلامة المرغینانی، ولو شك في غروب الشمس لا يحل له الفطر۔

راہد ایتہ ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الصوم) لہ

لہ لقولہ علیہ السلام، من فطر صائماً فله مثل اجرة۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۷۱ کتاب الصوم باب فیمن فطر صائماً)

لہ لما قال العلامة شرف علی التھانوی، جب تک سورج کے ڈوبنے میں شبہ ہے تب تک

(روزہ) افطار کرنا جائز نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۰۹ کتاب الصوم)

روزہ افطار کرنے کیلئے وقت مقرر کرنے کا حکم | سوال :- افطاری کتنے منٹ تک

ہونی چاہیئے؟ بعض لوگ افطاری کے وقت پورا کھانا کھاتے ہیں اور اس کے بعد نماز پڑھتے ہیں، شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- افطاری کے لیے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں، ضروری امر یہ ہے کہ مغرب کی نماز ادا کی جائے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ مختصر افطاری کر کے پہلے مغرب کی نماز ادا کر لی جائے اس کے بعد کھانا کھایا جائے۔ تاہم اگر پورا کھانا کھانے کے بعد نماز وقت پر ادا کی جاسکتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

روزے کی نیت عربی یا مادری زبان میں کرنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! رمضان المبارک کے روزوں کی

نیت عربی زبان میں کرنا ضروری ہے یا اپنی مادری زبان میں کرنا بھی صحیح ہے؟
الجواب :- نیت کا تعلق دل سے ہے، نفس ارادہ کرنے سے روزہ صحیح ہو جاتا ہے، تاہم زبان سے نیت پر تلفظ کرنا بہتر ہے چاہے عربی زبان میں ہو یا مادری زبان میں دونوں طرح سے صحیح ہے۔

لما فی الہندیۃ، والنیۃ معرفتہ بقلبہ أن یصوم کذا فی الخلاصۃ و محیط السرخسی والسنة ان یتلفظ بها کذا فی النہر الفائق۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۵ کتاب الصوم۔ الباب الاول فی تعریفہ ص ۱۷)

سوال :- ایک آدمی ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا، زمینی وقت کے لحاظ سے سورج غروب ہو چکا تھا مگر جہاز کی بلندی کی وجہ سے ابھی تک سورج افق پر چمکتا نظر آ رہا تھا، تو کیا یہ آدمی زمینی وقت کے لحاظ سے روزہ افطار کرے یا حالت سفر

۱۔ قال العلامة المفتی عبد الرحیم: روزہ کی نیت میں زبان سے بولنا ضروری نہیں صرف دل کا ارادہ کافی ہے، اپنی مادری زبان یا عربی میں زبان سے بھی کہے تو بہتر ہے منع نہیں۔

فتاویٰ رحیمیۃ ج ۸ ص ۲۶۳ کتاب الصوم ۲

میں جب سورج غروب ہو تب افطار کرے؟
الجواب:- قاعدہ یہ ہے کہ روزہ اور نماز میں اُس مقام کا وقت معتبر ہوگا جہاں پر آدمی ہو، چونکہ سورتِ مسئلہ کے مطابق یہ شخص جہاز میں ہے اس لیے جب اس حالت میں سورج غروب ہو جائے تو پھر روزہ افطار کرے۔

قال العلامة ابن عابدین: المراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۸۸ کتاب الصوم) ۱۷

سوال کے چھ روزوں کا حکم | سوال:- جناب مفتی صاحب! کئی سالوں سے بندہ عید الفطر کے دوسرے دن سے شوال کے چھ روزے رکھ رہا ہے میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں اور یہ اخاف کا مذہب ہے، اس نے ایک رسالہ بھی مجھے دیا ہے جو اسی موضوع پر لکھا ہوا ہے، اپنے دوست کی باتیں سن کر اور رسالہ دیکھ کر سخت الجھن کا شکار ہوں، مہربانی فرما کر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب:- احادیث مبارکہ میں شوال کے چھ روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث قرار دیا ہے۔ اس لیے فقہاء احناف کی تقریباً ہر کتاب میں ان روزوں کو مستحب قرار دیا ہے، جہاں تک کراہت کے قول کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے ایک شاذ قول مروی ہے، اخاف کا مذہب نہیں، ورنہ فقہاء کرام اس کو بڑے اہتمام سے ذکر کر کے منہ پر قرار دیتے۔

لما قال العلامة ابن نجيم: ومنه ايضا صوم ستة من شوال عند ابي حنيفة متفرقا كان او متتابعاً وعن ابي يوسف كراهته متتابعاً لا متفرقاً لكن عامة المتأخرين لم يروا به بأساً وقال ابن عابدین: (تحت قوله ولم يروا به بأساً) قد سرد عباراتهم العلامة قاسم في فتاواه وردد قول من صحح الكراهية فراجعہ۔

(البحر الرائق ومنحة الخالق ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الصوم)



۱۷ قال الشيخ السيد احمد الطحطاوى: تحت (قوله وهو اليوم) أى هو من اقل زمان يصح الصادق الى المغرب أى زمان غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق۔ (الطحطاوى على مراقى الفلاح ص ۳۲۶)

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد

(کن کن اشیاء سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور کن سے نہیں)

ہندی اور ودی کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا | سوال :- بیوی کے ساتھ مس و تقبیل یا ملا جملہ کرتے وقت اگر کبھی پانی نکل جائے تو

اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اور اگر پیشاب کے ساتھ کچھ قطرے گر جائیں تو روزہ پر اس کے کیا اثرات پڑیں گے؟

الجواب :- مس و تقبیل کی صورت میں اگر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ کر قضاء واجب ہے اور کفارہ نہیں، البتہ کسی کمزوری کی وجہ سے پیشاب کرتے وقت کچھ قطرے گریں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

قال فی الہندیۃ :- واذا قبل امرأۃ وانزل فسد صومہ من غیر کفارۃ - ایضاً فی الہندیۃ وکذا لا یفطر بالفقرا ذامنی ہکذا فی السراج الوہاج -

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - الباب الرابع فیما یفسد -

خاوند کی سخت طبیعت کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزوں کا چکھنا | سوال :- روزہ کی حالت میں خاوند کے خوف سے عورت کے لیے پکی ہوئی اشیاء کا چکھنا کیسا ہے، کیا یہ عمل روزہ پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- روزہ کی حالت میں عموماً چیزوں کا چکھنا مکروہ ہے اور بعض اوقات مفسدِ صوم بھی بن جاتا ہے، لیکن اگر کسی عورت کا خاوند بد مزاج اور تلخ طبیعت کا مالک ہو اور عورت کو

۱۔ قال محمد بن عبد اللہ :- ادوی امرأۃ میتۃ او بہیمۃ او تحذا او یطناً او قبل، اور مس، فانزل قید للکل حتی لم یترک لم یفطر کما مر۔ قال محمد بن عبد اللہ :- واذا قبل ولم یترک (او احتلم او انزل بنظر او بفکر الخ

(شامی ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - باب ما یفسد الصوم)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد -

اس سے مار کھانے اور گالی گلوچ کا خطرہ ہو تو ایسی عورت کے لیے پکی ہوئی چیزیں چکھنا بلا کراہت جائز ہے۔

قال قاضی خان رحمہ اللہ :- اذا كان الزوج سئ الخلق لا بأس للمرأة ان تذوق المرققة بلسانہ۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۹۸ کتاب الصوم) لہ

سوال :- حاملہ کو اگر خون آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا | کو کبھی کبھار خون آجائے تو اس سے

روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟
الجواب :- مفسداتِ صوم میں سے ایک مفسدِ حیض و نفاس کا آجانا بھی ہے اور جو خون عورت کو حمل کی حالت میں آئے تو وہ بیماری کا خون ہے جو روزہ رکھنے کے منافی نہیں لہذا اس سے روزہ متاثر نہیں ہوتا۔

قال عبد الرحمن الجزائوی :- ان الدم الذی یخرج عند خروج اکثر الولد ھودم نفاس کا لدم الذی یخرج عقب خروجه اما الدم الذی یخرج یخرج اقل الولد او قبله فهو فساد ولا تعتبر نفساء ویفعل ما یفعله الطاهرات۔
 (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۱۳۱ باب الحيض) لہ

لہ قال عالم بن العلاء :- ان كان زوجها سئ الخلق بذی اللسان یضایقہا فی ملوحة الطعام فلا بأس بہ۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۲۸ کتاب الصوم - الفصل السادس فی الاسباب البیہ) ومثله فی شامی ج ۲ ص ۴۱۶ کتاب الصوم بمطلب فیما یکرہ للصائم۔

لہ قال کمال الدین :- لما كان الحيض اکثر وقوعاً قدمه ثم أعقبه الاستحاضة لانها اکثر وقوعاً من النفاس باعتبار كثرة اسبابها فانها تكون مستحاضة بما رأت الدم حالة الحمل او زاد الدم على عشرة او زاد على معروضها وجاوز العشرة او رأت مادون الثلاث او رأت قبل تمام الطهر او رأت قبل ان تبلغ تسع سنين على ما عليه العامة بخلاف النفاس فان سببه شيء واحد وقد حکم المستحاضة ومن بمعناها على تعريضها لان المقصود وبيان الحكم۔ قال برهان الدین، يتوضئون لوقت كل صلوة۔ (العناية على هامش فتح القدير ج ۱ ص ۱۵۹ باب الحيض) ومثله فی البحر الرائق ج ۱ ص ۲۱۵ باب الحيض۔

روزہ جلدی افطار کرنا بہتر ہے | **سوال :-** افطار میں احتیاط کے لیے تاخیر کرنے کا شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے ؟

الجواب :- غروب آفتاب قطعی اور بدیہی امر ہے اس کے بعد غلبہ ظن اور احتیاط کا دعویٰ کرتا ہے بنیاد ہے یہی وجہ ہے کہ از روئے شرع روزہ افطار کرنے میں تعجیل افضل ہے۔ قال عالم بن العلّاء :- ویستحب للمصائم تعجیل الافطار قبل طلوع النجوم۔

رفاوی تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۸ کتاب الصوم، الفصل السادس فی الاسباب المبیعة لم

رمضان میں ادویات سے حیض بند کرنے کا حکم | **سوال :-** کئی عورتیں رمضان میں روزہ کی محرومی سے بچنے یا غیر رمضان میں نماز کے فوت ہونے سے بچنے کے لیے مانع حیض ادویات استعمال کرتی ہیں، کیا از روئے شرع عورت کے لیے یہ اقدام مریض ہے یا نہیں، نیز شرعی احکام پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں ؟

الجواب :- عورت کے لیے حیض کا آنا ایک طبعی اور فطری امر ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے ان آیات میں عورت کو معذور سمجھ کر عبادات کی ذمہ داری اس سے اٹھائی ہے، یہی وجہ ہے کہ جدید اور قدیم طب میں حیض عورت کی صحت اور تندرستی کی نشانی سمجھی جاتی ہے، اگر کوئی عورت ادویات کے ذریعے اس کو بند رکھے تو شرعی احکام اس سے متاثر نہیں ہوتے، یعنی حیض نہ آنے پر روزہ اور نماز کی ادائیگی ضروری ہے لیکن عورت کی صحت کے لیے نقصان دہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے سے احتراز بہتر ہے، تاہم اس طرح حیض بند کرنے سے روزہ درست رہے گا۔

قال عالم بن العلّاء :- وشرط صحة الاداء وهو الوقت القابل وهو اليوم المتعزى عن الاكل والشرب وطهارة المؤدبين من الحيض والنفاس۔ (رفاوی تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۸ کتاب الصوم) لہ قال طاہر بن احمد :- ویستحب للمصائم تعجیل الافطار قبل طلوع النجوم۔

خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الصوم، الفصل الخامس فی الخطر والاباحة)

ومثله فی مراقی الفلاح علی صدر الطحطاوی ص ۵۶۲ کتاب الصوم۔

لہ قال طاہر بن احمد بن عبد الرشید :- اعلم بان الصوم هو الكف عن المفطرات شرعاً فی وقته بنیة یشرط من اهله واهله العاقل البالغ المسلم وفي المرأة الطهارة من الحيض والنفاس۔

(خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۵۱ کتاب الصوم، الفصل الثاني فی المقدمة)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الصوم۔

سوال :- کیا بچھو اور بھڑکے کاٹنے
زہر بے حشرات الارض کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

سے روزہ پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں جبکہ ایسی حالت میں عموماً کاٹنے والے بچھو وغیرہ کا نہ ہر روزہ دار کے بدن میں داخل ہو جاتا ہے؟
الجواب :- کسی چیز کا معدہ یا دماغ میں پہنچنا مفسدِ صوم تب بنتا ہے کہ وہ چیز جو ف دماغ یا جوفِ معدہ میں بطریقِ منفذِ دہالی کے ذریعے داخل ہو، اگر وہ چیز بصورتِ ترشح (بذریعہ پسینہ) جوفِ دماغ یا جوفِ معدہ میں پہنچ جائے تو مفسدِ صوم نہیں، چنانچہ صورتِ مشولہ میں زہر چونکہ معدہ میں بصورتِ ترشح پہنچ جاتا ہے اس لیے مفسدِ صوم نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی :- ولو اکتحل لم یفطر لانه یس بین العین والدماغ متفذاً والدمع یتترشح کالعرق والداخل من المسام لا یتافی کما لو اغتسل بالماء البارد - (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۷ کتاب الصوم - باب ما یوجب القضاء والکفارة) -

سوال :- کسی عورت کو دیکھنے سے شہوت کا شکار
بزدگاہی سے انزالِ مفطرِ صوم نہیں ہو کر اگر روزہ دار کا انزال ہو جائے تو اس سے روزہ پر

کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب :- انزال سے فسادِ صوم کے لیے جماع حقیقی یا معنوی کا ہونا ضروری ہے، چونکہ شہوانی نظر سے انزال میں دونوں کا فقدان ہے اس لیے فقہاء کرام نے عدمِ افطار کا فتویٰ دیا ہے۔

قال ابن الہمام رحمہ اللہ :- اذا نظرت امرأة بشهوة الى وجهها او فرجها کرد النظر ولا یفطر اذا انزل لما بینا انه لم توجد صورة الجماع ولا معناه وهو لا انزال

لہ قال العلامة عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی :- وما الاقطار فی الاحلیل فعندہما لا یفطر - وقال ابو یوسف :- یفطر ینار علی ان ینتہ و بین الجوف منفذ بدلیل الخروج البول والاصح ان یس بینہما منفذ بل البول ینترشح الی المثانة ثم ینخرج ویخرج رشحاً لا یعود رشحاً فلا یصل -

(الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۳۳ کتاب الصوم فصل فی وجوب الکفارة والقضاء الخ) ومثله فی فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب الصوم - باب ما یوجب القضاء والکفارة -

عن مباشرة وهو حجة على مالك في قوله اذا كرره فانزل افطر

(فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والكفارة) ۱۷

سوال :- دوائی کھانے کے بعد منہ میں دوائی کے ذائقہ کا احساس منفسدِ صوم ہے | اگر طلوع فجر کے وقت یا بعد منہ میں

دوائی کا اثر محسوس ہو تو کیا اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- منہ میں دوائی کے ذائقہ کا احساس فسادِ صوم کا ذریعہ نہیں بشرطیکہ حلق سے نیچے نہ جائے لیکن جب حلق سے اتر کر پیٹ کے اندر پہنچ جائے تو پھر روزہ باقی نہیں رہتا۔ قال ابن نجیم :- وفي المحيط يجوز ان يقال لا بأس به كي لا يغبن والمضغ بعذر بان لم تجد المرأة من يمضغ لصبيها الطعام من حائض او نفساء او غيرها ممن لا يصوم ولم تجد طبيعاً ولا لبناً حليلاً لا بأس به للضرورة الا ترى انه يجوز لها الا فطار اذا خافت على الولد فالمضغ اولى واطلق في الصوم فشمّل الفرض والنفل

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) ۱۸

سوال :- اگر ایک شخص ملک کی تبدیلی پر روزہ کی تعداد میں پہلے ملک کا اعتبار ہوگا | رمضان کے دوران سفر کر کے

کسی ایسے ملک چلا جائے جہاں چاند کی رؤیت مقدم ہونے کی بناء پر اس کے تیس روزے پورے نہ ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں اس شخص کو کیا کرنا چاہیے ؟ کیا روزہ کی تعداد میں موجودہ ملک کا

۱۹ لما قال العلامة بد الدين العيني: وكذا لا يفطر اذا نظرت الى امرأة فامتنى اي انزل المنى لما بينا وهو قول له لانه لم يوجد صورة الجماع ولا معناه نعم انه سواء اذا نظرت الى وجهها او فرجها بخلاف حرمة المصاهرة قالها فثبت بالنظر الى فرجها - (البنية شرح الهداية ج ۴ ص ۲۸۲ باب ما يوجب القضاء والكفارة) ومثله في طحاوي ص ۳۶۱ باب في بيان ما لا يفسد الصوم -

۲۰ قال العلامة محمد عبد الحی: ودخول شيء في فيه فانه لو دخل شيء من الخارج في فيه لا يفسد صومه ما لم يدخل في حلقه وهذا آية كونه خارجاً فانه لو كان داخلًا لفسد صومه في هذه الصورة لان دخول شيء من الخارج الى الداخل مفسد له - (اسعایة ج ۱ ص ۲۷۸ کتاب الطهارة وفرض الغسل) ومثله في الشامي ج ۲ ص ۲۷۸ کتاب الصوم - مطلب فيما يكره للصائم -

اعتبار ہوگا جہاں پر مثلاً ۲۹ روزے ہوں یا اپنے علاقے کا اعتبار ہوگا جہاں پر ۳۰ روزے پورے ہوئے ہوں ؟

الجواب :- جہاں تک عید منانے کا حکم ہے تو یہ موجودہ ملک کا تابع ہے لیکن روزہ کی تعداد میں اس ملک کا اعتبار ہے جہاں پر اس شخص نے ابتدائی روزہ رکھا ہے، اور اگر اس ملک کی حالت معلوم نہ ہو تو پھر از روئے احتیاط تیس روزے پورے کرے بشرطیکہ اس کے روزے پورے نہ ہوئے ہوں ۔

قال في الهندية : اذا صام اهل مصر تسعة وعشرين يوماً للرؤية وفيهم مريض لم يصم فعليه القضاء تسعة وعشرين يوماً فان لم يعلم هذا الرجل ما صنع اهل مصر صام ثلاثين يوماً يخرج عن العهدة بيقين كذا في المحيط ۔

الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم - الباب الثاني في رؤية الهلال (لم

فصل کی کٹائی کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا شرعی عذر نہیں | **سوال :-** اگر رمضان میں

اور رمضان کے گزرنے کا انتظار کرنے کی صورت میں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہے ، تو فصل کی کٹائی کے لیے روزہ نہ رکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب :- موجودہ دور میں فصل کی کٹائی کے لیے جدید ترین طریقے موجود ہیں مثلاً ہارویسٹر مشین وغیرہ، البتہ اگر خود کٹائی کی طاقت نہ ہو تو اجرت پر بھی کٹائی ممکن ہے اس لیے فصل کی کٹائی روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر شرعی نہیں ۔

قال ابن نجيم رحمه الله :- وفي القنية لا يجوز للخازان يخبز خبزاً يوصله الى ضعف مبيع للفطر بل يخبز نصف النهار ويسترى في النصف قبل ان يكفيه اجرتة او ربحه

لے قال عالم بن العلاء رحمه الله :- اذا صام اهل مصر تسعة وعشرين يوماً للرؤية وفيهم مريض لم يصم فعليه القضاء تسعة وعشرين يوماً فان لم يعلم هذا الرجل ما صنع اهل مصر صام ثلاثين يوماً يخرج عن العهدة بيقين ۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۵۲ کتاب الصوم - رؤية الهلال)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الصوم وثبت رمضان الخ

فقال هو كاذبٌ وهو باطل باقصر ايام الشتاء۔ (المجرات ج ۲ ص ۲۸۲ بابا في الصوم وما يفسد له)
قاضي کے لیے مسند قضا روزہ نہ رکھنے کا سبب نہیں | سوال :- اگر کوئی قاضی مسند
 ہو کہ فیصلہ کرتے وقت روزہ اس کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہو تو کیا اس کے لیے افطار
 جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- یہ کوئی ایسا شرعی عذر نہیں کہ جس سے روزے کا افطار مرنخص ہو اس لیے اس
 پر روزہ واجب ہے۔

قال في الهندية : شرط وجوبه الاسلام والعقل والبلوغ وشرط وجوب
 الاداء الصحة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۹۵ کتاب الصوم الباب الاول تعريفه الخ) لہ
روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا مفطر صوم نہیں | سوال :- روزہ میں انجکشن لگانے کے
 بارے میں کیا حکم ہے ؟ کیا رگ والے
 اور دوسرے انجکشن میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

الجواب :- فقہاء کرام کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مطلق کسی چیز یا اس کے اثرات کا

لہ قال عالم بن العلام رحمہ اللہ :- سألت ابا حامد عن خبار يخبر في شهر رمضان
 ويضعف في آخر النهار هل يجوز له ان يعمل هذا العمل فقال لا يجوز له بان
 يعمل ما يوصله الى هذا النوع من الضعف ولكن يخبر نصف النهار وليس ترييح
 في النصف الباقي قيل له : اذا كان لا يكتفيه ما ياخذ في نصف النهار فقال هو كاذبٌ
 فان ايام الشتاء اقصر الايام فما يفعل في تلك الايام يشعله اليوم۔

فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۸۵ کتاب الصوم الفصل السابع الاسباب المبيحة لمفطر
 ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱ کتاب الصوم۔ فصل في فساد الصوم۔

لہ قال عالم بن العلام رحمہ اللہ : شرط نفس الوجوب وهو الاسلام والعقل والبلوغ وشرط
 وجوب الاداء وهو الصحة والاقامة وشرط صحة الاداء وهو الوقت المقابل۔

فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۲۵ کتاب الصوم

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵ کتاب الصوم الفصل الثاني في المقدمة۔

بدن تک پہنچنا مفطر صوم نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت مفطر صوم ہے جب معاذ ذرائع سے بدن میں داخل ہو کر پیٹ یا دماغ تک پہنچے۔ جدید تحقیقات کی روشنی میں انجکشن کے اثرات معدہ یا دماغ تک نہیں پہنچتے بلکہ یہ رگوں میں حلول کر کے بدن کو راحت پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں اس لیے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چونکہ یہ علت ہر قسم کے انجکشن میں موجود ہے اس لیے کسی بھی انجکشن (خواہ رگ والا ہو یا عام) سے روزہ متاثر نہیں ہوتا جیسا کہ پیاس کے وقت مسامات کے ذریعے بردت کا پہنچنا مفطر صوم نہیں تاہم حتی الامکان روزہ کی حالت میں رگ والے انجکشن سے اجتناب کیا جائے۔

قال في الهندية: ومن اغتسل في ماء وجد يودة في باطنه لا يفطر۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۲ کتاب الصوم۔ الباب الرابع فيما يفسد)

قال ابن نجيم: وفي التحقق ان بين الجوفين منفذا اصليا فواصل الى جوف الرأس يوصل الى جوف البطن۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۹۔ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)۔

سوال: کیا روئے کی حالت میں شرمگاہ سے کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: روزہ کی حالت میں شرمگاہ سے کھیلنا کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے، تاہم اس عمل سے اجتناب بہتر ہے کیونکہ اس سے روزہ جانے کا خطرہ ضرور ہے۔

قال المرغینانی: ولا يأتس بالقبله اذا أمن على نفسه اى الجماع والا نزال ويكر اذا لم يأمن۔ (المصداية ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الصوم۔ باب ما يوجب القضاء والكفارة)۔

سوال: تکلیف کی وجہ سے دانت نکالتے وقت نکلنے والے خون کے روزہ پر اثرات؟
روزہ دار کیلئے دانت نکلنا شرعاً

لہ قال اکمل الدین محمد بن محمود:۔ اذا علم ان الدواء اليابس وصل الى جوفه الى جوفه لم يفسد صومه عنده الا انه ذكر الرطب واليابس بناء على العادة۔
 (العناية على هامش فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۶۔ باب ما يوجب القضاء والكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۳ کتاب الصوم۔ الفصل الثالث فيما يفسد الصوم۔
 لہ قال محمد بن عبد الله:۔ (راو قبل) ولم ينزل (واحتلم) وانزل بنظر) ولو الى فرجها
 مراراً (وليفكر) وان طال مجمع۔ (شامی ج ۲ ص ۳۹۵، ۳۹۶ کتاب الصوم۔ باب ما يفسد الصوم)
 وَمِثْلُهُ فِي البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲۔ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد۔

کیسا ہے؟ اگر دانت نکالتے وقت یا بعد میں خون نکل آئے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟
الجواب:- معالجہ کی صورت میں دانت نکلوانا جائز ہے، البتہ دانت نکالتے وقت یا ویسے
 منہ سے خون بہہ جائے اور نکل لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

قال ابن نجيم: اذا خرج من اكلستان ودخل الحلق ان كانت الغلبة للبذاق لا يفسد
 صومه وان كانت للدم فسد - (بحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۳) باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد - ۱۷

سوال:- روزہ دار کو اگر قے آجائے اور اس کا کچھ
 حقہ اندر چلا جائے تو اس کے روزے کی صحت کا شرعاً
 کیا حکم ہے؟

الجواب:- قے کا خود بخود آجانا فسادِ صوم کا سبب نہیں، البتہ اگر چہنے کی مقدار یا اس سے
 زائد حصہ خوراک لوٹا دی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ بلا قصد قے کے اندر جانے سے روزہ
 نہیں ٹوٹتا۔

قال العلامة الحصكفي: وان ذرعه القئ وخرج) ولم يعد ركلا يفطر مطلقاً، ملاذولا
 (فان عاد) بلا صفة (و) لو هو مل الفم مع تذكرة للصوم لا يفسد) قال ابن عابدين:
 ان كان مل الفم واعاده او شيئاً منه قدر الحصاة فصاعداً افطرا جماً لانه خارج
 ادخله جوفه ولو جود الصنع - (شامی ج ۲ ص ۳۱۲) کتاب الصوم - باب مطلب في الكفارة - ۱۷

۱۷ قال العلامة الحصكفي: (واخرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل الى جوفه اما
 اذا وصل فان غلب الدم او تساوى ففسد والا لا، الا اذا وجد طعمه -

رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - باب ما يفسد الصوم)
 ومثله في فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۳۶۹ کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد -
 ۱۷ قال ابن الهمام رحمه الله: - والكل امان خرج او عادا واعاده فان ذرعه وخرج
 لا يفطر قل او كثر لا طلاق ما روينا وان عاد بنفسه وهو ذاك للصوم ان كان مل الفم فسد صومه عند
 ابي يوسف لانه خارج شرعاً حتى انتقصت به الطهارة وقد دخل وعند محمد لا يفسد وهو الصحيح -
 (فتح القدير ج ۲ ص ۲۵۹) باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد -

سوال :- اگر روزہ دار کسی تالاب یا حوض میں غوطہ پانی میں غوطہ لگانا مفید صوم نہیں لگائے، اس طرح اس کا روزہ کہاں تک متاثر ہوتا ہے؟

الجواب :- اگر منہ میں پانی داخل نہ ہو بلکہ کان میں پانی یا بدن میں برودت (ٹھنڈک) کا احساس ہو تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا البتہ اگر پانی بدن میں داخل ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا تاہم ایسے عمل سے اجتناب مناسب ہے۔

قال عالم بن العلاء :- ولو اغتسل - وفي الفتاوى العتباتية او خاض الماء فدخل الماء اذنه لا يفسد صومه بلا خلاف - (فتاویٰ تانارخانیہ ج ۲ کتاب الصوم - الفصل الثانی ما یفسد الصوم الخ) لہ
سوال :- روزہ دار کو اگر احتلام ہو جائے تو روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانے کا حکم اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- احتلام ہو جانا ایسا عمل نہیں جو روزے کے منافی ہو، اس لیے روزہ کی حالت میں احتلام ہو جانے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال برهان الدین رحمہ اللہ :- فان تام فاحتلم لم یفطر لقوله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ثلاث لا یفطرن الصیام الفی والحجامة والاحتلام الخ (الہدایہ ج ۱ کتاب الصوم) لہ

سوال :- روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے روزہ میں بیوی سے بوس و کنار کا حکم کس درجہ کا انتفاع شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- طرفین کے امن کی صورت میں لمس و تقبیل اور بوس و کنار میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر فساد کا خطرہ ہو تو ایسا کرنا بھی مکروہ ہے۔

قال محمد رحمہ اللہ :- (روکھ رقبلة) ومس ومعاينة ومباشرة فاحشة

لہ قال ابن نجیم المصری :- ان خاض الماء قد نحل اذنه لا یفسد۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۸ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد)

ومثله فی تبییت الحقائق ج ۱ ص ۲۰۰ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد

لہ قال العلامة الحسینی :- (واحتلم او انزل بنظر ولو الى فوجها مرارا او بفکر

..... لم یفطر۔ (الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الصوم - باب ما یفسد الصوم)

ومثله فی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد۔

(ان لہریا من) المفسد وان امن کلا یأس۔ (فتاویٰ شامی ج ۲ کتاب الصوم) مطلب فیما یکرہ للصائم) لہ
روزہ کی حالت میں بھول کر کھانے پینے کا حکم | **سوال** :- اگر کوئی شخص روزہ کی حالت
 کرے تو اس سے روزہ کی حقیقت پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب :- روزہ تب فاسد ہوتا ہے جب روزہ کے منافی کوئی کام دیدہ دانستہ
 کیا جائے محض بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

قال عبد الرحمن الجزیریؒ :- اما النسیان فانه لا یفسد الصیام اصلاً فلا یجبت قضاء
 ولا کفارة۔ (کتاب الفقہ المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۵۶۵ باب ما یوجب القضاہ ودون الکفارة۔ الخ)

سوال :- کسی تالاب میں نہاے
 حوض میں غسل کرتے وقت خروج یریح مفسدِ صوم نہیں | **سوال** :- اگر ہو خارج ہو جائے اور

استرخا کی وجہ سے پانی اندر جانے کا احتمال پیدا ہو جائے تو کیا صرف اس احتمال کی وجہ سے روزہ
 پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب :- محض استرخاء مفاصل کی وجہ سے پانی کے اندر جانے کے احتمال سے روزہ
 فاسد نہیں ہوتا تاہم مکروہ ہونے کی وجہ سے اجتناب ضروری ہے۔

قال فی الہندیۃ : ولو فسد الصائم او ضرط فی الماء لا یفسد الصوم ویکرہ لہ
 ذلک لکن فی معراج الدرایۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم) باب الثالث فیما یکرہ للصائم

لہ ولا یأس بالقبیلہ اذا امن علی نفسه الجوع والانتزال ویکرہ ان لم یأمن۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم) الباب الثالث فیما یکرہ

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۷۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ۔

لہ قال برہان الدین رحمہ اللہ، اذا احل الصائم او شرب او جامع ناسیاً لم
 یفطر۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي السَّهْدِيَةِ ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الصوم) الباب الرابع فیما یفسد۔ الخ

لہ قال لعلامة سيد احمد طحاویؒ : ولا صام سبعة اشياء : (قوله ذوق شی) مثله مثله
 فساد او ضرطہ فی الماء۔ (طحاوی حاشیۃ مراقی الفلاح ص ۵۵۹ کتاب الصوم)

سوال :- کیا نسوار منہ میں ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسوار استعمال کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا!

الجواب :- نسوار منہ میں ڈالنے سے لعاب کے ساتھ مل کر پیٹ کے اندر چلی جاتی ہے جو کہ فسادِ روزہ کا ذریعہ ہے بلکہ نسوار کے عادی لوگ تو اس کو غذا کا نعم البدل سمجھتے ہیں، ایسے نسوار منہ میں ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ :- اختلفوا فی معنی التغذی قال بعضهم ان یبیل الطبع الی اكله وتنقصی شهوة البطن به وقال بعضهم هو ما یعود لبقعه الی صلاح البدن وفائتہ فیما اذا مضع لقمته ثم اخرجها ثم ابتلعها۔ فصل الثانی یقول علی الاول وبالعکس الخبیثۃ لانه لا نفع فیہا للبدن وربما تنقص عقله ویبیل الیہا الطبع وتنقصی بہا شهوة البطن۔ (رد المحتار ج ۲ من کتاب الصوم۔ باب ما یفسد الصوم) ۱۔

سوال :- بندوق کی گولی پیٹ میں لگنے سے روزہ پراس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب :- بندوق کی گولی اگر پیٹ میں لگ کر باہر نکل جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا، البتہ اگر گولی پیٹ میں ہی رہ جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

قال العلامة شمس الدینؒ :- ولو طعن برمح حتی وصل الی جوفہ لم یفطر لان کون الرمح بید الطامن من یمنع وصولہ الی باطنہ حکماً فان بقی الزرح فی جوفہ فسد صوراً البسواسری ج ۲ ص ۹۸) ۲۔

۱۔ قال شیخ الاسلام ابی بکر بن علیؒ: قوله ومن ابتلع الحصة او الحدید فطرو لا کفارة علیہ ذکرہ بلفظ الابتلاع لان المضغ لا یتأ فیہ وانما افطر لوجود صورة الفطر ولا کفارة علیہ لعدم المعنی وهو قضاء شهوة البطن۔ (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۰۰ فصل فیما یفسد الصوم) ومثله فی مرقی الفلاح علی صدر الطحاوی ص ۳۶۱ باب فی بیان ما لا یفسد الصوم۔

۲۔ قال طاہر ابن احمد ابن عبدالرشیدؒ :- ولو طعن برمح فوصل الی جوفہ ثم نزاعہ لا یفسد صومہ ولو بقی الرمح فی جوفہ اختلف المشائخ والصیحح انه لا یفسد صومہ ہذا فی نسخة الامام فخر الدین وفی التجربة یفسد۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۵۳ کتاب الصوم۔ الفصل الثالث فیما یفسد الصوم) ومثله فی فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۶ باب ما یوجب القضاء والکفارة۔

سوال :- اگر عورت کسی بیماری کی وجہ سے رحم میں بطور
 علاج دوائی رکھے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- علاج کے طور پر رحم میں دوائی رکھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی دوسرے طریقہ سے
 علاج ممکن نہ ہو، تاہم جب دوائی روزہ کی حالت میں اندر رکھی جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، البتہ
 فرج کے بیرونی حصہ پر دوائی لگانا فسادِ صوم کا ذریعہ نہیں۔

قال طاہر بن احمد: - وتكلم المشائخ في الإفطار في أقبال النساء منهم من قال على
 الخلاف ومنهم من قال تفسد بلا خوف وهو الصحيح. (علامۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳ کتاب الصوم - الفصل الثالث فیما یفسد الصوم) ^۱

سوال :- روزہ دار کیلئے ٹوٹھ پیسٹ استعمال کرنا
 جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ٹوٹھ پیسٹ میں معجون کا ذائقہ چکھا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات دوائی کا
 حلق سے نیچے اترنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اس لئے روزہ کی حالت میں اس کا استعمال مکروہ
 ہے اور اگر حلق سے اندر چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

قال قاضی خان: - وكذا اذا ذاق شيئا بلسانها لان فيه تعريض الصوم
 للفساد. (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۲۵۴ الفصل الرابع فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ) ^۲

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر روزہ
 کی حالت میں نظر بے جا استعمال ہو تو اس سے

۱۔ قال عالم بن العلاء: - وتكلم المشائخ في الإفطار في أقبال النساء منهم من قال هو على
 هذا الاختلاف، ومنهم من قال: يفسد الصوم بلا خلاف كالحقنة وهو الصحيح.

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۶۵ کتاب الصوم - الفصل الرابع ما یفسد الخ)
 وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النِّيْرَةِ ج ۱ ص ۱۴۲ باب ما یفسد الصوم -

۲۔ قال ابن الهمام: - (قوله لما بينا) من انه تعريض للصوم على الفساد اذ قد
 يسبق شيء منه الى الخلق فان من حام حول الحمى يوشك ان يقع فيه -

(فتح القدير ج ۲ ص ۲۶۸ باب ما يوجب القضاء والكفارة)
 وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۸۰ باب ما يفسد وما لا يفسد -

روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔

الجواب :- روزہ کی حالت میں نظر کی حفاظت بھی ایک ضروری امر ہے، نظر میں بے احتیاطی سے روزہ کی حقیقت لازمی طور پر متاثر ہوتی ہے لیکن اس سے فسادِ صوم لازم نہیں آتا۔

قال ابن نجيم: لان عينه ليس بمفطر۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) **سوال :-** جناب مفتی صاحب! میرے دانتوں سے خون آنا مفسدِ صوم نہیں | دانتوں سے ہر وقت خون آتا رہتا ہے تو کیا اس سے میرے روزوں پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب :- دانتوں سے صرف خون کا نکل آنا مفسدِ صوم نہیں بلکہ اس میں قدرِ تفصیل ہے کہ اگر خون قلیل مقدار میں ہو اور تھوک خون پر غالب ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا تاہم اگر خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اسی طرح اگر خون تھوک پر غالب ہو یا مساوی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا مگر صرف قضاء لازم ہوگا کفارہ نہیں۔
وفي الهندية: الدم اذا خرج من اللسان ودخل حلقه ان كانت لقلبة للبزاق لا يضره وان كانت للقلبة للدم يفسد صومه وان كان سوادا فسد ايضا استحياءا۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۰۳ کتاب الصوم! الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد) ^{لہ}

لہ قال العلامة فخر الدين :- واما اذا انزل بنظر فلعدم المباشرة ولنا ان انتظر مقصور عليه متصل بها فصار كالانزال بالتفكر۔ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۳ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) **وَمِثْلُهُ فِي قِتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۲۵۵** باب ما يوجب القضاء والكفارة۔

لہ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: (اخرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل الي جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساويا فسد والا لا اذا وجد طعمه بزازية۔

{ الدر المختار على صدر رم المختار ج ۲ ص ۳۹۶ }
{ کتاب الصوم۔ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد } ^۹

وَمِثْلُهُ فِي الْبَزَازِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۳ ص ۹۸ کتاب الصوم، الثالث فيما يفسد وما لا يفسد۔

انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! عصر حاضر میں طب کے میدان

میں کافی ترقی ہوئی ہے، خاص کر ذمہ جیسی خطرناک بیماری کے علاج میں انہیلر ایک خاص قسم کی گیس کامیاب ایجاد ہے جسے ذمہ کے مریض بوقت ضرورت سانس کی رکاوٹ ختم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تو کیا اس کا استعمال روزے پر اثر انداز ہوتا ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں؟

الجواب :- مذکورہ انہیلر پیپ کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر روزہ کی حالت میں انتہائی مجبوری کے وقت اس کو استعمال کیا گیا تو رمضان کے بعد اس روزے کی صرف قضا کرنا ہوگی کفارہ نہیں۔ تاہم اگر مریض کی حالت ایسی ہو کہ اس کے بغیر اس کا گزارہ نہ ہوتا ہو تو وہ روزہ نہ رکھے صرف فدیہ دینا ہوگا۔

حالتِ صوم میں آنکھوں میں دوائی ڈالنا | سوال :- اگر کسی کی آنکھوں میں بہت سخت تکلیف ہو تو کیا وہ روزہ کی حالت میں دوائی استعمال

کر سکتا ہے؟ جبکہ دوائی ڈالنے کے بعد اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے؟

الجواب :- اسلام نے حالتِ اضطرار یعنی انتہائی تکلیف کے وقت رمضان کا روزہ انقطاع کرنے کی گنجائش بھی دی ہے کہ عاذق اور مسلمان طبیب کے مشورہ سے روزہ توڑ دیا جائے، البتہ آنکھوں میں دوائی ڈالنے سے روزہ متاثر نہیں ہوتا، اس لیے اگر تکلیف کے وقت روزہ کی حالت میں آنکھوں میں دوائی ڈالنا جائز ہے، اس عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگرچہ اس دوائی کا اثر حلق کے اندر محسوس ہو۔

لما فی الہندیۃ : لو افطر شیئاً من الدوائی عینیدہ لا یفطر صومہ عندنا و ان وجد طعمہ فی حلقہ . (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۳۹۵ کتاب الصوم، باب ما لا یفسد الصوم) لہ

لہ لما قال العلامة الحنفی : او ادهن او اکتحل او ان وجد طعمہ فی لہ یفطر حلقہ . قال ابن عابدین : قوله ان وجد طعمہ فی حلقہ ای طعم الکحل او الدهن کما فی السراج و کذا الویزق فوجد لونه فی الاصح .

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۵ کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم الخ)

روزہ کی حالت میں بار بار غسل کرنے یا مردھونے کا حکم | سوال :- اگر رمضان کے موسم میں آجائیں تو کیا روزہ دار آدمی گرمی کی شدت کی وجہ سے بار بار غسل کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- شدت حرارت (سخت گرمی) کی وجہ سے حالت صوم میں بار بار غسل کرنا یا بار بار مردھونا بشرطیکہ پانی کے قطرات پانی کے قطرات حلق میں نہ جائیں جائز اور مخصص ہے ایسا کرنے سے روزے پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔

عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر الناس فی سفرہ عام الفتح بالقطر وقال اتقوا وکرو صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر قال الذی حدثنی لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعرج یصب علی رأسہ الماء وهو صائم من العطش او من الحر۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۲ باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش، کتاب الصوم)

روزہ کی حالت میں بیوی سے بغلیگر ہونا | سوال :- اگر کوئی شخص رمضان کے مہینے میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ بغلیگر ہو کر سو جائے اور دونوں میں سے کسی کو انزال نہ ہو تو کیا اس سے روزہ متاثر ہوگا یا نہیں ؟ برائے مہربانی فقہ حنفی کی رو سے جواب عنایت فرمائیں ؟

الجواب :- روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا، ایک دوسرے کے ساتھ چٹنا یا بغلیگر ہو کر سو جانا ممنوع نہیں بشرطیکہ اپنے اوپر پوری قدرت ہو اور اگر قدرت نہ ہو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تاکہ کسی محظور میں نہ پڑ جائے۔ لہذا صورت مشولہ میں اگر میاں بیوی دونوں میں سے کسی کا انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں البتہ دونوں میں سے جس کا بھی انزال ہو جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر اس روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔

لما قال العلامة قاضی شمس اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، یازن را بوسہ کر دیا مس بشہوت کرد اگر انزال شد روزہ فاسد شود والا فاسد نہ شود۔

(ماکلا بد منه ص ۹۷ کتاب الصوم)

باب القضاء والكفارة

(قضاء اور كفارة کے احکام و مسائل)

سفر پر روانگی سے پہلے افطار کرنے والے کا حکم | سوال :- کیا سفر کا ارادہ کرنے والے سفر پر روانگی سے پہلے افطار کرنے والے کے لیے روانگی سے پہلے گھر میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی شخص نے ایسی حالت میں گھر میں کچھ کھا پی لیا تو اس پر قضاء لازم ہے یا كفارة واجب ہے؟

الجواب :- سفر پر نکلنے سے قبل افطار مريض نہ ہونے کی وجہ سے اگر کسی شخص نے گھر میں کھانا کھایا اور پھر سفر پر روانہ ہوا تو اس پر كفارة اور قضاء دونوں واجب ہیں سفر کا ارادہ كفارة پر اثر انداز نہیں ہوتا تاہم اگر خروج کے بعد روزہ افطار کیا تو صرف قضاء لازم ہوگی كفارة نہیں۔

لما قال الشيخ ابواللیث السمرقندی :- ولو افطر ثم سافر فعليه الكفارة۔

فتاویٰ نوازل ص ۹۹۔ کتاب الصوم۔ فصل فيما یفسد الصوم (۱)۔

سوال :- اگر ایک شخص رمضان المبارک کی غفلت اور تقصیر میں قصداً روزہ نہ رکھنے کا حکم | شک ڈال کر قصداً و عمداً روزہ نہ رکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- رمضان المبارک کے روزہ کو قصداً و عمداً توڑنے سے قضاء و كفارة دونوں لازم ہو جاتے ہیں۔ شریعت مقدسہ نے كفارة میں اقلاً غلام آزاد کرنا مقرر کیا ہے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے اور اگر روزوں کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا صدقہ کی مقدار کے برابر مسکین کو غلہ یا رقم دے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ قضاء کا روزہ اس کے علاوہ ہے جس کا رکھنا تینوں صورتوں میں ضروری ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین مرغینانی :- ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى

لما قال العلامة محمد کامل الطرابلسی :- ان سافر بعد طلوع الفجر ليقطر له اليوم لانه لزمه صومه او هو مقيم فلا يبطله باختياره فان افطر قبل الخروج فعليه القضاء والكفارة بخلاف ما لو افطر

بعد الخروج فعليه القضاء دون الكفارة۔ (فتاویٰ الکاملية ص ۱۷۱ کتاب الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ تارخانیة ج ۲ ص ۳۸۵ کتاب الصوم۔ الاسباب المبيحة للقطر۔

به فويله القضاء والكفارة..... وكفارة الظهار- قال العلامة بدر الدين العيني: تحت قوله مثل كفارة الظهار اي الكفارة التي تجب بالوقاع مثل كفارة الظهار وهي عتق رقبة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم يستطع فاطعام ستين مسكيناً لكل مسكين نصف صاع من براك صاع من تمر الخ (البنایة شرح الهدایة ج ۳۸ باب ما توجب القضاء والكفارة) له

سوال :- اگر ایک شخص ماہ رمضان میں

دن کے وقت اپنی بیوی سے روزہ کی حالت میں جماع کرے اور اس عمل پر نادم بھی ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیئے؟ کیا عورت پر بھی کفارہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں دن کے وقت جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے جس کے بدلے میں قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں، ایسے عمل پر اگر مہیاں بیوی دونوں راضی ہوں تو دونوں پر کفارہ و قضاء واجب ہے ورنہ بیوی کو مجبور کرنے کی صورت میں بیوی پر صرف قضاء اور غاوند پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

قال طاهر بن أحمد: - إذا جامع امرأة متعمداً في نهار رمضان فعليه القضاء والكفارة إذا توارت الحشفة أنزل أو لم أنزل - (خلاصة الفتاوى ج ۲۵۹ کتاب الصوم - الفصل الثالث فيما يفسد - الخ) ۷

له لما قال العلامة الترمذی: - إن جامع في رمضان أداء أو جمع في أحد السبيلين أو كل أو شرعاً غداً أو دواءً عمدًا أو اجتمع فطن فطرة به فاكل عمدًا اقضى وكفر ككفارة المظاهر - قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله ككفارة المظاهر مرتبط بقوله وكفر اي مثلها في الترتيب فيعتق أولاً فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكيناً -

(رد المحتار ج ۲ مثل المطلوب في الكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي طحطاوى ۶۶ فصل في الكفارة وما يسقطها عن الذمة بعد الوجوب

۷ قال برهان الدين: - ومن جامع في أحد السبيلين عمدًا فعليه القضاء استدراك المصلحة

الفائنة والكفارة لتكامل الجنابة - (الهداية ج ۱ ص ۲ كتاب الصوم) -

وَمِثْلُهُ فِي بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۱ كتاب الصوم فصل ركنه -

سوال :- ایک شخص نے خواہشات سے مجبور ہو کر بیوی سے جماع کا کفارہ سے بچنے کا حیلہ ارادہ کیا لیکن رمضان میں کفارہ کے وجوب کا ڈر بھی تھا، کفارہ سے بچنے

کے لیے اس نے یہ حیلہ سوچا کہ پہلے منہ میں کاغذ رکھوں تاکہ روزہ ٹوٹ جائے، چنانچہ روزہ ٹوٹ جانے کے بعد اس نے بیوی سے جماع کیا، کیا اس شخص پر اس صورت میں کفارہ واجب یا نہیں؟
الجواب :- اگر کاغذ منہ میں رکھ کر نگل لیا ہو تو حیلہ کارآمد ہو کر روزہ ٹوٹ جانے سے

قضاء واجب ہے اور جماع کرنے پر کفارہ واجب نہیں کیونکہ جماع کے وقت اس کا روزہ نہیں تھا تاہم گناہ ضرور ہے، البتہ اگر کاغذ منہ میں رکھا ہو تو باطل سے نیچے نہیں اترتا ہو تو پھر حیلہ بے سود ہو کر قضاء و کفارہ دونوں واجب رہیں گے، کیونکہ صرف منہ میں کاغذ رکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

قال طهر بن احمد :- ولو اكل حصاة او نواة او حبة او مداف عليه القضاء ولا كفارة وكذا الواكل القطن والحشيش والتراب والكاغذ والسفرجل اذا لم يكن مريكا - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۵ کتاب الصوم) الفصل الثالث فيما يفسد الصوم

سوال :- منجن کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- منجن کا استعمال روزہ کی حالت میں کسی چیز کو چکھنے کی طرح سے مکروہ ہے تاہم اگر عادتاً معدہ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

لما قال العلامة الحصكفي، اذ ذاق شيئاً بغيره وان كره لم يفطر - قال ابن عابد بن خن تولى ان كرهى الا لعذر كما يأتى - (رد المحتار ج ۲ باب ما يفسد شيئاً مما لا يفسد مطلقاً) في حكمه الا - تمناء بالكف -

ذو قال الحصكفي :- وكره مضغ علك ابيض مضغ ملتئم ولا يفطر - قال ابن عابد بن خن، تحتها فان كان مما يصل عادة حكم بالفساد لانه

لما قال قاضي خان رحمه الله :- اذا اكل الصائم ما لا يوصل عادة كالحصاة والنواة وكالقطن والحشيش والتراب والكاغذ والبزاق..... فسد صومه - (فتاوى قاضي خان ج ۱ ص ۲۰۲ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۰۲ الباب الرابع فيما يفسد كتاب الصوم -

کالمیقن۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۶ مطلب فیما یکرہ للصائم ہلہ

ناس کا روزہ پر اثر انداز ہونے کا حکم | سوال :- ناس کے سونگھنے سے روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے اور ناس کی حقیقت کیا ہے ؟

الجواب :- ناس ہندی زبان کا لفظ ہے، فیروز اللغات میں اس کا معنی نسوار لکھا ہے اور اس کا استعمال ناک کے ذریعے ہوتا ہے۔ چونکہ اس نسوار کے ذرات اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ناس کے ذریعے جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتے ہیں جو کہ مفسدِ صوم ہے لہذا ناس سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

لما قال فی الہندیۃ: وفی دواء الجائفة والامۃ اکثر المشائخ علی ان العبرة للوصول الی الجوف والدماغ لا بكونه رطباً او یابساً حتی اذا علم ان الیابس وصل ینفسد صومه ولو علم ان الرطب لیرصل لعرفہ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۱ باب الرابع فیما ینفسد وما لا ینفسد) ۱۷۵

دھوئیں اور غبار کے رونے پر اثرات | سوال :- دھواں اور گرد و غبار اگر حلق کے اندر چلا جائے تو اس سے روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

الجواب :- دھواں یا گرد و غبار اگر حلق کے اندر بلا قصد چلا جائے تو روزہ متاثر نہیں

لما قال الامام برهان الدین المرغینانی: - من ذاق شیئاً بفسادہ لم یفطر لعدم الفطر صورۃ و ومعنی یکرہ لہ ذلک لما فیہ من تعریف الصوم علی الفساد۔ قال العلامة بدر الدین العینی: تحت قوله من تعریف الصوم علی الفساد لانه لا یؤمن ان یصل الی جوفہ۔۔۔۔۔ قال ایضاً تحت قوله ومضع العلق لا یفطر بالصائم لانه لا یصل الی جوفہ وقیل اذا لم یکن ملتصقاً بفساد لانه یصل الیہ ای الی جوفہ بعض جزائہ لانه اذا لم یکن ملتصقاً یتفتت فیدخل فی حلقہ من ذلک شیء ینفسد صومہ۔ (البنایۃ شرح لہدایۃ ج ۲ ص ۲۱۸، ۲۱۹ باب ما یوجب اقضاء و الکفارة) ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۱۲۱ کتاب الصوم۔

۱۷۵ لما قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری: - وما وصل الی جوف الرأس والبطن من الاذن والاکناف والذبر فہو مفطر بالاجماع وفيہ القضاء۔

رخلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۵۳، الفصل الثالث فیما ینفسد الصوم وفيما لا ینفسد

ومثله فی امداد المفتیین ج ۱ ص ۲۹۲ المعروف بفتاوی دارالعلوم دیوبند

ہوتا البتہ اگر قصد عمدۃً اذخا ل کی صورت ہو تو روزہ فاسد ہو کر قضاء کا موجب بن جاتا ہے۔
 لما قال العلامة الحصکفیؒ: اودخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذکراً، استحساناً
 لعدم امکان التحرر عنه ومفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطرای دخان کان ولو عوداً
 أو عنبراً لو ذاکراً لا مکان التحرر عنه (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۵ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)
سوال :- کفارہ کے وجوب کی
روزہ رکھنے کی طاقت کے باوجود فدیہ دینا بے سود ہے | صورت میں اگر روزہ کی استطاعت

ہو تو کیا فدیہ کی ادائیگی مفید ہے یا نہیں؟

الجواب :- روزہ رکھنے کی استطاعت کے باوجود فدیہ دینا بے سود ہے ایسی حالت
 میں روزہ رکھنا ضروری ہے تاہم اگر روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو فدیہ دینا جائز ہے۔

لما قال العلامة بدر الدین العینیؒ: والكفارة مثل كفارة الظهار في الكفارة التي تجب
 بالوقاع مثل كفارة الظهار وهي عتق رقبة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين فان لم
 يستطع فاعطام ستين مسكيناً الخ - (البنایة شرح الهدایة ج ۳ ص ۳۸۸ باب ما یوجب القضاء والكفارة)

سوال :- اگر ایک شخص پر جبر کر کے روزہ افطار
جبراً روزہ افطار کرانے پر قضاء لازم ہے | کرایا جائے تو کیا اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- اگر کسی نے زبردستی کر کے دوسرے کا روزہ افطار کر لیا تو کھانے پینے والے پر

لہ لما قال العلامة عبد علی البحر العلومؒ: - ولو دخل ملاي استطاع الاحتراز عنه في الجوف بلا صنع منه كالدخان
 والغبار لا يفسد الصوم لان التكليف بحسب الوسع واما لو ادخل الدخان كما يقتاد اليوا في اكل الناس فينبغي
 ان يفسد به، خصوصاً دخان التباك لانه يورث الفرح وتحمل التسكين للمعتادين ودخول
 الذباب في الخلق من قبيل الدخان عندنا - (رسائل الاركان ص ۲۱۱ بيان دخول الدخان في الجوف)
 ومثله في حاشية الهداية ج ۱ ص ۲۱۱ باب ما يوجب القضاء والكفارة -

لہ لما قال العلامة ابن عابدینؒ: - تحت قوله بكفارة المظاهر من ربط بقوله وكهراي مثلها في الترتيب
 فيعتق اكله فان لم يجد فصام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكيناً الخ
 (رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۲ مطلب في الكفارة)

ومثله في طحاوی ص ۴۶۶ فصل في كفارة وما يسقطها عن الذمة بعد الوجوب -

کفارہ واجب نہیں البتہ اسی دن کی قضاء لازم ہوگی۔

قال شمس الدین سورخسی:۔ ولو اکره علی اکل وشرب فعليه اقتضاء دن اکفارہ۔

(مبسوط سورخسی ج ۳ ص ۱۸۸ باب ما یفسد الصوم) ۱۷

غروب آفتاب سے قبل افطار موجب قضاء ہے | سوال :- ایک شخص نے غروب آفتاب کے وقت عید کا چاند دیکھ کر یہ خیال کیا کہ

آج عید کا دن ہے اور یہ چاند دوسری رات کا ہے اس لیے آج ہمارا روزہ جائز نہیں، پھر اس نے فوراً روزہ توڑ کر دوسروں کو بھی افطار کرنے کی دعوت دی، تو ایسے شخص کے روزہ کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پر صرف قضاء واجب ہے یا کفارہ یا دونوں؟

الجواب :- روزہ اور عید کا دار و مدار باقاعدہ چاند کی رؤیت پر ہے، حساب و کتاب کی روشنی میں عید منانا از روئے شرع مخص نہیں۔ صورت مذکورہ میں محض چاند کی کمیت و کیفیت سے روزہ توڑنا مناسب نہیں، اگر پہلے دن کی باقاعدہ رؤیت نہ ہو تو اس شخص کو قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

قال طاهر بن احمد رحمه الله:۔ ولو افطر واكثر من ایه ان الشمس لم تغرب فعليه القضاء والكفارة لان النهار كان ثابتاً وقد انقسم اليه اكبر لیه فصار بمنزلة اليقين۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۶ کتاب الصوم۔ الفصل الثالث فیما یفسد الصوم) ۱۸

بڑھا پے کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص ضعف و بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو کیا

۱۹ قال برهان الدین رحمه الله:۔ ولو كان معظيماً او مكرها فعليه القضاء۔

(الهداية ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الصوم۔

۲۰ قال العلامة الحصكفي رحمه الله:۔ (الفجر طالع والشمس لم تغرب) عملاً بالأصل

فيهما۔ قال ابن عابدیت رحمه الله: ای فی الاول والثانی فان الاصل فی الاول بقاء اللیل،

فلا تجب الکفارة وفي الثاني بقاء النهار فتجب علی احد الروایتین کما علمت۔

(رشامی ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الصوم۔ باب ما یفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۲۲۵ باب ما یفسد الصوم۔

فدیہ دے کر اس کا ذمہ فارغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایسا شخص جو ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے روزہ کی جگہ فدیہ ادا کرنا جائز ہے جو کہ ایک روزہ کے بدلہ نصف صاع یعنی ایک سو چالیس تولہ گندم یا اس کی مروجہ قیمت کی ادائیگی ہے۔

قال عبدالرحمن جزریؒ: الشيخ الغفاني الذي لا يقدر على الصوم في جميع فصول السنة يفطر ويحب من كل يوم فدية طعام مسكين - (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ج ۱ ص ۵۴۶) کتاب الصوم

سوال :- اگر بیمار کو بیماری سے شفا ملنے کے بعد اتنا وقت ملا ہو کہ اس میں میت کے ذمہ روزوں کا حکم

اور قضاء روزے رکھ سکتا تھا لیکن سستی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکا اور اپنا تک و فوات پا گیا، ایسی صورت میں پسماندگان و ورثاء کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- مذکورہ صورت کے مطابق اگر روزے رکھنے کا موقع نہ ملے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ورثاء پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، البتہ اگر موقع ملا ہو اور قدرت کے باوجود روزے نہ رکھے تو عِدَّة مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرِ ملنے کی وجہ سے روزے واجب رہیں گے۔ اگر مرتے وقت وصیت کی ہو تو ورثاء کو ثلث مال سے وصیت کے مطابق عمل کر کے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے، وصیت نہ کرنے پر میت گنہگار ہے، تاہم تبرع اور احسان کر کے ورثاء بلا وصیت بھی فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

قال محمد بن اسراييلؒ: لو افطر المريض يقضى بلا فدية ولو ما قبل البر لا شيء عليه اذ لم يدرك عِدَّةً من ايامٍ آخر وعليه ان يوصي بفدية مكان كل يوم نصف صاع من يجوز فيها ما يجوز فدية الفطر فمرة الفضة ويعتبر ذلك من ثلث ماله ولو له يوص وتبرع عنه ورثة جاز ولا يلزمهم بلا ايضاء عندنا (طبع انصرون ج ۲ ص ۱۶۸) کتاب الصوم

۱۔ قال في الهندية: فالشيخ الغفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۵۸) کتاب الصوم۔ الباب الخامس في الاعتذار التي تبسح الافطار

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۱۵۸ کتاب الصوم۔ فصل في حكم الصوم الموقت -

۲۔ قال ابن نجيمؒ: ولا قضاء ان ماتا عليهما اي ولا قضاء على المريض والمسافر اذا ماتا قبل الصمة والاقامة لانهما لم يدركا عِدَّةً من ايامٍ آخر فلم يوجد شرط وجوب الاداء فلم يلزم القضاء عقيد به لانه لو صح المريض واقام المسافر ولم يقض حتى مات لزمه الايضاء بقدره وهو مصرح به في بعض نسخ المتن لوجود الاحدك بهذا المقدار - (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۳) فصل في العوارض

وَمِثْلُهُ فِي خُلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۶۲ کتاب الصوم۔ الفصل الرابع النذر -

روزہ کی حالت میں دانت میں دوائی ڈالنا | سوال :- شدت درد کی وجہ سے اگر دانتوں
میں دوائی ڈالی گئی یا دانت نکلوانے کے بعد
تکلیف ناقابل برداشت ہو تو روزہ افطار کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اور کیا اس روزے کی قضاء واجب
ہوگی یا کفارہ؟

الجواب :- دانت کا درد اگر برداشت سے باہر ہو تو ایسی حالت میں دوا استعمال
کر لینا جائز ہے اور اس کے لیے روزہ افطار کرنا مریض ہے جس کی وجہ سے قضاء واجب ہے
کفارہ نہیں۔

قال قاضی خان :- لا فرق بین الرطب واليابس اذا وصل الجوف فسد صومه وان لم
یصل لا یفسد وذكر في الاصل انه یفسد الصوم مطلقاً بناءً على الغالب والمغالب هو الوصول
الی الجوف وذكر الشرح فی تفسیر المجدد - (فتاویٰ قاضی خان ج ۱، الفصل الثانی فیما یفسد الصوم) ۱

نثر نگاہ میں انگلی داخل کرنے سے روزہ کا حکم | سوال :- اگر عورت اپنی قبل میں یا مرد
اپنی دُر میں انگلی داخل کئے تو کیا اس

سے روزہ پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر انگلی داخل کرتے وقت خشک ہو تو روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ تیل یا پانی
سے اگر تر کر کے داخل کیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء واجب ہوگی کفارہ
نہیں تاہم اس سے اجتناب ہر حالت میں ضروری ہے۔

قال فخرالدين الزيلعي :- لو ادخلت الصائبة اصبعها في فرجها او دبرها لا یفسد على المختار
اللان تكون مبلولة بماء اودهن - (تبیین الحقائق ج ۳۳۳ باب ما یفسد الصوم) ۲

۱۔ قال عالم بن العلاء :- ان فعل ذلك به من غير اختياره او باختياره لا یفسد على المختار
الكفارة - (فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۶۵ کتاب الصوم، الفصل الرابع فیما یفسد الصوم)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۸۲ فصل في العوارض۔

۲۔ قال العلامة الحصكفي :- (اذا دخل اصبعه اليابسة فيه) اي دبره او فرجها ولو مبتله
فسد - (شامی ج ۲ ص ۳۹۷ کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۶ کتاب الصوم - الفصل الثالث فیما یفسد الصوم

عورت کے لیے کفارہ کا طریقہ | **سوال :-** اگر عورت کو روزے کا کفارہ ادا کرنے کے دوران حیض آجائے تو کیا وہ دوبارہ از سر نو روزے رکھے گی یا نہیں؟

الجواب :- ادائے کفارہ کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو اس کے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے روزوں کی توالی (پے درپے) پر کوئی اثر نہیں پڑتا تاہم حیض کے ختم ہوتے ہی فوراً روزہ رکھا جائے گا تاخیر کی سورت میں استیناف لازم ہوگا۔

قال العلامة شمس الدین سرخسی :- فان كانت امرأة فافطرت فيما بين ذلك بلحيض لم يكن عليها استقباله - (مبسوط سرخسی ج ۳ کتاب الصوم) ۱۷

سوال :- ماہ رمضان میں متعدد بار روزہ افطار کرنے یا پھر متعدد ماہ رمضان میں کئی مرتبہ جماع یا افطار کر کے ان میں تداخل کفارہ ممکن ہے یا نہیں؟

الجواب :- تداخل کفارہ کے بارے میں فقہاء کرام کے متعدد اقوال ہیں ظاہر روایت اور محتاط قول یہ ہے کہ ہر روزے کا الگ الگ کفارہ ادا کیا جائے تاہم اکثر فقہاء کرام نے تداخل کفارہ کی صورت اختیار کی ہے اس لیے کفارہ میں تداخل مخص ہے۔

قال العلامة الحصكفي :- ولو تكرّر فطره ولم يكفر بالأول يكفيه واحدة ولو في رمضانين عند محمد وعليه الاعتماد برأية ومجتبى وغيرهما واختار بعضهم للفتوى ان يفطر بقية الجماع تداخلاً ولا لا (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۳ کتاب الصوم - مطلب في الكفارة) ۱۸

الحال ابن نجيم: وكذا في كفارة القتل وانظروا لنقص على المتابع لا بعد الحيف لانها لا تعد شهرين عادة لا تحيض فيهما لكنها اذا تطهرت تصل بما مضى فان لم تصل استقبلت (البحر الرائق ج ۲ باب ما يفسد الصوم) ۱۹ (و) ومثله في فتاوى قاضى خان ج ۱ ص ۱۱ الفصل الخامس فيما يفسد الصوم۔

۱۷ قال ابن نجيم: ولو جامع مراراً في أيام من رمضان واحد ولم يكفر كان عليه كفارة واحدة لانها شرعت للزجر وهو يحس بواحدة فلو جامع وكفر ثم جامع مرة اخرى فعليه كفارة اخرى في ظاهر الرواية مع علم بان الزجر لم يحصل بالاول ولو جامع في رمضانين فعليه كفارتان وان لم يكفر بالأول في ظاهر الرواية وهو صحيح۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۱۳ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده) ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۱۳ کتاب الصوم - فصل في حكم فساد الصوم۔

روزہ کی حالت میں جماع مع حائل کا حکم | سوال :- رمضان میں اگر بیوی سے جماع کرتے وقت کوئی چیز حائل ہو تو کیا اس سے کفارہ ساقط

ہوتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر کسی چیز کے حائل ہونے کے باوجود حرارت اور لذت محسوس ہو تو جماع بلا حائل اور مع حائل دونوں کا حکم ایک ہے، قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، تاہم بصورت حائل اگر حرارت محسوس نہ ہو تو صرف قضاء واجب ہوگی۔

قال ابن نجيم :- كذا في المعراج والمراد باللمس التمس بلا حائل فان مسها وراء الثياب فامني فان وجد حرارة جلد هافسد والا فلا۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲، ۲۴۳ باب في فساد الصوم)

اغلام (لواطت) موجب کفارہ و قضاء ہے | سوال :- کیا لواطت جیسا بیخ کام کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے یا صرف قضاء کافی ہے ؟

الجواب :- قضاء شہوت کا محل مشتبہات ہونا ضروری ہے جو احداً بسبیلین ہے، ایسی جگہوں کو جب بھی روزہ کی حالت میں استعمال کیا جائے تو کفارہ و قضاء دونوں واجب ہو جاتے ہیں، لہذا صورت مسئولہ میں دونوں لازم ہیں۔

قال العلامة فخر الدين الرازي : وقوله اوجومع نص على انها تجب على المفعول به وعلى المرأة ان كان بطوعهما۔ (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۳۲۴ باب ما يفسد الصوم)

له قال العلامة ابن عايدین :- قوله ولو بجائل لا يمنع الحرارة (نقيض ما بعد لو وهو عدم الحائل المذكور اولى بالحكم وهو وجوب القضاء لكن لا تظهر الا ولوية بالنظر الى عدم الكفارة مع ان الكلام فيما يوجب القضاء دون الكفارة وقيد الحائل بكونه لا يمنع الحرارة لما في البحر كونه مسها وراء الثياب فامني فان وجد حرارة جلد هافسد والا فلا۔

(شامی ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب الصوم - باب ما يفسد الصوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب الصوم - الباب الرابع فيما يفسد الصوم - الخ
له قال العلامة قاضی خان : وان جامعها في دبرها متعمداً عليه لقضاء والكفارة انزل اولها نزل۔ (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۱۸۱ الفصل الخامس في ما يفسد الصوم)
وَمِثْلُهُ فِي الْأَشْبَاهِ وَالنِّظَائِرِ ج ۲ ص ۷۹ کتاب الصوم۔

روزہ کی حالت میں زنا کرنے پر قضاء اور کفارہ کا وجوب | سوال :- بظاہر زنا کرنے سے انسان پر حد جاری ہوتی ہے تو

کیا حد کے اجراء کی وجہ سے کفارہ کے وجوب پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع یا کسی اجنبیہ سے زنا کرنے میں وجوب قضاء اور کفارہ میں کوئی فرق نہیں جبکہ حد کا اجرا الگ مسئلہ ہے جس کا کفارہ و قضاء کے وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، تاہم جبر و اکراہ کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

قال العلامة طاهر بن احمد :- وان كانت المرأة مكرهة فعليها القضاء دون الكفارة ولو كان الرجل مكرها على الجماع فعليه الكفارة في قول ابي حنيفة الاول ثم رجع وقال عليه القضاء دون الكفارة وهو قولهما وعليه الفتاوى -

(خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۹ کتاب الصوم ! الفصل الثالث فيما يفسد الصوم) ۱۷

بہیمہ سے وطی کرنے سے روزہ کا حکم | سوال :- کسی جانور کے ساتھ وطی کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جانوروں کے ساتھ وطی کرنے سے روزہ یقیناً فاسد ہو کر قضاء لازم ہو جاتی ہے اور کفارہ لازمی نہیں تاہم نفس دخول سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن یہ فعل ہر صورت میں حرام ہے۔

قال العلامة قاضی خانؒ : وكذا اذا جامع بهيمة ولم ينزل او ميتة ولم ينزل الخ وان انزل في هذه الوجوه كان عليه القضاء دون الكفارة - (فتاوی قاضی خان ج ۱ الفصل الخامس فيما يفسد الصوم) ۱۷

جماع کے بغیر انزال سے صرف قضاء واجب ہے | سوال :- احد السبیلین کے علاوہ اگر کسی حرکت سے

۱۷ قال في الهندية : ولو مكنت نفسك من صبي او مجنون فزنى بها فعليها الكفارة بالاتفاق - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۱ کتاب الصوم ! النوع الثاني يوجب القضاء والكفارة)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِيحِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۳۲۱ باب ما يفسد الصوم -

۱۷ قال عالم بن علاء رحمه الله :- ولو جامع ميتة او بهيمة فلا كفارة عليه انزل او

لم ينزل - (فتاوی تاتارخانیة ج ۲ ص ۳۷۱ کتاب الصوم ! الفصل الرابع فيما يفسد)

وَمِثْلُهُ فِي شَامِي ج ۲ ص ۳۹۹ کتاب الصوم ! مطلب في حكم الاستمنا بالکف -

انزال ہو جائے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء؟
الجواب :- کفارہ چونکہ ایک عظیم جرم مانا ہے اور جرم کی نوعیت کو دیکھ کر اس کا حکم لگایا جاتا ہے، اعدا سبیلین کے علاوہ کسی اور طریقہ سے انزال میں چونکہ قضاء شہوت کامل طریقہ سے نہیں پایا جاتا اس لیے اس میں صرف قضاء واجب ہے اور کفارہ کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة الحنفیؒ :- اوجامع فیما دون الفرج ولم ينزل یعنی فی غیر السبیلین کسرة وفخذ وکذا الاستمنا بالکف (ادخل ذکره فی بهیمة) اومیتة من غیر انزال اومتی فرج بهیمة او قبلها فانزل او اقطر فی احلیلہ۔

(الدر المختار علی ص ۲۹۹، ۳۹۹ کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم) ۱۔
سوال :- اگر کوئی شخص غیر رمضان میں روزہ افطار کرنے سے صرف قضاء لازم ہے | رمضان کے علاوہ روزہ

(بلا عند شرعی) افطار کرے تو اس پر صرف قضاء لازم ہے یا کفارہ بھی لازم ہے؟
الجواب :- رمضان کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر روزہ توڑنے سے فقط قضاء واجب ہے خواہ روزہ فرض ہو یا نفل یا نذر ہو کفارہ واجب نہیں ہوتا، یہ صرف رمضان کے ساتھ خاص ہے۔
 وفي الہندیۃ :- ولا کفارة بافساد صوم غیر رمضان کذا فی الكنز۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۵ کتاب الصوم۔ باب المتفرقات) ۲۔
سوال :- اگر ایک شخص سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھے تو ایسے شخص کے لیے

۱۔ قال العلامة انکاساتی :- ولو جامع بهیمة فانزل فسد صومه وعليه القضاء ولا کفارة علیہ لانہ وان وجد الجماع صورة ومعنی وهو قضاء الشهوة لکن علی سبیل القصور السعة المحل ولو جامعها ولم ينزل لا یفسد۔ الخ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۷ کتاب الصوم۔ فصل فی رکنہ) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۲ باب ما یفسد وما لا یفسد۔

۲۔ قال العلامة برهان الدین :- ان الکفارة تعلقت بجناية الافطار فی رمضان علی وجه الکمال۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۹ باب ما یفسد الصوم) الخ

ومثله فی فتاویٰ قاضیخان ج ۱ ص ۱۲۳ الفصل الخامس فیما یفسد الصوم۔

ثمة یعت مقدسہ کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- مسافر کے لیے حالت سفر میں روزہ نہ رکھنا مریض ہے لہذا اگر کوئی شخص حالت سفر میں روزہ نہ رکھے تو اس پر صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔

قال قاضی خان رحمہ اللہ :- لو أصبح المقيم صائماً ثم سافر فافطر بعد ذلك لا كفارة عليه - فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۱ الفصل السابع فیما یسقط الكفارة مالا یسقط له

سوال :- روزے کی حالت میں اگر کوئی استمناء بالید سے انزال میں قضاء واجب ہے | شخص استمناء بالید رہا تھو تو انزال کرے تو کیا اس شخص پر کفارہ واجب ہے یا صرف قضاء کافی ہے ؟

الجواب :- استمناء بالید میں چونکہ قضاء شہوت کامل نہیں ہوتی اس لیے اس سے کفارہ واجب نہیں ہوتا تاہم قضاء لازمی ہے، اور اگر انزال نہ ہو تو پھر قضاء بھی واجب نہیں۔
قال العلامة الحصکفی :- وکذا الاستمناء بالكف قال ابن عابدین :- ی فی کونہ لا یفسد لکن هذا اذا لم یزل اما اذا نزل فعليه القضاء كما سیصرح به وهو المختار۔

(شامی ج ۲ ص ۳۹۹ کتاب الصوم مطلب فی حکم الاستمناء بالكف) ص ۲۷

سوال :- اگر کسی نے بھول کر کھاپی لیا یا غلط فہمی سے کھانا پینا موجب کفارہ نہیں | بلا سبب انزال سے یہ سمجھا کہ میرا روزہ ابھی نہیں رہا اس لیے میرے لیے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، تو کیا ایسے شخص کے اس طرح قصداً کھانے پینے سے کفارہ واجب ہوگا یا قضا ؟

لے قال عالم بن العلاء رحمہ اللہ :- المسافر قدم مصره وهو صائم فافتى ان صومه لا یجزيه فافطر بعد ذلك متعمداً لا كفارة عليه - (فتاویٰ تاج خانہ ج ۲ ص ۳۹۹ کتاب الصوم - الفصل الخامس وجوب کفارہ) ومثله فی شامی ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب الصوم مطلب فیما یکرہ للصائم۔

لے قال قاضی خان :- وکذا اذا جامع بهيمة ولم یزل او ميتة ولم یزل او ناکح بیده ولم یزل او جامع فیما دون الفرج ولم یزل وان انزل فی هذه الوجوه کان عليه القضاء دون الكفارة۔
(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۱ الفصل الخامس فیما لا یفسد الصوم)

ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۱۱۱ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد۔

الجواب :- اگر کسی نے بھول کر کھانا کھالیا یا بلا سبب کے انزال ہوا تو اس کا روزہ باقی ہے البتہ اگر بعد میں غلط فہمی سے کھانا کھایا کہ میرا روزہ ختم ہو چکا ہے، تو محض کسی غلط فہمی کی وجہ سے کھانا پینا موجب کفارہ نہیں بلکہ صرف اُسی دن کی قضاء واجب ہوگی۔ کفارہ ایسی سزا ہے جو دیدہ دیری سے کسی جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے۔

قال طاهر بن أحمد :- ولونظر الى محاسن المرأة فانزل فظن ان ذلك فطرة فاكل بعد ذلك فهو كالتقي وقد ذكرنا حكمه وقال البعض ان كان عالماً عليه القضاء والكفارة عند الكل وان كان جاهلاً عليه القضاء دون الكفارة - (خلاصة الفتاوى ج ۱ کتاب الصوم الفصل الثالث فيما يفسد الصوم) ۱۷

سوال :- کیا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے قضا لازم

ہوگا یا کفارہ؟

الجواب :- سگریٹ کا دھواں منہ کے ذریعے حلق کے اندر چلا جاتا ہے جو کہ فسادِ صوم کا سبب ہے لہذا سگریٹ نوشی مفطرِ صوم ہے تاہم اس صورت میں قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ قال علاؤ الدین :- ولودخل الفيسر والدخان والرائحة في حلقه لم يفطروا وادخله حلقه متعمداً - روى عن ابى يوسف انه ان تعمد عليه القضاء ولا كفارة عليه - (بدائع الصنائع ج ۲ من کتاب الصوم - فصل ركنه) ۱۷

۱۷ قال قاضى خان :- ولونظر الى محاسن المرأة فانزل وتفكر فانزل فظن ان ذلك فطرة فاكل متعمداً فهو بمنزلة التقي - وقال بعضهم ان كان عالماً عليه القضاء والكفارة عند الكل وان كان جاهلاً عليه القضاء دون الكفارة - (فتاوى قاضى خان ج ۱ الفصل السابع فيما يقطع الكفارة ملا يقطع)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۲ كتاب الصوم - الباب الرابع فيما يفسد الصوم (الح)
۱۷ قال عبد الرحمن الجزائى: شرب الدخان المعروف وتناول الكافور والحشيش ونحو ذلك فان الشهوة فيه ظاهرة - (الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ من كتاب الصوم)
وَمِثْلُهُ فِي سِوَا الْحَتَّاسِ ج ۲ من كتاب الصوم - باب فيما يفسد الصوم -

بے خبری میں طلوع فجر کے بعد کھانا کھانے کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص نے ماہ رمضان میں بے خبری میں فجر کے طلوع ہونے کے

بعد کھانا کھایا جبکہ اس کا گمان یہ تھا کہ فجر اب تک طلوع نہیں ہوئی ہے، اس صورت میں ایسے شخص کے روزے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- روزہ رکھنے کی ابتداء طلوع فجر سے ہوتی ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں موصوف نے غلط فہمی کی بناء پر طلوع فجر کے بعد کھانا کھایا اس لیے اُس کا یہ روزہ ختم ہو چکا ہے اب اس کے ذمے اس دن کے روزہ کی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: اذا تسحر وهو يفتن ان الفجر لم يطلع فاذا هو قد طلع لا عليه لقضاء.... ولا كفارة عليه لان الجنابة قاصرة لعدم القصد۔

(الهداية ج ۱ ص ۲۰۰ باب ما يوجب القضاء له)

قدیر دینے سے عاجز شخص کو کیا کرنا چاہیے | سوال :- اگر کوئی شخص قدیر دینے سے عاجز

کر رکھا ہو تو یہ شخص کیا کرے؟

الجواب :- جب کوئی شخص اتنا بیمار ہو کر اس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور پھر مسلمان ڈاکٹر نے بھی اسے روزہ رکھنے سے منع کیا ہو تو اس شخص پر قدیر دینا واجب ہے لیکن اگر کوئی قدیر دینے کا بھی متحمل نہ ہو تو اس صورت میں استغفار کثرت سے پڑھا کرے۔

لما قال العلامة الحسکفی: وليشخ الفاني عاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوباً... لو موسراً ولا يستغفر الله۔ قال ابن عابدین: (قوله ولا يستغفر الله) هذا ذكره في القتم والبحر عقيب مسئلة نذر الأبد اذا اشتغل عن الصوم بالمعيشة فالظاهر انه راجع اليها دون ما قبلها من مسئلة الشيخ الفاني لانه لا تقصير منه بوجه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۴ فصل في العوارض) ۲

۱۔ ولو قدم مسافراً او طهرت حائض او تسحر ظنه ليلاً والقبح طالع او افطر كذا لك والشمسية أمك يومه وقضى ولم يكفر كما كلفه عمداً بعد أكله ناسياً ونائمة ومجنونة وطمناً۔ (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق ج ۱ ص ۳۲۱ كتاب الصوم)

۲۔ قال العلامة ابوالبركات النسفی: وليشخ الفاني وهو يفدى فقط۔ قال ابن نجيم: تحته..... وان لم يقدر على لاطعام لعشرته يستغفر الله تعالى۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۶ كتاب الصوم۔ فصل في العوارض)

سوال :- اگر کسی مسافر کو مسافر یا مریض کو روزہ کی قضاء کا موقع نہ ملے تو کچھ مواخذہ نہیں **سفر سے واپسی پر یا بیمار کو** صحتیابی کے فوراً بعد فرض روزہ کی قضاء کا موقع نہیں ملا تو کیا اس شخص پر فدیہ دینا واجب ہے یا کہ معافی ہے ؟

الجواب :- مریض اور سفر میں روزہ افطار کرنا مریض ہے جس کی حالت صحت و اقامت میں قضاء واجب ہے، اب اگر مریض و مسافر کو قضاء کرنے کا کسی وجہ سے قضاء کا موقع نہیں مل سکا اور وہ فوت ہو گیا تو اس شخص پر کچھ مواخذہ نہیں البتہ اگر موقع ملنے کے باوجود روزہ نہ رکھے تو بعد الموت فدیہ دینا لازم ہے۔

وفي الهندية : ولو فات صوم رمضان بعذر المرض أو السفر واستدام المرض والتفر حتى مات لا قضاء عليه..... وان هوى المريض أو قدم المسافر وأدرك من الوقت بقدر ما فات به يلزمه قضاء جميع ما أدرك فان لم يصم حتى أدركه الموت فعليه ان يؤمى بالغدية. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۵ باب الخامس في الاعتذار الذي يبيح الافطار) لـ

سوال :- اگر کوئی غیر رمضان کا روزہ قصداً توڑنے پر صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں **شخص قصداً عمدتاً**

غیر رمضان کا روزہ توڑ دے تو کیا اس شخص پر کفارہ واجب ہے یا صرف قضاء ؟ **الجواب :-** قصداً روزہ توڑنے سے کفارہ کا وجوب صرف رمضان شریف کے روزے کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ جو بھی روزہ قصداً یا سہواً توڑ دیا جائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں البتہ اس دن کی قضا واجب ہے۔

قال العلامة ابن همام : وليس في افساد صوم غير رمضان كفارة لان الافطار في رمضان يبلغ في الجنایة فلا يلحق به غيره. (فتح القدير ج ۲ ص ۲۶۵ باب ما يوجب القضاء والكفارة) لـ
لـ قال المحقق : فان مات فيه ای في ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالقلبة لعدم ادراكهم عدة ايام اخر ولو ماتوا بعد ذوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة ايام اخر. (الدر المختار على مدار المختار ج ۲ فصل في العوارض) ومثله في الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۵ فصل في الاسباب المبيحة للقطر.
لـ قال العلامة عالم بن علام الانصاري : وليس في افساد الصوم في غير رمضان كفارة. (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۵ الفصل الخامس في وجوب الكفارة في افساد الصوم) ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۵ باب المتفرقات۔

سگریٹ یا حقہ پینے سے جب روزہ ٹوٹ جائے تو صرف قضا کرے یا کفارہ بھی؟ | سوال :- حقہ یا

روزہ کا ٹوٹ جانا تو معلوم ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص بحالت روزہ حقہ یا سگریٹ پیتا ہے اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضا؟

الجواب :- حقہ نوشی اور سگریٹ نوشی سے روزہ ختم ہو جاتا ہے جس سے قضا بدو ن کفارہ کے لازم ہو جاتی ہے لیکن اگر حقہ نوشی تلبذ، شہوت نفس یا کسی اور نفع کے لیے کی جائے تو اس صورت میں قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

لما قال العلامة المحقق، انه لو ادخل حلقه الدخان افطر... ويمنع من بيع الدخان -

سہ وشاربه في الصوم لاشك يفطر ويلزمه التكفير لو ظن نافعاً

كذا اذا فاعا شهوات بطن فقره اول - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۵ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) ۱۷

سفر کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کے مخوڑی دیر بعد | سوال :- ایک شخص سفر کی نیت سے گھر سے نکلا مگر راستے میں کچھ ضروری کام یاد گھر واپس آکر روزہ افطار کرنے پر قضا و کفارہ کا حکم آنے کی وجہ سے مخوڑی دیر کے لیے گھر

واپس آگیا اور روزہ افطار کر لیا، تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حالت سفر میں اگرچہ روزہ افطار کرنا جائز ہے چاہے سفر تکلیف دہ ہو یا آرام دہ، لیکن صورت مشولہ میں چونکہ اس شخص نے گھر ہی کے اندر روزہ افطار کیا ہے جو کہ حالت اقامت ہے اس لیے اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین، اذا دخل مصراً لسفر فافطر فانه يكفر اي قياساً لانه مقيم

عند الاكل حيث رفض سفره بالعود - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۳ فصل في العوارض) ۱۸

۱۷ قال الشيخ المفتي عزيز الرحمن، الجواب بالحقه پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا لازم ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں کفارہ بھی لازم ہوتا ہے یعنی اگر اسے نفع بخش سمجھتا ہے کفارہ و قضا دونوں لازم ہونگے ورنہ صرف قضا و فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۱۹ مائل فسد الصوم

۱۸ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري، ولو سافر في نهار رمضان ولم يقطر حتى تذكر شيئاً في منزله فد نسيه فرجع الى منزله واكل شيئاً ثم خرج من منزله فعليه القضاء والكفارة كالمقيم

اذا اكل ثم سافر - (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۵۴ الفصل الثالث ما يفسد الصوم في ما لا يفسد - الخ)

ومثله في الهديّة ج ۱ ص ۲ الباب الخامس في الاعذار المبيحة للفطر -

سوال :- اگر ایک نو مسلم خاندانی خوف و ڈر کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تاکہ اُن پر اس کا اسلام ظاہر نہ ہو، تو کیا اس شخص پر بھی قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں؟

الجواب :- کلمہ طیبہ پڑھنے سے ایک غیر مسلم آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اُس پر جملہ احکام اسلام پر پورا عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے، صورتِ مسئلہ کے مطابق نو مسلم اسلامی احکامات کا مکلف ہے، اس لیے روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر قضا و کفارہ ہیں۔ لما قال العلامة الحصکفی او لم یسرو فی رمضان کلمہ صوماً ولا فطرًا مع الاساک لشیئہ تخریجاً زفر او اصبح یومنا ولا دم فاکل عمداً ولو بعد النیة قبل الزوال لشیئہ (الدر المختار علی سدر رد المحتار ۲-۳، کتاب الصوم)

سوال :- اگر کوئی شخص قصداً اور عمدہ روزہ توڑ دے مگر اپنا تک کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ روزہ رکھنے کے قابل نہ رہے تو کیا اس شخص پر صرف کفارہ واجب ہے یا قضا؟

الجواب :- قصداً روزہ توڑنے کی صورت میں کفارہ اُس وقت واجب ہوتا ہے جب کوئی عمل مستقط کفارہ و نما نہ ہو جائے۔ صورتِ مسئلہ میں مرض رجو کہ مستقط کفارہ ہے، کی موجودگی کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا البتہ اُس دن کی قضا لازم ہوگی۔

لما قال الحصکفی، انما یکفران نوى لیلاً ولہرین مکسها ولم یطر مستقط کمروض وحیض۔ (الدر المختار علی سدر رد المحتار ج ۲، مطلب فی الکفارة) ۱۳۱۲

لما قال الاسانی ومن اصاب فی رمضان لا یؤ، الصوم فاکل او شرب، ارجایہ علیہ نذر ذلک الیوم والکفارة علیہ عندنا سوا بنا التزاتہ (بدائع الصنائع ۲/۲۵۸ کتاب الصوم)

لہ فی الہندیۃ، والصحیح اذا فطر ثم مرض مرضاً لا یتطیع معہ الصوم تسقط الکفارة عندنا۔ (فتاویٰ الہندیۃ ج ۱، الفصل السابع فیما یسقط الکفارة ما لا یسقط) ومثله فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲، مسائل مفسد الصوم۔

باب الاعتذار المبيحة للإفطار

(روزہ افطار کرنے (ٹوڑنے) کے اعتذار کا بیان)

سوال :- اگر بیماری کی شدت کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف کے وقت روزہ ٹوڑنا روزہ بحال رکھنا مشکل ہو تو کیا افطار جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی ناقابل برداشت تکلیف کی وجہ سے روزہ افطار کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسی حالت میں روزہ ٹوڑنا بہتر ہے تاکہ ہلاکت کا موجب نہ بنے، البتہ اگر برداشت کی طاقت ہو تو پھر روزہ پورا کرنا بہتر ہے۔

قال في الهندية :- المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر
بلاجماع وان خاف زيادة العلة وامتدادها فكذا لك عندنا وعليه القضاء
اذا افطر۔ الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۰۰ کتاب الصوم، الباب الخامس في الاعتذار له

سوال :- طلوع فجر کے بعد اگر عورت کو حیض
حائضہ کے لیے امساک ضروری نہیں آجائے تو عند الشرع عورت کے لیے بقیہ یوم

کا امساک رکھنا پینا بند کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- طلوع فجر کے بعد عورت کو باہواری شروع ہو جائے تو اس سے روزہ ختم ہو جاتا ہے، لہذا ایسی عورت کے لیے کھانا پینا جائز ہے امساک ضروری نہیں تاہم ایسی عورت دوسرے روزہ داروں سے تنقیہ طور پر کھانا کھائے یا پانی پیئے۔

قال حسن بن عمار بن علي الشرنبلالی :- ومن له نوبة حمى او عادة حيض

له قال ابن عابد بن رحمہ اللہ :- (تحت قوله وخادمة) اذا اشتد الحر وخاف
المهلك فله الإفطار۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الصوم،
فصل في العوارض

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ فصل في العوارض۔

کتابس بفطرة على ظن وجوده - (مراق الفلاح على صد المطحادي ص ۵۶۳ کتاب الصوم) ۱
مسافر کے لیے افطار میں عزیمت پر عمل کرنا بہتر ہے | **سوال:** سفر کے دوران مسافر
 رکھنا بہتر ہے؟
 کو روزہ رکھنا چاہیے یا روزہ

الجواب: روزہ رکھنا اور نہ رکھنا مسافر کی حالت پر مبنی ہے جس میں اس کو آسانی ہو
 وہی طریقہ اختیار کرے، تاہم اگر کوئی شدید ضرورت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور یہی
 عزیمت ہے۔

قال برهان الدين: وان كان مسافراً لا يتضرر بالصوم فصومه افضل
 وان افطر جاز لان السفر لا يعرى عن المشقة - الخ (الهداية ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم) ۲
سوال: اگر کوئی شخص بلند فشار خون یا ٹی بلڈ پریشر
 شدید بیمار کیلئے روزہ افطار کرنا جائز ہے
 یا اس جیسی کسی دوسری بیماری میں مبتلا ہو جائے جس میں
 دوائی کا استعمال لازمی ہو تو ایسی حالت میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ اس جیسی
 بیماریاں بعض اوقات ہلاکت کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔

الجواب: جب بھی روزہ بیماری میں اضافہ کا سبب بنتا ہو تو اس میں کسی دیندار ماہر حکیم یا ڈاکٹر
 کے مشورہ سے یا اپنے غلیظہ ظن پر عمل کرتے ہوئے روزہ افطار کیا جاسکتا ہے تاہم معمولی قسم کی بیماری میں
 افطار کرنا ضروری نہیں۔

قال عبد الرحمن الجزائري: الا عذار التي تبسح الفطر للقائم كثيرة منها المرض فاذا مرض الصائم ونحو زيادة
 المرض بالصوم او خاتما لمرور من المرض او حصلت مشقة شديدة بالصوم فاجوز له الفطر - (فقہ مذاہب اربعہ ج ۱ ص ۵۴۲)
 ۱ قال علامہ ابی بکر بن علی: واذا حاضت المرأة افطرت وقضت وكذا اذا انقضت وهي تاكل سراً
 وجهراً ولا يجب عليه السبه - (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الصوم)
 ۲ ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲ کتاب الصوم - الباب الخامس في الا عذار - الخ
 ۳ قال بن نجيم: ولمسافر وصومه احب ان لم يفطر اى جاز للمسافر لفطر - (ابحار الرائق ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب الصوم)
 ومثله رد المحتار ج ۲ ص ۲ کتاب الصوم - فصل في العوارض -
 ۴ صغار اعلامه سانی: وما وجوب الفطر طه العجز عن القضاء عجزاً لا ترجى معه القدرة في جميع عمره - (بیان الصانع ج ۲ ص ۱۰۵ کتاب الصوم)
 ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۸ فصل في العوارض -

کیا بیماری کی وجہ سے روزہ افطار کرنے پر کفارہ لازم ہے یا قضاء؟ **سوال :-** اگر کوئی شخص روزہ

کی حالت میں اچانک شدید بیمار ہو جائے تو کیا اس کو روزہ افطار کر لینا چاہیے یا نہیں؟ اور افطار کرنے کی صورت میں قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا صرف قضا؟

الجواب :- شدت مرض میں جب نقصان کا خوف ہو تو اس صورت میں روزہ افطار کر لینا جائز ہے اور اس روزہ کی صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وبقي الاكراه وخوف هلاك او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شديد اغ الفطر يوم العذر..... وقضوا لزوماً. (الدر المختار على مداردة المختار ج ۲ ص ۳۲۱ فصل في العوارض البيحة) ۱۷

شدت پیاس سے روزہ توڑنے کا حکم **سوال :-** اگر کبھی اتنی گرمی ہو جائے کہ پیاس کی وجہ سے لوگوں کی ہلاکت یا کسی شدید نقصان کا خطرہ ہو تو کیا اس صورت میں روزہ توڑا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- بھوک اور پیاس کی شدت میں جب کسی سخت نقصان کا خطرہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑا جاسکتا ہے لیکن اس روزہ کی قضا لازمی ہوگی اگرچہ کفارہ واجب نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وبقي الاكراه وخوف هلاك او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شديد او سعة حية..... الفطر وقضوا لزوماً. (الدر المختار على مداردة المختار ج ۲ ص ۳۲۱ فصل في العوارض البيحة) ۱۷

حضور صلی علیہ وسلم نے بھی سفر میں افطار کیا تھا **سوال :-** کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی سفر میں روزہ افطار کیا تھا یا نہیں؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معتم بنا کر بھیجے گئے تھے اس لیے آپ حالات اور تقاضے کے مطابق روزہ رکھتے بھی تھے اور افطار بھی کرتے تھے، بعض حالات میں آپ نے

۱۷ وفي الهندية: المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يقطع بالاجماع وان كانت زيادة العلة وامتداده فكذا عندنا وعليه لقضاء اذا افطر كذا في المحيط. (افتاوى الهندية ج ۲ ص ۳۲۱ فصل في العوارض البيحة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّتَارْخَانِيَّة ج ۲ ص ۳۸۳ فصل في الاسباب المبيحة للفطر۔

۱۷ وفي الهندية: اذا خيف منهما الهلاك او نقصان العقل كالامة اذا ضعفت عن العمل وخيفت هلاك بالصوم وكذا الذي ذهب به..... (افتاوى الهندية ج ۲ ص ۳۸۳ فصل في العوارض والبيحة) وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّتَارْخَانِيَّة ج ۲ ص ۳۸۴ فصل في الاسباب والمبيحة للفطر۔

افطار نہ کرنے والوں پر تکیر بھی فرمائی۔

عن ابن عباسؓ: سافر رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان حتى بلغ عسفان ثم دعا باناء فيه شراب فشربه نهرا ليراه الناس ثم افطر حتى دخل مكة. قال ابن عباسؓ: فصام رسول الله صلى الله عليه وسلم وافطروا من شاء صام ومن شاء افطر۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ باب جواز الصوم والافطر في شهر رمضان للمسافر لہ)

کیا سفر میں روزہ افطار کرنا قصر نماز کی طرح لازم ہے؟ **سوال :-** حالت سفر میں تو نماز قصر کر کے پڑھنا واجب

ہے، کیا روزے کا حکم بھی نماز کی طرح ہے کہ سفر میں لازماً افطار کیا جائے؟
الجواب :- شریعت مقدسہ نے حالت سفر میں نماز کو قصر کر کے پڑھنا ایک نعمت خداوندی قرار دے کر اس میں قصر کو واجب کیا ہے مگر روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار بندے کو دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی بحالت عاقبت روزہ رکھنے کو افضل قرار دیا ہے اس لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل و بہتر ہے بخلاف نماز کے، تاہم اگر روزہ رکھنے سے تکلیف زیادہ ہوتی ہو تو روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: وانما كان الصوم افضل ان لم يضرب له لقوله تعالى: "وان تصوموا خيرا لكم" ولان رمضان افضل الوقتين فكان فيه الاداء اولي ولا يرد علينا القصر في الصلوات فانه واجب حتى ياتر بالاتمام لان القصر هو العزيمة.

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۳ فصل في العوارض) لہ

لہ وعن جابر بن عبد اللهؓ: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج الى مكة عام الفتح فصام حتى بلغ كراع الغميم وصام الناس معه فقبل له ان الناس شق عليهم القيام وان الناس ينظرون فيما فعلت قد عا بقدر من ماء بعد العصر فشرب والناس ينظرون اليه فانظر

بعضہم و ف صام بعضہم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۱ باب ما جاء في افطار الصوم في السفر) لہ وفي الهندية: ويكره للمسافر ان يصوم اذا جهد الصوم فالتصور فالتصور لحرين كذلك

فالتصور افضل۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۰۱ الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره)

ومثله في الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۳۸۳ فصل الاسباب مبيحة للفطر۔

سوال :- اگر کسی شخص کا نفلی روزہ ہو مگر مہمان اس کو مہمان کے مجبور کرنے پر روزہ افطار کرنا روزہ توڑنے پر مجبور کرے تو کیا وہ شخص روزہ توڑ سکتا ہے ؟

الجواب :- مہمان کی ضیافت طبع اور خاطر تواضع کے لیے نفلی روزہ توڑنا عند الشرع مریض ہے۔

قال العلامة الحصكفي: الضيافة عذر للضيف والمضيف ان كان صاحبها من لا يرضى بمجرد حضوره ويتأذى بترك الافطار فيفطر ولا لا۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۹ فصل في تواضع)

سوال :- ایک آدمی جس علاقے یا ملک میں ہو وہاں چاند کے اعتبار سے روزہ رکھے شخص سعودی عرب سے پاکستان آیا وہاں چاند کے حساب سے اس کے تیس روزے پورے ہو چکے ہیں جبکہ پاکستان میں روزہ ہے، تو کیا یہ شخص اب افطار کرے یا روزہ رکھے ؟

الجواب :- سعودی عرب میں چاند کے اعتبار سے اگرچہ اس شخص کے فرض روزے پورے ہو چکے ہیں مگر یہاں کے لوگوں کے ساتھ مشابہت کی خاطر روزہ رکھے گا افطار کرنا صحیح نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: فانه يجب عليه الامساك تشبها۔

رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۸ مطلب في جواز الافطار بالتحري (۲)

لہ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: والصحيح من المذهب ان ينظر في ذلك ان كان صاحب الدعوة من يرضى بمجرد حضوره ولا يتأذى بترك الفطر ولا يفطر وان كان يعلم انه يتأذى بترك الافطار فيفطر۔

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۸۲ فصل الاسباب مبيحة للفطر)

وَمِثْلُهُ فِي مَا لَا يَدْمُنُهُ مَتَلْ كِتَابُ الصَّوْمِ۔

لہ قال العلامة الحصكفي: الاخير ان يمسك بقية يومها وجوباً على الاصح لان الفطر قبيح وترك القبيح شرعاً واجب (كسافر أقام وحائض ونفساء طهرتا ومجنون أفاق ومريض صح)۔

قال الشيخ احمد الطحطاوي: تحت قوله (كسافر أقام) الأصل في هذا ان كل من صار على حالة في آخر النهار لو كان عليها أوله، يلزمه الامساك قضاء الحق الوقت تشبيهاً بالصائمين۔

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار ج ۲ ص ۴۵۵ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)

تشوگر کے مریض کے لیے روزے کا حکم | سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! میرے والد صاحب

تشوگر کے مریض ہیں، ڈاکٹر نے انہیں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر انہوں نے روزہ رکھا تو بیماری بڑھ جائے گی، جبکہ حقیقت بھی یہی ہے اس لیے کہ جب بھی انہوں نے روزہ رکھا تو تکلیف زیادہ ہوئی، اس صورت میں شرعاً ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر نہ رکھ سکیں تو انہیں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب :- اسلام کسی کو بلا وجہ تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ اگر آپ کے والد محترم کو واقعی تشوگر کا شدید مرض لاحق ہے کہ ان میں روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہیں اور اگر رکھ لیں تو مرض کے بڑھنے کا خطرہ ہے اور ساتھ ہی مسلمان ڈاکٹر نے بھی خوب تشخیص کے بعد روزے نہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے تو شرعاً ان کو اجازت ہے کہ وہ روزے نہ رکھیں۔ اور اگر مرض دائمی ہو تو ہر روزے کا فدیہ دینا ہوگا جو ایک روزے کے بدلہ میں صدقہ فطر کی مقدار کے برابر ہے۔

قال العلامة الحصکفی : وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوباً
قال ابن عابدین المریض اذا تحقق الیأس من الصلوة فعليه الفدیة بكل یوم
من المرض - رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۷ کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحة
لعدم الصوم)

ظن غالب کی بناء پر مرض بڑھ جانے کے خوف سے روزہ نہ رکھنا | سوال :- ایک شخص بیمار ہے اور

نہ رکھنے کے بارے میں پوچھا نہیں، مگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو اس کی بیماری بڑھ جائے گی، تو کیا یہ بیمار شرعاً درست کر رہا ہے یا یہ کہ اس کو روزہ نہ رکھنے کے بارے میں ڈاکٹر سے لازمی پوچھنا پڑے گا؟

الجواب :- شرعاً شدت مرض یا خوف مرض کی وجہ سے روزہ افطار کرنا جائز ہے بشرطیکہ کسی ماہر مسلمان طبیب نے کہا ہو۔ چونکہ صورت مسئلہ میں مریض کا غالب شدت مرض ہے اس لیے اس کو اپنے گمان کی بناء پر روزہ نہ رکھنا مریض سے، ڈاکٹر سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

ما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : او مریض خاف زیادة مرضه
وصحیح خاف المرض المراد بالخوف غلبة النظت۔

رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۳ کتاب الصوم)

باب کا اعتکاف

اعتکاف کے احکام و مسائل

سوال :- اگر معتکف سے خطا روزہ فاسد ہو جائے تو کیا اس کا اعتکاف باقی رہے گا یا نہیں؟

الجواب :- اعتکاف مسنون اور واجب دونوں کے لیے روزہ رکھنا چونکہ شرط ہے اسلئے اگر کسی عذر کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو اعتکاف بھی باقی نہیں رہتا، البتہ اگر بلا صوم اعتکاف میں بیٹھا رہا تو نفلی اعتکاف شمار ہوگا۔

لما قال العلامة المحصن^۱، وشرط الصوم لصحة الاول اتفاقاً على المذهب قال العلامة ابن عابدین، قلت ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا في الاعتكاف المسنون لانه مقدر، بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لم يرض او سفر ينبغي ان لا يصح عنه بل يكون نفلاً۔
(رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۱ باب الاعتكاف) ۱۔

سوال :- اگر کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جائے تو کیا اس کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف مسنون اور نفلی، ٹوٹ جانے سے اس کی قضاء واجب نہیں تاہم اگر جس دن یا رات کو اعتکاف ٹوٹ جائے اور اُسی دن رات کی قضا کی جائے تو بعض کے قول پر بھی عمل ہو جائے گا جو کہ بہتر ہے مگر ضروری نہیں۔

قال العلامة عالم بن العلاء :- ولو شرع فيه ثمر قطع لايلزمه القضاء في رواية الاصل

لما قال برهان الدين المرغيناني^۲، قال الاعتكاف مستحب والصحيح انه سنة مؤكدة لان النبي ﷺ واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة وهو البت في المسجد مع الصوم..... والصوم من شرطه..... ثم الصوم شرط لصحة الواجب منه۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۱۱ باب الاعتكاف)

وَمَثَلُهُ فِي الْبَيِّنَاتِ شَرْحُ الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۲، ۲۸۳ باب الاعتكاف۔

وفي رواية الحسن يلزمه - وفي الظهيرية عن أبي حنيفة أنه يلزمه يوماً -
(فتاوى تاتارخانية ج ۲ ص ۱۲۱ الفصل الثاني عشر في الاعتكاف) ۱۷

اعتكاف کا اہتمام نہ کرنے کے اثرات | سوال :- اگر محلہ والے اعتکاف کا اہتمام نہ کریں تو اس سے ان کی ذمہ داری کہاں تک

متاثر ہوتی ہے؟

الجواب :- اعتکاف جملہ محلے والوں کے لیے سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اگر تمام محلہ والوں کی طرف سے ایک شخص بھی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تو جملہ محلہ والوں کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، لیکن اگر پورے محلہ میں سے کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کے لیے نہ بیٹھے تو تمام محلہ والے گنہگار ہوں گے۔
قال ابن عابدین، - (روى مؤكداً) اى استئنا ناً مؤكداً - بمعنى انه طلب طلباً - مؤكداً زيادة على بقية النوافل - ولهذا كانت السنة المؤكدة قربية من الواجب في حقوق الاثم، كما في البحر ويستوجب تاركها التضييل واللوم كما في التحرير -

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۱ باب الترتيب مطلب في السنن والنوافل) ۱۸

سوال :- اگر فقط قرآن، معتکف کا کسی دوسری مسجد میں قرآن کریم سنتے یا سنانے کیلئے نکلنا

قرآن سنانے کا اپنی مسجد میں انتظام نہ ہو تو کیا وہ صرف قرآن سنانے کے لیے کسی دوسری مسجد میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- تراویح میں قرآن کا ختم بلا شک سنت ہے، البتہ بصورت استثناء یعنی اعتکاف میں چند امور کی نیت سے مسجد سے نکلنا مریض ہے لیکن بہتر عدم خروج ہے تاکہ اعتکاف کے

۱۹ قال ابن عابدین: فلو شرع في نفله ثم قطع لا يلزمه قضاء لانه لا يشترط له الصوم على الظاهر المذهب مما في بعض المعتبرات انه يلزم بالشروع مفعول على الضعيف قاله المصنف وغيره - (رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۲ باب الاعتكاف)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۲۱۱ بَابُ الْاِعْتِكَافِ -

۲۰ قال العلامة محمد عبدالحی، والصبيح الذي عليه جمهور الفقهاء هو انه سنة مؤكدة في العشر الاواخر من رمضان

على سبيل الاستيعاب كفاية على اهل كل بلدة - (حاشية هداية ج ۱ ص ۲۱۱ باب النوافل -

وَمِثْلُهُ فِي حَاشِيَةِ مُسْتَحْلَصِ الْحَقَائِقِ ج ۱ ص ۲۰۹ بَابُ النَوَافِلِ

تندیس پر کوئی اثر نہ پڑے۔

وفي الهندية: ولو شرط وقت النذر والا لالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنازة وحضور مجلس العلم بجوزلة ذلك۔ (فتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۸۹ الباب السابع في الاعتكاف) ۱۷

اعتکاف کے دوران بے فائدہ باتوں سے اجتناب کا حکم | سوال ۱۷۔ کیا اعتکاف کے

یا نہیں؟ کیونکہ بسا اوقات انسان غیر اختیاری طور پر ایسی باتیں کر جاتا ہے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا؟
الجواب:۔ اعتکاف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کثرت سے کی جائے
لہذا دوران اعتکاف دنیاوی باتوں سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہیے تاہم دینی مسائل پر گفتگو کرنا
اور ضروریات اس سے مستثنیٰ ہیں، البتہ دنیاوی باتیں کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

قال العلامة عبد الرحمن جزري: وما آدابها فسنها لا يتكلم الا بخير۔

(الفقه على المذاهب الاربعه ج ۱ ص ۵۸۹ باب الاعتكاف) ۱۸

معتکف کی موت پر اعتکاف کی تکمیل کا حکم | سوال ۱۸۔ اگر معتکف دوران اعتکاف انتقال
کر جائے تو کیا کسی اور کا اس کی جگہ اعتکاف بیٹھا

ضروری ہے یا نہیں تاکہ اعتکاف مکمل ہو جائے؟

الجواب:۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف کرنا سنت ہے

چند ایام اعتکاف کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی، موت واقع ہونے کی صورت میں معتکف نے
اعتکاف پورا نہیں کیا کیونکہ اس کا اعتکاف عشرہ تک نہ رہا۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور شخص اعتکاف پر

۱۷

۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵

نہ بیٹھا ہو تو پوری بستی پر ذمہ داری باقی رہے گی۔

قال العلامة ابن عابدین:۔ (قوله ای سنة كفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقيين فلم ياتشوا بالمواظبة على الترك بلا عذر ولو كان سنة عين لا ثموا بترك السنة المؤكدة اثمادون اثم ترك الواجب۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲ باب الاعتكاف) **سوال۔** مقتف کے لیے شرعاً نماز جنازہ کیا مقتف کیلئے نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟

کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔۔ وجوبی اور سنون اعتکاف سے بلا ضرورت نکلنا مفسد اعتکاف ہے، البتہ اگر ابتداء میں نماز جنازہ وغیرہ کے لیے نکلنے کی شرط رکھی جائے تو اس صورت میں نماز جنازہ کا پڑھنا یا پڑھانا مفسد اعتکاف نہیں لیکن بغیر شرط کے نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے لیے نکلنا فساد اعتکاف کا ذریعہ ضرور ہے تاہم نفلی اعتکاف میں توسع کی بناء پر بغیر استثناء کے نکلنا مفسد اعتکاف نہیں۔

لما قال العلامة عالم بن العلامة۔ ولا يخرج ولا يترك ولا يشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلوة الجنائز..... ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنائز و حضور مجلس العلم يجوز له ذلك..... وأما في الاعتكاف النقل فلا بأس بان يخرج بعذر او بغیر عذر۔ (الفتاوی التاتاریخانیة ج ۲ ص ۲۱۲، ۲۱۳ کتاب الصوم باب الاعتکاف) ^{۵۲۹}

لہ قال العلامة محمد عبد الحمید رحمہ اللہ۔ ہوسنة مؤكدة كفاية اذا قام بها البعض سقط عن الآخرين۔ (عمدة الرعاية على هامش شرح وقاية ج ۱ ص ۳۲۲ باب الاعتكاف) **وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِي ج ۱ ص ۱ کتاب الطهارة۔**

لہ لما قال العلامة السيد محمد يوسف البنوری۔ لا يخرج المعتكف من معتكفه الا لحاجة شرعية او طبعية..... واما اذا خرج من المسجد بغیر حاجة شرعية او طبعية فيفسد الاعتكاف..... لو شرط وقت النذر ان يخرج لعيادة مريض و صلاة الجنائز و حضور مجلس علم جائز ذلك..... وما روى عنه صلى الله عليه وسلم من الرخصة في عيادة المريض و صلاة الجنائز فقال ابو يوسف ذلك مجموعا على اعتكاف التطوع۔ (معارج السنن ج ۵۔ باب المعتكف يخرج للحاجة أم لا۔ ^{۵۲۹، ۵۳۰})

سوال :- جس مسجد میں نماز باجماعت پابندی معتکف کا نماز باجماعت کے لیے مسجد سے نکلنا کے ساتھ نہ ہوتی ہو یا سب سے جماعت ہوتی

ہی نہ ہو تو معتکف کے لیے کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا شرعاً کیسا ہے ؟
الجواب :- مرد کے اعتکاف کے لیے جماعت والی مسجد ضروری ہے، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں جماعت کی کوئی ممکن صورت نہ ہو تو معتکف کے لیے کسی دوسری مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا درست ہے البتہ اگر نہ جائے تو اس کے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔
 قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی :- فی مسجد جماعۃ ہو مالہ امام ومؤذن ادیت فیہ الخمس ام لا، وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ صححہ بعضہم وقال لا یصح فی کل مسجد وصححہ السرخسی واما الجامع فیصح فیہ مطلقاً اتفاقاً۔ قال ابن عابدین۔ ای وان لم یصلوا فیہ لصلوة کلہا۔۔۔۔۔

ایضاً قال الحصکفی :- حرم علیہ الخروج الا لحاجة الانسان (طبیعة کبول وغائط و غسل۔۔۔۔۔) او شرعیة کعبید واذان لمؤذن و باب المناعة خارج المسجد۔
 (الدر المختار علی صدک رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۰ باب الاعتکاف) لہ

سوال :- دوران اعتکاف جمعہ کے دن غسل کرنے معتکف کا غسل جمعہ کے لیے مسجد سے نکلنا کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں ؟
الجواب :- فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا جمعہ کے دن غسل کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے، بعض جزئیات میں سنت مؤکدہ اعتکاف کو نفل اعتکاف میں شمار کیا گیا ہے اسی طرح ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرتے کے لیے مسجد سے نکلنے کی صورت اعتکاف فاسد نہیں ہوتا تاہم اجتناب اولیٰ ہے۔

قال العلامة الحصکفی :- واما النقل فله الخروج لانه منه له کما بطل کما امر

لہ قال العلامة طہر بن عبد الرشید البخاری :- ثم المسجد الجامع ویجوز الاعتکاف فی الجامع وان لم یصلوا فیہ بالجماعة۔۔۔۔۔ ولا یتخرج المعتکف من المسجد الا لحاجة لانزمة شرعیة کالجمعة والطاعة طبیعة کالبول والغائط۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۰ الفصل السادس فی الاعتکاف)
 ومثله فی الکفایۃ فی ذیل فتح القدیر ج ۲ ص ۳۰۸ باب الاعتکاف۔

قال ابن عابدین: (واما النفل) ای شامل بسنة المؤکدة - (ردالمحتار ج ۲ ص ۴۴۳ باب اعتکاف) لہ

سوال :- اگر محلے کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا
معتکف جمعہ پڑھنے کے لیے کتنی دُور تک جاسکتا ہے

دور کی مسجد تک جاسکتا ہے؟

الجواب :- معتکف کے لیے شرعاً جمعہ پڑھنے کے واسطے مصر و شہر جانے کی اجازت ہے اگر مصر دور ہو تو قبل از زوال اپنی مسجد سے جمعہ پڑھنے کے لیے روانہ ہو سکتا ہے، تاہم ایسے وقت پر پر روانہ ہونا چاہیئے کہ وہاں پہنچ کر تسلی کے ساتھ سنتیں اور فرض پڑھ سکے، فرض پڑھنے کے فوراً بعد اپنی مسجد کو واپس آجائے لیکن بقیہ سنتیں پڑھنے کے لیے اگر وہیں ٹھہر جائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

قال فی الہندیۃ: ویخرج للجمعة حیث تزول الشمس ان کان معتکفه قریباً من الجامع یبیت لوائتظر زوال الشمس لا تفوته الخطبة والجمعة واذا کانت بحیث تفوته لم یبنتظر زوال الشمس لکنه یمکنه ان یأتی الجامع فیصلی اربع رکعات قبل الاذان عند المنبر وبعد الجمعة یمکن بقدر ما یصلی اربع رکعات اوستا علی حسب اختلافہم فی سنة الجمعة - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف) لہ

سوال :- اگر اعتکاف کے دوران تعلیم کی
اعتکاف کی حالت میں تعلیم کے لیے نکلنا
ضرورت پڑے تو معتکف کے لیے مسجد سے

نکلنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھنے سے قبل بعض امور کے کرنے کو مشروط کرے تو

لہ قال العلامة عالم بن العلاء: (واما فی الاعتکاف النفل فلا بأس بان یمکنه بعد ما یرفع عذیر - (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۲۱۲ الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف۔

لہ قال العلامة طاہر بن احمد بن عبد الرشید: (وعن محمدؒ انه ان کان منزله بیداً من الجامع یمکن ان یرى انه یمکن الخروج عند النداء وان کان خروجه قبل الزوال هو السبیح - (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۴ الفصل السادس فی الاعتکاف)

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۱ باب الاعتکاف۔

اس دوران اس کے لیے وہ عمل کرنا جائز ہوگا اور اس سے اس کا اعتکاف متاثر نہیں ہوگا۔
 قال العلامة عام بن العلاء: - ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عبادة
 المريض وصلوة الجنائز وحضور العلم يجوز له ذلك -

(فتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۱۲۱ الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف) لہ

سوال :- اہل و عیال کی بیماری یا کسی بہت بڑے
بوقت ضرورت اعتکاف سے نکلنا | **مادہ کی وجہ سے اعتکاف کا چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟**

الجواب :- جان و مال یا اہل و عیال کے کسی ممکنہ یقینی خطرہ کی وجہ سے اعتکاف کو چھوڑنا
 جائز ہے ایسی حالت میں ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اگر معتکف باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو
 جائے گا لیکن گنہگار نہ ہوگا، تاہم اگر مسجد کے انہدام کی وجہ سے یا جبراً مسجد سے نکالے جانے کی
 صورت میں فوراً دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اعتکاف برقرار رہے گا۔

لما قال العلامة فخرالدين الزيلعي: - وكذا لو خرج للجنائز يفسد اعتكافه وكذا صلواتها
 ولو تعينت عليه مد لا نجاء الغريق او الحريق، والجهاد اذا كان النفي عاماً او لاداء الشهادة كل
 ذلك مفسد بخلاف الخروج لحاجة الانسان لانها معلومة الوقوع فتكون مستثناة ولهذا لو انهدم
 المسجد الذي هو فيه فانتقل الى مسجد آخر لم يفسد اعتكافه للضرورة لانه لم يبق مسجداً
 يعد ذلك فقات شرطه وكذا لو تفرق اهله لعدم الصلوات الخمس فيه ولو خرج ظالم كرها او خاف
 على نفسه او ماله من الكافرين فخرج لا يفسد اعتكافه - (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۳۵۱ باب الاعتكاف) لہ

لہ قال العلامة الحصكفي: - ولو شرط وقت النذر ان يخرج لعبادة مريض وصلوة جنازة وحضور مجلس
 علم جاز ذلك فليحفظ۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۱۴۶ باب الاعتكاف)

وَمِثْلُهُ فِي حَاشِيَةِ طُحَاوِي ج ۱ ص ۴۸

لہ قال العلامة الحصكفي: - ولما لا يغلب كاجراء غريق وانهدم مسجداً فمستقط لا ثم لا يبطلان ولا تكاف
 النسيان اولى بعدم الفساد كما حققه الكمال خلاف لما فصله الزيلعي وغيره۔ قال ابن عابدين: تحت قوله خلاف
 ما فصله الزيلعي حيث جعل الخروج لعبادة المريض والجنائز وصلواتها وانجاء الغريق والحريق والجهاد اذا كان
 النفي عاماً او لاداء الشهادة مفسداً بخلاف خروجه الى مسجد آخر بانهدم المسجد او تفرق اهله لعدم صلوة الخمس
 فيه ولا يخرج ظالم كرها وخوفه على نفسه او ماله من الكافرين۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۹ باب الاعتكاف)

سوال :- ظاہر ہے کہ مسجد میں ریح نکالنا
معتکف کے لیے معتکف کا مسجد سے نکلنا

مسجد سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- مسجد میں اخراج ریح اگرچہ بالاتفاق مکروہ ہے لیکن طبعی تقاضے کی وجہ سے
معتکف کے بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں، بعض فقہاء اخراج ریح کے لیے مسجد سے نکلنا
افضل مانتے ہیں جبکہ بعض فقہاء مسجد سے نکلنے کو منع کرتے ہیں، اگرچہ سب کے ہاں مسجد ہی میں ریح
نکالنا مخصص ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اخراج ریح کے لیے مسجد سے باہر نکلے۔

قال ابن عابدین، (تحت قوله ولا البول والفسد فيه) وكذا لا يخرج فيه الزبح من الدبر
كما في الاشباه واختلف فيه السلف ف قيل لا بائس وقيل يخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح حموى
عن شرح الجامع الصغير للقرطبي - (رد المحتار ج ۱ مطلب في احكام المسجد) -

سوال :- کسی آدمی کا بھول کر اپنے معتکف سے نکلنے کی
وجہ سے اس کے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- بھول کر معتکف سے نکلنا صاحبین کے نزدیک مفسد اعتکاف نہیں، لیکن
امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف باقی نہیں رہتا، احتیاط اسی میں ہے۔

قال برهان الدين :- ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة
رحمه الله تعالى لوجود المنافي وهو انقياس وقال لا يفسد - (الهداية ج ۱ ص ۲۱۲ باب الاعتكاف) -

له لما في الهندية، سئل ابو حنيفة عن المعتكف اذا احتاج الى الفصد او الحمامة هل يخرج فقال لا وفي اللآلئ
واختلف في الذي يفسد في المسجد فلم ير بعضهم بأساً وبعضهم قالوا لا يفسد ويخرج اذا احتاج
اليه وهو الاصح كذا في القمرياشي - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۳۲ كتاب الكراهية ابنا الخامس في آداب المسجد)
ومثله في امداد الفتاوى ج ۲ ص ۵۱۶ باب الاعتكاف -

له قال العلامة شيخ الاسلام ابى بكر بن على رحمه الله، - وكذا اذا خرج من المسجد
ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابى حنيفة لوجود المنافي وعندهما لا يفسد -

الجوهرية النيرة ج ۱ ص ۱۸۱ باب الاعتكاف -

ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۳۱۱ باب الاعتكاف -

سوال :- اگر معتکف حُقہ پینے کا عادی ہو حُقہ پینے کے لیے مسجد سے نکلنا مَرخص نہیں تو کیا اس کے لیے حُقہ پینے کی خاطر مسجد سے باہر

نکلنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- حُقہ نوشی کوئی ایسی چیز نہیں جو معتکف کے حوائج طبعی میں شمار ہو سکے جس کے لیے مسجد سے نکلنا مَرخص ہو، اگر مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہو کر دھواں باہر نکالنا ممکن ہو تو تطبیق کی صورت پیدا ہو سکتی ہے، ورنہ مسجد سے محض اس کے لیے نکلنا یا مسجد میں حُقہ پینا معتکف کو زیہ نہیں دیتا، تاہم دورانِ اعتکاف ایسی چیزوں کا استعمال آزمائش سے خالی نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی:۔ (مخرج الا الحاجة الانسان) طبعیة کبول وغائط وغسل لواحتمل ولا يمكنه الاغتسال في المسجد او شرعية كعید واذان لوموذا و باب المنارة خارج المسجد فلو خرج ولو ناسيا ساعة زمانية كالمية كما مر بلا عذر فسد۔

(الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ ص ۲۳۸ باب الاعتکاف) لہ

سوال :- اگر معتکف کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے مسجد سے باہر نکلے تو راستے میں کسی سے باتیں کرنے

کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- اگر کوئی معتکف کسی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر نکل کر چند باتیں کرے تو اس سے اعتکاف پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا البتہ اگر بلا ضرورت باتوں کیلئے ٹھہر جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا تاہم بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

قال ابن نجيم:۔ واما التكلم بغير خيرة فانه يكره لغير المعتكف فما ظنك للمعتكف۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۲ باب الاعتکاف) لہ

لہ لما قال العلامة عماد بن حسن الشرنبلالی:۔ ولا يخرج منه) من معتكفه فيشمل المرأة... الحاجة شرعية كالجمعة... او حاجة طبعية كالبول والغائط وازالة نجاسة... فان خرج ساعة بلا عذر فسد الواجب۔ (مراقی الفلاح علی صدر المطعطاوی ص ۵۴۹ باب الاعتکاف)

وَمِثْلُهُ فِي كَفَايَةِ الْمُفْتَى ج ۴ ص ۲۳۲ باب الاعتکاف۔

لہ قال طاهر بن احمد بن عبد الرشيد:۔ واذ اخرج لبول او غائط لا يملك في منزله بعد الفراغ من الطهور۔ (خلاصة الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۴ باب الاعتکاف۔

وَمِثْلُهُ فِي الْجَوْهَرَةِ النُّورِ ج ۱ ص ۱۸۱ باب الاعتکاف

حالتِ اعتکاف میں بیوی سے بوس و کنار کا حکم | سوال :- مسجد میں اعتکاف کے دوران اپنی بیوی سے بوس و کنار سے

اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جماع مفسدِ اعتکاف ہے البتہ دوائی جماع (بوس و کنار) مفسدِ اعتکاف نہیں مگر اس کا ارتکاب حرام ضرور ہے، تاہم اس دوائی سے اگر انزال ہو جائے تو اس صورت میں اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ: وبطل بوطئ فی فرج انزل ام لا ولو كان وطؤه خارج المسجد ليلا او نهاراً عامداً او ناسياً في الاصح لان حاله مذكرة وبطل ربانزال بقبلة او لمس او تغنيذ ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج۔ قال ابن عابدينؒ: تحت قوله وان حرم الكل (اي كل ما ذكر من دوائی الوطء اذا يلزم من عدم البطلان بها حلها۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۰ باب الاعتکاف) لہ

حالتِ اعتکاف میں بیوی سے باتیں کرنا | سوال :- کیا اعتکاف کی حالت میں بیوی سے باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ معتکف

مسجد میں ہو اور اس کی بیوی گھر میں ہو؟

الجواب :- حالتِ اعتکاف میں بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے، خیر اور بھلائی کی باتیں کرنا ہر کسی سے جائز ہے چاہے انسان کی شریکِ حیات ہو یا کوئی اور، تاہم بیوی سے پیار و محبت کی باتیں کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

قال العلامة الحصکفیؒ: ويكره تحريماً صحت ان اعتقده قرية والآلاتكلم الابغيب وهو مالا اشر فيه ومنه المباح عند الحاجة اليه لا عند عدوها الخ۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۲ باب الاعتکاف)

لہ وفي المہندیۃ: (ومنها الجماع ودوائیہ) فيجرأ علی اعتکف الجماع ودوائیہ نحو مباشرۃ والتقبيل واللمس والمعانقة والجماع فيمادون لفرج والليل والنهار في ذلك سواء والجماع عامداً او ناسياً ليلاً او نهاراً يفسد الاعتکاف انزل أو لم ينزل وما سواه يفسد اذا أنزل وان لم ينزل لا يفسد۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۳ الباب السابع في الاعتکاف)

ومشكلة في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱ کتاب الاعتکاف۔

کیا محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے؟ | سوال :- کیا رمضان المبارک میں محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری

ہے یا نہیں؟

الجواب :- رمضان کے مہینے میں اعتکاف مسنون علی الکفایہ ہے لیکن فقہی ذخائر میں اس بات کی کوئی تصریح نظر سے نہیں گذری ہے کہ ہر محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری ہے، البتہ علامہ شامیؒ کی ایک تشبیہ سے جو انہوں نے اعتکاف کو تراویح کے ساتھ دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی طرح اعتکاف بھی ہر محلے کی ہر مسجد میں مسنون ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: (قوله سنة على الكفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام به البعض سقط الطالب عن الباقيين فلم يأثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر، ولو كان سنة عين لا ثموا بترك السنة المؤكدة اثمادون اثم ترك الواجب۔
(رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۲ فصل في الاعتكاف) لہ

وقال ايضا تحت قوله والجماعة فيها سنة على الكفاية (اذا دان اصل التراويح سنة عين الى ان قال) وهل المراد انها سنة كفاية لاهل كل مسجد من البلدة او مسجد واحد منها او من المحلة ظاهر كلام المشرح الاول واستظهر الثاني ويظهر من الثالث لقول المنية حتى لو ترك اهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة واساؤا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۳ فصل في التراويح)

سوال :- اگر اذان خانہ مسجد معتکف کا اذان کے لیے خارج از مسجد اذان خانہ کو جاتا

مسجد میں معتکف ہے اذان کے لیے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- معتکف بلا ضرورت شرعی و طبعی کے مسجد نہ نکلتا جائز نہیں، چونکہ اذان دینا ایک امر شرعی ہے اسلئے اذان کے لیے مسجد سے باہر اذان خانے کو جاسکتا ہے اور اس سے اعتکاف متاثر نہیں ہوگا۔

لما قال العلامة المحمدي، او شرعية اى تخرج لحاجة شرعية كعيد واذان يؤذن ابواب المنارة خارج المسجد۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۸ باب الاعتكاف)

لما قال العلامة ابن همام: وصعود المئذنة ان كان بابها من خارج المسجد فيفسد في ظاهر الترواية وقال بعضهم هذا في حق مؤذن لا خروج للاذان معلوم فيكون مستثنى اما غيره فيفسد اعتكافه وضح قاضيان انه قول لكل في حق الكل۔
(فتح القدير ج ۲ ص ۳۱۳ باب الاعتكاف) — وَمِنْهُ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى ج ۱ ابواب السادس في الاعتكاف۔

عورتوں کے لیے اعتکاف کا حکم | سوال :- عورتوں کا اعتکاف کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ علماء احناف کی اس بارے میں

کیا رائے ہے؟ ہمارے ملاقاتی کے گھروں میں عورتوں کے لیے نماز پڑھنے کی کوئی خاص جگہ مقرر نہیں ہوئی اور وہ ہر پردہ کی جگہ میں نماز ادا کر لیتی ہیں، تو کیا وہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں اسی جگہ اعتکاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب :- عورتوں کا اپنے گھروں میں اعتکاف کرنا احناف کے ہاں جائز ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، عورتیں گھر کے کسی بھی کونے میں پردہ لگا کر اعتکاف کر سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ عورتوں کا نماز کے لیے گھر کے اندر کوئی خاص جگہ مقرر کرنا ضروری نہیں جہاں بھی ممکن ہو نماز بلا کراہت ادا کی جاسکتی ہے، تاہم جہاں تک ہو سکے پردہ میں نماز ادا کی جائے تو بہتر ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: اوليت امرأة في مسجد بيتها. قال العلامة ابن عابدین: قوله في مسجد بيتها وهو المعد لصلاتها الذي يندب لها ولكل احد اتخاذا - رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۱ باب الاعتكاف

حالت اعتکاف میں اخبار وغیرہ پڑھنے کا حکم | سوال :- معتکف آدمی اعتکاف

سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح خبریں سننے کی غرض سے ریڈیو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اخباراتیں اکثر عریاں تصویریں ہوتی ہیں جبکہ ریڈیو میں صرف آواز سنائی دیتی ہے، تو کیا خبریں سننا زمرہ عبادت میں شمار ہیں یا معاملات میں؟ ان افعال کے مرتکب شخص کو بار بار سمجھایا گیا کہ معتکف کے لیے یہ فعل غیر مناسب ہے، معتکف چونکہ ریڈیو پر مچر ہے اس لیے وہ اپنے اس فعل کو مجتہد کی حیثیت سے چھوڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔
برائے مہربانی تقدس مسجد اور آداب اعتکاف سے تفصیلاً آگاہ فرمائیں؟

۱۔ وفي الهندية، المرأة تعتكف في مسجد بيتها اذا اعتكف في مسجد بيتها فذلك البعثة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه الا الحاجة الانسان -
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۱ الباب السابع في الاعتكاف)

الجواب :- اعتکاف کا بنیادی مقصد رضاء الہی ہے اس لیے اعتکاف کے دوران اُن عبادات میں مشغول ہونا چاہیے جو رضاء الہی کا باعث بنتی ہوں۔ فقہاء کرام نے معتکف کے لیے قرآن کریم کی تلاوت، احادیث مبارکہ اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور نوافل کثرت سے پڑھنا تجویز کیا ہے، لہذا ایک معتکف کو ان امور میں مشغول رہنا چاہیے نہ کہ اخبار پڑھنے اور خبریں سننے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرے۔ اور ویسے بھی مسجد کے اندر تصاویر اور آلات لہو و لعب لے جانا شرعاً جائز نہیں۔ اس لیے کسی معتکف کو ریڈیو سے خبریں سننا اور اخبارات دیکھنا صحیح نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ، تکلم الا بخیر وهو ما لا اثم فیہ ومنہ المباح عند الحاجة الیہ لا عند عدمها..... کقراءة قرآن وحديث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایة الصالحین وکتابۃ امور الدین۔

الدر المختار علی ص ۲۴۹، ۲۵۰ باب الاعتکاف
سوال :- عمومی طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اعتکاف بحالت اعتکاف جگہ تبدیل کرنا کے لیے ایک جگہ مخصوص کرتے ہیں، کیا جگہ مخصوص کرنے

کے بعد بحالت اعتکاف اُس جگہ کو تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے، معتکف مسجد کے اندر جہاں چاہے رہ سکتا ہے، حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر جگہ تبدیل کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لما قال الشیخ عزیز الرحمن: تمام مسجد میں جہاں چاہے اعتکاف، بیٹھنے میں کچھ حرج نہیں۔

رفتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۵ باب الاعتکاف

لے وفی الہندیۃ: ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسہ وسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والانبیاء علیہم السلام واخبار الصالحین وکتابۃ امور الدین۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۲
الباب السابع فی الاعتکاف

سوال :- کیا سردی کے دنوں میں معتکف دھوپ کے لیے مسجد کے صحن میں بیٹھ سکتا ہے | میں معتکف اپنی مخصوص جگہ

سے نکل کر باہر صحن میں دھوپ میں بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر رہنا ضروری ہے، تمام مسجد معتکف کے لیے معتکف ہے، لہذا معتکف آدمی مسجد کے اندر جہاں چاہے قیام کرے اگرچہ مخصوص جگہ کے علاوہ ہی ہو۔

لما قال الشیخ عزیز الرحمن: مُعْتَكِفٌ حَسْبُ مَسْجِدٍ مِّنْ مُّعْتَكِفٍ ہے اُس تمام مسجد میں جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۵۱۵ باب الاعتکاف)۔

سوال :- ہمارے گاؤں کا ایک شخص رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کیلئے

محلے کی مسجد میں بیٹھ گیا۔ چونکہ اس کے لیے گھر سے سحری اور افطاری لانے کا کوئی انتظام نہ تھا اس لیے اسے خود ہی سحری اور افطاری لانے کے لیے گھر جانا پڑتا، ایک دن سحری لانے کیلئے جب وہ گھر گیا تو لاعلمی میں اس نے ضرورت سے زیادہ وقت گزارا اور اپنی بیوی کا بوسہ بھی لیا لیکن جماع نہیں کیا۔ اس پر مسجد کے امام نے اس سے کہا کہ آپ کا اعتکاف ٹوٹ گیا ہے اسلئے آپ اس کی قضا کریں۔ آنجناب سے التجا ہے کہ کیا یہ شخص تمام دنوں کے اعتکاف کی قضا کرے گا یا صرف اسی دن کی؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ کیا اعتکاف کی قضا غیر رمضان میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو شخص رضا الہی کے لیے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں معتکف ہو جائے تو وہ بلا ضرورت شرعی یا دنیاوی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر سے سحری یا افطاری لانے کے لیے کوئی دوسرا انتظام کیا جائے لیکن اگر کوئی دوسرا انتظام ممکن نہ ہو تو پھر خود بھی جاسکتا ہے مگر بقدر ضرورت یعنی صرف سحری یا افطاری اٹھا کر مسجد میں لے آئے۔

لہ قال العلامة الشیخ ظفر احمد العثماني: ہر وقت گوشہ میں رہنا ضروری نہیں بلکہ عبادتِ نافلہ

ذکر کے لیے اس میں رہنا بہتر ہے، باقی اوقات میں مسجد کے اندر جہاں چاہے اُٹھے بیٹھے۔

(امداد الاحکام ج ۲ ص ۱۲۵ باب الاعتکاف)

لما قال العلامة المرغینانی: ولا ینخرج من المسجد الا لحاجة الانسان
والجمعة۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۱ کتاب الصوم، باب الاعتکاف)
ضرورت سے زیادہ تاخیر نہ کرے اور نہ اُن اوامر کا ارتکاب کرے جو شرعاً اعتکاف کے
دوران ممنوع ہیں، مثلاً بیوی سے جماع کرنا یا دعاوی جماع کرنا وغیرہ۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں
چونکہ اس شخص نے حالتِ اعتکاف میں دو منہیات کا ارتکاب کیا ہے (۱) سحری لاتے وقت
بلا ضرورت گھر میں ٹھہرا۔ (۲) اپنی منکوحہ کا بوسہ لیا۔ اس لیے اس کا اس دن کا اعتکاف ٹوٹ
گیا ہے۔

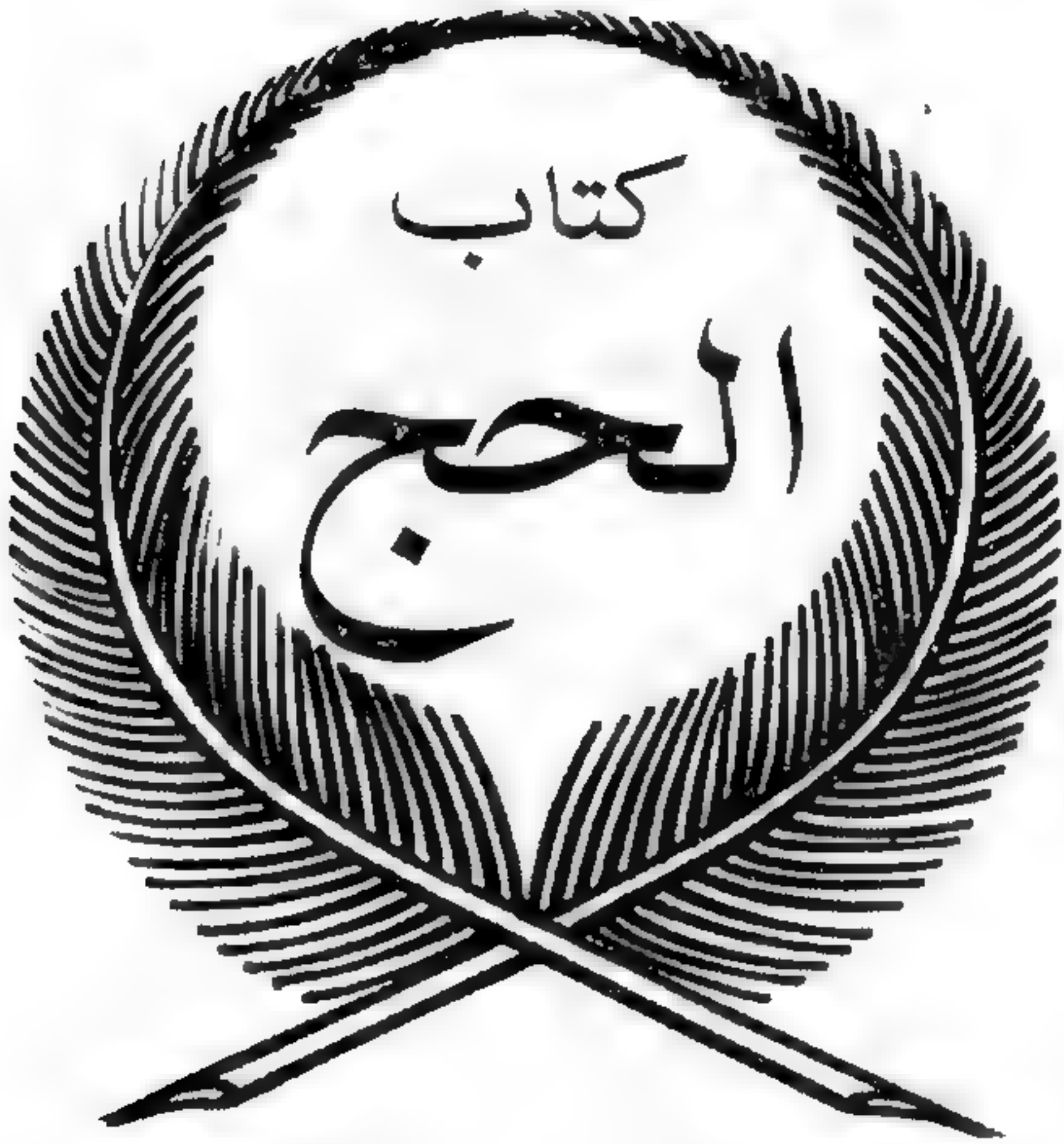
لما قال العلامة الحصکفی: وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج
الیہ۔۔۔ فلو خرج لاجلها فسد لعدم الضرورة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ باب الاعتکاف)۔
اس لیے اس پر صرف اسی دن کے اعتکاف کی قضاء کر ہے۔

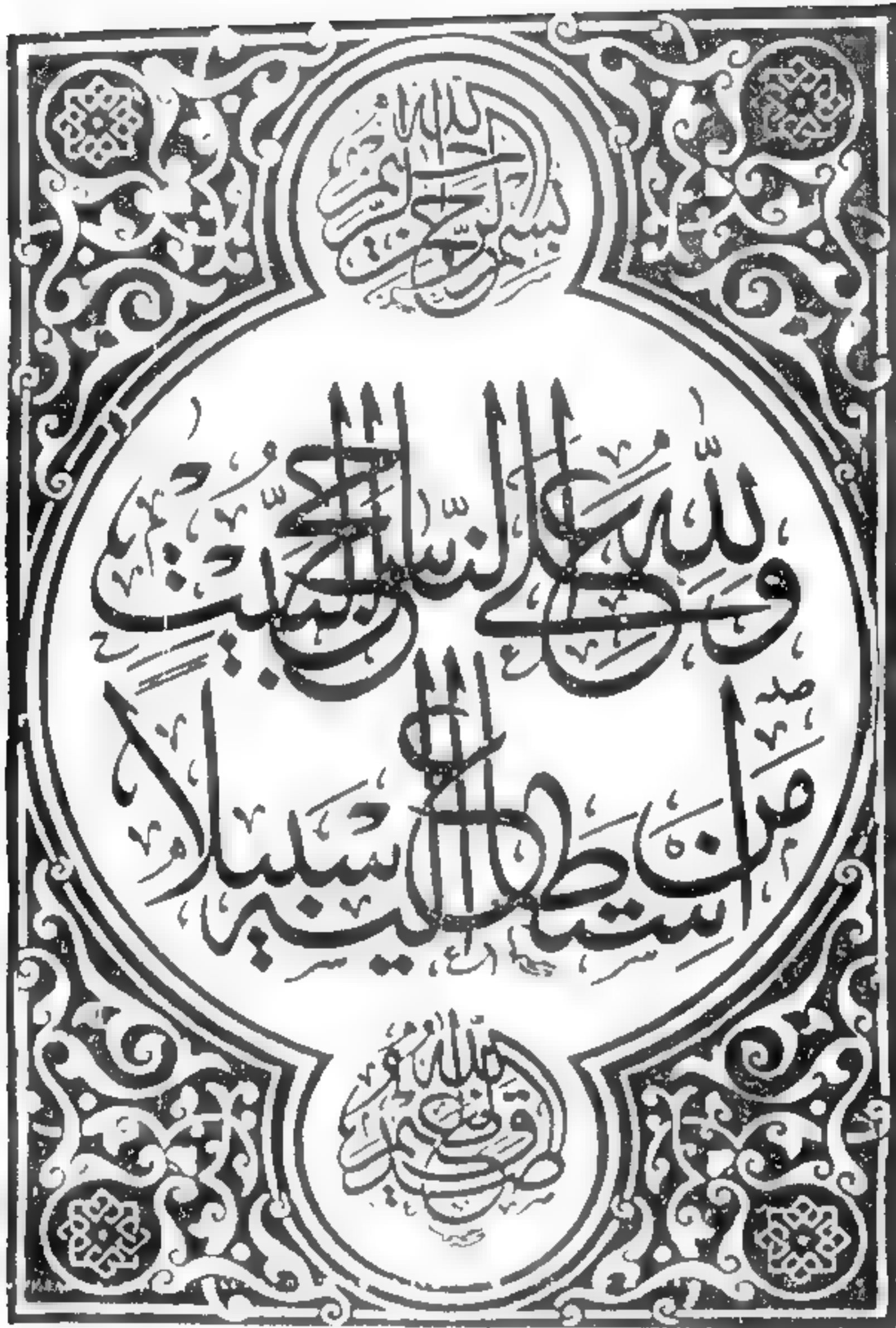
لما قال العلامة ابن عابدین: ای علی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ فیقضى
الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسہ۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ کتاب الصوم۔ باب الاعتکاف)

قضاء چاہے رمضان میں کسے یا غیر رمضان میں، لیکن غیر رمضان میں اعتکاف کی قضا،
کھوتے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُس دن روزہ بھی رکھے۔







باب شرائط الحج و ارکانہ

(حج کے شرائط و ارکان کے بارے میں)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کی فرضیت کا وقت ایک آدمی کو رمضان کے مہینہ میں اپنے دادا کی میراث سے کافی مقدار میں مال ملا اور محرم کے مہینہ تک مال موجود رہا بعد میں مال خرچ ہو گیا تو کیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- فرضیت حج کے لیے اشہر حج میں مال کثیر کا مالک بننا ضروری ہے، چونکہ یہ آدمی اشہر حج میں مال کا مالک بنا تھا اس لیے اس پر حج فرض ہو گیا ہے، البتہ اگر یہ آدمی کسی ایسے بعید ملک میں رہتا ہو کہ وہاں سے اشہر حج سے قبل حجاج روانہ ہوتے ہوں تو قافلہ حجاج کی روانگی کا وقت معتبر ہوگا۔

قال الامام ابن ہمام :- والاولی ان یقال اذا کان قادراً وقت خروج اهل بلده ان کانوا یخرجون قبل اشهر الحج لبعده المسافة او ذار في اشهر الحج ان کانوا یخرجون فیہا ولہ یصح حتی افتقر تقر دیناً۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲ کتاب الحج م ۱۷)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس ضرورت سے زائد زمین ہو تو حج فرض ہے مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی زمین اس کی ضروریات سے زائد ہے تو کیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- مصارف حج ادا کرنے کے بعد اتنی زمین باقی رہتی ہو کہ وہ اس کے اور اس کے اہل و عیال کی معاش کے لیے کافی ہو تو اس پر حج فرض اور لازمی ہے۔

وفي الہندیۃ :- ان کان لہ من الضیاع نوباع مقدار ما یکفی لذاد والراحلة ذاہب

لہ قال العلامة ابن عابدین :- (تحت قوہ علی مسلم الاقل شروط الوجوب والوقت ای القدۃ فی اشهر الحج او فی وقت خروج اهل بلده علی ما یأتی۔

رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الحج، مطلب فہم حج بمال الحرام)

وَمِثْلُهُ فِي الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۹ کتاب المناسک، اباب الاول۔

وجباتاً ونفقة عياله وبقی من الصیعة قدر ما یعیش بقلّة الباقی یفترض علیه الحج
والافلا۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الاول فی تفسیر الحج) لہ

سوال :- میری کچھ زمین ہے اُس سے جو سالانہ آمدنی حاصل
زمین کی آمدنی پر حج کی فرضیت ہوتی ہے اس سے صرف میرا خرچہ پورا ہوتا ہے تاہم اگر
زمین کی قیمت لگائی جائے تو وہ کافی مالیت کی بنتی ہے، کیا اس قیمت کی وجہ سے مجھ پر حج
فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج کی فرضیت کے لیے مالی استطاعت کا ہونا ضروری ہے صرف زمین کی
قیمت پر حج فرض نہیں ہوتا البتہ اگر زمین کی آمدنی اتنی مقدار میں ہو کہ جس سے اہل و عیال کا اور
حج کے لیے آمد و رفت کا خرچہ پورا ہوتا ہو تو حج فرض ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة برهان الدین المرفینانی: اذا قدر علی الزاد والراحلة فاضلة عن المسکن
وما لا بد منه وعن نفقة عياله الى حين عوده۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۲۸۸ کتاب الحج) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں
صرف تصرف کا اختیار حج کی فرضیت کے لیے کافی نہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے
میں کہ ایک بیوہ عورت کی اولاد مالدار ہے اور ماں کو بھی اولاد کے مال پر تصرف کرنے کا پورا پورا
اختیار ہے، تو کیا اس اختیار کی وجہ سے اس عورت پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس عورت کے پاس مال بطور ملک ہو اور اس میں شرائط حج بھی
پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہے، صرف مال پر اختیار ہونے کی وجہ سے شرعاً حج فرض

لہ وقال قاضیات: وان كان صاحب صنیعة ان كان له من الصیاع لوباع مقدار ما یكفی لزاد والراحلة
ذاهباً وجاتاً ونفقة عياله واولاده وبقی له من الصنیعة قدر ما یعیش بقلّة الباقی
یفترض علیه الحج والافلا۔ (الفتاویٰ قاضی خان علی ہاشم الہندیہ ج ۱ ص ۲۸۱ کتاب الحج) لہ

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۲ کتاب الحج۔

لہ قال العلامة التمراشی: وراحة فضلة عما لا بد منه وفضلا عن نفقة عياله الى حين

عوده۔ (تنویر البصار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الحج) لہ

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج۔

نہیں ہوتا۔

واما شرائط الوجوب منها الاسلام ومنها العقل ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱ کتاب الحج، الباب الاول في تفسير الحج)۔
مشترکہ مال سے حج کی فرضیت کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی مشترکہ کاروبار کرتے ہیں، کیا اس کاروبار سے جو نفع حاصل ہوتا ہے اس سے ایک بھائی حج کر سکتا ہے؟ نیز مشترکہ مال پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر مشترکہ کاروبار کے اس منافع کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے، مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور پر حج فرض نہیں ہوتا۔

قال العلامة المحقق:۔ علی مسلم ذی زاد، الخ۔ وراحلة فضلاً عما لا بد منه و فضلاً عن نفقة عیالہ الخ الی حین عودہ (رد المحتار علی صدر المختار ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الحج)۔

حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے حج کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام

کہ ایک آدمی سرکاری ملازم ہے اور وہ ۴۸ حصہ رقم جمع کراتا ہے باقی رقم حکومت اپنی جانب سے ادا کرتی ہے لہذا اگر یہ شخص اس طرح حج کے تو کیا یہ حج فرض حج شمار ہوگا یا نقل؟

الجواب :- اس سفر سے اس کا حج فرض ادا ہو کر اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، کیونکہ

قال العلامة الترمذی:۔ علی مسلم ذی زاد وراحلة وفضلاً عن نفقة عیالہ الی حین عودہ۔ (تنویر البصار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الحج)۔
 ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱ کتاب الحج۔

قال العلامة عالم بن علاء الانصاری:۔ شرائط وجوب الحج العقل والبلوغ والحریة والاستطاعة وتکلموا فی تفسیر الاستطاعة۔ قال ابو حنیفة:۔ فی ظاہر رواية تفسیرها سلامة البدن وملك الزاد والراحلة۔ (فتاویٰ تمارغایہ ج ۲ ص ۲۲۹ کتاب الحج، الفصل الاول فی شرائط الوجوب)۔
 ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۲۱ الباب الاول فی تفسیر الحج۔

حکومت نے جو رقم دی ہے وہ حج بدل کے لیے نہیں بلکہ بطور تعاون دی ہے۔

فان العلامة، لخصني :- بخلاف ما لو خرج ليحج عن نفسه وفتير جازعنه وصوله الى الميقات
صادقاً لقدرة نفسه وفيه ايضاً الا فاق اذا وصل الى الميقات فهو كالمكي -
(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۶ كتاب الحج) ۱۷

سوال :- ایک شخص کے مال میں حرام مال کا اختلاط
حرام مال سے حج کرنے کا جملہ | ہے اب وہ حج کرتا ہے تو اس کے لیے کسی سے کچھ رقم
قرض پر لیتا ہے لیکن جب قرض ادا کرتا ہے تو حرام مال سے ادا کرتا ہے، تو کیا اس شخص کا حج صحیح
ہے یا غلط؟

الجواب :- وجوب حج کے لیے مال حلال یا مخلوط مال کا ہونا ضروری ہے چونکہ اس شخص
نے قرض (مال حلال) لے کر حج کیا تو اس کا حج صحیح ہے اگرچہ اس شخص نے قرض کو مال حرام سے واپس
کیا ہوتا ہے اس طرح کی جملہ بازیوں سے اجتناب ضروری ہے۔

اذا اراد الرجل ان يحج بمال الحلال فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقض دينه
من ماله كذا في فتاوى قاض خان - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲ الباب الاول في الحج) ۱۸

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے
پوری کا مال مخلوط ہو جانے پر حج کا حکم | بائیں میں کہ ایک شخص چوری کے مال کو اپنے مال
کے ساتھ ملا کر تجارت کرے اور جب اسے غنا حاصل ہو اور اس پر حج فرض ہو جائے تو کیا یہ شخص
اس مال سے حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- پوری کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے سے کل مال اس کی ملک میں

۱۹ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري :- وافتير اذا حج ماشاء ثم اليسر لاج عليه -

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۴۳ كتاب الحج - الفصل الاول في شرائط الوجوب)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۱ كتاب المناسك الباب الاول -

۲۰ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري :- واذا اراد ان يحج بمال الحلال فيه شبهة فانه يستدين للحج ويقض

دينه من ماله - (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۷ كتاب الحج - الفصل العشرون في المتفرقات)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۹ كتاب الحج -

داخل ہو گیا ہے تو وجوب کے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، اس لئے حج سے بچنے کیلئے مال حرام کی موجودگی کا بہانہ نہ بنائے بلکہ حج ادا کرے۔

قال العلامة ابن عابدین: كالْحَجِّ بِمَالٍ حَرَامٍ لَيْسَ الْحَرَامُ بِلِ حَرَامٍ هُوَ الْإِنْفَاقُ لِلْمَالِ الْحَرَامِ وَلَا لِلْأَزْمِ بَيْنَهُمَا - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الحج مطلب فیمن حج بمال حرام) لہ
سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام؟
حج فرض ہونے کے بعد سنگدستی سے حج ساقط نہیں ہوتا | اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک

عورت پر حج فرض تھا لیکن بعض عوارض کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکی جبکہ اب وہ سنگدست ہو چکی ہے، کیا اس سنگدستی کی وجہ سے اس سے حج ساقط ہو گیا یا نہیں؟ نیز اگر کوئی آدمی حج فرض ہونے کے باوجود صرف عمرہ کر لے تو کیا اس سے حج ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- اگر کسی عورت کے پاس اتنی رقم موجود ہو کہ وہ اپنا اور محرم کا خرچہ برداشت کر سکتی ہو تو اس پر حج فرض ہے، سنگدست ہو جانے سے یا عمرہ کر لینے سے حج ساقط نہ ہوگا زندگی میں حج کرنا ضروری ہے اور اگر حج نہ کر سکا تو پھر موت سے قبل حج کی وصیت کرے اور اس کی وصیت پر عمل کیا جائے گا۔

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزاً اذا كانت بينهما وبين مكة

ثلاثة ايام، هكذا في المحيط - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۹ کتاب الحج)

وقال ايضا: - واما شرائط وجوبه منها، الاسلام حتى لو ملك به الاستطاعة حال كفره ثم اسلم بعد ما افتقر لا يجب عليه شيء بتلك الاستطاعة بخلاف ما لو ملكه مسلماً فلم يحج حتى افتقر حيث يتقرر الحج في ذمته ديناً عليه -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۷ کتاب انسانك، الباب الاول) لہ

لہ وفي الهندية: ويجهت في تعصيل نفقة حلال فانه لا يقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه يسقط لقرض معها - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۷ الباب الاول في تفسير الحج)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج -

لہ قال العلامة ابن همام: - بخلاف ما لو ملكه مسلماً فلم يحج حتى افتقر حيث يتقرر الحج في ذمته ديناً عليه - (فتح القدير ج ۲ ص ۳۱۳ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج -

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام مکانات حوائجِ اصلیہ سے زائد ہوں تو حج فرض ہے | اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی

کے پاس زمین کے علاوہ مکانات بھی ہیں جو حوائجِ اصلیہ سے زائد ہیں تو کیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ شخص حج نہ کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- زرعی زمین، مکانات اور دیگر جائیداد وغیرہ اگر حوائجِ اصلیہ سے زائد ہوں تو اس پر حج فرض ہے لہذا یہ شخص فریضہ حج ادا کرے تاہم اگر حج ادا نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔

قال العلامة التتاشی: وراحلة فضلہ عمالا بدمنہ وفضلًا عن نفقة عیالہ الخ الخ
حین عودہ - (تنویر الابصار علی صدر المختار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الحج) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں بیٹی کی شادی کرنا مانع حج نہیں | کہ زید پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن اس کی ایک غیر شادی شدہ بالغہ لڑکی ہے جس کا ابھی تک نکاح بھی نہیں ہوا ہے، تو کیا زید گھر میں غیر شادی شدہ بیٹی کی موجودگی میں حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- غیر شادی شدہ اولاد کا ہونا والدین کی عدالت پر کوئی اثر نہیں ڈالتی اور اولاد کی شادی کے لیے کثیر مال خرچ کرنا ضروری ہے اور نہ ہی یہ حج کے لیے مانع شرعیہ میں سے ہے لہذا جب زید پر شرعاً حج فرض ہو چکا ہے تو اس کے لیے حج پر جانا ضروری ہے۔

قال فی المندیۃ :- ومنها القدرة علی الزاد والراحلة بطریق المملک والجارۃ الخ
الفتاویٰ المندیۃ ج ۱ ص ۲۱۱ الباب الاول فی تفسیر الحج - لہ

لہ قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ :- اذا قدر علی الزاد والراحلة فاضلة عن المسکن ومالا بدمنہ وعن نفقة عیالہ الخ حیث عودہ -

والہدایۃ ج ۱ ص ۲۱۲ کتاب الحج

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج -

لہ قال العلامة ابن عابدین :- (علی مسلم) تحت هذه العبارة الاول شروط والوجوب اذا

وجبت بتمامها وجب الحج والا فلا - رد المختار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الحج

وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج -

صاحب استطاعت کیلئے مکان کا نہ ہونا مانع حج نہیں | سوال: میرے پاس اتنی

فریضہ حج ادا کر سکتا ہوں، اگر اس رقم سے مکان بناؤں تو حج کے لیے پیسے نہیں بچتے، کیا اس وقت مکان بنانا ضروری ہے یا حج کرنا؟

الجواب: مکان ایسی ضرورت نہیں جو شرعاً فریضہ حج کے لیے مانع بنے، جب آپ کے پاس حج کی ادائیگی کے لیے مناسب رقم موجود ہے تو اس پر حج کرنا فرض ہے مکان بنانا ضروری نہیں۔
قال العلامة ابن نجيم المصري: هو فرض بشرط حرية وبلوغ وعقل وصحة وقدرة و زاد راحلة وفضلت عن مسكنه - وفي قوله وما لا بد منه اشارة الى ان المسكن لا بد ان يكون محتاجاً اليه لمسكن فلا يثبت الاستطاعة بدار يسكنها وعبد يستخدمه وثياب به يلبسها و متاع محتاج اليه وثبت الاستطاعة بدار يسكنها وعبد لا يتخدمه فعليه ان يحج -
(البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۳ کتاب الحج) ۱۷

اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا وجوب حج سے مانع نہیں | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام

اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کیا بیٹے کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: بیٹے کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں جو وجوب حج سے مانع بنے، لہذا جب آپ پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی شرعی مانع نہیں تو قبلاً جلد ممکن ہو سکے آپ فریضہ حج ادا کریں۔

قال العلامة الحصكفي: وفي الاشياء ومع الف وخاف الضرورة ان كان قبل خروج اهل بلدة فله للتزوج ولو وقته لزوم الحج - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الحج) ۱۸

۱۷ قال العلامة ابن عابدين: وان لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنده دار هم يبلغ به الحج ويبلغ الشمس مسكنها وخادم وطعام وقوت وجب عليه الحج وجعلها في غير (رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۲ کتاب الحج قبل مطلب في قولهم يقدم على العبد)

وَمَثَلُهُ فِي التَّائِيخَانِيَةِ ج ۲ ص ۴۳۳ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب۔

۱۸ وفي الهنديّة: اذا وجد ما يحج به قد قصد التزوج يرجع به ولا يتزوج لان الحج فريضة واجبها الله تعالى على عبده كذا في التبيين - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱ کتاب المناسك الباب الاول في تفسير الحج)

وَمَثَلُهُ فِي التَّائِيخَانِيَةِ ج ۲ ص ۴۳۳ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب۔

سعودی عرب میں رو کر بھی حج نہیں کیا تو اب حج فرض ہے یا نہیں | سوال :- ایک شخص

کچھ عرصہ سعودی عرب میں رہا اور چند عمرے بھی کر لیے لیکن کسی وجہ سے سعودی حکومت نے گرفتار کر کے وطن واپس بھیج دیا، کیا اس آدمی پر اب حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج کی فرضیت کے لیے استطاعت حج ہونا ضروری ہے صرف سعودی عرب جانے سے حج فرض نہیں ہوتا، چونکہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ ایام حج تک وہاں رہا ہے لہذا اس شخص پر حج فرض نہیں۔

کاموفی الہندیۃ : ثم ذکر من شرائط الوجوب الحج عن الزاد والراحلة وغير ذلك
يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلدة الى مكة - (الفتاوى الهندية ج ۱ باب الاول في تفسير الحج) لہ

عورت پر حج فرض ہو تو خاوند کی اجازت ضروری نہیں | سوال :- ایک عورت پر حج فرض

بغیر اپنے بھائی کے ہمراہ حج ادا کیا تو کیا اس عورت کا حج صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب :- اگر اس عورت پر شرعاً حج فرض تھا تو اس کا بغیر اجازت شوہر کے بھائی کے ساتھ حج ادا کرنا صحیح ہے، لیکن اگر نفلی حج ہو تو خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے۔

قال العلامة عالم بن العلامة الانصاری : واذا وجدت محرماً ولا يأذن لها زوجها
ان تخرج فهد ان تخرج بغير اذنه في حجة الاسلام دون التطوع۔

(الفتاوى التتارخانية ج ۱ ص ۳۵ کتاب الحج، الفصل الاول في شرائط الوجوب) لہ

لہ قال العلامة الحصکفی : وقت خروج اهل بلدة وكذا سائر شرائط۔

(رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۱۱ کتاب الحج۔

لہ قال العلامة ابن نجيم مصری : وأشار بعدم اشتراط رضا الزوج الى انه ليس له
منعها عن حجة الاسلام واذا وجدت محرماً لانه حقه لا يظهر في الفرائض بخلاف

التطوع۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَةِ ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب الحج۔ الباب الاول في تفسير الحج۔

سوال :- اگر ایک آدمی سعودی عرب سے عورت کا کراچی سے جدہ تک بغیر محرم کے سفر کرنا اور حج محرم کے ساتھ ادا کرنے کا حکم

اور حج اپنے بیٹے کے ساتھ ادا کرے تو اس کا حج شرعاً ادا ہوگا یا نہیں؟
الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق عورت کا بغرض حج کراچی سے جدہ تک بلا محرم سفر کرنا ناجائز ہے تاہم اس کے باوجود حج ادا ہو جائے گا اگرچہ مکروہ ضرور ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمہ اللہ: ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج) ۱۷

سوال :- میرا خاوند بیمار ہے کیا میں حج کے لیے اپنے بہنوئی کے ساتھ جاسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب :- فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے عورت کے ساتھ اس کے محرم کا ہونا لازمی ہے بہنوئی چونکہ شرعاً محرم نہیں اس لیے بہنوئی کے ساتھ فریضہ حج کے لیے کسی بھی عورت کا جانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی عورت بغیر محرم کے حج کے لیے جائے تو ذمہ فارغ ہو جائے گا مگر ایسا کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت عجزاً إذا كانت بينها وبين مكة ثلاثة أيام هكذا في المحيط وإن كان أقل من ذلك حجت بغیر محرم والمحرم الزوج ومن لا يجوز مناکحتها على التابيد بقربة او رضاع او مصاهرة كذا في الخلاصة۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول فی تفسیر الحج) ۱۸

۱۷ وفي الہندیة: ووجود المحرم للمرأة شرط لوجوب الحج ام لا دائمة بعضهم جعلوها شرط للوجوب وبعضهم شرط لادائه وهو الصميم۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول فی تفسیر الحج) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔

۱۸ قال العلامة الحصكفي: ومع زوج او محرم وفي رد المحتار والمحرم من لا يجوز له مناکحتها على التابيد بقربة او رضاع او صهرية۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۴ کتاب الحج مطلب فی قولہم يقدم حق العبد) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔

عورت کیلئے خاوند کے بھائی یا بھتیجے کے ساتھ حج کرنے کا حکم | سوال :- ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے، خاوند کی زندگی

میں وہ حج ادا کر چکی ہے اب وہ دوبارہ حج کرنا چاہتی ہے تو کیا وہ اپنے خاوند کے بھائی یا بھتیجے کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- عورت کے لیے حج پر جانے کے لیے کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے، خاوند کا بھائی اور بھتیجی چونکہ محرم نہیں اس لیے عورت کا ان کے ساتھ حج پر جانا صحیح نہیں۔

ومنها المحرم للمودة شابة كانت او عجوزا اذا كانت بينها وبين مكة ثلاثة ايام - هكذا في المحيط وان كان اقل من ذلك حجت بغير محرم والمحرم الزوج ومن لا يحوز مناكتها على التابيد بقراية ارضاع او مصاهرة كذا في الخلاصة

رافتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۲۱۹ - الباب الاول فی تفسیر الحج

عورت غیر محرم ہمسایہ کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک

عورت حج ادا کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا خاوند بھائی وغیرہ نہیں ہے، کیا وہ اپنے غیر محرم ہمسایہ کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب تک اس عورت کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں اور یہ کسی غیر محرم پڑوسی کے ساتھ حج کے لیے نہیں جاسکتی۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ويعتبر في المودة ان يكون لها محرم يحج بها وزوج ولا يحوز لها ان تحج بغيرهما اذا كان بينها وبين مكة سيرة ثلاثة ايام - (الهدية ج ۱ ص ۲۱۳ کتاب الحج) ۲

۱۔ قال العلامة المحقق، ومع زوج او محرم. وفي رد المحتار والمحرم لا يجوز له مناكتها على التابيد لقراية ارضاع او مصاهرة - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج مطلب في قولهم يقدم حق العبد)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج -

۲۔ قال العلامة المحقق، ومع زوج او محرم مع وجوب النفقة لمحرم عليها الخ لا امرأة (وفي طائفة) والمحرم من لا يجوز له مناكتها على التابيد بقراية ارضاع او مصاهرة - (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج)

ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج -

عورت کا دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج کے لیے جانا | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے

بارے میں کہ کوئی عورت اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟
الجواب: عورت کے لیے حالت سفر میں محرم یا خاوند کا ساتھ ہونا ضروری ہے، دیور اور شوہر کا چچا محرم نہ ہونے کی وجہ سے عورت شرعاً ان کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی، اس لیے کسی بھی عورت کا اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ حج پر جانا صحیح نہیں۔

قال ابن عابدین، ویؤیدہ حدیث مصیحین لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم وليلة الا مع ذی محرم علیہا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الحج)۔

سوال: ایک آدمی نے اپنی زمین رہن پر دے دی
رہن کے پیسوں سے حج کرنا | اس مرہونہ سے جو رقم حاصل ہوئی ہے وہ اس رقم سے حج کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کا یہ حج ادا ہو گا یا نہیں؟

الجواب: رہن سے انتفاع لینا جائز نہیں البتہ حج نام ہے ارکان حج کی ادائیگی کا چاہے جس مال بھی ہو، اولیٰ ہی ہے کہ حلال مال سے ہو البتہ حرام مال سے حج کرنے سے بھی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اس لیے رہن کا رہن کے پیسوں سے حج کرنا جائز ہے۔
 وفي الهندية: ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان كان مفسوبة۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۲ کتاب المناسک۔ الباب الاول)۔

۱۔ قال ابن نجیم المصریؒ: رتحت هذه العبارة (ومحرم او زوج لامرأة فی سفرائی وبشرط محرم الی آخرہ۔ کما فی الصمیعیین لا تسافر امرأة الا ومعها محرم وزاد مسلم فی رواية او زوج۔ البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۲ کتاب الحج)۔

وَمِثْلُهُ فی الہندیة ج ۱ ص ۲۱۸، الفصل الاول فی تفسیر الحج۔
 ۲۔ قال ابن نجیم المصریؒ: ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض۔ البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج)۔
 وَمِثْلُهُ فی رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الحج۔ مطلب فیمین حج بمال الحرام۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہو جاتا

چند آدمیوں نے زید سے کہا کہ تم حج کی نیت کرو ہم تم کو حج کے لیے بھیج دیں گے، زید نے حج کے نیت کی مگر انہوں نے زید کو حج کے لیے نہیں بھیجا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف نیت کر لینے سے حج فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہوتا جب تک تلبیہ نہ پڑھا ہو، لہذا زید پر صرف نیت کر لینے سے حج فرض نہیں ہوا ہے۔

وفی الہندیۃ :- ولا یصیر شارعاً بمجرد النیۃ ما لم یأت بالتلبیۃ او ما یقوم مقامھا۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۲ کتاب المناسک۔ الباب الاول فی تفسیر الحج م ۱۔

سوال :- عورت پر حج فرض ہونے کے بعد اس کے لیے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

خاوند کی اجازت کے بغیر حج کرنا

الجواب :- حج ایک عبادت ہے جو مالدار مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اس کی ادائیگی کیلئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، لہذا اگر کسی عورت پر حج فرض ہو جائے تو اس کے لیے خاوند سے اجازت لینا ضروری نہیں اور وہ خاوند کی اجازت کے بغیر بھی حج کر سکتی ہے بشرطیکہ محرم ساتھ ہو۔

وفی الہندیۃ :- وعند وجود المحرم کان علیہا ان یحج حجة الاسلام وان سرباؤن

لہذا زوجها۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول فی تفسیر الحج م ۲۔)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نقلی حج کے لیے جانا چاہتا

والدہ کی اجازت کے بغیر نقل حج کرنا

لہ قال علامۃ عالم بن اعلیٰ الانصاری :- ولا یصیر داخلًا فی الاحرام بمجرد النیۃ ما لم یضم الیہ التلبیۃ او

یسوق ہدیًا۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۳۹۹ الفصل الثالث فی تعلیم اعمال الحج)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الحج۔ باب الاحرام۔

لہ قال الشیخ ابن عابدین :- ولیس لزوجہا منعہا عن حجة الاسلام رای اذا کان معها محرم

والا فلہ منعہا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۵ کتاب الحج مطلب فی قولہم یقدم حق العبد)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج۔

ہے لیکن والدہ اجازت نہیں دیتی، تو کیا زید والدہ کی اجازت کے بغیر نفلی حج کے لیے جاسکتا ہے؟
الجواب: شریعت مقدسہ نے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری پر بہت زور دیا ہے لہذا زید کو نفلی حج ادا کرنے کے لیے والدہ سے اجازت لینا ضروری ہے بغیر اجازت کے جانا کراہت سے خالی نہیں البتہ فرض حج کے لیے والدہ یا کسی اور کی اجازت ضروری نہیں۔

وفي الهندية: ويكره الخروج الى الحج اذا ذكره احد ابويه ان كان الوالد محتاجاً الى خدمة ابودوان كان مستغنياً عن خدمته الملتقط حج الفرض اولى من طاعة الوالدين وطاعتهمما اولى من حج النفل۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۱ ابابالاول في تفسير الحج)۔

نفلی حج کیلئے خاوند کی اجازت ضروری ہے | **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت فرض حج ادا کر چکی ہے، اب وہ نفلی حج ادا کرنا چاہتی ہے، اس عورت کے لیے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: فرض حج کی ادائیگی کے لیے کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں البتہ عورتوں کیلئے نفلی حج ادا کرنے میں اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے بشرطیکہ محرم ساتھ ہو، خاوند سے اجازت یہ بغیر عورت کا نفلی حج پر جانا درست نہیں۔

قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: واذا وجدت محرماً ولا ياذن لها زوجها ان تخرج فلها ان تخرج بغير اذنه في حجة الاسلام دون التطوع۔

فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۲۲۵ کتاب الحج - الفصل الاول في شرائط الوجوب ۲

لہ قال الشيخ ابن عابدین: (تحت هذه العبارة) من يجب استيذانہ کا حد ابویہ المحتاج الى بدنتہ۔ اگے فرماتے ہیں: وهذا كلهم في حج الفرض اما حج النفل وطاعة الوالدين على مطلقاً۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۲ کتاب الحج مطلب فین حج بمال حرام) ومثله في البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۸ کتاب الحج۔

لہ قال العلامة ابن نجيم: واشار بعدد اشتراط رضا الزوج الى انه ليس له منعها عن حجة الاسلام واذا وجدت محرماً لانه حقه لا يظهر في الفرائض بخلاف حج التطوع۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الحج) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول في تفسير الحج۔

نفلی حج افضل ہے یا صدقہ | سوال :- فرض حج ادا کرنے کے بعد نفلی حج کرنا افضل ہے یا اس رقم کو غرباء اور محتاجوں پر خرچ کرنا افضل ہے ؟

الجواب :- فرض حج ادا کرنے کے بعد فقراء و مساکین پر مال کو خرچ کرنا نفلی حج سے افضل و بہتر ہے خاص کر جہاں پر فقراء کو ضرورت زیادہ ہو۔

قال الشيخ ابن عابدینؒ : روا فی البزازیة افضلیت الحج و حیث قال الصدقة افضل من الحج التطوع و اذا كان الفقير مضطراً الخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۱ کتاب الحج مطلب تفصیل الحج عن الصدقة) ص ۱۷

حائضہ عورت طواف زیارت چھوڑ دے تو کیا حکم ہے ؟ | سوال :- اگر کسی عورت نے بوتہ حیض طواف زیارت نہ کیا ہو تو کیا

اس پر دم لازم ہے ؟ کیا یہ عورت اب حلال ہے یا نہیں ؟

الجواب :- طواف زیارت حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے ، اگر حائضہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرے تو اس پر ایک بدنہ (اونٹ) دم آتا ہے اور اگر طواف زیارت کے بغیر ہی وطن واپس آگئی ہے تو یہ عورت حلال نہ ہوگی بلکہ اُسے دوبارہ مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کرنا ہوگا۔

قال العلامة ابن العلام الانصاریؒ : اذا تركها جميعا ان كان بمكة فانه يعيدها وان رجع الى اهله فهو محرم من النساء ابداً فيعود الى مكة بذلك الاحكام۔

(الفتاوی التاتارخانیة ج ۲ ص ۵۱۸، ۵۱۹) الفصل السابع فی الطواف والسعی ص ۷



۱۔ قال العلامة ابن عابدینؒ : قد يقال ان صدقة التطوع في زماننا افضل لما يلزم الحاج غائباً من ارتكاب المحظورات۔ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۳۱ کتاب الحج) ومثله في التاتارخانیة ج ۲ ص ۵۱۸ کتاب الحج۔ الفصل العشرون فی المتفرقات۔

۲۔ قال الشيخ ابن عابدینؒ : ويمتد الوقت الى آخر العمر فان اخرا عنها ای ايام النحر وليا ليها منها (كوه تحریر) ووجب الدم ولو لم يطف اصلاً لا يحل له النساء وان طال ومضت سنون باجماع۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۸ مطلب فی طواف التیارات)

ومثله في السندیة ج ۱ ص ۳۴۵ الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع۔

سوال :- اگر ایک آدمی زمین حل میں زمین حل میں رہنے والے کے لیے طوافِ قدوم کا حکم رہتا ہو تو وہ طوافِ قدوم کئے گا یا نہیں؟

الجواب :- طوافِ قدوم جس کو طوافِ تحیۃ الکعبہ بھی کہا جاتا ہے ہر اس شخص پر واجب ہے جو حدودِ حرم سے باہر رہتا ہو چونکہ یہ شخص ارض حل میں رہتا ہے جو حدودِ حرم سے باہر ہے اس لیے اس شخص کے لیے طوافِ قدوم کرنا ضروری ہے۔

وفي الهندية: وهذا الطواف يسمى طواف قدوم والتحیة واللقاء وليس على اهل مكة طواف القدوم كذا في الكافي۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۶) الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج (۱) لہ

سوال :- جو لوگ میقات کے اندر رہنے والوں کے لیے طوافِ وداع کا حکم کے اندر رہتے ہوں ان لوگوں

پر طوافِ وداع واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- طوافِ وداع ان لوگوں پر واجب ہے جو حج کے لیے باہر سے آتے ہوں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں ان پر طوافِ وداع واجب نہیں۔

قال ابن نجيم المصري، واداباھل مكة من اتخذ مكة او داخل المواقيت دارا لطواف صدر علی من كان داخل المواقيت۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۱) باب الاحرام (۱) لہ

سوال :- کیا نماز فجر اور عصر کے بعد احرام کے فجر اور عصر کی نماز کے بعد احرام کی نماز کا حکم دو رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- نماز فجر اور عصر کے بعد مطلقاً نقل پڑھنا جائز نہیں اس لیے نوافل ذوات الانبیا (احرام یا طواف وغیرہ کی نماز) بھی ممنوع ہے۔

لہ قال ابن عابدین: لا فاقی ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقيت ومن دونها الى مكة۔ (مراد المختار ج ۲ ص ۲۹۲) کتاب الحج، مطلب فی دخول مكة۔

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۳۲) باب الاحرام۔

لہ قال ابن عابدین: ثم طواف الصدر الى الوداع سبعة اشواط بلا رمل وسعی وهو واجب الا على اهل مكة ومن في حكمهم۔ (مراد المختار ج ۲ ص ۵۲۳) مطلب فی طواف الصدر

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۳۵) الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج۔

وفی الہندیۃ : ویصلی رکعتی الطواف فی وقت بیاح لہ اداء التطوع فیہ کذا فی شرح الطحاوی۔
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۱ الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج) لہ

مکروہ اوقات میں احرام کی دو رکعت پڑھنے کا حکم | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام
اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن اوقات

میں احناف کے نزدیک نقل پڑھنا جائز نہیں احرام کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں ؟
الجواب :- احناف کے ہاں جن اوقات میں مطلقاً نقل نماز پڑھنا جائز نہیں تو انہی اوقات
میں نوافل ذوات الاسباب (مثلاً احرام یا طواف وغیرہ کی نماز) بھی پڑھنا ممنوع ہے ۔

قال ابن عابدینؒ، ثم صلی شفعانی وقت المباح۔ قال ابن عابدینؒ تحت هذه العبارة وفي
اطلاقه نظر كما مر في اوقات الصلوة من ان الواجب ولو لغيره كركعتي الطواف والنذر لا تنفعد
في ثلاثة من الاوقات المنهية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۹ مطلب في طواف القدوم) لہ

احرام باندھنے سے قبل غسل کرنے کا حکم | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے
بارے میں کہ زید نے حج کے لیے روانگی کے وقت بخار
کی وجہ سے احرام باندھنے سے قبل غسل نہیں کیا صرف وضو کر کے احرام باندھ لیا تو کیا اس سے زید کے
حج میں کوئی نقص تو نہیں آیا؟ اگر نقص آیا ہو تو زید کو کیا کرنا چاہیے ؟

الجواب :- احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا فرض یا واجب نہیں بلکہ ایک مستحب عمل ہے
اگر بغیر غسل کے صرف وضو پر اکتفا کر کے احرام باندھا جائے تو بھی حج میں کوئی نقص نہیں آتا۔

قال العلامة ابن العلامة الانصاریؒ : ويستحب عن اراد الاحرام ان يقص شاربه واطفاره

قال الشيخ ابن عابدینؒ : ثم صلی شفعانی وقت مباح۔ قال ابن عابدینؒ تحت هذه العبارة وفي اطلاقه نظر
لما مدق اوقات الصلوة من ان الواجب ولو لغيره كركعتي الطواف والنذر لا تنفعد في ثلاثة من
الاوليات المنهية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۹ مطلب في طواف القدوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۳۲ کتاب الحج، باب الاحرام۔

لہ لما فی الہندیۃ، ویصلی رکعتی الطواف فی وقت مباح لہ اداء التطوع فیہ کذا فی شرح
الطحاوی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۶ الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۳۱ باب الاحرام۔

وفي الينابيع ويعلق عانة - ثم يغتسل او يتوضأ وفي الكافي فيقوم الوضوء مقام الغسل كما في
العديد والجمعة - والغسل افضل وهذا لا غشال النظافة وليس بواجب -

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۸۱ الفصل الثالث في اعمال الحج) ۱۷

احرام کی چادروں کے رنگ کا مسئلہ | **سوال:** کیا احرام کی چادروں کا رنگ سفید
ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: ۱۔ احرام کی چادروں کا رنگ سفید ہونا ضروری نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ
احرام سفید رنگ کا ہو۔

قال الحنفی: وليس ازار وراجدیدین او غسلیین طاهرین۔ قال العلامة ابن
عابدین: ابيض ككفن الكفاية وهذا بيان السنة والافاضة العورة كاف۔
(الدر المختار علی صدد المختار ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الحج، فصل في الاحرام) ۱۸

تبلیغ پر حج مقدم ہے | **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج
پر حج فرض ہے لیکن میرا ارادہ ایک سال کے لیے جماعت میں جانے
کا ہے، کیا میں پہلے حج کروں یا تبلیغ میں ایک سال گناؤں؟

الجواب: ۱۔ جب آپ پر حج فرض ہو چکا ہے تو آپ تمام چیزوں سے حج کو مقدم رکھیں، تبلیغ
عذر شرعی نہیں۔ البتہ ایسا کیا جاسکتا ہے کہ کوشش کر کے آپ کسی ایسی جماعت میں تشکیل کریں جس میں حج ہو
سکتا ہو تو اس طرح ایک ہی سفر میں آپ کے دونوں مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا ايها الناس قد فرض عليكم الحج فحجوا (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الحج) ۱۹

۱۷ قال الشيخ ابن الهمام: واخرج ايضا عن ابن عمر رضي الله عنه قال من السنة ان يغتسل اذا اراد
ان يحرم۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۲۹ باب الاحرام)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام۔

۱۸ قال ابن نجيم: وما في الكتاب بيان السنة والافاضة العورة كما في الجمع واسارة بتقديم الجديد الى
افضلية وكونه ابيض افضل۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۱ باب الاحرام)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام۔

۱۹ قال ابن عابدین: الاول شروط الوجوب وهي التي اذا وجدت بماها وجب الحج والافلا وهي سبعة الاسلام والعلم
بالوجوب لمن في دار الحرب والبلوغ والعقل والحرية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ مطلب فین حج بالحرام)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸۱ کتاب الناسك۔ الابواب الاول في تفسير الحج۔

بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت | سوال :- میں نے پانچ سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ حج کیا تھا جبکہ اب میں بالغ اور صاحب استطاعت ہوں، کیا پھر اب حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب :- بلوغت سے قبل جو حج کیا جاتا ہے اس سے حج فرض ادا نہیں ہوتا کیونکہ فرض حج کے لیے بالغ ہونا شرط ہے اس لیے سوال مذکور کے مطابق بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے۔

عن ابی ظبیان عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعليه الحج مرة اخرى۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۵ کتاب الحج) ۱۷

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے حالت بلوغ اور فقر میں اپنے والد کے مال سے حج کیا ہے جبکہ اب زید خود غنی ہو چکا ہے، کیا اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے یا پہلے حج سے فرضیت ساقط ہو گئی ہے؟

الجواب :- فرضی حج کی ادائیگی کے لیے غناء شرط نہیں، بلوغت کے بعد جب بھی یا جیسے بھی حج ادا کرے تو فرضیت ساقط ہو جائے گی، لہذا زید نے جو حج حالت فقر میں اپنے والد کے مال سے کیا ہے اس سے حج فرض ہی ادا ہوا ہے، اب غنی ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا لازمی نہیں۔

قال ابن عابدین، (تحت قوله، لا لاقا قی لا لکی) ان الفقیر لا قی اذا وصل إلى المیتات فهو لا لکی فی انه ان قدر علی المشی لزمه الحج ولا ینوی التقل علی زعمه انه فقیر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶ کتاب الحج، مطلب فیم حج بمال حرام) ۱۸

لہ لما فی الہندیۃ، ولوان الصبی اذا حج قبل البلوغ فلا یصون ذلك حجة الاسلام ویصون تطوعاً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱ الباب الاول فی تفسیر الحج)

ومثله فی التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۲۳ الفصل الحادی عشر فی الاحصار۔
لہ فی الہندیۃ، الفقیر اذا حج ما شبہ ثم ايسر لا حج علیہ ہکذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۱ الباب الاول فی تفسیر الحج)
ومثله فی التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۳۴ الفصل الثانی عشر فی بیان رکن الحج۔

حج میں تجارت کی وجہ سے ثواب کم نہیں ہوتا | سوال :- ایسا آدمی حج کے لیے جاتا ہے لیکن وہ کچھ سامان وغیرہ بھی تجارت کی نیت سے ساتھ لے جاتا ہے، کیا ایسے آدمی کا حج صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج مخصوص نیت کے ساتھ خاص اوقات میں مخصوص ارکان کے ساتھ مخصوص مقامات کی زیارت کا نام ہے جو کہ اس شخص نے پورا کیا ہے لہذا اس کا حج صحیح ہے، تاہم حج میں تجارت کی نیت نہیں کرنی چاہیے۔

قال ابن نجيم: وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه۔

البحر الرائق ج ۲ ص ۳۹ کتاب الحج م ۱۷

۱۰ ذی الحجہ کے بعد آئندہ رات کا حکم | سوال :- عام طور پر قربانی سے فارغ ہوتے ہوئے منیٰ میں ہی شام ہو جاتی ہے، اب اگر عشاء کے بعد

آدمی طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ جاٹے تو واپس ہوتے ہوئے فجر ہو جاٹے گی اور رات کا اکثر حصہ منیٰ سے باہر گزرے گا، تو کیا دستی ذی الحجہ کو طواف زیارت نہ کرے یا دستی ذی الحجہ کو طواف زیارت کر کے رات کا اکثر حصہ منیٰ سے باہر مکہ میں گزارے؟ اگر ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- فقہائے کرام نے ذی الحجہ کے دسویں دن کے بعد آنے والی رات کو بھی دسویں کے حکم میں قرار دیا ہے۔ اور عام فقہاء کرام کی تعبیر بھی یہی ہے کہ طواف زیارت کے بعد منیٰ کو واپس چلا جاٹے، نیز یہ پیشرفت رہی جمار کے لیے ہے اور رمی کا رتبہ طواف کے بعد ہے۔

قال ابن بديين: رتحت قوله ولياليها منها والمراد بليلة كل يوم من ايام النحر الليلة التي تعقب ذلك اليوم كما ان ليلة يومعرفة الليلة التي تعقب الوجود قلت وهذا على اطلاقه طاهر فحق الرمي فانه اذا لم يرم نهرا من النحر يرمي الليلة التي تعقب في ذلك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۸ فصل في الاحرام، مطلب في طواف الزيارة) م ۷

لما في المهمدية، وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه كذا في البحر الرائق۔

دافتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۲ کتاب المناسك۔ (باب الاذلال)

وَمِثْلُهُ فِي احكام القرآن ج ۲ ص ۳۰۹

م ۲ قال السيد احمد الطحاوي: رتحت قوله ولياليها منها..... والمراد بليلة كل يوم من ايام النحر الليلة التي تعقب ذلك اليوم في الوجود كما ان ليلة يومعرفة الليلة التي تعقبه في الوجود۔ ۱۷

(الطحاوي حاشية الدر المختار ج ۱ ص ۵۰۸ کتاب الحج، فصل في الاحرام)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک عورت حج کے لیے جلتے اور دوران حج اسے حیض آجائے تو اس عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ اور وہ ارکان حج کیسے ادا کرے گی؟

الجواب :- حج کے دوران جب کسی عورت کو حیض شروع ہو جائے تو اس کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ طواف وسعی بین الصفا والمروة کے علاوہ تمام ارکان حج ادا کرے گی، مثلاً وقوف عرفات و مزدلفہ، رمی جمار و ذبح وغیرہ، اور جب پاک ہو جائے تو پھر طواف زیارت وغیرہ کرے گی۔

قال العلامة المرغینانی: اذا حاضت المرأة عند الاحرام اغتسلت واحرمت وصنعت كما يصنع الحاج غير انهما لا تطوف بالبيت حتى تطهر لحديث عائشة رضي الله عنها۔
(الهداية ج ۱ ص ۲۳۵ کتاب الحج) لہ

سوال :- زید کی زوجہ نے دوران حج حیض کی وجہ سے طواف سد تھوڑا دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- ایام حیض کے اندر عورت کے لیے طواف کعبہ شرعاً ممنوع ہے، اگر عائشہ طواف سد ترک کر دے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدین: فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقاً وفائت الحج والمحصر والمجنون والصبي والحائض والنفساء كما في الباب وغيره۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۳ مطلب في طواف القدر) لہ

قال ابن العلاء الانصاري: والمرأة اذا حاضت في الحج ان حاقبل ان تحرم وانتهت الى الميقات فانها تغسل فتحرم فاذا قدم مكة وهي حائض تصنع كما يصنع الحاج غير انهما لا تطوف بالبيت وتسعي بين الصفا والمروة وتشهد جميع المناسك۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۴۷۱ کتاب الحج)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۵۲۸ قَبْلَ بَابِ الْقِرَانِ

لہ قال ابن العلاء الانصاري: وكذا لك ليس على الحائض والنفساء طواف الصدم۔

(الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۲ الفصل السابع في الطواف والسعي)

وَمِثْلُهُ فِي الْيَجْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۳۵۱ الْبَابُ الْآحْرَامُ۔

سوال :- اگر حج کے ایام میں سخت گرمی
ج میں گرمی کی وجہ سے صرف تہبند پر اکتفاء کرنا

احرام کی چادر اتار کر صرف تہبند پر اکتفاء کرے تو کیا اس سے حج متاثر ہوگا یا نہیں؟
الجواب :- احرام میں ستر عورت کے لیے تہبند باندھنا فرض ہے، لہذا اگر کسی عذر کی
وجہ سے کوئی حاجی چادر اتار کر صرف تہبند پر اکتفاء کرے تو حج پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔

قال العلامة الحصكفي: وكذا يستحب لمريد الاحرام..... لبس ازار ورداء على
ظهره..... وهذا بيان السنة والافسترا العوق كافي - (رد المحتار على مدار التمار ج ۲ کتاب الحج فصل الاحرام)

سوال :- حج میں رمی جمار کے وقت بہت زیادہ
عورت کی طرف سے مرد کا رمی جمار کرنا
ریش ہوتا ہے جس میں عورتیں رمی جمار نہیں کر
سکتیں، تو اگر مرد ان کی طرف سے رمی جمار کریں تو کیا اس سے دم لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- رمی جمار واجبات حج میں داخل ہے، اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے واجب
ترک کیا جائے تو ترک کرنے والے پر دم لازم نہیں ہوتا، اس لیے صورت مسئلہ میں عورت پر دم
واجب نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: اما اذا ترك واجب لعذر فانه لا شيء عليه.

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۳۱ فصل في الجنايات) ع

سوال :- اگر کوئی شخص شیطان کو
رمی جمرات کیلئے حاجی کنکریاں کہاں سے لے؟
تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ رمی جمار یعنی شیطاں کو مارنے کے لیے کنکریاں مزدلفہ یا راستے

لما قال العلامة المفتي عزيز الرحمن، ہر وقت اوڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، پسینہ وغیرہ کی ضرورت
سے ملحدہ کی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۵۲ تیسرا باب احرام)

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: لو ترك شيئاً من الواجبات بعذر لا شيء
عليه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۵ کتاب الحج، باب الجنايات)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۴ فصل في بيان واجبات الحج۔

سے اٹھا کر ساتھ لائے اُسی جگہ (یعنی جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں) سے نہ لے تاہم اگر وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے تو ایسا عمل مکروہ تنزیہی ہے۔

وفي الهندية: ويستحب ان يأخذ من الجمار من المزدلفة من الطريق ولا يرمي بحصاة
تأخذها من عند الجمرات فان رمى بها جاز وقد اساء۔ (الفتاوى الهندية ج ۲۱ کتاب الحج) ۱۷
عرفات میں نماز مغرب پڑھنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص عرفات میں مغرب کی نماز
پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے اور عشاء کی نماز وہاں ادا کرے

تو کیا اس شخص کی نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج میں عرفات کے بعد مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ادا کرنا لازمی ہے مگر
کوئی شخص مغرب کی نماز عرفات کے میدان کے راستے میں ادا کرے تو نماز کا اعادہ لازمی ہے۔

قال العلامة المحقق: ولو صلى المغرب والعشاء في الطريق اوقف عرفات
اعادة۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۹ کتاب الحج، مطلب في اجابة الدعاء) ۱۸

عرفات میں جمع تاخیر کی صورت میں ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھنے کا حکم | سوال :- اگر عرفات
میں امام حج کی نماز

پڑھانے کے بعد چند آدمی اکٹھے ہو کر جمع تقدیم یعنی ظہر اور عصر کی نماز باجماعت پڑھنا چاہیں تو کیا
وہ ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- اخاف کے ہاں عرفات کے میدان میں جمع تقدیم کے لیے چند شرائط کا ہونا
ضروری ہے: (۱) احرام (۲) عرفات کا میدان (۳) عرفہ کا دن (۴) امام اعظم یا ان کا نائب۔
ان شرائط میں سے اگر ایک بھی نہ پائی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، لہذا صورت مسئلہ میں نماز
درست نہیں ہے، البتہ اگر اپنے اپنے اوقات میں اکیلے پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین المحقق رحمه الله: وشرط لصحة هذا الجمع الامام الاعظم

۱۹ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: ويستحب أخذ الجمار من المزدلفة او من الطريق ويكره من الذي
عند الجمرات۔ (مراقی الفلاح علی مدار المطاوی ص ۶۰۵ فصل في كيفية افعال الحج)

۲۰ وفي الهندية: ولو صلى المغرب بعد غروب الشمس قبل ان يأتي المزدلفة فعليه ان يعيدها
اذا أتى بمزدلفة في قول ابن حنيفة ومحمد۔ (الفتاوى الهندية ج ۲۱ فصل في كيفية افعال الحج)

اونائبہ واکصلوا وحداً۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۲ کتاب الحج مطلب فی شروط الجمع بین الصلوٰتین^۱)

سوال ۱۔ عرقات سے مزدلفہ ہونے کے بعد اگر چند لوگ اکٹھے ہو کر مغرب اور عشاء کی نماز جمع تاخیر میں پڑھنا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ احناف کے ہاں عرقات میں جمع تقدیم کے اندر امام کا ہونا ضروری ہے مگر مزدلفہ میں یہ شرط نہیں ہے اس لیے اگر چند آدمی اکٹھے ہو کر مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین یعنی مغرب اور عشاء کی نماز ایک وقت میں پڑھیں تو جائز اور صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی: کمالا احتیاج ہفتنا للامام۔ قال ابن عابدین: وشرائط هذا الجمع لا حرج بالجمع وتقدیم الوقوف علیہ الزمان والمكان والوقف الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۹ کتاب الحج مطلب فی اجابة السوال^۲)

سوال ۲۔ اگر کسی شخص کا احرام بہت گنرا ہو جائے تو میلے احرام کو تبدیل کرنے کا حکم کیا وہ احرام بدل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حج میں احرام باندھنا ضروری امر ہے چاہے ایک ہی احرام باندھ کر حج ادا کرے یا تبدیل کر کے مناسک حج ادا کرتا ہے اس تبدیلی احرام کی وجہ سے حج پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

سوال ۱۔ کیا عمر یا تلبیہ جہرا پڑھے یا سراً کیا مرد اور عورت دونوں اس میں یکساں ہیں؟ حج کی نیت کرنے اور احرام باندھنے کے بعد تلبیہ باواز بلند پڑھا جائے یا کہ آہستہ؟ کیا تلبیہ کا یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ایک ہی ہے یا الگ الگ؟

۱۔ وفي الهندية: ومنها ان يكون الامام هو الامام الاعظم اونايبه وهو شرط عند ابی حنيفة^۳ فلو صلى اظهر جماعة لامع الامام والعصر مع الامام لم يجز العصر عند ابی حنيفة^۴ والعيم قوله - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۲۸ فصل في كيفية اداء الحج)

۲۔ قال الشيخ اشرف علی التھانوی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع میں امام الحج شرط نہیں، پس اگر فردی پڑھیں یا چند آدمی جمع ہو کر جماعت سے پڑھیں ہر طرح صحیح ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۱ کتاب الحج)

الجواب :- حج یا عمرہ کی نیت کرنے اور احرام باندھنے کے بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھا جائے لیکن زیادہ چیخنے چلانے (جہر مفرط) کی بجائے اعتدال یعنی درمیانی آواز سے تلبیہ پڑھا جائے، البتہ عورت اس انداز سے تلبیہ پڑھے کہ خود سن سکے۔

قال العلامة برهان الدین المرفینانی : ويرفع صوته بالتلبية لقوله عليه السلام افضل الحج العج والشج فالعج رفع الصوت بالتلبية - قال ابن همام : قوله ويرفع صوته بالتلبية وهو سنة فان تركه كان ميسئاً ولا شيء عليه ولا يبالغ فيه فيجهد نفسه - (فتح القدير ج ۲ ص ۳۵۳ باب الاحرام) ۱۷

احرام باندھنے سے قبل ناخن وغیرہ کاٹنا | سوال :- کیا احرام باندھنے سے قبل ناخن کاٹنا، مونچھیں اور دیگر غیر ضروری بال

صاف کرنا لازمی ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایسا کرنا لازمی تو نہیں البتہ مستحب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے قبل ناخن کاٹ لیے جائیں، مونچھیں اور دیگر غیر ضروری بال صاف کر لینے چاہئیں اور اس کے بعد وضو یا غسل کر کے احرام باندھا جائے۔

قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي رحمه الله : واذا اراد ان يحرم يستحب له ان يقلع اظفاره وليقص شاربه ويعلق عانتة وهو المتوارث لانه انطف للبدن فكان احسن ثم يتوضأ او يغسل وهو افضل -

(الاختصار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب الحج) ۱۸

۱۷ قال العلامة عثمان الزيلعي رحمه الله : قال النخعي كان السلف يستحبون التلبية في هذه الاحوال ولان التلبية في الحج بمنزلة التكبير في الصلوة او لها شرط وباقيها سنة فيأتي بها عند الانتقال من حال الى حال ويرفع بها صوته. (تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۸۱ باب الاحرام)

۱۸ قال العلامة علاؤ الدین الحصفی رحمہ اللہ : وکذا یشحب لمريد الاحرام ازالة ظفره وشاربه وعانتة وحلق رأسه ان اعتاده والا فيسرحه (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الحج)

قصر کی مقدار کا مسئلہ | سوال :- حج کے دوران سر کے بال کٹوانے کی مقدار کتنی ہے؟
الجواب :- حج اور عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لیے حلق و قصر

دونوں جائز ہیں البتہ حلق افضل ہے اور عورت کے لیے حلق نہیں بلکہ مرد اور عورت کے لیے ایک بند انگشت کی مقدار تمام سر سے بال کتر وانا ضروری ہے، اور اس طریقہ کو قصر کہتے ہیں۔

قال العلامة ابن العلاء الانصاری: اما المرأة فلا عليها ولكنها تقصر باخذ شيء من اطراف الشعر مقدار اتمله والا فضل لهما ان تقصر من كل شعرة مقدار اتمله وان قصرت بعض رأسها وتركك البعض اجزاها اذا كانت ما قصرت مقدار مربع رأس فصاعداً وان كان اقل من ذلك لا يجزيها اعتباراً لتقصير في حقها بالخلق وفي حق الرجال۔
 رانفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۳ الفصل الرابع عشر في الحلق والقصر

حج اور نکاح کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ | سوال :- ایک آدمی کے پاس اتنا مال ہے
کہ وہ حج کے لیے جاسکتا ہے مگر وہ شادی کا

بھی خواہشمند ہے، تو کیا یہ شخص پہلے شادی کرے یا حج کے لیے جائے، شرعاً کیا حکم ہے؟
الجواب :- اگر موصوف اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکتا ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے لیے حج کی ادائیگی شادی پر مقدم ہے، اور اگر کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف قوی ہو تو پھر اس کیلئے شادی کرنا حج پر مقدم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: (قوله في الاشياء) المسئلة منقولة عن ابى حنيفة في تقديم الحج على التزويج۔۔۔۔۔ ولذا اعترضه ابن كمال باشا في شرحه الهداية بانه حال التوقان مقدم على الحج اتفاقاً لان في تركه امرين ترك الفرض والوقوع على الزنا وجواب الجب حنيفة في غير حال التوقان۔
 (رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۷ کتاب الحج)

لے قال صاحب البحر: والمراد بالتقصير يأخذ الرجل أو المرأة من رؤس اشعر ربيع رأس مقدار اتمله۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۶ باب الاحرام)
 ومثله في الهمدية ج ۱ ص ۲۳۱ ابواب الثالث في الاحرام۔

حج کے متعلق چند سوالات

اور اُن کے جوابات

- ہم چند خادمانِ حرم شریف کو چند مسائل کے بارے میں کافی تشویش ہے، امید ہے کہ آنجناب ان سوالات کے جوابات تفصیل سے ارسال فرمائیں گے۔
- (۱) تقریباً سات سو افراد نے (جو کہ سعودی عرب جا رہے تھے) اسلام آباد سے احرام نہیں باندھا کیونکہ کپنی والوں نے احرام باندھنے کی اجازت نہیں دی، کپنی والوں نے تیسرے دن ہمیں عمرہ کی اجازت دیدی، چونکہ اس میں ہمارا اپنا اختیار نہیں تھا، تو کیا ہم پردہم واجب ہے یا نہیں؟
- (۲) کپنی والے ہیں مدینہ منورہ زیارت کے لیے لے گئے واپسی پر ہم نے احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا، یہ حج افراد سے یا تمتع؟ عمرہ شوال میں ادا کیا۔
- (۳) بعض افراد نے احرام نہیں باندھا اور مدینہ منورہ سے شوال میں واپسی عمرہ نہیں کیا کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم نے احرام باندھا تو ہم پر قربانی واجب ہوگی۔ تو کیا ان افراد پر دم واجب ہو گیا ہے یا نہیں؟
- (۴) جن لوگوں نے مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کیا تو ان کا کون سا حج ہوگا اور جن لوگوں نے احرام باندھا ہی نہیں تو ان پر کون سا حج واجب ہوگا؟
- (۵) کیا ہم خادمانِ حرم شریف پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم یہاں صرف چار ماہ کے لیے آئے ہیں۔
- (۶) اگر کسی پردہم واجب ہو گیا اور وہ غریب ہے تو وہ متبادل مسئلے کے مطابق کیا کرے گا؟
- (۷) اے (A) شفٹ والے صبح چھ بجے سے لے کر ڈھائی بجے تک حرم شریف میں ڈیوٹی کرتے ہیں، وہ کس طریقے سے حج کر سکتے ہیں؟
- بی (B) شفٹ ڈھائی بجے دن سے لے کر رات ساڑھے دس بجے تک ہوتی ہے، وہ کس

طریقے سے حج کر سکتے ہیں؟

سی (C) شفٹ رات ساڑھے دس بجے سے لے کر صبح چھ بجے تک ہوتی ہے، اس شفٹ والے کس طریقے سے حج کر سکتے ہیں؟

الجواب: بغیر احرام کے دخولِ حرم سخت گناہ ہے اور ایسی صورت میں توبہ اور آفاق کی کسی میقات پر واپس جا کر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب ہے، اگر واپس نہ ہوا اور وہیں سے احرام باندھا تو گنہگار ہوگا اور دم واجب ہوگا۔ البتہ اگر اسی سال آفاق کی کسی بھی میقات پر جا کر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا یا حرم میں احرام باندھ لیا مگر طواف کا ایک شوط پورا کرنے سے قبل کسی میقات پر جا کر تلبیہ کہہ کر حج یا عمرہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔ اس حج یا عمرہ میں بدون احرام تجاوز کی وجہ سے واجب کی ادائیگی کی نیت ضروری نہیں بلکہ حج یا عمرہ نفل یا نذر یا حج فرض، جو نیت بھی کرے گا اس سے بدون احرام تجاوز کے واجب ادا ہو جائے گا اور اگر اس سال آفاق کی کسی میقات سے حج یا عمرہ نہیں کیا بلکہ دوسرے سال کیا تو دم ساقط نہ ہوگا البتہ تجاوز کی وجہ سے جو نسک واجب ہوا تھا وہ ادا ہو جائے گا اگرچہ نفل یا نذر یا فرض کی نیت کی ہو۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ولودخل آفاق مكة بغیر احرام ثم رجع الى الميقات في تلك السنة واحرم بحجة الاسلام سقط عنه ما كان واجبا بالمجاوزه ودخول مكة بغیر احرام عند نادان لم يخرج من مكة حتى مضت السنة ثم خرج الى الميقات في السنة الثانية واحرم بحجة الاسلام وحج يعزیه حجة الاسلام ولا يسقط عند الدم الذي كان واجبا عليه في العام الاول۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۸۷)

اور ہدایہ میں ہے، واذا انى الكوفى بستان بنى عامر فاحرم بعمره فان رجع الى ذات عرق ولم يـ بطل عنه دم الوقت۔ وفي هامش قوله الى ذات عرق التخصيص به بالنظر الى حال الكوفى والا فالرجوع اليه والى غيره من مواقيت الآفاقين سواء في سقوط الدم في ظاهر الرواية۔ (ج ۱ ص ۲۶۸ باب مجاوزة الوقت بغیر احرام) اور مواقيت الآفاق یہ ہیں: ذوالحلیفہ، ذات عرق، حجفہ، قرن یلملم۔

یہ ہیں آفاقی کے مواقیث، اور میقاتی کا میقات وہ زمین حل ہے جو حرم اور میقات کے درمیان ہو اور مکہ کا میقات حج کے لیے حرم ہے اور عمرہ کیلئے زمین حل۔ (فتاویٰ علانیہ ج ۲ ص ۱۶۵ تا ۱۶۹)

اور عذر من جہت العباد مستقطب نہیں ہے۔

اور مسائل حج لیسوی مولانا مفتی الاعظم مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ میں ہے کہ :-
مسئلہ : اگر ایک محرم میقات سے احرام کی نیت نہ کرے اور اس سے آگے دوسرا میقات ہو تو دوسرے میقات سے احرام باندھے گا اور اگر دوسرا میقات نہ ہو اور احرام باندھ لیا تو طواف شروع کرنے سے پہلے ایک میقات کی طرف واپس لوٹے گا، اگر واپس نہ ہو تو دم واجب ہے۔ (شرح لباب وغیرہ مسائل حج پشتہ ۹۳)

فائدہ : ایسا ڈرائیور یا ملازم جو خارج میقات سے حرم یا مکہ مکرمہ کو کثرت سے جایا کرتا ہے تو اس کے لیے ہر بار عمرہ کرنا ضروری ہے، اور جتنی دفعہ بغیر احرام کے ارض حرم یا مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اتنی دفعہ عمرے اور دم اس پر واجب ہوئے۔

اور صدر الشریعہ اور صاحب دُرر اور صاحب ایضاح فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو تو وہ زمین حرم اور مکہ معظمہ بغیر احرام کے آمد و رفت کر سکتا ہے، لیکن محققین احناف نے ان کی تغلیط کی ہے۔ (شرح لباب وغیرہ)

(۱۲) ہندیہ میں ہے : وواحد من عمرۃ قبل اشھر الحج فقضاھا وتعلل بمکۃ فاحرم بعمرۃ ثم حج من عامہ ذلک لمریکن متمتعان فان کان حین فرغ من الاولی خرج فجاوز المیقات قبل اشھر الحج فاحل منہ لعمرۃ فی اشھر الحج وحج من عامہ فهو متمتع وان کان جاوز المیقات فی اشھر الحج لمریکن متمتعاً الا اذا خرج الی اہلہ ثم اعتمر ثم حج من عامہ عند ابی حنیفۃ وعندہما هو متمتع جاوز المیقات قبل اشھر الحج او بعد، فکذا فی محیط سرخسی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۲۲ باب عمرۃ۔ کتاب الحج)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ خدام مکہ مکرمہ میں قیام اور عمرہ کی ادائیگی کی صورت میں اگر مدینہ منورہ کو شوال سے پہلے چلے گئے ہوں اور شوال (یعنی اشہر حج) میں مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کیا ہو اور پھر اسی سال آپ لوگ حج بھی ادا کریں تو پھر تمہارا حج حج متمتع ہوگا اور اگر آپ لوگ شوال ہی میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلے گئے ہوں اور مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کر چکے ہوں اور پھر حج بھی کریں تو آپ لوگ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق متمتع نہ ہوں گے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے مطابق متمتع ہوں گے۔

(۳) جن حضرات نے سوال میں مدینہ منورہ سے عمرہ کیا ہے وہ سوال ثانی کا جواب ملاحظہ کریں اور جنہوں نے مدینہ منورہ سے عمرہ نہیں کیا ہے اور بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آئے ہیں وہ سوال اول کا جواب ملاحظہ کریں۔

(۴) جن لوگوں نے سوال سے پہلے مدینہ منورہ جا کر وہاں سے سوال یعنی اشہر حج میں عمرہ کیا ہے اور اس سال حج بھی کر لیں تو ان کا حج بالاتفاق تمتع ہے اور سوال یعنی اشہر حج میں مدینہ طیبہ جا کر مدینہ طیبہ سے اشہر حج میں عمرہ کیا گیا ہو اور پھر حج کیا جائے تو یہ حج حج تمتع نہ ہوگا، اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اور مذہب ہے، اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ حج بھی حج تمتع ہے اور جو لوگ مدینہ منورہ سے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آئے ہیں ان کا حج حج تمتع نہیں، البتہ ان کے ذمہ سابقہ تفصیل کے مطابق میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کی وجہ سے دم لازم آئے گا، اور اس صورت میں بھی اگر اشہر حج سے پہلے آفاق کی کسی میقات سے تجاوز کیا جائے اور پھر اسی میقات سے اشہر حج میں عمرہ کیا جائے اور اسی سال میں حج بھی کیا جائے تو یہ بھی بالاتفاق تمتع حج تمتع ہوگا، اور اگر اشہر حج میں تجاوز کیا گیا ہو اور اسی میقات سے عمرہ کیا جائے اور اسی سال میں حج بھی کیا جائے تو یہ حج امام صاحبؒ کے نزدیک تمتع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک تمتع ہے۔ اب ملاحظہ ہو ہندیہ کی وہ عبارت جو جواب ثانی کی ابتدا میں درج کی گئی ہے اور تمتع کی تعریف بھی ملاحظہ ہو اور وہ یہ ہے: والتمتع من یاتی بافعال العمرة فی اشہر الحج او بطواف اکثر طوافھا فی اشہر الحج ویحج من عامہ ذلک قبل ان یلزم باھلہ بینھما المأما صحیحاً سواء حل من احرامہ الاول والا۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۸) نیز غنیۃ المناسک کی یہ عبارت ملاحظہ ہو: التاسع ان لا یدخل علیہ اشہر الحج وهو حلال بمکة او ما حولھا او محرم طواف العمرۃ اکثر قبلھا حتی لو احرم بعمرۃ اخرى وحج من عامہ لا یکون متمتعاً الا ان یعود الی اھلہ فیحرم بہا فیکون متمتعاً اتفاقاً والی خارج المیقات فیکون متمتعاً عندھما۔ (غنیۃ المناسک ص ۱۱۴)

(۵) ہندیہ میں ہے: ولا تجب علی المسافر ولا علی الحاج اذا کان محرمًا وان کان من اھل مکة، کذا فی شرح الطحاوی۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۲۹۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ حاجی جو حج کے احرام میں ہو اس پر قربانی واجب نہیں اگرچہ مکہ میں مقیم ہو، اور دوسرا قول اس مسئلہ مذکورہ کی مخالفت میں یہ ہے کہ مکہ کی اور مکہ میں مقیم پر

قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کے احرام میں ہو۔

فتاویٰ علائیں ہے: (فتجب ای التضجیة) علی حد مقیم فلا تجب علی حاج مسافر قاما
اہل مکة فتلزمهم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم۔ سراج وف رد المحتار
قوله وقیل لا تلزم المحرم وان کان من اهل مکة جوهر عن الخجندی وحله فی
الشر النبلالیة علی المسافر وفيه نظر ظاہر۔ (فتاویٰ علائیں ج ۵ ص ۲۲۲)
(۵) مگر میرے شیخ اور مربی سیدی حضرت مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم قول
اول کو پسند فرمایا کرتے ہیں۔

(۶) رد المحتار میں ہے: تحت شرح قول صاحب الدر المختار: الواجب دم علی عمر بالغ الخ
(تنبیہ) فی شرح النقایة للقاری ثم الکفارات کلها واجبة علی التراخی فیکون
مؤدیا فی ای وقت وانما یتضیق علیہ الوجوب فی اخر عمره فی وقت یغلب علی غلبه
انه لو لم یوده لغات فان لم یود فیہ حتی مات اثم وعلیہ الوصیة ولو لم یوص
لم یجب علی الورثة ولو تبرعوا عنه جاز الا الصوم۔ وفيه ایضاً قوله ولو
ناسیا قال فی الباب ثم لا فرق فی وجوب الجزاء بینما اذا جنی عامدا او خاطئا
مبتدئا او عائدا ذاکرا او ناسیا عالما او جاهلا طایعا او مکرها نائما او منتبها
سکرا نا او صاحیا منمی علیہ او مفیقا موسرا او معسرا بمباشرتہ او مباشرة غیر
یا مری۔ (ج ۲ ص ۲۱۷ باب الجنایات۔ کتاب الحج)

ان عبارات و روایات سے معلوم ہوا کہ غریب کے لیے بھی دم دینا ضروری ہے، البتہ
دم دینے میں اتنی سہولت ہے کہ علی الفور ضروری نہیں بلکہ اگر موت سے پہلے پہلے دے دیا تو
بھی اس سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

(۷) یہ تو آپ اور کمپنی والوں پر منحصر ہے کہ کمپنی والے آپ لوگوں کی اتنی رعایت تو کریں کہ
آپ لوگ کم از کم ضروریات حج تو ادا کر سکیں۔

(رہو الموفق)



باب التمتع والقران

حج قران و تمتع کے مسائل و احکام

حج تمتع میں قربانی نہ کرنے کا حکم | سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے حج تمتع کے ارادہ سے سفر کیا لیکن بعض

اعذار کی وجہ سے قربانی نہ کر سکا، اب اس قربانی کا نقصان مکہ مکرمہ ہی میں قربانی کرنے سے پورا ہو گا یا اپنے وطن میں بھی قربانی کر سکتا ہے۔

الجواب : تمتع پر چونکہ قربانی کرنا واجب ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر قربانی نہ کر سکا تو حج کے بعد اس شخص کو دو قربانیاں کرنی ہوں گی اور دونوں قربانیاں مکہ مکرمہ میں ہی کرنی ہیں اصلتا کرے یا وکالتاً چاہے جن ایام میں ہو۔

قال ابن نجيم المصري: فلوله يقدر على السهدي تحلل وعليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل السهدي - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶ باب القران) لہ

تمتع اور قارن کا قربانی سے پہلے حلق کرنا | سوال : تمتع یا قارن اگر قربانی سے پہلے حلق کرے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب : اگر مفرد باج ہو تو دم واجب نہیں کیونکہ جنابت نہیں ہوا، اور اگر تمتع یا قارن ہو تو قربانی سے قبل حلق کرنے سے دم واجب ہوا اور اس پر زمین حرم میں ہی قربانی کرنی پڑے گی۔

قال ابن نجيم: فان حلق القارن قبل ان يذبح فعليه دمان عند حليفته دم بالحلق في غير اوانه بعد الذبح ودم بتأخير الذبح عن الحلق وعندهما يجب دم واحد هو الاقل - (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶ باب القران) لہ

لہ قال العلامة الحصكفي: فلولم يقدر تحلل وعليه دمان - قال ابن عابدين: في قوله دمان دم التمتع ودم التحلل قبل اوانه - (الذم المختار على صدر المختار ج ۲ ص ۵۳ کتاب الحج، باب القران)

وَمِثْلُهُ فِي السَّهْدَايَةِ ج ۲ ص ۲۲ باب القران -

لہ لما قال ابن همام: قال محمد في الرواية دم للقران ودم للحلق قبل ان يذبح لا توى ان المفرد لو حلق قبل ان

يذبح لم يلزمه شيء بالاتفاق لعدم استلزامه تأخير الواجب - (فتح القدير ج ۲ ص ۴۳ باب الجنایات)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۵۵۵ باب الجنایات -

حج قرآن و تمتع کی تعریف | سوال :- زید نے اگر سفر حج میں عمر کی طرف سے عمرہ ادا کیا تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہے تو کیا زید حج ادا کرنے تک احرام میں رہے گا یا اس سے پہلے بھی حلال ہو سکتا ہے؟

الجواب :- زید نے اگر عمرے کا ثواب عمر کو بخش دیا تو صحیح ہے اور اگر سفر حج میں عمرہ کر کے احرام سے نکلنے کے بعد حج کے لیے دوبارہ احرام باندھے تو شریعت کی اصطلاح میں یہ شخص متمتع کہلاتا ہے اور اگر یہ دونوں ایک احرام سے کرے تو قرآن ہے اور اس پر دم شکر واجب ہوگا۔

کافی الہندیۃ : ہوان یجمع بین احرامی الحج والعمرة من المیقات او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا۔ ہکذا فی معراج الدرایۃ والمتمتع من یأتی بأعمال العمرة فی اشہر الحج او یطوف اکثر طوافھا فی اشہر الحج ثم یحرم بالحج ویجمع من عامہ۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱-۲ بابا سابع فی القرآن والمتمتع) ۲۳۴

متمتع کے لیے عمرہ کرنے کے بعد حج کا احرام باندھنے کی جگہ | سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ متمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام کہاں سے باندھے گا؟

الجواب :- متمتع جب عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائے تو جب حج کے لیے احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو مکہ مکرمہ اور تمام زمین حرم سے احرام باندھ سکتا ہے۔

قال المحصنیؒ: قال فی الباب والافضل ان یحرم من المسجد ویجوز من جمیع الحرم ومن مکة افضل من خارجھا۔ (الدر المختار علی صمدی رد المحتار ج ۲ ص ۵۳۴ باب التمتع) ۲

۱۔ قال العلامة ابن العلام لا نصاریٰ۔ والقارن هو الجامع بین الحج والعمرة سواء احرم بہما معاً او احرم بالحجة واصناف الیہا العمرة وعلیہ دم الشکر لما انعم اللہ علیہ من التوفیق للحج بین البعادتین سفر واحد۔ (الفتاویٰ التاتاریفانیۃ ج ۱ ص ۵۲۶ الفصل التاسع فی القارن) ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۴ باب القرآن۔

۲۔ قال الشیخ ابن الہمامؒ: فاذا کان یوم الترویۃ احرم بالحج من المسجد ہدایۃ وفی فتح القدیر والمسجد لیس بلازم بل هو افضل ومکة افضل من غیرھا من الحرم۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲۳ باب التمتع)

ومثله فی البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶۳ باب التمتع۔

حج تمتع کرنے والے کے لیے عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا حکم | سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے

میں کہ پاکستان سے کچھ حجاج کرام حج تمتع کے ارادہ سے شعبان میں مکہ مکرمہ گئے اور عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو گئے، رمضان کا مہینہ انہوں نے بیت اللہ ہی میں گزارا، شوال کے مہینے میں زیارت نبوی کے ارادے سے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر پھر عمرہ کا احرام باندھا، تو اب عمرہ کرنے کے بعد انہیں احرام کھولنے کی اجازت ہے یا نہیں یا حج تک وہ اسی احرام میں رہیں گے؟

الجواب:- مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر کوئی شخص حج تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحجہ والے احرام سے عمرہ کر کے بعد میں احرام کھول دے اور اس کے بعد حج کے لیے احرام باندھے جو کہ واجب ہے۔

قال ابن نجيم المصري: ولعرقيد احرامها با شهر الحج لا نه ليس بشرط لكن اداء اكثر طوافها فيها شرط فلو طاف الاقل في رمضان مثلاً ثم طاف الباقي في الشوال ثم حج من عامه كان متمتعاً۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶ کتاب الحج) لہ

میتا میں رہنے والے کیلئے حج تمتع اور قرآن کا حکم | سوال: جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو وہ حج

الجواب:- قرآن اور تمتع ہر اس شخص کے لیے ہے جو میقات سے باہر رہتا ہو لہذا جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو وہ تمتع اور قرآن نہیں کر سکتا وہ صرف حج یا صرف عمرہ کرے گا۔ قال العلامة التمریاشی: والمکی ومن فی حکمہ ای من اهل داخل المواقیت یفرد فقط ولو قران او تمتع بجاز واسامو علیہ دم جبر۔ (تویر البصار علی صدر رد المحتار ج ۲ باب التمتع) لہ

لہ وفي الهندية، وليس من شرائط التمتع وجود الاحرام بالعمرة في اشهر الحج بل اداؤها فيها واداء اكثر طوافها۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۳۸ الباب السابع في القران والتمتع)

وَمِثْلُهُ فِي التَّائِيَةِ ج ۲ ص ۵۳۱ الفصل العاشر في التمتع۔

لہ وفي الهندية، وليس لاهل مكة تمتع ولا قران وانما لهم اكل افراد خاصة. كذا في الهداية و

كذلك اهل المواقیت۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۳۹ الباب السابع في القران والتمتع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۱۴۳ باب القران والتمتع۔

سوال :- اگر کوئی شخص پاکستان

ج تمتع کی نیت کرنے کے بعد حج قرآن کی نیت کرنا سے حج تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ جائے مگر وہاں پہنچ کر عمرہ کرنے کے بعد مدینہ منورہ جا کر وہاں سے حج قرآن کی نیت کرے تو کیا یہ شخص حج قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صاحبین کے نزدیک جب محرم حدود حرم سے نکل جائے تو اس کی حیثیت آفاقی کی ہوگی، اب اگر وہ تمتع کی جگہ قرآن کی نیت کرے تو حج قرآن جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں حدود حرم سے نکل جانے سے نیت تمتع باطل ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج حرم سے نیت تمتع باطل نہیں ہوتی اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق حج قرآن کی نیت کرنا جائز نہیں البتہ موجودہ حالات کو مد نظر رکھ کر صاحبین کی رائے کو مفتی بقرہ دینا چاہیے۔

لما قال العلامة ظفر احمد العثماني، وهو متمتع ان حج من عامه وكذا المخرج الى الافاق لحاجة ففقرن لا يكون قارناً عند ابى حنيفة وعليه رفض احدهما ولا يبطل تمتعه لان الاصل عند ان المخرج في اشهر الحج الى غير اهله كالاقامة بمكة فانه لم يخرج وقرن من مكة اما عندهما فكالرجوع الى اهله فاذا خرج بطل تمتعه ثم اذا قرن من الميقات كان قارناً - (امداد الاحكام ۲۸ ص ۱۸۱ کتاب الحج)

سوال :- حج تمتع اور قرآن میں سے احناف کے ہاں حج تمتع افضل ہے یا قرآن؟ کون سا حج افضل ہے؟

الجواب :- حج کی تین قسمیں ہیں (۱) حج افراد (۲) حج تمتع (۳) حج قرآن۔ احناف کے ہاں ان تینوں میں سے حج قرآن افضل ہے اور قرآن کے بعد حج تمتع بہتر ہے۔

قال العلامة الحصكفي: باب القرآن وهو افضل لحديث اتاني الليلة من ربي وانا بالعقيق فقال يا آل محمد اهلوا بحجة وعمرة معا..... ثم التمتع ثم الافراد۔

(الدر المختار على صدر من المختار ج ۲ ص ۵۳ باب القرآن، کتاب الحج ص ۱۸۱)



بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ (حج بدل کے مسائل و احکام)

نقلی حج میں حج بدل کی نیت کرنا ضروری نہیں | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب پر حج فرض نہیں تھا اور نہ انہوں نے وصیت کی تھی، اب میں ان کے ایصالِ ثواب کیلئے نقلی حج میں حج بدل کی نیت کروں یا صرف نقلی حج کی؟

الجواب :- جب کسی پر حج فرض ہی نہ ہو تو اس کی طرف سے حج بدل بھی نہیں ہوتا لہذا اس صورت میں آپ نقلی حج ادا کریں اور اس کا ثواب اپنے والد کو بخش دیں۔

قال العلامة ابن عابدین (رعبادة ماله جعل ثوابها لغيره) ای سوا دکانت صلوة او صوما او صدقة او قراءة قرآن او ذكرا او طوافا او حججا او عمرة او غير ذلك -

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ باب الحج عن الغير، مطلب في اهداء ثواب الاعمال الخ) لے

فوت شدہ آدمی کے لیے نقلی حج کا ثواب | سوال :- اگر ایک آدمی اپنے فوت شدہ والد کے ایصالِ ثواب کے لیے نقلی حج کرے تو کیا اس کو نقلی حج کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب :- ہر نقلی عبادت چاہے بدنی ہو یا مالی کرنے سے اس کا ثواب کسی فوت شدہ کو بخشنا شرعاً صحیح اور ثابت ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے، لہذا اگر کوئی شخص اپنے فوت شدہ والد کے لیے نقلی حج کر کے اس کا ثواب اُسے بخش دے تو وہ ثواب اس کو پہنچے گا۔

قال العلامة ابن نجيم المصري :- فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره

لے قال العلامة ابن نجيم المصري :- فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع .

(البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير)

ومثله في السهنية ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير -

من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع -
(البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير) ۱

نفل حج کے لیے والدہ سے اجازت لینے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سعودی عرب میں مقیم ہے وہ اپنی بوڑھی والدہ کے لیے نفل حج کرنا چاہتا ہے جو کہ پاکستان میں رہتی ہے، کیا اُسے اپنی والدہ سے اجازت لے کر پاکستان سے سفر حج اختیار کرنا ہوگا یا سعودی عرب سے ہی والدہ کی طرف سے حج ادا کرے؟

الجواب :- حج بدل فرضی میں اُس مکان سے بنیت حج جاتا ضروری ہے جہاں پر رہتا ہو، البتہ اگر کوئی کسی کی طرف سے نفل حج کا ارادہ کرے تو اس میں اجازت لینا ضروری نہیں اور نہ ہی صورت مسئلہ کے مطابق پاکستان آنے کی ضرورت ہے، لہذا آپ اپنی والدہ کی طرف سے بغیر اُن کی اجازت کے سعودی عرب سے ہی نفل حج کر سکتے ہیں۔

وفي الهندية: ألامر بالحج فلا يجوز، حج الغير عنه يفيد أمره ألامرث -
هندية فقي الحج النقل تجوز النيابة حالة القدرة لأن باب النقل أوسع كما في سراج الوهاج - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الخامس عشر في الوضوء بالحج) ۲

نفل حج کے لیے پاکستان آنا ضروری نہیں | سوال :- اگر کوئی آدمی اپنے فوشہ والدین یا کسی رشتہ دار کے لیے نفل حج کرتا ہے اور وہ ابوظہبی میں ملازم ہے تو کیا وہ ابوظہبی سے ہی نفل حج کیلئے جاسکتا

۱- ان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة كان اوصوماً او صدقة او غير ذلك - الخ
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير -
۲- قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وانما شرط غير المنوب للحج الفرض كالنقل لجواز النيابة مع القدرة في حج النقل لأن المقصود منه الثواب -

(البحر الرائق ج ۳ ص ۶۲ باب الحج عن الغير)
وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير -

ہے یا اس کے لیے پاکستان آنا ضروری ہے ؟

الجواب :- کسی فوت شدہ کے ایصالِ ثواب کے لیے نفل حج ممنوع نہیں اور نہ اس کے لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق ابو ظہبی سے پاکستان آنا ضروری ہے بشرطیکہ فوت شدہ آدمی نے وصیت نہ کی ہو تو فوت شدہ کی طرف سے نفل حج کرنے والا جہاں بھی ہو وہیں سے نیکہ نکرہ جا کر حج کرے تو صحیح ہے، کیونکہ نفل حج کی صورت میں توسیع ہے البتہ حج بدل وصیت کی صورت میں ہو تو پھر پاکستان آنا ضروری ہے۔

وفي الهندية: ففي الحج النفل تجوز نيابة حال القدرة لأن باب النفل اوسع كما في السراج الوهاج۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۵۴ باب الرابع عشر في الحج عن الغير) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غریب آدمی سے حج بدل کرانا ایک شخص غریب و نادار ہے جسے ایک صاحب ثروت حج بدل کے لیے بھیج رہا ہے، کیا کسی غریب و نادار کو جس نے خود حج نہیں کیا ہو حج بدل کے لیے بھیجا جائز ہے یا اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب ضروری ہے جس نے خود حج کیا ہو ؟

الجواب :- بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے کسی ایسے آدمی کو بھیجا جائے جس نے خود فریضہ حج ادا کیا ہو، لیکن باوجود اس کے اگر ایک غریب و نادار شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے تو اس سے بھی حج بدل ادا ہو جاتا ہے اور اس شخص پر حج فرض نہیں ہوتا۔

وفي الهندية: ولا فضل للانسان اذا اراد عن نفسه ان يحج رجلاً قد حج عن نفسه ومع هذا لو أجز رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج من الامر كذا في المحيط۔ (الہندیہ ج ۱ باب الرابع عشر في الحج عن الغير)

لہ قال العلامة ابن نجيم المصري **رحمہ اللہ** :- وانما شرط عجز المنوب للحج الفرض لجواز الانابة مع القدرة في حج النفل لان المقصود منه الثواب۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۶۱۱ باب الحج عن الغير)

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔

۲ قال ابن عابدین (رحمہ اللہ) على ان الشرط هو الاهلية دون اشتراط ان يكون المأمور قد

حج عن نفسه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۳ باب الحج عن الغير قبل مطلب في حج الضرورة)

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔

حج بدل میں آمر کی اطاعت کا حکم | سوال :- زید نے عمر کو حج بدل کے لیے بھیجا، عمر نے میقات سے عمرہ کی نیت کر لی اور جب حج میں پانچ روزہ رہ گئے تو عمر نے زید کی طرف سے حج بدل کے لیے احرام باندھ کر افعال حج ادا کیے تو کیا شرعاً زید کا حج بدل ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب :- حج بدل کرنے والے کے لیے آمر کے حکم کی اطاعت ضروری ہے، صورت مسئلہ کے مطابق چونکہ عمر نے زید کے آمر کی مخالفت کی ہے اس لیے اس صورت میں زید کی طرف سے حج بدل ادا نہیں ہوا آئندہ سال عمر کو زید کیلئے دوسرا حج کرنا پڑے گا۔

قال ابن عابدینؒ :- الثاني عشر ان يعمر من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالبحج فشرح حج من مكة لا يجوز ويضمن - (رد المحتار ج ۲ من باب الحج عن الغير) ۱۵

حج بدل میں عمرہ کی نیت کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی شخص نے حج بدل میں عمرہ کی نیت کر لی تو اس سے حج بدل صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- حج بدل میں صرف حج کی نیت کرنا اس وقت ضروری ہے جبکہ آمر نے مامور کو حج افراد پر مامور کیا ہو، چونکہ ہمارے بلاد میں حج قرآن، تمتع اور افراد تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور آمر کی طرف سے تینوں کی اجازت ہوتی ہے لہذا تمتع کر سکتا ہے، بہتر یہی ہے کہ آمر سے اس کی تصریح کرائی جائے۔

وفي الهندية: واذا امر غيره بالافراد بحجة أو عمرة فحرم من في قول أبي حنيفة. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله يجوز عن الأمر استئذاناً. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۸) ابنا الرابع عشر في الحج عن الغير ۱۶

۱۷ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: ولو امر بالبحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف في قولهم - (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۶) الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۱۵۸ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير -

۱۸ قال ابن عابدینؒ، فلو امره الافراد فحرم او تمتع ولو لم يمت لم يقع عنه ويضمن النفقة -

رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَّةِ ج ۲ ص ۵۲۶ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير -

سوال :- ایک آدمی زیابیطس (شوگر) کے مرض میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹر اور حکیم اسے سفر کی اجازت نہیں دیتے۔

تو کیا ایسا شخص اپنی طرف سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- زیابیطس کا مرض اگر کسی دوائی یا اور کسی واسطہ سے اپنے مرض پر وقتی طور پر کنٹرول حاصل کر سکتا ہو یا اس کو امید ہو کہ عنقریب اس مرض سے صحتیاب ہو جاؤں گا تو یہ شخص کسی کو اپنی طرف سے حج بدل نہیں کر سکتا اور اگر ایسا ہونا ممکن نہیں تو پھر حج بدل کر سکتا ہے۔

وفي الهندية: ومنها ان يكون المعجوج عنه عاجزاً عن الاقدام۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير) لہ

سوال :- کیا حج بدل معجوج عنہ کے مال سے حج بدل میں خرچہ معجوج عنہ کی طرف سے ہوگا؟

کرنا ضروری ہے یا کوئی شخص اپنی جانب سے بھی کر سکتا ہے؟

الجواب :- حج بدل میں یہ شرط ہے کہ مامور کا حج معجوج عنہ کے مال سے ہو پس اگر حج بدل کرنے والے نے اپنے مال سے حج کر لیا تو معجوج عنہ کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔

كافي الہندیہ: ومنها ان يكون حج المأمور بمال المعجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم يجز عنه حتى يحج بماله۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میتقات کی بجائے حرم سے حج بدل کا احرام باندھنا

ایک شخص نے حج بدل میں میتقات سے حج کا احرام نہیں باندھا بلکہ عمرہ احرام باندھا ہے، تو کیا

لہ قال العلامة الحصكفي: لكن بشرط دوام العجز الى الموت ونية الحج عنه هذا اذا كان

المرض يرجى نواله۔ (الدر المختار على صدر المختار ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔

لہ قال العلامة الحصكفي: وبقى من الشرائط التفقة من مال الامر كلها او اكثرها۔

(الدر المختار على صدر المختار ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي التَّاتَارُخَانِيَةِ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير۔

حرم شریف سے دوبارہ حج بدل کا احرام باندھنے سے حج بدل ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟
الجواب :- مامور کے لیے آمر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے افعال حج ادا کرنے چاہئیں
 اس لیے اگر آمر نے مامور کو حج تمتع کی اجازت دی ہو تو بنا بر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ ہوگا ورنہ نہیں۔
 قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: ان اذن له الامر بالقران والتمتع والاقيصير
 مخالفاً۔ (الذرا المختار ج ۲ ص ۶۱۱ باب الحج عن الغير) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس حج بدل میں خرچہ آمر کی طرف سے ضروری ہے؟
مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت پر حج فرض ہے اور اس عورت نے بنا بر ضعف اپنے بیٹے کو رقم دے کر حج بدل کے لیے روانہ کیا ہے
 کیا مامور بہ کو آمر کے مال سے ہی حج کرنا ضروری ہے یا اپنی طرف سے بھی کچھ خرچ کر سکتا ہے ؟
الجواب :- حج بدل میں ضروری ہے کہ خرچہ آمر کی طرف سے ہو، صورت مشولہ کی مطابق
 اس بیٹے کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ اپنی والدہ کے لیے حج بدل کر رہا ہے تو خرچہ بھی والدہ
 کے مال سے کرے گا تاہم اگر حج فرض نہ ہو تو نفلی حج میں توسع ہے۔

وفي الهندية: ومنها ان يكون الحج بمال المحجوج عنه فان تطوع الحاج
 عنه بمال نفسه لم يعجز عنه حتى يحج بماله۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱۱ باب الرابع عشر فی الحج عن الغير) لہ
سوال :- کیا حج بدل میں اپنے لیے حج کرنا اور کسی دوسرے کو حج بدل کیلئے مقرر کرنا فرماتے ہیں علماء
 کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمر کو اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کے لیے کہا، تو عمر نے

لہ قال العلامة الانصاری: ولو امره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف في
 قولهم۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج ۲ ص ۵۲۶ الفصل الخامس عشر فی الرجل يحج عن الغير)
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۵۸ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير۔
 ۲ قال ابن عابدین: (قطوع رجل) اطلق الرجل المتطوع فشمّل الوارث۔ وبه صرح قاضی خان بقوله الميت
 اذا وصى بان يحج عنه بماله فتبرع عنه الوارث او الاعینبی لا يجوز، یعنی لا يجوز عن فرض الميت۔
 ولا فله ثواب ذلك۔ (رد المختار ج ۲ ص ۶۰۶ باب الحج عن الغير، مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان لهذا)
 ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۶۱۱ باب الحج عن الغير۔

سے کہا کہ آپ آمدورفت کا خرچہ مجھے دے دیں میں مکہ مکرمہ میں کسی آدمی کو حج بدل کے لیے مقرر کر دوں گا اور ان پیسوں سے میں اپنی جانب سے حج کر لوں گا۔ تو کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب حج بدل میں آمر کے وطن سے جانا ضروری ہے اس لیے صورتِ مسئلہ میں طریقہ مذکورہ سے حج کرنا غیر مشروع ہے اور نہ ہی اس طریقہ سے حج بدل ادا ہوتا ہے اور زید کی والدہ ذمہ بھی فارغ نہ ہوگا۔

قال العلامة محمد امين الشهير بابن عابد بن رحمه الله : الحادي عشر ان يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والاف من حيث يبلغ -
(رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۰ باب الحج عن الغير - مطلب شروط الحج عن الغير) -

سوال کیا فرماتے ہیں **سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے حج بدل ادا کرنا صحیح نہیں** علماء کرام اس مسئلہ کے بارے

میں کہ ایک آدمی پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن سفر کی تکالیف اور تھکاوٹ کی وجہ سے وہ حج بدل کرنا چاہتا ہے کیا یہ حج بدل صحیح ہوگا۔

الجواب۔ اگر کسی پر حج فرض ہو جائے تو حج کی ادائیگی اسی شخص پر ضروری ہے محض تھکاوٹ کی وجہ سے حج بدل نہیں کر سکتا کیونکہ حج بدل کے لیے فقہاء کرام نے جو شرائط ذکر کی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں : ۱۔ کہ محجوج غنہ ادا سے حج سے خود عاجز ہو، ۲۔ یہ کہ یہ عجز موت تک قائم ہو وغیرہ، چونکہ صورتِ مسئلہ میں یہ شرائط مفقود ہیں اس لیے حج بدل نہیں کرایا جاسکتا۔

قال العلامة الحصكفي : لكن بشرط دوام العجز الى الموت ونية الحج عنه هذا اذا كان المريض يرجي زواله. الخ (رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۵۹۰ باب الحج عن الغير)

لـ رجل اوصى ان يحج عنه فأجج عنه رجلاً فلما بلغ الكوفة مات او سرت نفقة وقد اتفق المتصف

فانه يحج عن الميت منزله بثلاث مائتي - (جامع الصغير ص ۳۵ كتاب الحج

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۵۲ الفصل السادس عشر في الوصية بالحج -

لـ وفي الهندية ومنها ان يكون المحجوج عنه عاجز عن الاداء ومنها استلامه العجز من وقت الاجاز

الى وقت الموت - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير -

سوال :- ایک شخص حج بدل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے شرعاً کیا حج بدل کی شرائط

شرائط ہیں ؟

الجواب :- فقہاء اسلام نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے کتب فقہ میں مستقل باب (باب فی الحج عن الغیر) قائم کیا ہے جس میں حج بدل کی شرائط ذکر ہیں اگر ان شرائط کے تحت حج بدل کیا جائے تو درست ہے ورنہ نہیں، اور وہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں :-
 ۱۔ معجوج عنہ خود ادائے حج سے عاجز ہو اور وہ مال کا مالک ہو ۲۔ وہ حج کرنے سے عاجز ہو اور عجز موت تک قائم ہو ۳۔ امر بالبح ہو ۴۔ احرام کے وقت نیت معجوج عنہ کی طرف سے ہو ۵۔ مامور کا حج معجوج عنہ کے مال سے ہو۔

کافی الہندیۃ: ومنها ان يكون المعجوج عنه عاجراً عن الاداء ومنها استدامة العجز من وقت الاحجاج الى وقت الموت ومنها الامر بالحج ومنها نية المعجوج عنه عند الاحرام ومنها ان يكون المامور ماله۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۴ ابواب الاربع عشر فی الحج عن الغیر)

سوال :- ایک آدمی پر حج فرض تھا زندگی میں اُس نے حج ادا نہ کیا اور نہ ہی مرتے وقت وصیت کی تو اس کے لیے

حج بدل کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر کوئی شخص وفات پا گیا اور اس پر حج فرض ہو چکا تھا مگر اُس نے حین حیات ادا نہ کیا اور مرتے وقت وصیت بھی نہ کی تو اب اگر اس کے ورثاء اپنی خوشی سے میت کے طرف سے حج بدل کریں تو جائز ہے اور امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی طرف سے قبول فرمائیں گے، مگر میت کی وصیت ضروری ہے۔

کافی الہندیۃ: من عليه الحج اذ مات قبل ادائه من غير وصية ياتم بلا خلاف وان احب الوارث ان يحج عنه بجزئته ذلك انشاء الله تعالى، كذا ذكر ابو حنيفة رحمه الله عليه وان مات عن وصية لا يسقط الحج عنه واذا حج عنه يجوز عندنا باستجماع

لہ قال المحقق رحمہ اللہ: لكن بشرط دوام العجز الى الموت ونية الحج عنه هذا اذا كان امراً يبرح زواله۔ الخ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغیر) ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس في الرجل يحج عن الغیر۔

شرائط الجواز۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۸) باب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج (۱)۔
سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ
عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کرنا کے بارے میں کہ مرد کی طرف سے عورت حج بدل
 کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج بدل کے لیے مسلمان عاقل بالغ ہونا ضروری ہے خواہ مرد ہو یا عورت !
 البتہ اگر عورت نے حج بدل کیا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق مکروہ ہے تاہم حج بدل ادا ہو جائے گا۔
 وفي الہندیۃ، ولو احج عنه امرأة او عبداً او امة باذن السيد جاز ویکرہ لکذا فی
 محیط السرخسی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۸) باب الرابع عشر فی الحج عن الغیر (۲)۔
سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں
غیر وصی کا حج بدل ادا کرنا کہ ایک آدمی نے موت کے وقت چار اشخاص کو وصیت کی کہ
 کہ مجھ پر حج فرض ہے آپ میری طرف سے حج بدل ادا کر دیں، تو کیا حج بدل صرف اوصیاء اور
 وارثین کو ادا کرنا ضروری ہے یا غیر وصی بھی حج بدل کر سکتا ہے؟

الجواب :- حج بدل اوصیاء وارثین کو ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ غیر وصی بھی حج بدل
 ادا کر سکتا ہے۔

يكون الادویاً مطلقاً ویدل علیہ ما فی الہندیۃ۔ ولو اوصی البیت ان یحج عنه ولم یزدکان للوصی ان یحج
 بنفسه فان کان الوصی وارث البیت او دفع المال الی وارث البیت یحج البیت (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۹) باب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج (۳)۔
 (۱) قال الشیخ ابن العلاء الانصاری: ومن مات وعلیہ فرض الحج ولم یوصی بہ لم یلزم الوارث ان یحج عنه وان
 احب ان یحج عنه وأرجو ان یجزیہ انشاء اللہ۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲ ص ۵۶۲) الفصل السابع عشر فی احوال المرادۃ
 ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۱ باب الحج عن الغیر۔

(۲) قال الشیخ ابن الہمام: ویجوز حجاج الحر والامة والحرۃ وفي الاصل نص علی کراہۃ
 المرادۃ۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱) باب الحج عن الغیر۔

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۱ باب الحج عن الغیر۔
 (۳) قال الشیخ ابن العلاء الانصاری: وفي الکبریٰ اوصی بان یحج عنه ولم یوص الی احد فاجتمعت الورثۃ
 لیجوعوا عنه رجلاً جاز۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲ ص ۵۶۲) الفصل السادس عشر فی الوصیۃ بالحج (۴)۔
 ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الحج عن الغیر۔

سوال :- گزشتہ سال رمضان میں زید نے عمر کے ایک سال کے بعد حج بدل ادا کرنا

ساعت وعدہ کیا کہ آپ میرے بھائی بکر مرحوم کی طرف سے حج بدل ادا کریں میں آپ کو ماہ شوال میں پانچ سو روپیہ ارسال کروں گا، عمر نے رقم کا انتظار کیا لیکن زید نے شوال میں رقم ارسال نہیں کی، جب دس روز حج کو رہ گئے تو عمر نے اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل ادا کیا، پھر تین ماہ بعد زید نے عمر کو پانچ سو روپیہ ارسال کئے اور عمر ایک سال مکہ مکرمہ میں رہا اور ۱۳۸۲ھ میں بکر مرحوم کی طرف سے حج بدل ادا کیا، تو کیا حج بدل ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب :- اگر بکر مرحوم کے لیے حج نفلی برائے ایصالِ ثواب ہو تو ہر کس اور ہر جگہ سے ہر وقت درست ہے اور اگر فرض حج بدل ہو تو میت کے ثلث کا یا وصی کی وصیت کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر ثلث میت کے وطن سے حج بدل کے لیے کافی ہو تو میت کے وطن سے سفر حج ضروری ہے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں سے ممکن ہو سکے ادا کر لیا جائے۔

قال المصنف: الأصل أن كل من أتى بعبادة ما جعل ثوابها لغيره وأن نواها عند الفعل لنفسه۔ قال ابن عابدین: بعبادة ما (ای سوا رکانت صلوة أو صوماً الخ رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ باب الحج عن الغير) قال ابن عابدین: الحادی عشران يحج عنه من وطنه أن التسع الثلث والافن حيث يبلغ كما سيأتي بيانه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج عن الغير) لہ

سوال :- اگر ایک معذور آدمی صاحبِ عذر کا عذر ختم ہو جانے کے بعد حج بدل کا حکم (جس پر حج فرض تھا) حج بدل کرائے،

لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: إذا أوصى بأن يحج عنه وهو في منزله أن بيت مكا ناً يحج عنه من ذلك المكان بالاجتماع، فإن لم يبين مكاناً يحج عنه من وطنه عند علمائنا وهذا إذا كان ثلث ماله يكفي للحج من وطنه فاما إذا كان لا يكفي لذالك فإن يحج عنه من حيث يمكن الاحجاج عنه بثلثه۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۵۲ الفصل السادس عشر في الوصية بالحج)

وفي الهندية: الأصل في هذا الباب أن الإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة كان أو صوماً أو صدقة أو غيرهما كالحج وقراءة القرآن۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

اور حج بدل کے بعد اس کا عذر کسی بھی وقت ختم ہو جائے تو باقی ماندہ زندگی میں اسے دوبارہ حج کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حج بدل کے لیے عجز (مرض) کا دائمی ہونا ضروری ہے، اگر مرض دائمی نہ ہو تو اس کی طرف سے حج بدل ادا نہ ہوگا، چونکہ صورت مسئلہ میں اس شخص کا مرض تاموت دائمی نہ تھا بلکہ مرنے سے پہلے پہلے ہو گیا تو اس پر دوبارہ خود حج کرنا لازمی ہے حج بدل سے ذمہ فارغ نہ ہوگا۔

وفي الهندية: ومنها استدامة العجز من وقت الاستحاج الى وقت الموت هكذا في البدائع حتى لو ايج عن نفسه وهو مريض يكون مراعى فان مات اجزاء وان تعاف بطل۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۸ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ حج بدل کے بعد منذورہ عمرہ ادا کرنا کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی ہے دیریں اتنا زید کسی آدمی کے لیے حج بدل کرنے کے لیے گیا تو حج بدل ادا کرنے کے بعد زید نے اپنا منذورہ عمرہ ادا کیا تو کیا زید کا یہ عمرہ صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: بظاہر اس نے اداء کا التزام کیا ہے، کیونکہ اس نے اولاً حج بدل ادا کیا ہے اور آمر کے حکم کی کوئی مخالفت نہیں کی اس لیے زید کا یہ عمرہ ادا کرنا صحیح ہے اور اس سے زید کا ذمہ فارغ ہو گیا۔

قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: ۱۲ ابن ساعية عن محمد بن المأمور بالحج اذا حج عن الامر ثم احرّم بعمرته ينفق من مال نفسه ما دام معتماً فاذا انفق من مال الامر۔ (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۴ الفصل الخامس عشر في الرجل يحج عن الغير)۔

لے قال ابن نجيم: وان كان مرضاً يرجى زواله فاحج فالامر مراعى فان استمر العجز الى الموت سقط الفرض والا لا۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغير)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَدْرَسَةِ عَلَى صَدْرِ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۵۹۸ باب الحج عن الغير۔
لے قال ابن عابدین، (تحت هذه العبارة فيصير مخالفاً) ولو امره بالعمره فاعتمر ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفاً بخلاف ما اذا حج او كاثم اعتمر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغير)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۶۳ باب الحج عن الغير۔

والدین کی طرف سے حج کرنے میں زیادہ ثواب ہے | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض

ادا کرنے کے بعد اپنے لیے نفلی حج کرنا افضل ہے یا والدین کی طرف سے حج کرنا افضل ہے؟
الجواب :- اگر والدین پر حج فرض نہیں تھا تو اپنے لیے نفلی حج کرنے کی بجائے والدین کی طرف سے حج کرنا افضل و اولیٰ ہے اور بعض احادیث میں دس گنا کی زیادتی آئی ہے۔

قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ : بخلاف مالواہل عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فین بعد ذلک جازلانہ متبرع بالثواب جعلہ لآحدہما اولہما و فی الحدیث من حج عن ابویہ فقد قضیٰ عنہ حجۃ وکان لہ فضل عشر حجج و بیعت من الابرار۔

رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۸ باب الحج عن الغیر لہ

دم تمتع و دم قرآن امر پر ہے یا مامور پر | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے

میں کہ اگر کسی میت کی طرف سے حج بدل میں تمتع یا قرآن کی نیت کرے تو کیا اس کا حج ادا ہو جائے گا یا نہیں اور دم کس پر واجب ہوگا، امر پر یا مامور پر؟
الجواب :- اگر امر نے حج تمتع یا قرآن کی اجازت نہ دی ہو تو اس کا حج ادا نہ ہوگا اور اگر اجازت دی ہو تو حج ادا ہو جائے گا مگر دم تمتع یا قرآن مامور پر ہوگا امر پر نہیں۔

قال الحسکفی : و دم القرآن و التمتع و الجناۃ علی الحاج ان اذن لہ الامر بالقرآن و التمتع و الا فی صیرمنا لفا فیضمن۔ رد المحتار علی صدرہ و المحتار ج ۲ ص ۶۱۱ باب الحج عن الغیر لہ



لہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ابیہ و أمہ فقد قضیٰ عنہ حجۃ وکان لہ فضل عشر حجج۔ دفعۃ القدیر ج ۲ ص ۶۰۸ باب الحج عن الغیر و مثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۶۰۹ باب الحج عن الغیر۔

لہ قال ابن نجیم : و دم الحصار علی الامر و دم یقرآن و الجناۃ علی المامور۔ قال ابن نجیم : و انما وجب دم القرآن علی المامور باعتبار انہ وجب الشکر لما وفقہ اللہ تعالیٰ من الجمع بین النسکین۔

البحر الرائق ج ۳ ص ۶۰۵ باب الحج عن الغیر

و مثله فی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۵۴۵ الفصل الخامس عشر فی الرجل یحج عن الغیر۔

محرم نہ ملنے کی صورت میں عورت حج بدل بھی نہیں کر سکتی | سوال :- اگر کسی پردہ دار عورت کے پاس اتنا مال ہو

کہ وہ اپنا اور محرم کا خرچہ کر سکتی ہے مگر اس کو کوئی ایسا محرم نہیں مل رہا کہ اس کے ساتھ حج ادا کرنے کے لیے جاسکے، تو کیا یہ عورت حج بدل کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- عورت پر حج کی فرضیت کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے بغیر محرم کے عورت پر حج فرض ہی نہیں اگرچہ اس کے پاس مال زیادہ ہو، اس لیے اس عورت پر حج بدل کرنا بھی لازمی نہیں۔

قال العلامة الحصكفي، ومع زوج أو محرم ولو عبداً أو ذمياً أو برضاع بالغ قيد لهما۔
قال ابن عابدین: تحت (قوله ومع زوج أو محرم) هذا وقوله ومع عدم عدة عليها
شرطان مختصان بالمرأة۔ الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الحج م ۱۷)

حج بدل ادا کرنے کے بعد مامور وطن واپس نہ آئے تو حج کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص کسی

کرنے کے لیے سعودی عرب (مکہ مکرمہ) چلا جائے اور حج ادا کرنے کے بعد واپس وطن نہ آئے بلکہ وہیں رہے تو کیا اس طرح حج بدل ادا ہو جائے گا؟

الجواب :- حج بدل میں آمر کے ملک/شہر سے جانا ضروری اور شرط ہے حج ادا کرنے کے بعد آمر کے وطن واپس آنا ضروری نہیں، اس لیے اگر کوئی حج کے بعد وہیں مقیم ہو جائے تو حج بدل ادا ہو جائے گا، اقامت اختیار کرنے سے حج متاثر نہ ہوگا، البتہ بہتر یہ ہے کہ واپس آجائے۔

لما في الهندية: ولو ا حج رجلاً يهودي الحج ويقيم بمكة جازوالا فضل ان يحج ويرجع واذا
فرغ المامور من الحج ونوى الإقامة خمسة عشر يوماً فصاعداً أو نفق من مال نفسه ولو اتفق
من مال الأمر بضمين۔ الخ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۵۸ ابواب اربع عشر في الحج عن الغير) م ۷

قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ولا تجز المرأة الا بزوج أو محرم إذا كان سفرها ونفقة المعسر عليها۔
وفي شرحه وكلاهما العقل والبلوغ لعجز الصبي والمجنون عن الحفظ۔ (لاختصار تعجيل المختار ج ۱ ص ۱۲۱)
قال العلامة الكاساني: ولو ا حج رجلاً يهودي الحج ويقيم بمكة جازلانه فوض الحج صار مؤدياً بالفراغ عن
افعاله والا فضل ان يحج ثم يعود اليه لان الحاصل للأمر ثواب النفقة فمهما كانت النفقة أكثر
كان الثواب أكثر۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۱۵ کتاب الحج، فصل في الذي يرجع الى النيات)

حج افراد پر مامور شخص اپنے لیے عمرہ کر سکتا ہے | سوال :- اگر کوئی شخص کسی کو حج افراد کرنے کے لیے اپنا نائب مقرر کرے تو مامور حج افراد

کے بعد اپنے لیے عمرہ کرے تو کیا یہ حج بدل جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اصل میں حج بدل کے اندر یہ ضروری ہے کہ مامور اپنے آمر کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے، صورتِ مسئلہ میں مامور نے چونکہ پہلے آمر کے حکم کو پورا کیا ہے اور بعد میں اپنے لیے عمرہ کیا تو اس سے آمر کی طرف سے حج پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ حج اور عمرہ دونوں درست ہیں تاہم اس عمرے کا خرچہ مامور کے فتنے واجب ہوگا۔

لما قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري رحمه الله: أما لو أمره بالعمرة فنفذ أمره واعتمر عنه ثم حج عن نفسه أو أمره بالحج فحج عنه ثم اعتمر عن نفسه فأن ذلك يجزئ ويجزئ العمرة في الصورة الأولى والحج في الصورة الثانية عن المستنيب ألا أن نفقة أقامته للحج عن نفسه في الأولى والعمرة عن نفسه في الثانية فلزمه في ماله -

كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ج ۱ ص ۲۸۲ کتاب الحج ۱۷۱

حج کے منافی عمل سے فساد حج کی صورت میں حج کا خرچہ کس پر ہوگا؟ | سوال :- اگر مامور سے کوئی ایسا

عمل سرزد ہو جائے کہ جس سے حج فاسد ہوتا ہے تو اب حج کا خرچہ آمر پر ہوگا یا مامور پر؟
الجواب :- اگر حج میں فساد و قوف عرفہ سے قبل آیا ہو تو مامور آمر کے خرچے کا ضامن ہوگا اس لیے کہ مامور اس فساد کا سبب بنا ہے اور اگر وقوف عرفہ کے بعد فساد آیا ہو تو مامور ضامن نہ ہوگا اس لیے کہ وہ حج کا رکن اعظم ادا کر چکا ہے۔

لما قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري رحمه الله: وإذا فعل المأمور ما يفسد الحج فإن كان ذلك قبل الوقوف بعرفة فإنه يضمن المال للمنيب وإن كان ذلك بعد الوقوف فلا يضمن لانه أدى الركن الأعظم وهو الوقوف

لما قال العلامة عالعرب العلاء الانصاري: ولو أمر بالعمرة فاعتمر أو لا ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفاً.... (الفتاوى التاتارخانية ج ۲ ص ۲۶۵ الحج عن الغير) ومثله في الفقه الاسلامي وادلته ج ۳ ص ۵۶ باب النيابة في الحج - الخ

وكل كفارة جناية تجب على المأمور لانه سببها۔

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ ص ۸۸ كتاب الحج) ۱۰

کیا حج افراد پر مامور شخص تمتع یا قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟ | سوال: اگر امر نے حج افراد کا حکم دیا ہو اور مامور

حج تمتع یا قرآن کرے تو اس حج کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- مامور حج میں ہر وقت امر کے حکم کا تابع ہے اگر امر نے صرف افراد کا حکم دیا ہو تو مامور کو صرف حج افراد کرنا چاہیئے، اگر اس نے امر کے حکم کے خلاف حج تمتع یا قرآن کیا تو حج مامور کی طرف سے ادا ہٹھا اور مامور امر کی رقم کا ذمہ دار ہوگا، تاہم اگر امر کی طرف سے کُل اختیار ہو کہ مامور جس قسم کا حج کرنا چاہے کر سکتا ہے تو اس صورت میں مامور جو بھی حج ادا کرے گا وہ امر ہی کی طرف سے ہوگا۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري رحمه الله: ومنها عدم مخالفة ما شرطه المستتيب، فلو أمر بالافراد فحج عنه الغائب قارنا او متمتعاً لم يقع عنه ويضمن النفقة التي صرفت له۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱ ص ۸۸ كتاب الحج) ۱۱

سوال: حج بدل میں مامور کا مدینہ منورہ جانے کے لیے امر کی رقم سے خرچ کرنا | مامور جب مدینہ منورہ جائے تو یہ خرچہ کس پر واجب ہوگا؟ مامور پر یا آمر پر؟ کیا مامور امر کے مال سے اس سفر کے لیے خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟

۱۲ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: قال ابو يوسف الحج عن الغير اذا افسد حجه قبل الوقوف عليه ضمان النفقة وعليه الحج الذي افسده وعمرته وحجته للامر ولو فات الحج لا يضمن لانه امين وعليه قضاء الفاتح حج عن الامر۔ (فتاوى التتارخانية ج ۲ ص ۵۲۹ الحج عن الغير) ومثله في الهداية ج ۱ ص ۲۹۹ الحج عن الغير۔

۱۳ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: وانما امر غيره بالافراد بحجة او عمرة ففقرن فهو مخالف

ضامن۔ (الفتاوى التتارخانية ج ۲ ص ۵۳۶ الحج عن الغير)

ومثله في الفقه الاسلامي وادلته ج ۳ ص ۵۱ النياية في الحج۔

الجواب :- حج سے پہلے یا بعد مدینہ طیبہ جانا چونکہ نہ فرض ہے نہ واجب، اس لیے امر کی اجازت کے بغیر یا موراس کے مال سے خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اس خرچہ کو خود برداشت کرے، ہاں اگر امر کی اجازت ہو تو پھر اس کے مال سے خرچ کرنا جائز ہے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي رحمه الله: ولو امرأة ان يعتمر، فاحرم بالعمره واعتمر، ثم احرم بالحج عن نفسه، لم يكن مخالفاً، لانه فعل ما امر به، او هو اداء العمره وحجة عن نفسه بعد بذل كاشتغاله بعمل اخر من التجارة وغيرها، لكن النفقة في حجة تكون من ماله، لانه عمل لنفسه

والفقه الاسلامي وادلته ج ۳ ص ۵۷ کتاب الحج ۱۱۱

حج بدل میں نیت امر کی طرف سے ہوگی | سوال :- حج بدل کی نیت یا موراسی طرف سے کرے گا یا امر کی طرف سے کرے گا؟

الجواب :- جب ایک آدمی کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہو تو احرام باندھ کر اس کی طرف سے نیت کرے اور تلبیہ کہتے وقت امر کا نام لیکر تلبیہ پڑھے۔
لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي رحمه الله: ومن حج عن غيره وليستوى الحج عنه ويقول لبیک بحجة عن فلان۔

المختار على صدر الاختيار ج ۱ ص ۱۱۱ باب الحج عن الغير ۲

له قال الكرمانی رحمه الله: ثم عندنا المحرم الذي يحج عن الميت او عن غيره من العاجزين على ذكرنا في الفصول المتقدمه يحج عنه بنفقة وسط من غير تقصير ولا اسراف ذاهباً وجائياً راكباً غير ماش۔۔۔۔۔

(حاشية الشلي على تبیین الحقائق ج ۲ ص ۸۸ باب الحج عن الغير)

له قال العلامة علاؤ الدين الحصكفي رحمه الله: وبشرط نية الحج عنه اي عن الامر فيقول احرمت عن فلان ولبيت من فلان ونسي اسمه فتوى عن الامر صرح وتكفي نية القلب۔

{ الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۵۹۹
باب الحج عن الغير }

باب الجنایات (حج میں غلطی کرنے کے مسائل)

سوال۔ ایام حج میں ایک آدمی کے ساتھ رمی چھوڑنے کی وجہ سے دم واجب ہونے کا حکم | اپنی عورت ہو یا اور وہ رمی جمار کی استطاعت نہیں رکھتی ہو، اگر یہ عورت اپنے شوہر کو رمی جمرات میں وکیل مقرر کرے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

الجواب۔ ایام حج میں رات کے وقت رمی جمار کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اسلئے بلا عذر شرعی اس کو ترک کرنا اور کسی کو وکیل بنانا موجب دم ہے، لہذا صورتِ مسئلہ کے مطابق اس عورت پر دم واجب ہے۔

وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها اور رمی واحدًا او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۲۴۷ الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس) ۱۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایام حج میں رمی جمرات کے بغیر جمرة العقبة کی رمی چھوڑ دے تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

الجواب۔ رمی جمار واجبہ حج میں سے ہے جس کے چھوڑ دینے سے دم واجب ہو جاتا ہے لہذا جس شخص نے جمرة العقبة کی رمی ترک کر دی اُس پر دم لازم ہے۔

وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها اور رمی واحدًا او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۲۴۷ الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس) ۲۔

اقل المرغینا فی من ترك رمی الجمار فی الايام كلها فعليه دم لتحقق ترك الواجب۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۲۵۵ باب الجنایات) وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۴ باب الجنایات۔

۳۔ قال الحصكفي، والرمی كله او فی يوم واحد۔ قال ابن عابدین: انما وجب بتركه كله دم واحد۔ رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۴ کتاب الحج باب الجنایات) وَمِثْلُهُ فِي البعر الرائق ج ۳ ص ۲۳۳ باب الجنایات۔

سوال :- اگر ایک آدمی گیارہ ذی الحجہ کی رمی بلا عذر شرعی نہ کرے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- ذی الحجہ کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو جہرات کی رمی واجب ہے اگر کوئی شخص ان دنوں میں رمی نہ کرے تو اس پر دم واجب ہے جو کہ ارضِ حرم میں خود یا کسی اور سے ذبح کرائے۔
وفی الہندیۃ: ولو ترک الجمار اور رمی واحد او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۷) الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس (۱) لے

سوال :- اگر کوئی شخص رمی جمار کے بعد منیٰ میں قیام ترک سنت کی وجہ سے دم لازم نہیں نہ کرے بلکہ مکہ معظمہ میں قیام کرے تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- رمی جمار کے بعد منیٰ میں قیام کرنا سنت ہے واجب نہیں اور ترک سنت پر دم لازم نہیں آتا اگرچہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔

قال الشيخ ابن عابدین: فی بیت بہا للرمی ای لیالی ایام الرمی هو السنة فلو بات بغيرها کرہ ولا یلزمه شیء۔ اھ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲ فصل فی الاحرام، مطلب ذکرم صلوۃ العید وجمع فی منیٰ) لے
سوال :- کیا حج افراد کرنے والے پر دم شکر واجب یا نہیں؟
الجواب :- حج افراد کرنے والے پر دم شکر واجب نہیں افضل ضرور ہے تاہم حج تمتع اور حج قرآن کرنے والے پر واجب ہے۔

كما قال العلامة المحقق: ثم بعد الرمی ذبح ان شلکانہ مفرد۔ علامہ شامی اس عبارت

لے قال المحقق: والرمی کلہ او فی یوم واحد۔ قال ابن عابدین: انما وجب بترکہ کلہ دم واحد۔
(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۵۴ باب الجنایات)
وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۱ ص ۲۵۵ باب الجنایات۔

۲ لے قال الشيخ ابن نجيم المصري: (تحت تحریر منیٰ الخ) ثم الى منیٰ فارم الجمار اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يذكر البيتوة بمنیٰ لانها ليست بواجبة لان المقصود الرمی لكن هي السنة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۹ باب الاحرام)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۱۹ الباب الاول فی تفسير الحج۔

کے تحت کھٹے ہیں: والذبح له افضل ويوجب على القارن والمتمتع -

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲^{۵۱۵} فصل فی الاحرام وصفة المفرد، مطلب فی رمی جمرة العقبة)

احرام کی حالت میں سلعے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی

حج کے دوران سلعے ہوئے کپڑے پہن لے بعض سلعے ہوئے کپڑوں میں تین گھنٹے اور بعض میں آٹھ گھنٹے وقت گزارے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- دن یا رات سے کم وقت میں سلعے ہوئے کپڑے پہنا موجب صدقہ ہے اور دن یا رات سے زائد وقت تک سلعے ہوئے کپڑے پہنا موجب دم ہے۔

قال الحنفی، اوبس غیظا واستر رأسه یوماً كاملاً۔ قال فی شرح التنبیر فی الاقل صدقة۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲^{۵۲۴} کتاب الحج، فصل الجنایات) ۲

حالت احرام میں سر ڈھانپنے کا حکم | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پھروں سے تنگ آکر اپنے سر کو تمام

رات احرام کی چادر میں ڈھانپے رکھا، کیا اس شخص پر دم واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- احرام کی حالت میں مردوں کے لیے سر چھپانا جائز نہیں، البتہ اگر کسی نے تمام رات سر کو ڈھانپے رکھا تو اس پر دم واجب ہے البتہ اگر کسی نے اس سے کم وقت تک سر کو ڈھانپے رکھا تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

وفی الہندیۃ: ولو غطی المحرم رأسه او وجهه یوماً فعليه دم وان کان اقل من

لہ قال العلامة عالم بن اعلیٰ الانصاری: ولم ینکر الذبح هذا التیمی قبل الخلق لانه مفرد فلا یلزم

الذبح ولا ضعیۃ علیہ لانه مسافر وان کان قارن او متمتع ینذبح۔

(الفتاویٰ التاتاریخانیہ ج ۲^{۵۲۴} الفصل الثالث فی تعلیم اعمال الحج)

ومثله فی الہدایۃ ج ۱^{۲۱۳} کتاب الحج۔

۲ قال العلامة ابن نجیم: وكذا قوله ولا تصدق ای وان کان بلس المخیط وتغطية الرأس

اقل من یوم لزمه صدقة۔ (البحر الرائق ج ۳^{۵۲۴} باب الجنایات)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱^{۲۱۳} الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی فی اللبس۔

ذٰلِكَ فَعَلِيْهِ صَدَقَةٌ۔ (افتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۴۲ ابواب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی فی اللبس) ۱۷

حالت احرام میں چہرے کو ڈھانکنے کا حکم | **سوال** :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے شرعی عذر کے بغیر احرام

کی حالت میں پورا ایک دن اپنے چہرے کو ڈھانکا، تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- حالت احرام میں عذر کے بغیر چہرے کو چھپانا جائز نہیں، اگر بلا عذر چہرے یا سر کا چوتھاٹی یا چوتھاٹی سے زیادہ حصہ ایک دن یا ایک رات ڈھانکا تو دم واجب ہے۔

قال ابن مابدين: في تغطية كل لوجه والرأس يوماً أو ليلة دم والمربع منهما كالكل إلى

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۸۸ کتاب الحج مطب فی بحر بالاحرام ولا یحرم) ۱۸

حالت احرام میں عطاری کی دوکان میں بیٹھنا | **سوال** :- حالت احرام میں عطاری کیتھ مصافحہ کرنا یا اسکی دوکان میں بیٹھنا موجب دم ہے یا نہیں؟

الجواب :- عطاری کی دوکان میں بیٹھنا اور اس کے ساتھ مصافحہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے بدن پر خوشبو کی ذات یعنی عطر وغیرہ نہ لگے اور اگر عطر وغیرہ اس کو لگ جائے تو زیادہ لگنے سے دم اور معمولی مقدار میں لگ جائے تو صدقہ واجب ہوگا۔

قال ابن نجيم: ولا بأس ان يجلس في حانوت عطار ولا فرق ايضا بين ان يقصد اولاً ولذا

قال في المبسوط: وان استلم الركن فاصاب فيه او يده خلوف كثير فعليه دم وان كان قليلاً فصدقة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۷۱ باب الجنایات) ۱۹

۱۷ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: وكذا اذا غطي اربع رأسه يوماً فصاعد فعليه

دم۔ (افتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۴۹۵ الفصل الخامس فيما عمل على الحرم، نوع منه في لبس المحيط)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۳۷۱ باب الجنایات

۱۸ وفي الهندية: ولو غطي المحرم رأسه او وجهه يوماً فعليه دم وان كان اقل من ذلك فعليه

صدقة۔ كذا في الخلاصة۔ (افتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۴۲ ابواب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی فی اللبس)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى تاتارخانية ج ۲ ص ۴۹۵ الفصل الخامس، نوع منه في لبس المحيط)

۱۹ وفي الهندية: ولا بأس ان يقعد في دوکان عطار او موضع يتبخّر فيه انه يكره۔

(افتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۴۲ ابواب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى تاتارخانية ج ۲ ص ۴۹۵ الفصل الخامس فيما يجرى على الحرم۔ نوع منه في لبس المحيط

سوال ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت ذبح اور حلق میں ترتیب | سعودی عرب نے قربانی کے گوشت کو محفوظ کرنے کے لیے ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے بعض حاجی حضرات سہولت کے لیے اپنی قربانی کو دوسرے کے سپرد کر دیتے ہیں یا قربانی کی قیمت بینک میں جمع کرا دیتے ہیں، اس طرح قربانی کا وقت کامل طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس وقت ذبح کی گئی، اب اگر کسی شخص نے حلق کر لیا اور یہ حلق ذبح پر مقدم ہو گیا تو کیا اس مقدم ہونے پر دم واجب ہو گا یا نہیں؟

الجواب ۱۔ اخلاف کے نزدیک ذبح حلق پر مقدم کرنا واجب ہے مؤخر کرنے سے دم واجب ہو گا، ایسے اگر بینک والوں نے ذبح بعد میں کیا اور حاجی نے حلق پہلے کیا ہو تو دم لازم ہوتا ہے ایسے بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی خود ذبح کر کے پھر حلق کرے۔

قال ابن نجيم: فان حلق القارن قبل ان يذبح فعليه دمان عند ابي حنيفة ۲ دم بالحلق في غير اوانه لان اوانه بعد الذبح ودم بتاخير الذبح عن الحلق۔
 (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۶۱ باب القرآن) ۱

سوال ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ترک سعی کا دم ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں | اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی

آدمی سے واجب سعی ترک ہو جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟
الجواب ۱۔ حج و عمرہ میں صفا و مردہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے ترک کرنے کی صورت میں دم واجب ہو جاتا ہے اور یہ ذبح ہر وقت جائز ہے ایام نحر کے ساتھ مخصوص نہیں کسی کو بھی پیسے دے کر مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جاسکتا ہے۔

قال العلامة الموفينا في ۲ من ترك السعي بين الصفا والمروة فعليه دم وحجة تام وفيها ايضا يجوز ذبح بقية الايام في اي وقت شاء۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۵۵ باب الجنایات) ۱

۱۔ قال الحصكفي: ثم بعد الرمي ذبح ثم قصر وفي رد المختار اي او حلق كما دل عليه قوله وحلته افضل۔ (رد المختار ج ۲ ص ۵۱۵ فصل في الاحرام وصفة الحج مطلب في رمي العقبة) ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۲۷۳ باب الجنایات۔

۲۔ قال في الهدية: من ترك السعي بين الصفا والمروة فعليه دم وحجة تام۔
 (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۷۳ باب الثامن الجنایات، فصل خامس في الطواف والسعي) ومثله في فتح القدير ج ۲ ص ۲۷۳ باب الهدى۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے
طوافِ صدر چھوڑنے پر دم واجب ہے | بارے میں کہ طوافِ صدر کے ترک کرنے سے دم

واجب ہوتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- طوافِ صدر ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے، البتہ طوافِ صدر اب
بھی کر سکتا ہے، یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طوافِ عمرہ سے طوافِ صدر ادا
ہو جائے گا۔

وفي الهندية: ولو ترك طواف صدر او اكثر تجب عليه الشاة.

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۲ الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے
عورت کے لیے وقوفِ مزدلفہ کا دم | بارے میں کہ بعض اعذار کی وجہ سے اگر کوئی عورت

وقوفِ مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے تو اس پر دم واجب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب :- بغیر عذر شرعی کے وقوفِ مزدلفہ اور رمی کو ترک کرنا صحیح نہیں چھوٹ جانے
کی صورت میں دم لازم ہے، البتہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ اور رمی چھوٹ
جتنے پر دم واجب نہیں۔

قال العلامة الشافعي رحمه الله: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الى
طلوع الشمس ولو ماراً كما في عرفة لكن لو تركه بعد ركز حجة بمزدلفة فلا شيء
عليه. قال ابن عابد بن عابد: الا اذا كانت علة او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام
فلا شيء عليه. (رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۵ كتاب الحج، مطلب في الوقوف بالمزدلفة) ۲

۱۔ قال العلامة ابن نجيم المصري: ولما كان طواف الصدر واجباً وجب بترك كلبه
او اكثر دم. (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۱ باب الجنايات)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۵ باب الجنايات۔

۲۔ قال العلامة ابن نجيم: اراد بالترك التارك لغير عذر اما اذا ترك واجباً لعذر فانه
لا شيء عليه. (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳ باب الجنايات)

وَمِثْلُهُ فِي الهندية ج ۱ ص ۲۱۲ الباب الثامن في الجنايات، الفصل الخامس۔

سوال :- ایک شخص پر ترک رمی کی وجہ سے دم
 دم جنایت زمین حرم سے خاص ہے | واجب ہوا اُس کا ذبح کرنا کہاں ضروری ہے ؟
الجواب :- دم جنایت زمین حرم سے خاص ہے خواہ منی ہو یا مکہ مکرمہ، لیکن حرم کے
 زمین ضروری ہے ۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم لقوله
 تعالى: في جزاء الصيد هدياً بالغ الكعبة فصار اصلاً في كل دم۔ (الہدیہ ج ۱ باب اہدی) لہ
سوال :- ایک شخص جو آفاقی ہے ماہ شوال
 بلا احرام میقات سے تجاوز کر کے پھر عود کرنا

میں حج کے لیے آیا اور میقات سے عمرہ کا
 احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کر لے اس کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا پھر مکہ مکرمہ میں بغیر
 احرام داخل ہوا تو کیا اس آدمی پر دم واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اس آفاقی پر دونوں صورتوں میں دم واجب نہیں، پہلی صورت میں اس وجہ
 سے کہ ابتداء میں اس نے عمرہ کا احرام میقات سے باندھ لیا ہے تو تجاوز میقات سے بلا احرام نہ پایا
 گیا اور مدینہ منورہ جانے میں تجاوز میقات سے بلا احرام پایا گیا ہے لیکن پھر عود کر کے واپس مکہ مکرمہ
 میں داخل ہوا ہے اور حج کا احرام زمین حرم سے باندھ لیا ہے اسلئے دم ساقط ہوا ہے ۔
 وفي الهندية: فان عاد حلاً لثم احرم سقط عنه الدم۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۳ باب العاشری مجاوزة الميقات بغير احرام) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس
 آفاقی شخص کا زیارت نبوی کیلئے بغیر احرام جاتا

مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آفاقی شخص

له وفي الهندية: ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۵۳ باب السادس عشر في الهدى)

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۳۶ الفصل الحادي عشر في الاحصار۔

لہ قال الشيخ ابن نجيم المصري: من جاوز احوال مواقيت بغير احرام ثم عاد اليه وهو محرم
 وفي فيه فقد سقط عنه الدم لزمه بالمجاوزة بغير احرام۔

البحر الرائق ج ۳ ص ۴۸ باب مجاوزة الميقات بغير احرام

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۴۹۶ الفصل الرابع في بيان مواقيت الاحرام۔

مکہ مکرمہ آیا اور وہاں اقامت کی نیت کر کے شوال میں مدینہ منورہ زیارتِ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چلا گیا پھر ذوالحلیفہ سے عمرہ کے لیے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا، تو کیا اس شخص پر دم واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- مواقیت سے بلا احرام تجاوز کرتے ہوئے حج و عمرہ کے لیے جانا جائز نہیں چونکہ اس شخص نے میقات سے تجاوز حج یا عمرہ کے لیے نہیں بلکہ زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا ہے اس لیے ایسا کرنے سے اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہوا۔

قار ابن عابدینؒ، (تحت قوله لکی یرید الحج) اما لو خرج الی الحل لحاجة فاحرم منه ووقف بعرفة فلاشیء علیہ کالافاقی اذا تجاوز المیقات قاصداً لبستان ثم احرم منه۔

رد المحتار ج ۲ ص ۵۸ باب الجنایات، مطلب لا یجب الضمان بکسر اللام (لہ)

سوال :- کیا فرماتے ہیں **جذہ جانے والے کے لیے میقات سے بلا احرام تجاوز کرنا** علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جذہ جانے کا قصد کرتا ہے تو کیا وہ میقات سے بغیر احرام کے گذر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے صرف جذہ تک سفر کا قصد رکھتا ہو تو وہ میقات سے بلا احرام تجاوز کر سکتا اور اس شخص پر کوئی دم لازم نہیں۔

قال العلامة الحصنفیؒ: اما لو قصد موصفاً من الحل یتخلص وجدة حل لہ مجاوزتہ بلا احرام۔ (رد المحتار علی مدرد المحتار ج ۲ ص ۴۷ مطلب فی مواقیت) لہ

لہ قال الشیخ ابن اہمام رحمہ اللہ :- لانه خرج الی الحل لحاجة فاحرم منه ووقف بعرفة فلاشیء علیہ کالافاقی اذا تجاوز المیقات قاصداً لبستان ثم احرم منه..... التمتع بما اذا خرج لحاجة الی الحل ثم احرم بالجمع منه لا یجب علیہ شیء کالمنی۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۴۲ باب مجاوزة المیقات بغیر احرام)

ومسئلہ فی التارخانیة ج ۲ ص ۴۷ الفصل الرابع فیما یلزم لمجاوزة المیقات بغیر احرام۔

لہ قال ابن العلاء انصارىؒ: رجل دخل بستان بنی عامر فی التجرید ولبستان بنی عامر لحاجة فله ان یدخلها

مكة بغیر احرام۔ (الفتاوی التارخانیة ج ۲ ص ۴۷ الفصل الرابع ما یرج علی المحرم)

سوال :- ایک آدمی نے میقات سے عمرہ و حج و عمرہ کے لیے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھنا بھول گیا اور میقات میں داخل ہونے کے بعد تلبیہ شروع کیا تو کیا اس آدمی پر دم واجب یا نہیں؟
الجواب :- شرعی قواعد کی رو سے اس آدمی پر دم واجب ہے کیونکہ صرف نیت کرنا اور بغیر تلبیہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر روایت ہے، پس اس آدمی پر ضروری ہے کہ دوسرے شخص کے ذریعے حدود حرم میں ذبح کرائے۔

قال العلامة الحصکفی: (وجاوز وقتہ) ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادة عند المجاوزة (ثم احرم) لزومه دم كما اذا لم يحرم۔ (رد المختار علی صمدۃ المختار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الجنایات) ۱۷

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام طواف زیارت پہلے بیوی سے جماع حرام ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے

طواف رہ جائے تو طواف زیارت ادا کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- طواف زیارت ادا کرنے سے پہلے بیوی سے جماع کرنا حرام ہے، اگر حلق کے بعد اور طواف سے پہلے جماع کرے تو دم لازم ہوگا، اور اگر حلق و طواف دونوں سے پہلے اور وقوف عرفہ کے بعد کرے تو ایک بدنہ (یعنی اونٹ ذبح کرنا) واجب ہے۔

ما قال العلامة الحصکفی: وطؤه بعد وقوفه له یفسد حجه وتجب بدنة و بعد الحلق قبل الطواف شاة لخنفة الجنایة۔ قال ابن عابدین: بعد وقوفه ای قبل الحلق والطواف۔

رد المختار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الجنایات۔ کتاب الحج ۲ ص ۱۷

۱۷ لما فی الہندیۃ: اذا دخل الافاقی مکة یغیر احرام و هو لا یرید الحج والعمرۃ فعليه لدخول مکة اما حجة او عمرۃ فان احرم بالحج او العمرۃ من غیر ان یرجع الی المیقات فعليه دم التریک حق المیقات۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۳ ابنا معاشر فی مجاوزۃ المیقات بغير احرام)

وَمِثْلُهُ فِي الْيَحْرَ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۴۷۱ باب مجاوزۃ المیقات بغير احرام۔

۱۸ لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ومن جامع بعد الوقوف بعرفة له یفسد حجه وعليه بدنة۔۔۔ وان جامع بعد الحلق فعليه شاة لبقا احرامه فی حق النساء دون لبس المخیط۔۔۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۲۵۱، ۲۵۲ کتاب الحج، باب الجنایات)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۲۵ ابواب الثامن فی الجنایات۔ الفصل الرابع فی الجماع۔

عینک کے ساتھ حج کرنا درست ہے | سوال :- اگر کسی شخص کی آنکھیں خراب ہوں تو کیا وہ چشمہ لگا کر حج کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- احرام کی حالت میں پورے چہرے کا چھپانا ممنوع ہے اور چشمہ سے چونکہ چہرہ نہیں چھپتا ہے لہذا چشمہ لگا کر حج کرنا جائز ہے۔

لما قال العلامة نطفرا حمد العثماني، لگا سکتا ہے۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۱۸۱) | سوال :- اگر کوئی شخص پان کھانے کا عادی ہو اور وہ احرام کی حالت میں خوشبودار

پان کھائے تو کیا اس سے دم لازم آئے گا یا نہیں ؟
الجواب :- خوشبودار چیز کسی اور کھانے والی شے میں پکا کر یا بغیر پکائے استعمال کی جائے تو اگر خوشبودار چیز مغلوب ہو جائے تو اس چیز کے کھانے سے دم لازم نہیں آتا مگر کراہت سے خالی بھی نہیں اور اگر خوشبودار شے غالب ہو تو اس کے کھانے کی صورت میں دم ضرور لازم ہوگا، لہذا پان میں چونکہ خوشبودار چیز مغلوب ہوتی ہے اس لیے پان کھانے سے دم تو لازم نہیں ہوتا مگر ایسا کرنا مکروہ ضرور ہے، بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں پان میں خوشبودار چیز استعمال نہ کی جائے۔

وفي الهندية : ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله سواء يوجد رائحة أو لا كذا في البدائع وان خلطه بما يوصل بلا طبع فان كان مغلوباً فلا شيء عليه غير أنه ان وجدت معه الرائحة كره وان كان غالباً وجب الجزاء .
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۱۱ الباب الثامن في الجنایات) لکھ



لے لما قال المفتي عزيز الرحمن، سوال : محرم چشمہ لگا سکتا ہے یا نہیں ؟ جواب : لگا سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۵۴ مسائل جنایات)

لے قال العلامة الشيخ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ، پان چونکہ داخل طیب نہیں بلکہ موجب زینت ہے منافی احرام نہیں اور الچی اور مثل اس کے طیب ضرور ہیں مگر چونکہ پان و تب کو میں مغلوب ہیں لہذا وہ بھی جنایت نہیں گو خالی از کراہت بھی نہیں۔ ام

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۲ باب الاحرام)

دوران حج خرید و فروخت کرنا جائز ہے | سوال :- جو شخص حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ جائے تو کیا وہ وہاں حج کے دوران تجارت

یعنی خرید و فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

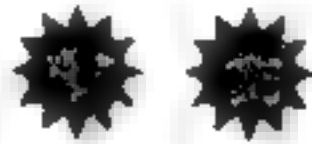
الجواب :- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں منی وغیرہ کے مقامات میں بازار لگتے تھے تو جو لوگ حج کے لیے آتے تھے وہ حج کے ساتھ ساتھ خرید و فروخت بھی کرتے تھے قرآن کریم نے بھی اس کے جواز کا حکم دیا ہے، یہاں ایک بات ذہن میں رہے کہ یہ سفر صرف حج کی نیت سے ہونا چاہیئے اور اگر یہ سفر تجارت کی غرض سے ہو تو حج ادا نہ ہوگا۔

قال الله تبارك وتعالى: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ - (سورة البقرة آیت ۹۸) | سوال :- اگر کوئی شخص عمرہ کا حد و حرم سے باہر حلق یا قصر کر کے احرام سے نکلنا

کے بعد حلق نہ کرے اور حد و حرم سے باہر چلا جائے اور وہاں یاد آنے پر حلق کر کے احرام کھول دے تو کیا اس شخص پر دم لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- احرام سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ حلق یا قصر حد و حرم کے اندر کیا جائے، اگر کوئی محرم حالت احرام میں حد و حرم سے باہر جا کر حلق یا قصر کر کے احرام سے نکلے تو اس پر دم لازم ہوگا اور اس دم کو حد و حرم کے اندر ذبح کرنا لازم ہوگا۔

لما قال العلامة ابن عابدین: واعتمر فخرج من الحرم وقصر فعليه دم عندهما - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۵ کتاب الحج)



لما قال أبو بكر الجصاص الحنفی رحمہ اللہ: حتى قال في جوازہ بعد ذكر الدلائل وجميع ذلك يدل على الإباح لا يمنع التجارة وعلى هذا أمر الناس من عصر النبي عليه السلام إلى يومنا هذا في مواسم منى ومكة في أيام الحج - والله اعلم - وكذا قال محمد بن أحمد الانصاري القرطبي في تفسيره أحكام القرآن ج ۳ ص ۴۱ - (أحكام القرآن ج ۱ ص ۳۲ باب التجارة في الحج)

باب الہدی

(قربانی کے احکام و مسائل)

سوال :- کیا متمتع اور قارن اپنی قربانی سے گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اخاف کے ہاں دم تمیع اور دم قران دم شکر ہے اور اس کے گوشت کا حکم بھی عام قربانی کی طرح ہے یعنی جس طرح اضحیٰ سے مالک خود کھا سکتا ہے اسی طرح دم قران اور دم تمیع سے بھی کھا سکتا ہے بلکہ اوروں کو بھی کھلایا جاسکتا ہے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : ويرى الحنفية انه يجوز الأكل من هدى التطوع والتمتع والقران اذا بلغ الهدى محله لانه دم نك فيجوز الأكل منه بمنزلة الضحية وما جاز لصاحبه الأكل منه جاز للغير الأكل منه۔

(الفقه کلاسیکی وادلتہ ج ۳ من باب الہدی رابعا الأكل من الهدى)

سوال :- دم جنایات مثلاً احرام میں خوشبو لگانے یا تقدیم و تاخیر وغیرہ سے جو دم لازم آتا ہے حاجی

کا اس سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ہر وہ قربانی (دم) جو کسی جنایت کی وجہ سے حاجی پر لازم ہو جائے یا وہ خود اس کو اپنے اوپر لازم کر لے تو اس قربانی کا استعمال (کھانا وغیرہ) خود حاجی اور اغنیاء دونوں کے لیے حرام ہے بلکہ صرف فقراء ہی اس سے کھا سکتے ہیں۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : ولا يجوز الأكل من بقية الهدايا كدماء الكفارات والنذور وهدى الأحصار والتطوع اذا لم يبلغ محله و

له قال العلامة برهان الدين المرغيناني : يجوز الأكل من هدى التطوع والمتعة والقران ويستحب لله أن يأكل منها۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۸ کتاب الحج) ومثله في تبیین الحقائق ج ۲ ص ۸۹ باب الہدی۔

محلہ منیٰ اومکہ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۳۰۳ باب الہدی ذبحاً الاکل من الہدی)

سوال ۱۔ اگر کوئی شخص احرام کی حدود میں تحلیل کے لیے یوم النحر سے قبل ذبح کرنا

باندھنے کے بعد کسی عذر شرعی کی وجہ سے حج کے لیے نہ جاسکے اور وہ تحلیل کے لیے حرم کی حدود میں یوم النحر سے قبل جانور ذبح کرے تو کیا یہ آدمی ایسا کرنے سے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ۱۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم احصار کے ذبح کے لیے صرف حرم کی حدود کا ہونا ضروری ہے اگرچہ یوم النحر سے قبل ہو، اس لیے صورت مسئلہ میں اس محصر کا احرام سے حلال ہونا درست ہے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: فيجوز عند أبي حنيفة ذبح الهدي قبل يوم النحر لاطلاق النص ولا كنه لتعجيل التحلل۔ وقال صاحبان لا يجوز الذبح للمحصر بالحج الا في

يوم النحر كدم التمتع والقران وعلى الراي الاقل هو الراجح يكون زمان ذبح الهدي مطلق الوقت لا يتوقف بيوم النحر سواء كان الإحصار من الحج أم عن العشرة۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۲۹۹ باب الہدی۔ اما زمان ذبح الہدی)

سوال ۱۔ اگر کسی شخص پر دم لازم آئے

جج سے واپسی کے بعد دم اپنے وطن میں ادا کرنا اور اس کے پاس قربانی کے لیے پیسے نہ ہوں تو کیا شخص واپس آکر اپنے وطن میں دم دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ۱۔ جو قربانی (دم) ایام حج میں حج کی وجہ سے یا جنایات کی وجہ سے حاجی پر

لے قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ولا يجوز الأكل من بقية الهدايا لانها دماء كفارات۔ (الهداية ج ۱ ص ۲۸ کتاب الحج۔ باب الہدی)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينَ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۸۹ کتاب الحج۔ باب الہدی۔

لے قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ولا يجوز دم الاحصار الا في الحرم ويجوز ذبحه قبل يوم النحر عند أبي حنيفة وقال لا يجوز الذبح للمحصر بالحج الا في يوم النحر۔

(الهداية على صدر فتح القدير ج ۳ ص ۵۵ باب الاحصار)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى السَّهْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۵۶ الباب الثاني عشر في الاحصار۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم لأن الهدى اسم لما يهدى الى مكان ومكانه الحرم - (الفقه الاسلامي وأدلتها ج ٣ ص ٣٨٥ خامسا مكان ذبح الهدى)

دَمِ جَنایات کے لیے وقت یا دن کا مشروط ہونا | سوال :- کیا دمِ جنایات کے لیے کوئی وقت یا دن شرعاً مقرر ہے یا کہ جس وقت

اور جب چاہے ادا کر سکتا ہے ؟

الجواب :- حج میں نقصان کے جبرہہ (ازالہ) کے لیے جو دم لازم ہوتا ہے شرعاً اس کے ادا کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ جاتی جب اور جس وقت چاہے ادا کر سکتا ہے ۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : ويجوز ذبح بقية الهدايا اي وقت شاء لانها دماء كفارات فلا يختص بيوم النحر لانها وجبت لجبر النقصان -

(الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۳ مک ۳ خامساً مکان ذیج المہدی وزمانہ ۲۷)

منیٰ میں قربانی پر عدم قدرت کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟ | سوال :- اگر حاجی منیٰ میں قربانی کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیئے، شرعاً اس کا کوئی بدلہ ہے؟

له قال العلامة برهان الدين المرغيناني، لا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم. لقوله تعالى،
فِي جَزَاءِ الصَّيْدِ هَذَا بَالِغُ الْكُفَّةِ... وكان الهدى اسم لما يهدى الى مكان و
مكانه الحرم. (الهداية ج ٢ ص ٢٨ باب الهدى)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ٢ ص ٩ بِأَبِ الْهَدْيِ -

لله قال العلامة برهان الدين المرغيناني، ويجوز أن يمحى بقية الهدايا في أي وقت شاء ولنا
أن هذه دماء كفارات ولا يختص بيوم النحر لأنها لما وجبت بجدا لنقصان كان التجميل
بها أولى لارتفاع النقصان به من غير تأخير بخلاف المتعة والقرآن لأنه دم نسك.

(الهداية ج ٢٨ كتاب الحج، فصل في الهدى)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ٢٦ الباب السادس عشر في السهدي -

الجواب: مٹی میں قربانی پر عدم قدرت کی وجہ سے قربانی کے بدلے میں آیام حج میں تین روزے اور حج سے فارغ ہو کر گھر آ جانے کے بعد سات روزے رکھنے لازمی ہیں، یاد رہے کہ یہاں عدم قدرت سے مراد مٹی میں قربانی کرنے پر قادر نہ ہونا ہے اگرچہ اپنے وطن میں قادر ہو۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: فان لم يجد المتمتع الهدى ينتقل الى صيام ثلاثة ايام في الحج وسبعة اذا رجع الى وطنه وتعتبر القدرة على الهدى في موضعه فتى عدمه في موضعه جازله الانتقال الى الصيام وان كان قادراً عليه في بلد. (الفقه الاسلامي وأدلة، ج ۳ باب الهدى) ۳۲۶

سوال: آجکل بعض حجاج حکومتی بینکوں میں قربانی کے بینک کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے۔ پیسے جمع کر دیتے ہیں اور بینک والے اُن کی طرف سے قربانی کرتے ہیں، جبکہ اس طریقہ میں تقدیم و تاخیر اور نہ کرنے کا خطرہ بھی رہتا ہے، تو کیا ان شبہات کے ہوتے ہوئے بینک کے ذریعے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: قربانی کرنا ایسا عمل ہے جس میں نیابت درست ہے اس لیے بینک کی معرفت قربانی کرنے سے قربانی کا فریضہ ادا ہو جائے گا، مگر اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حلق اور قربانی میں تقدیم و تاخیر نہ ہو ورنہ تخفیف کے نزدیک دم جنایت لازم آئے گا۔ اسی طرح قربانی میں جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے صرف قربانی کے پیسے جمع کر دینے سے ذمہ فارغ نہ ہوگا، لہذا مذکورہ شبہات کے ہوتے ہوئے بینک کے ذریعے قربانی نہ کرائی جائے بلکہ خود قربانی کر کے حلال ہو جائے۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي: والأولى بالاتفاق ان يتولى الانسان ذبح الهدى بنفسه ان كان يحسن ذلك لانه قربة والعمل بنفسه في القربات أولى لما فيه من زيادة الخشوع.... وان ذبح الهدى غير صاحبه اجزاء والمستحب ان يشهد ذبحه. (الفقه الاسلامي وأدلة، ج ۳ باب الهدى، سادس ذبح الهدى) ۳۲۹

له قال الله تبارك وتعالى: فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ (سورة البقرة آیت ۱۹۶)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّائِيَةِ ج ۲ ص ۵۳۸ کتاب الحج - تفسیر الہدی۔

۲۔ قال العلامة برهان الدین مرغینانی: والأولى ان يتولى ذبحها بنفسه اذا كان يحسن ذلك... الا ان الانسان قد

لا يهتدى لذلك ولا يحسنه فحوزناه تولية غيره. (الهداية ج ۲ ص ۲۸۱ باب الہدی)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينَ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۹ باب الہدی۔

باب العشرة (عشرہ کے مسائل و احکام)

سوال :- عمرہ ادا کرنے کے بعد سر کو منڈانا ضروری ہے یا نہیں؟
عمرہ کے بعد سر منڈانے کا حکم | اگر سر نہ منڈائے تو کیا کٹھنکار ہوگا؟

الجواب :- عمرہ میں قاعدہ حلق یا قصر واجب ہے اس کو ترک کرنا یا ترا سے باہر جا کر حلق کرنا موجب دم ہے۔
کافی الہندیہ: اما واجباتها فاسعى بين الصفا والمروة والحلق أو التقصير (فتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۴)
وقال ايضا: وتجب شاة بتأخير النكاح عن مكانه كما اذا خرج من الحرم وحلق رأسه سواء كان الحلق للحج أو للعمرة۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۴۔ ابواب الثامن في الجنایات۔ الفصل الخامس) لہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام
متعدد عمرے کرنے کی صورت میں حلق کیسے کیا جائے؟ | اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص
نے عمرہ کرنے کے بعد حلق کر لیا، اس کے بعد جب دوسرا عمرہ کیا تو چونکہ اس کا سر پہلے سے مخلوق تھا، اب یہ
شخص کیا کرے، سر پر استرہ پھیر لے یا ویسے ہی چھوڑ دے؟

الجواب :- جب ایک عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق کر لیا جائے تو دوسرے اور تیسرے عمرے کی
ادائیگی کے بعد سر پر صرف استرہ ہی پھیر دے جو کہ قائم مقام حلق کے ہوگا۔

قال العلامة عالم بن علاء النصارى: وإذا جاز وقت الحلق ولم يكن على رأسه شعران كان حلق قبل ذلك
أو سبب آخر ذكر في الأصل أنه يجوز موسى على رأسه۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۵۲۳ الفصل الرابع عشر في الحلق والقصر) لہ

لے قال المحقق، وغيرهما واجب وفي رد المحتار ايرادا لغير من المذكورات هنا وذلك اقل اشواط الطواف
والسعى والحلق أو التقصير۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۳ کتاب الحج، مطلب في احکام العشرة)

ومثله في تاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۶ الفصل الثامن في بيان وقت الحج والعمرة۔

لے قال في الہندیہ :- وإذا جاز وقت الحلق ولم يكن على رأسه شعران كان حلق قبل ذلك أو سبب آخر ذكر
في الأصل أنه يجوز موسى على رأسه۔ (فتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۳۴ ابواب الثامن في الاحرام)۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید عمرہ کے عمرہ اور مزدوری ویزہ سے سعودی عرب جانا چاہتا ہے، عمرہ کے بعد اگر وہ وہاں مزدوری

کے تو کیا اسلام میں یہ اقدام جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- یہ طریقہ کار قانونی جرم تو ہے اسلامی جرم نہیں، بیساکہ حج و عمرہ کے لیے جاتے وقت تجارت کا ارادہ کرنا اسلامی جرم نہیں، اس لیے زید کا عمرہ کے ویزہ سے سعودی عرب جانے کے بعد وہاں مزدوری کرنا درست ہے۔

لما فی قوله تعالى: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ۔ قال ابن العربي: أی فی مواسم الحج المسئلة الثانية فی هذا دلیل علی جواز التجارة فی الحج للحاج مع اداء العبادۃ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۳۶ سورة البقرة)

سوال :- ایک شخص جدہ میں بسلسلہ مزدوری جدہ جانے والے پر عمرہ واجب نہیں ملازمت کے سلسلہ میں رہتا ہے

تو کیا اس پر عمرہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- جدہ چونکہ حرم کعبہ کی حدود سے خارج ہے اور خارج حرم میں جانے سے عمرہ واجب نہیں ہوتا، لہذا جدہ جانے والے پر عمرہ واجب نہیں۔

قال ابن عابدین: اما لو قصد موقعا من المحل کخلیص وجدة حل له مجاوزة بلا احرام۔ (الدر المختار علی ص ۲۷۴ المختار ج ۲ ص ۲۷۴ کتاب الحج، مطلب فی المواقیت) ۱۷

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں حج کی بجائے عمرہ ادا کرنا کہ ایک شخص پر حج فرض ہے لیکن اُس نے حج کی بجائے عمرہ

۱۸ قال الشيخ ابن نجيم: وتجريد السقر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه كالغازي۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۲ کتاب الناسك، الباب الاول فی تفسیر الحج۔

۱۹ قال العلامة العالم بن ابي عمير الانصاري: رجل دخل بيتان بنى عامر في التجريد وغيره لحاجته فله ان يدخل مكة بغير احرام۔ (الفتاوى اتاتارخانيه ج ۲ ص ۴۷۷ الفصل الرابع فی ما يجرى على الحرم)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۲ الباب الثاني فی المواقیت۔

ادا کیا، تو کیا اس سے فریضہ حج ساقط ہو یا نہیں؟

الجواب :- حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جو خاص وقت میں مخصوص مقامات کی زیارت و افعال کا نام ہے اس لئے عمرہ ادا کر لینے سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنے والے کو حج کرنا ضروری و رہنمائی مستحق و عید ہے۔

عن عیّی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ملك زاداً وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهودياً او نصرانياً۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۲ کتاب الحج) لہ

دن میں متعدد عمرے کرنے کا حکم | سوال :- کیا ایک دن میں ایک سے زائد عمرے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- عمرہ کی ادائیگی کے لئے شریعت مقدسہ نے کسی وقت یا تعداد کا تعین نہیں کیا بلکہ ایک شخص دن میں جتنے عمرے ادا کر سکتا ہے کرے اس میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔

وفي الهندية: وقتها جميع السنة إلا في خمسة أيام تكرر فيها العمرة لغير قارن واما ركنها فاطواف واما واجبتها فالسعي بين الصفا والمروة والحلق او التقصير۔

(الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۲۴ الباب السادس في العمرة) لہ

سوال اور ذبیحہ میں عمرہ ادا کرنے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشہر حج میں عمرہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر کسی عمرہ کر لیا تو کیا اس پر دم لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب :- ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے چاہے اشہر حج ہوں یا غیر اشہر حج۔

قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري: ووقت العمرة السنة كلها۔ وفي الهداية والعمرة لہ قال ابن الهمام: بشرائط نوعان ولوملكه مسلماً فلم يحج حتى اقترح حيث يتقرر الحج في ذمته ديناً عليه۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۳۲ کتاب الحج)

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۱۴ الباب الاول في تفسير الحج۔

لہ لما قال الحصكفي، وهي احرام وطواف وسعي وحلق او تقصير فالاحرام شرط ... وجازت في

كل سنة۔ (الدر المختار على صدر رد المختار ج ۲ ص ۲۴۳، ۲۴۴ مطلب في احكام العمرة)

ومثله في التاتارخانية ج ۲ ص ۵۲۵ الفصل الثامن في بيان وقت الحج والعمرة۔

لا تقوت ولكن تكراه في يوم عرفة وایام التشريق۔ (القنادی التارخانیة ج ۲ ص ۵۲۵ الفصل الثامن فی بیان وقت الحج والعمرة) ۱۷

سوال :- کیا رمضان شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ نہیں کیا **میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے**

کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے، اگر ادا فرمایا ہے تو وہ رمضان شریف کی کون سی تاریخ تھی؟
الجواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے، البتہ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

قال البراء بن عازب: اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم عمرتين قبل ان يحج فلم يحسب لعمرة الحديبية كذا في الصحيحين وكلهن في ذيقعدة على ما هو الحق۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۱۳ باب العمرة) ۱۸

سوال :- عمرہ اور طواف کا ثواب اگر کسی زندہ آدمی کو **زندہ آدمی کیلئے طواف اور عمرہ کرنا** بخشا جائے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- زندہ آدمی کے لیے عمرہ اور طواف کا ثواب بخشا جائز ہے اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

قال ابن عابدين: تحت هذه العبارة بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره اي سواد كانت صلوة او صوما او صدقة او قرة او طوافاً او حجاً او عمرت او غير ذلك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ مطلب في احوال الثواب لغيره) ۱۹

۱۷ قال الحسكفي: (وجازت كل سنة) ونبت في رمضان (وكرهت) تحريمًا يوم عرفة واربعة بعدها۔
الدر المختار على صدرة المختار ج ۲ ص ۴۳ مطلب احكام العمرة

ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۳۷ الباب السادس في العمرة۔

۱۸ قال العلامة ابن عابدين: ونبت في رمضان وقد اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم اربع عمرات كلهن بعد الهجرة في ذيقعدة على ما هو الحق وتمام فيه۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۳ مطلب احكام العمرة)

ومثله في التارخانية ج ۲ ص ۵۲۶ كتاب الحج۔ باب العمرة۔

۱۹ قال ابن نجيم: فان من صام او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة، كذا في البدائع۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير)

ومثله في السهنية ج ۱ ص ۲۵۷ الباب الرابع عشر في الحج عن الغير۔

حج بدل کے بعد کسی کے ایصالِ ثواب کیلئے عمرہ کرنے کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام

اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کے لیے گیا، حج بدل ادا کرنے کے بعد اُس نے اپنے والد مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے عمرہ ادا کیا، تو کیا اس کا یہ عمرہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- حج بدل کرنے والے پر ادائیگی حج تک اپنے آمر کے فرمان کے مطابق ارکان حج ادا کرنے لازمی ہیں تاکہ آمر کے حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، صورتِ مسئلہ میں اُس نے چونکہ پہلے حج بدل ادا کیا اور پھر ایصالِ ثواب کیلئے عمرہ کیا اس طرح اس نے آمر کے حکم کی مخالفت نہیں کی اس لیے اس کا یہ عمرہ صحیح ہے۔

قال عالم بن العلا الانصاری: ابن سماعۃ عن محمد لا المأمور بالحج اذا حج عن الأمر ثم احرم بعمرۃ ینفق من مال نفسه مادام معتزلاً فاذا انصرف من مال أمر (الشاوی اتانارخانیہ ج ۲ ص ۵۴۴) افضل الخامس عشر فی اربع حج عن غیر

بیوی کی طرف سے عمرہ کرنا | سوال :- کیا صحت مند آدمی کی طرف سے عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں، بیوی کی طرف سے خاوند کے عمرہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- عمرہ اور نفل حج ہر شخص چاہے صحت مند ہو یا غیر صحت مند اور بیوی یا کسی اور خاتون کی طرف سے ادا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

قال ابن عابدین: بعبادة ماله جعل ثوابها لغير (ای سوا کانت صلوة او صوماً او صدقة او قراءۃ او ذکرًا او طوافًا او عمرۃ وغیر ذلک۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۵ مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغير) ۲

لہ قال ابن عابدین: ولو امره بالعمرۃ فاعتزم ثم حج عن نفسه لم یکن مخالفاً بخلاف ما اذا حج او کلا ثم اعتزم۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۲ مطلب شروط الحج عن الغير عشرون) ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۶۳ باب الحج عن الغير۔

لہ قال ابن نجیم: فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنۃ والجماعۃ کذا فی البدائع۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۵۹ باب الحج عن الغير)

ومثله فی السہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۴ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير۔

عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کتنی مرتبہ پڑھنا ضروری ہے؟ سوال: عمرہ کے لیے احرام باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ

تلبیہ پڑھنا چاہیے، کیا شرعاً اس کے لیے کوئی تعداد مقرر ہے؟
الجواب: عمرہ یا حج کے لیے احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرعاً ہے اور تین مرتبہ پڑھنا مستحب امر ہے۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصکفی: ثم لی دبر صلوٰتہ ناویاً بہا الحج وہی لیتیک اللہم لیتیک لا شریک لک لیتیک ان الحمد والتعمیۃ لک والملک لا شریک لک۔ وزاد فیہا ولا تنقص۔ قال شارح التنویر: ولا تنقص ای منها فانہا مکروہ ای تحریم لقولہم انہا مرة شرط والزیادة سنة ویکون مسیئاً بتوکلہا وبتروک رفع الصوت بہا۔ (رد المحتار علی مدررۃ المحتار ج ۲ ص ۸۲ فصل فی الاحرام) لہ

عمرہ فرض ہے یا واجب یا سنت؟ سوال: عمرہ فی نفسہ کیا حکم رکھتا ہے، فرض ہے یا واجب یا سنت ہے؟

الجواب: احناف کے ہاں زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے فرض نہیں۔
 قال الشیخ عبد الرحمن الجزائوی: المالکیۃ والحنفیۃ قالوا العمرۃ سنة مؤکدۃ فی العمر مرة لافرض لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج مکتوب والعمرۃ تطوع۔
 (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعۃ ج ۱ ص ۶۸ بحث العمرۃ) لہ

لہ لما فی الہندیۃ: ولہ دکن وشرط (فالرکن) ان یوجد منہ فعل من خصائص الحج وهو تروی (احدھا قول) بان یقول لیتیک اللہم لیتیک لا شریک لک.... الخ وہی مرة شرط والزیادة سنة۔ الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب المناسک۔ باب الثالث فی الاحرام)
 لہ وفي الہندیۃ: العمرۃ عندنا سنة ولیست بواجبہ تجوز تکرارھا فی السنۃ الواحدۃ (ووقتھا) جمیع السنۃ الا خمسۃ ایا و تکرہ فیہا العمرۃ لغير القارن کذا فی فتاویٰ قاضیخان، وہی یوم عرفۃ ویوم النحر وایام التشریق والاظهر من المذہب ما ذکرنا ولكن مع هذا لو اذاعا فی هذه الايام صح ویبقى عمریہا فیہا کذا فی الہدایۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۳۴ الباب السادس فی العمرۃ) ومثلہ فی رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۱ مطلب احکام العمرۃ۔

کن ایام میں عمرہ کرنا منع ہے؟ | سوال :- سال کے کون کون سے دنوں میں عمرہ کرنا جائز نہیں؟
الجواب :- احناف کے ہاں عمرہ سال بھر میں صرف

پانچ دن کرنا مکروہ ہے، (۱) یوم العرفہ (۲) یوم النحر (۳) اور عید الفضحیٰ کے بعد تین دن۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري: قال الحنفية: يكره الاحرام بالعمرة تحريراً في يوم عرفة قبل الزوال وبعده على الراجح وكذلك يكره الاحرام بها في يوم عيد النحر وثلاثة ايام بعده۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعه ج ۱ ص ۶۸ كتاب الحج، ارکان العمرة) لہ

عمرہ کے کتنے ارکان ہیں | سوال :- اگر کوئی شخص عمرہ کرنا چاہتا ہو تو اس کیلئے کیا کیا کرنا ضروری ہے یعنی عمرہ کے ارکان کیا ہیں؟

الجواب :- احناف کے ہاں عمرہ کے لیے ایک رکن (طواف) ایک شرط (احرام) اور سعی بین الصفا والمروة اور حلق یا قصر واجبات میں شامل ہیں، عمرہ کرنے والے کے لیے ان امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائري: الحنفية قالوا للعمرة ركن واحد هو معظم الطواف اربعة اشواط أما الاحرام فهو شرط لها وأما السعي بين الصفا والمروة فهو واجب كما تقدم في الحج ومثل السعي الحلق أو التقصير فهو واجب۔

(كتاب الفقه على مذاهب الاربعه ج ۱ ص ۶۸ كتاب الحج۔ ارکان العمرة) لہ

لہ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي رحمہ اللہ :- العمرة سنة وتصح في جميع السَّنَةِ، وتكره يوم عرفة ويوم النحر وایام التشريق۔

(مراقي الفلاح علی نور الايضاح ص ۶۸ کتاب الحج فی فصل العمرة)

وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ ج ۱ ص ۲۵ کتاب الحج۔

لہ لما قال العلامة قاضي خان رحمہ اللہ :- وركن العمرة شيان الاحرام والطواف بالبيت وواجبها شيان السعي بين الصفا والمروة والحلق وليس عليه ما سوى ذلك من رمي الجمار۔ (فتاوى قاضي خان علی هامش الهمدية ج ۱ ص ۳ فصل في العمرة)

وَمِثْلُهُ فِي الهمدية ج ۲ ص ۲۳ الباب السادس في العمرة۔

ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص ایام تشریق میں عمرہ کرے تو کیا اس کا عمرہ ادا ہوگا یا نہیں؟
الجواب :- اگرچہ عید الاضحیٰ اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا شرعاً ممنوع یعنی مکروہ تحریمی ہے، تاہم اگر ایام تشریق یا یوم النحر میں عمرہ کیا جائے تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔

قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: تکره يوم عرفة والنحر وایام التشریق..... ولو اداها فيها جاز مع الکراهية كصلاة التطوع في الاوقات الخمسة المكروهة۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۵۷ فصل فی العمرة)۔

ارکان عمرہ میں تقدیم و تاخیر کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص عمرہ کے طواف اور سعی کے بعد حلق کرنے کی بجائے پہلے زیر ناف بالوں کی صفائی کرے اور پھر حلق کرے تو کیا اس پر دم لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- جس طرح حج کے ارکان و واجبات میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے اور تقدیم و تاخیر کی وجہ سے دم لازم آتا ہے، تو اسی طرح عمرہ میں بھی ترتیب کا خیال رکھا جائے اگر کہیں ترتیب ساقط ہو جائے تو دم دینا لازم ہوگا۔

ما قال المفتی عبدالرحیم لاجپوری: ہاں دم واجب ہوگا، پہلے سر منڈا کر پھر مونچھیاں دیگر مواضع کے بال کٹوانا چاہئیں، الٹا کرنے سے دم لازم آئے گا، فتاویٰ سعودیہ میں ہے۔ (سوال) فی رجل اهل بعمره وطاف وسعى وحلق احدا بطيه ثم حلق رأسه وحلق بطيه الاخر ماذا يجب عليه افتونا۔ (الجواب) يجب عليه دم والصورة ماشح۔ (فتاویٰ رحیمیة ج ۲ ص ۵۲ کتاب الحج)

۱۔ وفي الهندية: جميع السنة الخمسة ايام تکره فيها العمرة لغير الفارق وهي يوم عرفة والتحر وایام التشریق والظاهر من المذهب ما ذكرنا ولكن مع هذا لو اداها في هذه الايام صح۔ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۲۳۷ الباب السادس فی العمرة)

باب فی زیارة قبر النبی ﷺ

(روضہ اقدس کی زیارت کے بیان میں)

سوال :- جو شخص حج یا عمرہ

پر روضہ اقدس کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟
الجواب :- روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بارے میں فقہاء کرام کے تین اقوال ہیں
 بعض مندوب کہتے ہیں، بعض واجب اور بعض واجب کے قریب کے قائل ہیں۔ علامہ شافعی اور
 مولانا اشرف علی تھانوی نے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن
 له سعة - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲ باب الہدی) لہ

سوال :- جو شخص روضہ رسول اللہ صلی اللہ

زیارت روضۃ النبی کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟
 مدینہ منورہ داخل ہونے سے قبل اُسے کیا کرنا چاہیئے؟
الجواب :- جو شخص زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ کثرت سے
 درود پڑھے اور جب مدینہ طیبہ کی حدود یعنی شہر کی دیواریں نظر آنے لگیں تو درود شریف پڑھ
 کر یہ دعا مانگے، اللہم هذا حم بنیک فاجعله وقایة لی من النار وأماناً من العذاب وسور
 الحساب، اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کر کے، اچھا لباس زیب تن کر کے خوشبو
 لگا کر تواضع اور وقار کے ساتھ داخل ہو کر یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ،

لے قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی، اذھی من افضل العندوبات والمستعبات
 بل تقرب من درجة الواجبات فانه صلی اللہ علیہ وسلم حرص علیها وبالغ فی النذب
 الیہا۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۴۵ فصل فی زیارة النبی)
 ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۱۶۹ کتاب الحج۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اِنْ

لما قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلیؒ، ينبغي لمن قصد زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم ان يكثر الصلوة عليه فقد جاء في الحديث انه يبلغه ويصل عليه فاذا عين حيطان المدينة يصل عليه ويقول اللهم هذا حرم نبيك فاجعله وقاية لي من النار واما من العذاب وسوء الحساب ويغتسل قبل الدخول او بعده ان امكنه ويتطيب ويلبس احسن ثيابه فهو اقرب الى التعظيم ويدخلها متواضعا عليه السكينة والوقار ويقول بسم الله وعلى ملته رسول الله رب اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ ... الى آخر الآية -

الاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل في زيارة قبر النبي ﷺ

زیارت روضۃ الرسول کیلئے مسجد نبوی میں داخلہ کے وقت دو رکعت پڑھنا | سوال جو شخص زیارت روضۃ الرسول

کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو کیا وہ دو رکعت نماز پڑھے یا نہیں؟

الجواب: جو شخص زیارت کے لیے مسجد نبوی میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے دو رکعت نماز اگر ممکن ہو تو منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح پڑھے کہ منبر کے ستون اس کے دائیں طرف آجائیں ورنہ جہاں بھی موقع ملے نماز ادا کرے اور پھر سلام کیلئے روضہ اطہر پر حاضر ہو۔

لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصليؒ، ثم يدخل المسجد فيصلّي عند منبره صلى الله عليه وسلم ركعتين يفت بحيث يكون عمود المنبر يحد اء منكبہ الايمن فهو موقفه صلى الله عليه وسلم وهو بين قبره ومنبره -
الاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل في زيارة النبي ﷺ

لہ وفي الحندیة : اذا توجه الى الزیارة یكثر من الصلوة والسلام علی النبی ﷺ مدة الطريق واذا عاین حيطان المدينة یصلی علیہ ویقول اللهم هذا حرم نبيک فاجعله وقاية لي من النار واما من العذاب وسوء الحساب ویغتسل قبل الدخول او بعده ان امکنه ویطیب ویلبس احسن ثيابه ویدخلها متواضعا علیہ السکینة والوقار - (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۶۵ کتاب الحج، خاتمہ فی زیارتہ قبر النبی ﷺ)

لہ وفي الہندیة : ویصلی عند منبرہ رکعتین یفت بحیث یكون عمود المنبر یحد اء منكبہ الايمن وهو موقفہ علیہ السلام وهو بین قبرہ ومنبرہ ثم یسجد شکراً لله تعالیٰ -

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۶۵ کتاب الحج، خاتمہ فی زیارتہ قبر النبی ﷺ)

سوال :- روزہ اقدس کی زیارت کے لیے حرم نبوی کی زیارت کے وقت کیا کرنا چاہیے؟

الجواب :- دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد جب قبر شریف کی زیارت کے لیے جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے قبلہ رخ مواجہہ شریف سے تین چار ذراع (گز) دور اس طرح آرام سے کھڑا ہو جیسا کہ نماز کے لیے کھڑا ہوا جاتا ہے، اور یہ تصور کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اور اس کے آنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور آپ اس کے کلام کو سن رہے ہیں، اور پھر آہستہ سے سلام پیش کرے۔

لما قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: ثم ينهض فيتوجه الى قبرة صلي الله عليه وسلم فيقف عند رأسه صلي الله عليه وسلم متقبلاً للقبلة يد نومه قدر ثلاثة أذرع او أربعة ولا يد نومه أكثر من ذلك.... ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل صورته الكريمة البهية صلي الله عليه وسلم كأنه نائم في لحد عالم بلو يسمع كلامه. قال النبي صلي الله عليه وسلم من صلي عند قبري سمعته وفي الخبر انه وكل بقبره ملك يبلغه سلام من سلم عليه من أمته.... ويقول السلام عليك يا رسول الله. الخ (اختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل في زيارة النبي صلي الله عليه وسلم) له

سوال :- اگر ملکی قانون کی وجہ سے حج کے ویزے میں وقت کم ہوئے کی وجہ سے حاجی مدینہ طیبہ نہ جاسکے تو کیا اس کا حج متاثر ہوگا یا نہیں؟

نہ جاسکے تو کیا اس کا حج متاثر ہوگا یا نہیں؟

له وفي الهنديّة: ثم ينهض فيتوجه الى قبرة صلي الله عليه وسلم فيقف عند رأسه مستقبل القبلة ثم يد نومه ثلاثة أذرع او أربعة ولا يد نومه أكثر من ذلك ولا يضع يده على جدار التربة فهو أهيّب وأعظم للمحرمة ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل صورته الكريمة البهية كأنه نائم في لحد عالم بلو يسمع كلامه ثم يقول السلام عليك يا نبي الله الخ (الفتاوى الهنديّة ج ۱ ص ۲۶۵ كتاب الحج خاتمه في زيارة قبر النبي)

الجواب :- جس کو روضہ اقدس کی زیارت کرنے کی طاقت و قدرت ہو تو اس پر زیارت روضہ اقدس کے لیے جانا قریب الی الوجوب (حکماً واجب) ہے، البتہ اگر کسی قانونی اور عند شریعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو اس کا حج کامل اور صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ :- زیارة قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم مندوبۃ بل قیل واجبة لمن لہ سعة و یبداً بالجم لوفرضاً و یخیر لوفقلاً ما لعمریہ۔

والدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲ باب الہدی ۱۰

اُسطوانۃ البولیابۃ کے پاس دو رکعت پڑھنے کا حکم | سوال :- کیا اُسطوانۃ البولیابہ کے پاس دو رکعت

پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہو کر مستحب یہ ہے کہ اُسطوانۃ البولیابہ کے قریب دو رکعت نماز ادا کی جائے اور اپنے لیے مغفرت کی دعا کی جائے۔

قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی رحمہ اللہ : ثریاً فی اُسطوانۃ ابی لبابة اَلَّتِی رَیْطَ نَفْسُہ فیہا حَتّٰی تَابَ اللہ علیہ وہی بین القبر والمنبر ویصلی رکعتین ویتوب الی اللہ تعالیٰ ویدعو بما شاء۔
(الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۰ قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی : اذھی من افضل المندوبات والمستحبایل تقرب من درجۃ الواجباً فانہ صلی اللہ علیہ وسلم حرص علیہا وبالغ فی التذیب إلیہا فقال من وجد سعة ولم ینر فی قدحانی۔ (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۱۷۱ فصل فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) وَمِثْلُہُ فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۸۱ مسائل ج ۳۔

۱۱ وفي الہندیۃ : ثریاً فی اُسطوانۃ ابی لبابة التی رَیْطَ نَفْسُہ فیہا حَتّٰی تَابَ اللہ علیہ وہی بین القبر والمنبر فیصلی رکعتین ویتوب الی اللہ ویدعو بما شاء۔

{ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الحج }
{ خاتمۃ فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم }

روضۃ اطہر کی زیارت کے وقت صلوٰۃ و سلام کا طریقہ | سوال :- جب کوئی شخص روضۃ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہو تو وہ کن الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرے، اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب :- اللہ تعالیٰ جب کسی کو روضۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی توفیق عطا فرماتے تو اسے چاہیے کہ وہ روضۃ اطہر پر مواجہہ شریف کے سامنے نہایت ادب و احترام سے کھڑا ہو جائے اور یہ تصور کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں آرام فرما رہے ہیں اور یہ بھی خیال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کر رہا ہے، اس کے بعد درمیان فی آواز سے مودبانہ لہجے میں ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرے۔

السلام عليك ايها النبي ورحمة الله - السلام عليك يا خير خلق الله -
السلام عليك يا خيرة الله من خلق الله - السلام عليك يا حبيب الله -
السلام عليك يا سيد ولد آدم - السلام عليك ايها النبي ورحمة الله
وبركاته - يا رسول الله اني اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد
انك عبده ورسوله - اشهد انك بلغت الرسالة واخيت الامانة ونصبت الامة
وكشفت الغمة فجزاك الله خيرا جزاك الله عنا افضل ما جزى نبيّا عن امته -
اللهم اعط لسيدنا عيدك ورسولك محمدا الوسيلة والفضيلة والدرجة
الترقية والبعثه مقام ما محمودا الذي وعدته انك لا تخلف الميعاد
وانزله المنزل المقرب عندك انك سميع نك ذو الفضل العظيم -
رقرة العينين الشهير بفتاوى حرمين ملك





لَهُوَ الْمُنَى خَلَقَكُمْ مِنْ

نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا

زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

باب آداب التکاح و شرائطه

(نکاح کے آداب و شرائط)

خطبہ نکاح سے پہلے پڑھنا چاہیے | سوال: بعض علاقوں میں یہ بات دیکھنے میں

پڑھا جاتا ہے، کیا خطبہ ایجاب و قبول سے قبل پڑھنا چاہیے یا بعد میں؟
الجواب: نکاح باہمی رضا مندی سے ایجاب و قبول کا نام ہے، البتہ نکاح سے پہلے خطبہ
پڑھنا ایک استحبائی عمل ہے اس لیے نکاح سے پہلے خطبہ پڑھا جائے بعد میں پڑھنا صحیح نہیں۔
قال المحقق: ويندب اعلانه وتقديم خطبة. (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۳ کتاب النکاح)

لفظ نکاح کے بجائے "بیع" کا لفظ کہنے سے نکاح کا حکم | سوال: اگر نکاح کے وقت

غیر کے الفاظ کہہ دیئے جائیں تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟
الجواب: خرید و فروخت اور بیچنے وغیرہ کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے
استعمال کیے جائیں تو نکاح بلا اختلاف صحیح ہے۔

قال ابن نجيم: فينعقد النكاح بلفظ الهبة والعطية والصدقة والملك والتملك
والجعل والبيع والشراء على الأصح. (المعراج ج ۳ ص ۸۵ کتاب النکاح) لہ

لہ قال ابن نجيم رحمہ اللہ، وفي المجتبى يستحب ان يكون النكاح ظاهراً وأن يكون قبله
خطبة. (المعراج ج ۳ ص ۸۱ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَقْهِ الْأَسْلَامِيِّ وَأَدْلَتُهُ ج ۲ ص ۱۲ البحث الخامس: مندوباً عقد النكاح
لہ قال ابن عابدین: (تحت قوله: وكل ما تملك به الرقاب) كالجعل والبيع والشراء فإنته
ينعقد بها..... ثم قال هذا حاصل ما في الفقه ومخلصه أنه لا بد في كفايات النكاح من
النية مع قرينة أو تصديق أو تعادل للموجب وهم الشهود المراد اعلائهم! (رد المحتار ج ۳ ص ۸۱ کتاب النکاح)
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲ الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح وما لا ينعقد به

نکاح کے لیے عورت کی زبان پر اعتماد کرنا | سوال :- ایک لڑکی نے بیان دیا کہ میں بالغ ہو چکی ہوں اور اس سے پہلے میرا کسی کے ساتھ

نکاح نہیں ہوا ہے تو کیا اس کے اس اقرار پر اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر عورت کا بیان غلبہ ظن کے لئے مفید ہو تو اس کے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے ایسی حالت میں اس سے نکاح درست رہے گا بشرطیکہ بالغہ عاقلہ ہو۔

قال ابن عابدین: قالت ارتدت زوجی بعد النکاح وسعه أن يعتمد علی خبرها ویتزوجها وإن أخبرت بالحرمۃ بأمر عارض بعد النکاح من رضاع طاری أو نحو ذلك فان كانت ثقة أو نحو ذلك فان كانت ثقة أو لم تكن ووقع فی قلبه صدقها فلا بأس بأن یتزوجها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۹) لہ

رشتہ منظور ہے سے نکاح کے انعقاد کا حکم | سوال :- لڑکی کے والد نے لڑکے کو دیکھتے وقت کہا کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے، تو کیا یہ الفاظ کہنے سے نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں؟

الجواب :- اگر لڑکی کے والد نے ایجاب و قبول کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تو شرعاً نکاح منعقد ہو چکا ہے، اگر لڑکی نابالغ ہے تو خیالِ رخصت بھی حاصل نہیں اور اگر بالغ ہے تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے، اور اگر ان الفاظ سے فقط وعدہ نکاح مقصود ہو تو پھر شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا المرئی والاستقبال) قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطيتها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فتکاح۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) لہ

اقوال المحققین: وحاصله أنه متى أخبرت بأمر محتمل فان ثقة أو وقع فی قلبه صدقها لا بأس بتزوجها وإن یامر متدنکراً۔ (المعریستفسرها) (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۸)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۰۹ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات۔

لہ قال المحقق فی رجاہ: ویتعقد تلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر۔

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۹ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۸۳ کتاب النکاح۔

بغیر گواہوں کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا | سوال :- اگر کسی بالغ لڑکی

کے بغیر ایجاب و قبول ہو جائے تو کیا یہ شرعی نکاح متصور ہو گا یا نہیں؟
الجواب :- نکاح کے انعقاد کے لیے باقاعدہ دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے اس لیے اگر مجلس نکاح میں گواہوں کے بغیر ایجاب و قبول ہو جائے تو بے سود ہے، شرعاً ایسے معاہدہ نکاح کو نکاح نہیں کہا جاسکتا۔

قال ابن نجيم المصري: وهو لا يشهد فلم يصح بغیر شهود لحديث الترمذي
البلغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۸ کتاب النکاح) لہ

اثبات نکاح کیلئے شہادت بالتسامع کافی ہے | سوال :- کیا نکاح کے ثبوت کیلئے

ان لوگوں کی گواہی قبول ہو سکتی ہے جو نکاح کے وقت حاضر نہ ہوں بلکہ دوسروں سے نکاح کی خبر سن کر گواہی دیں؟
الجواب :- اثبات نکاح کے لیے جو گواہی دی جاتی ہے اُس کے لیے گواہوں کا مجلس نکاح میں حاضر ہونا ضروری نہیں بلکہ ثبوت نکاح کے لیے شہادت بالتسامع بھی کافی ہے بشرطیکہ اتنے لوگوں سے نکاح کے انعقاد کی سماعت ہو چکی ہو جن کا جھوٹ بولنے پر اتفاق کرنا متصور نہ ہو۔

قال في الهندية: الشهادة بالشبهة والتسامع تقبل في أربعة أشياء بالإجماع وهي
النكاح والنسب والموت والقصد كذا في المحيط السرخسي - (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۲۵۷) لہ

لہ وهو حديث صحيح روى مرفوعاً وموقوفاً قاله العثماني - (اعلام السنن ج ۱ ص ۱۷۷)
قال في الهندية: ومنها الشهادة. قال عامة العلماء أنها شرط يجوز النكاح هكذا في البدائع -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۶۷ کتاب النکاح - الباب الاوّل في تفسيره شرعاً)
ومثله في فتاوى قاضي خان علی هامش الهندية ج ۱ ص ۳۳۱، ۳۳۲ فصل في شرائط النكاح -
لہ قال الكاساني: فلا تطلق الشهادة بالتسامع إلا في أشياء مخصوصة وهي النكاح والنسب والموت قلّة
تحمل الشهادة فيها بالتسامع من الناس وإن لم يعين بنفسه - (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۶۶)
ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۸۹ کتاب النکاح -

نکاح کی اجازت لیتے وقت گواہ بنانا مستحب ہے | سوال: عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: عورت سے نکاح کی اجازت طلب کرتے وقت دو گواہوں کی موجودگی مستحب ہے البتہ نکاح پڑھاتے وقت دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔
قال ابن نجيم المصري، ولا يشترط الا شهادة على التوكيل (البحر الرائق ج ۳ مشكوة للنكاح)۔
بذریعہ دف نکاح کا اعلان کرنا | سوال: نکاح کا اعلان دف کے ذریعے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: نکاح کی تشہیر و اعلان سنت ہے پھر دیگر ممنوعات شرعیہ سے خالی ہونے کی صورت میں دف کے ذریعے نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے۔
روی عن النبي صلى الله عليه وسلم، اعلنوا هذا النكاح..... الخ
(مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۲۷۲ کتاب النکاح)۔

جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھ کر بلا عذر شرعی اُن کا نکاح نہ کرنا | سوال: کیا جوان بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور بلا کسی شرعی رکاوٹ کے اُن کے نکاح نہ کرنے سے سرپرست یا والد کی حیثیت متاثر ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: کفو ملنے کی صورت میں جوان بیٹیوں کا نکاح جلد از جلد کر دینا ضروری ہے تاہم

لم قال العلامة ابن عابدین: واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وانما ينبغى أن يشهد على الوكالة إذا خيف حرجاً لمؤكل إياها۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۹۵ باب الاكفاء، مطلب في الوكيل والفضول في النكاح) ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب النکاح فصل ومنها العذر۔
لم قال الشيخ الطوري: وعن الحسن بن زياد لا بأس بأن يكون في العرس دف يضرب به يشتهر ويعلن النكاح.... وفي الذخيرة لا بأس بضرب الدف في العرس والولاية ولا عياد۔ (تكملة البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۹ کتاب الكراهية قبل فصل في اللبس)

موزوں رشتہ کی تلاش میں تاخیر ہو جانا ممنوع نہیں اور اس سے سرپرست یا والد کی شرعی حیثیت متاثر نہیں ہوتی، البتہ موزوں رشتہ ملنے کی صورت میں سازگار حالات کے باوجود بیٹیوں کو رسمی غیرت کی وجہ سے نکاح سے محروم رکھنا زیادت علی الشرع کے مترادف ہے۔
 قال الله تبارك وتعالى: وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ (سورة النور آیت ۳۲)
 قال ابن عابدین: ويزوجهها كفواً فان خطبها الكفو لا يؤخرها وهو كل مسلم
 تقي۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) ۱۷

سوال :- ایک بالغہ بڑکی کا نکاح اس کے باپ نے کر

رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا جائز ہے؟
 دیا تو رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا کیسا ہے؟
الجواب :- بالغہ عورت کے نکاح کا حکم یہ ہے کہ جب دوسرا کوئی شخص (سرپرست یا والد) اس کا نکاح کسی سے کر دے اور اس کی خبر پہنچنے پر وہ اُسے رد نہ کرے بلکہ رضامندی ظاہر کرے تو نکاح درست ہے، تاہم رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح پڑھانا جائز اور مستحسن ہے۔

قال في الهندية لا يجوز نكاح أحد علي بالغته صحيحة العقل من أب و سلطان بغير إذنها بكر كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علي إجازتها فإن أجازته جاز. وإثر رده بطل كذا في السراج الوهاج ولو ضحكت البكر عند الاستئمان أو بعد ما بلغها الخبر

۱۷ وعلی رضی اللہ عنہ مرفوعاً: ثلاث لا تؤخر: الصلوة إذا أتت والجنابة إذا حَضَرَتْ وَالْأَيْم، إِذَا وَجِدَتْ لَهَا كَفْوَ۔ اخرجہ الترمذی والحاکم باسناد ضعيف۔ قلت حنه السيوطي في الجامع الصغير وصحة لما حكى والذهبي كلاهما في المستدرک.

(اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۱۱ فصل في الكفاءة باب مراعاة الكفاءة وجواز النكاح)
 وعن عمر بن الخطاب و أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في التوراة مكتوب من بلغت إنيته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابته إثمًا فإثم ذلك عليه۔ رواه البيهقي في الشعب۔ (مشکوٰۃ المصابيح ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح)

فہمورضا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲۸ ص ۲۸۷ الباب الرابع فی اکا ولیاء) لہ
منگنی ہو جانے کے بعد کسی لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا | سوال: ایک لڑکی کی باقاعدہ
 منگنی ہو چکی ہے جبکہ اُس نے کسی

دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے، کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟
الجواب:- اگرچہ منگنی کی مجلس میں باقاعدہ گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول نہ
 ہوا، ہو تو یہ فقط وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں، لہذا اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا
 جائز ہے، البتہ وعدے کی خلاف ورزی کرنا مروت کا تقاضا نہیں جسکی وجہ سے گناہ لازم ہے۔
 قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا المرینوالاستقبال) قال فی شرح الطحاوی لو
 قال هل أعطتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد
 فنكاح۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) لہ

صرف وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا | سوال: بعض علاقوں میں منگنی کی
 رسومات کی ادائیگی پر کافی مالی اخراجات
 کیے جاتے ہیں لیکن کوئی باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوتا ہے، کیا ایسی رسومات کی ادائیگی
 کو نکاح کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب:- نکاح نام ہے گواہوں کے سامنے باقاعدہ ایجاب و قبول کرنے کا،
 چونکہ منگنی کی جملہ رسومات میں باقاعدہ طور پر ایجاب و قبول کا اہتمام نہیں ہوتا صرف رشتہ دینے یا

لہ قال العلامة الحصکفی: فان استاذنها هو ای الولی وهو السنة أو وکیلہ أو رسولہ أو زوجہا
 ولیہا وأخبرها رسولہ أو فضولی عدل فسکت عن ردہ مخآصرة أو ضحکت غیر مستهزئة
 أو تبسمت أو بکت بلا صوت۔۔۔ فهو إذن۔ (ثم قال بعد أسطر) ولذا استحسنوا التجدیل
 عند الزفاف لأن الغالب اظهار النقرة عند فحاة السماع۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح)
 ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح۔

لہ قال العلامة الحصکفی: وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحد هما وقبول من
 الآخر۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۹ کتاب النکاح)
 ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۸۳ کتاب النکاح۔

لینے کا وعدہ ہوتا ہے اس لیے صرف ان رسومات کے ادا کر لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور نہ اس پر شرعی ازدواجی احکام جاری ہوں گے۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله اذا امرين والاستقبال) قال في شرح الطحاوي قول
هل أعطيتنيها فقال أعطيت ان كان المجلس للموعد فوعد وان كان للعقد فنكاح -
(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱ کتاب النکاح) ۱۰

بالغم عورت سے زبردستی کئے گئے نکاح کا حکم | **سوال :-** اگر کسی عورت سے زبردستی
ایجاب و قبول کرایا جائے تو کیا جبر و
اکراہ سے کئے گئے ایجاب و قبول سے شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- اگر عاقلہ بالغہ عورت سے زبردستی ایجاب و قبول کرایا جائے تو چونکہ اس
میں بمن وجہ اس عورت کی رضامندی شامل ہے اس لیے اس صورت میں شرعاً نکاح منعقد
ہو جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله ليتحقق رضاها) ای یصدر منهما ما
من شأنه ان يدل على الرضا اذ حقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته مع
الاکراه والهزل - (رد المحتار ج ۳ ص ۱۲ کتاب النکاح) ۱۱

بالغم عورت کو نکاح کیلئے مجبور نہیں کیا جاسکتا | **سوال :-** کیا کسی عاقلہ بالغہ عورت کو شادی
پر مجبور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے
زبردستی اس کا نکاح کسی مرد سے کر دیا جس سے وہ عورت انکاری ہو تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟
الجواب :- نکاح مسلمان مرد و عورت کی باہمی رضامندی سے منعقد ہوتا ہے اس میں

۱۰ قال ابن نجيم: لو قال هل أعطيتنيها فقال أعطيتك ان كان المجلس للموعد فوعد
وان كان للعقد فنكاح - (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۲ کتاب النکاح)
وَمَثَلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۶ کتاب النکاح! باب الاقل في تفسيره شرعا الخ
۱۱ وقال الطوري: وفي المبسوط فكل تصرف يصح مع الهزل كالطلاق والعتاق
والنكاح يصح مع الاكراه - (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۵ کتاب النکاح)
وَمَثَلُهُ فِي الْفَقْهِ الْإِسْلَامِيِّ وَأَدَلَّتُهُ ج ۷ ص ۷۹ کتاب النکاح -

کسی بالغہ عورت کو شرعاً مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ نکاح میں اس کی رضا مندی ضروری ہے بغیر اسکی رضا مندی کے اگر نکاح کیا جائے تو وہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوگا۔

قال ابن نجيم: (تحت قول صاحب الكنز) ولا يجبر بكراً بالغة على النكاح أي ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا. انتهى (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۳ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکناف)۔

سوال :- باپ نے اپنی بالغہ کی اجازت سے والد کا کرایا ہوا نکاح ناقابل فسخ ہے۔ **بیٹی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے ایک نابالغ لڑکے سے کر دیا اور نکاح کے بعد اس نے بیٹی کو خبر دی کہ میں نے تیرا نکاح فدا لڑکے سے کر دیا ہے اس پر اسکی بیٹی نے صرف یہ کہا کہ کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے، اسکے بعد وہ خاوند کے گھر چلی گئی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح نافذ ہے، اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟**

الجواب :- بالغہ بیٹی کے نکاح کے لیے باپ کو بیٹی سے اجازت لینا ضروری ہے، اگر لاعلمی میں باپ نے بالغہ بیٹی کا نکاح کر دیا اور پھر باپ نے جب اپنی بالغہ بیٹی کو اس نکاح کی خبر دی اور اس نے رد نہیں کیا تو یہ نکاح اب لازم اور منعقد ہے اور بالغہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی تاہم اگر وہ پہلے سے رد کرتی تو اس کو یہ حق حاصل تھا۔

قال صاحب الكنز: فإن استأذنها الولي فسكت أو ضحك أو زوجها فبلغها الخبر فسكت فهو إذن۔ (کنز الدقائق ج ۲ ص ۱۱ کتاب النکاح)

لہ قال فی الہندیۃ: لا يجوز نكاح أحد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من أب أو سلطان بغير إذنہا بکراً کانت أو ثیباً۔ (الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸ کتاب النکاح)

وقال العلامة العثماني رحمه الله: روى عن ابن عباس أن جارية يكرأ أنت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت أن أباهما زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم بدرواه الامام أحمد ورجاله ثقات، وقال ابن القطن صحيح۔ (درایۃ ص ۲۲)۔ (إعلاء السنن ج ۱ ص ۱۱ کتاب النکاح) قال ابن نجيم: والسنة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح.... وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها انتهى فهو محل النهي في حديث مسلم لا تنكح الايم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن قالوا يا رسول الله وكيف إذن قال ان تسكت، فهو ببيان السنة للاتفاق علی أنها لو حرمت بالرضا بعد العقد نطقاً فإنه يجوز۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح، باب الاولیاء والاکناف) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸ باب الرابع فی الاولیاء۔

نکاح کا شرعی حکم | سوال :- شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرض ہے، واجب ہے یا سنت؟

الجواب :- نکاح کرنا تمام انبیاء کرام کی سنت ہے، جو شخص نکاح کے جملہ حقوق ادا کر سکتا ہو تو اس کو نکاح کر لینا چاہیے۔ اور اگر شہوت کا غلبہ ہو تو واجب جبکہ خوف نہنا کے وقت فرض ہو جاتا ہے۔

قال العلامة الحسینی، ویكون ای النکاح واجب عند التوقان فان تیقن الزنا الابہ فرض نہایت، وهذا ان ملک المهر والنفقة والا فلا اثر بتركه، بدائع ویكون سنة مؤكدة فی الاصح۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۹ تا ۳۵۸ کتاب النکاح) ۱۷

نکاح نفلی عبادت سے بہتر ہے | سوال :- کیا اخاف کے ہاں نکاح کرنا افضل ہے یا نفل عبادت کرنا؟

الجواب :- حنفیہ کثر اللہ سوادہم کے ہاں جو شخص بیوی کے نان و نفقہ کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لیے نکاح کرنا نفلی عبادت کرنے سے افضل ہے، البتہ شوافع کے ہاں نفلی عبادت نکاح سے افضل ہے۔

قال العلامة ابن عابدین، قالوا ان الاشتغال به ای بالنکاح افضل من النفل لنوافل العبادات ای الاشتغال به وما يشتمل علیه من القيام بمصالحه ولعفاف النفس عن الحرام وتربية الولد ونحو ذلك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب النکاح) ۱۸

اسلام میں بیک وقت تعدادِ ازواج کا حکم | سوال :- اسلام نے ایک مرد کے لیے بیک وقت کتنی بیویاں جمع کرنے

لہ وقال فی الہندیۃ، واما صفة فہوانہ فی حالۃ الاعتدال سنة مؤكدة وحالۃ التوقان واجب وحالۃ خوف الجور مکروه۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶ کتاب النکاح، فصل اول)

۱۹ قال العلامة ابوبکر النکاسانی، وعلى هذا الاصل بنی اصحابنا من قال منهم ان النکاح فرض او واجب لان الاشتغال به مع اداء الفرائض والسنن اولی من التخلی لنوافل العبادات مع ترک النکاح وهو قول اصحاب الظواہر۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۲۹ کتاب النکاح)

کی گنجائش رکھی ہے؟

الجواب :- اسلام نے ایک مرد کے لیے بشرطِ عدل و مساوات ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔

قال الله تبارك وتعالى : فانكحوا ما طاب لكم - ای تزوجوا ما بمعنی من النساء مثنی وثلاث ورُبَّع (ولا تزيدوا علی ذلك) - (تفسیر جلالین ص ۶۹ سورۃ البقرۃ) لہ

دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی کی اجازت کا مسئلہ | سوال :- کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے

اجازت لینا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام میں مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ ان کے درمیان عدل و مساوات قائم رکھ سکتا ہو، اس کے علاوہ کسی بھی شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں۔

قال العلامة الحصکفیؒ : وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للمحرلا اکثر۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ باب المحرمات) لہ

خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنا گناہ ہے | سوال :- اگر قاضی نکاح کا خطبہ پڑھ رہا ہو اور لوگ آپس میں باتوں میں مشغول ہوں تو کیا وہ لوگ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

لہ قال العلامة الحصکفیؒ : وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للمحرلا اکثر وله التسری بما شاء ما الاماء - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۴۱ فصل فی المحرمات)

ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص کتاب النکاح۔

لہ قال العلامة المرغینانیؒ : وللعران یتزوج اربعاً من الحرائر والاماء ولیس لہ ان یتزوج اکثر من ذلك ، لقوله تعالى : فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورُبَّاع ۔

(الہدایۃ ج ۲ ص کتاب النکاح)

ومثله فی تفسیر جلالین ص ۶۹ سورۃ البقرۃ ۔

الجواب :- ہر خطبہ واجب ہے وہ نکاح کا ہو یا عیدین و جمعہ کا، سننا واجب ہے، اور جو شخص وجوب کو قصد ترک کرے تو گنہگار ہوگا، اسی طرح خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنے والے لوگ بھی گنہگار ہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وکذا یجب الاستماع لساائر الخطب کخطبة نکاح وخطبه عید وضم علی المعتمد۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۶۹ کتاب النکاح) سلم

عدالتی نکاح (کورٹ میرج) کا شرعی حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی اور

لڑکے نے اپنے ورثاء اور اولیاء کو بتائے بغیر چپکے سے عدالت میں جا کر کورٹ میرج (نکاح) کر لیا، جبکہ مجلس نکاح میں سرکاری خطیب صاحب کے علاوہ صرف دو اور آدمی بطور گواہ موجود تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس نکاح سے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں یا نہیں؟

الجواب :- احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ عقد نکاح خوب ظاہر کر کے علی الاعلان کیا جائے چپکے سے بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کو شریعت مقدسہ نے باطل قرار دیا ہے۔ چونکہ صورت مسئلہ کہ یہ مطابق اس نکاح میں لڑکے لڑکی کے علاوہ سرکاری خطیب اور دو آدمی اور بھی بطور گواہ شریک تھے اس لیے یہ نکاح جائز اور درست ہے مگر کراہت سے خالی نہیں تاہم اس عقد نکاح کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں۔

كما قال العلامة ظفر احمد العثماني: والجواب نکاح سرکہ ممنوع و باطل است آن است کہ دو شاہدین علاوہ ناکح و منکوبہ نباشد و اگر شاہدین یا شہود حاضر باشند این چنین نکاح نکاح سرکہ باطل نباشد اما خالی از کراہت نباشد۔ لان السنة فی النکاح الاعلان ولذا شرع له الدف ونحوه وفي الحديث الفرق بين الحلال والحرام الدف ولان فيه القاء نفسه في التهمة ويتهمه بالزنا من لم يعلم بالنکاح والحد الثاقوا مواضع التهم۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۳۴)

بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے | سوال :- عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ

لم قال العلامة ابن الھمام رحمہ اللہ: وهذه فروع تتعلق بالمحل وقد مناها في باب صفة الصلوة ويتعين ان لا يتعلی عنها منطنتها يحرم فی الخطبة الکلام وان کان امرًا بمعروف او تبیہا والاکل والشرب والكتابة۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۳ کتاب النکاح)

جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کریں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟
الجواب:- احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہو جائے تو والدین
 کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کا انتظام کریں اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے نہ کیا اور وہ کسی
 معصیت میں مبتلا ہو گئے تو والدین بھی اس گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے،
 اس لیے عوام الناس کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

عن ابی سعید و ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من ولد له فلیحسن اسمه وادبه
 فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثماً فانما اثمہ علی ابيه۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب النکاح - باب الولی) لہ

بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم | سوال:- پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جس بیوہ کا چھوٹا
 بچہ ہو تو اس کے لیے نکاح ثانی کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے،

تو کیا بیوہ عورت کا چھوٹے بچے کی وجہ سے نکاح ثانی نہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟
الجواب:- نکاح کرنا یا نہ کرنا انسان کا ذاتی عمل ہے، بیوہ کو عدت و وفات کے
 بعد دوسرا نکاح کرنے کی شرعاً اجازت ہے اس کو رواج یا رسم کی وجہ سے نہ روکا جائے،
 تاہم اگر کوئی بیوہ عورت اپنی اولاد کی پرورش کے لیے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں
 کوئی حرج نہیں۔

ان امرأة قالت، یا رسول اللہ ان ابنی ہذا کان یطنی لہ وعاذ و ثدی لہ سقاء و جری لہ
 حواء و ان اباءہ طلقنی و اراد ان ینزعہ منی فقال علیہ السلام انت احق بہ عالم تنکی۔ رواہ احمد و ابو داؤد
 (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۳ کتاب النکاح) لہ

لہ وعن عمر بن الخطاب و انس بن مالک عن رسول اللہ ﷺ قال فی التوراة مکتوب من
 بلغت ابنتہ عشرة سنة و لم یزوجہا فاصابت اثماً فانما اثمہ ذلک علیہ رواہما البیہقی فی شعب
 الایمان۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷ کتاب النکاح - باب الولی)

لہ و فی الہندیۃ: و لو تزوجت الام بزوج آخر و تمسک الصغیرۃ معها ام الام فی
 بیت الرب فلا یب ان یاخذہا منها صغیرۃ عند جدۃ تخون حقہا
 فلعناتہا ان تأخذہا منها اذا طهرت خیانتہا۔

(الفناوی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۷۷ الباب السادس عشر فی الحضانۃ)

لڑکیوں کے نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے | سوال :- بعض لوگ مالدار داماد

میں تاخیر کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟
الجواب :- احادیث مبارک میں نکاح میں تعجیل کی ترغیب دی گئی ہے جس کی وجہ سے
 بالغ لڑکے لڑکیوں کا نکاح جلد ہی کرنا چاہیے، محض دنیاوی اغراض اور رسم و رواج کی وجہ سے
 تاخیر کرنا موجب گناہ ہے۔

قال عليه السلام، من ولد له فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليتزوجه فان
 بلغ ولعيز وجه فاصاب اثماً فاثماً فاثماً على ابیه۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۱ کتاب النکاح) لے
کیا لڑکی کو از خود نکاح کا حق حاصل ہے | سوال :- اگر والدین نے اس بات کی وصیت
 کی ہو کہ ان کی لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے
 کر دیا جائے لیکن کسی وجہ سے لڑکی اُس مرد سے نکاح نہیں کرتی تو کیا لڑکی کو ایسا کرنے کا
 حق حاصل ہے؟

الجواب :- بالغ مرد و عورت اپنے نفس کے خود مختار ہیں، صورتِ مسئلہ میں اگر کسی
 وجہ سے لڑکی والدین کی وصیت پر عمل نہیں کرتی تو اس کو یہ حق حاصل ہے دوسری جگہ نکاح
 اس سے متاثر نہ ہوگا، اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو یہ حق اُس کے ورثاء کو حاصل ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الثیب احق بنفسہا من ولیہا والیکریستاذنہا
 ابوہا فی نفسہا واذنہا صما تہا۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۱ باب فی النکاح واستیذان المرأة) لے
 لے قال علیہ السلام: من بلغت ابنتہ اثنتی عشرة سنۃ ولعیز وجہا فاصابت اثماً فانما
 ذلک علیہ۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۱ کتاب النکاح)

لے قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ، (فقد نکاح حرة مطلقة بلا) رضار ولی، والاصل
 ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا (وله اذا کان عصبة الاعتراض
 فی غیر الکف)..... (ویفتی) فی غیر الکفتو (لعدم جوازہ اصلاً)
 وهو المختار للفتوی (فساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثاً نکحت غیر کف، ثم

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب النکاح۔ باب الولی)

ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۹۳ باب فی الاولیاء والاقتداء۔

مجلس نکاح میں بڑکی کا نام لینا | سوال :- کیا نکاح کے انعقاد کے وقت بڑکی کا نام مجمع کے سامنے لینا ضروری ہے یا کہ بغیر نام لیے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا؟

الجواب :- نکاح کے انعقاد کے لیے بڑکی کا امتیاز ضروری ہے، یہ امتیاز چلے نام سے حاصل ہو یا اشارے سے یا دیگر صفات سے حاصل ہو جائے جس کے بعد کوئی کوئی شبہ نہ رہے، صرف نام لینا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود ايضا يصح العقد وهي واقعة الفتوى لان المقصود نفى الجهالة وذلك حاصل بتعيينها عند العاقدین والشهود وان لم يصرح باسمها۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب النکاح) لہ

نکاح میں ایجاب و قبول کا تین بار دہرانا ضروری نہیں | سوال :- ہمارے علاقے کے نکاح خوان حضرات نکاح باندھتے وقت ایجاب و قبول کے الفاظ تین مرتبہ دہراتے ہیں، کیا یہ امر مستحب ہے یا ضروری ہے؟

الجواب :- نکاح کا انعقاد نفس ایجاب و قبول کے صرف ایک مرتبہ کرنے سے ہو جاتا ہے، تین مرتبہ دہرانا ضروری نہیں اور نہ یہ امر مستحب ہے۔

قال المرغینانی: وينعقد بلفظين يعبر باحدهما عن الماضي وبالأخر عن المستقبل ان يقول زوجتي فيقول زوجتك.... الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) لہ

لہ قال العلامة ابن نجيم: لا بد من تمييز النكحة عند الشاهدين لتتفى الجهاالة فان كانت حاضرة متنبهة كفى الاشارة اليها..... ان كانت المرأة في البيت وحدها جاز النكاح لزوال الجهاالة۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۸۸ کتاب النکاح)

لہ قال العلامة ابن نجيم: وينعقد بايجاب وقبول وضعاً للمضى واحدهما۔ الخ

(کنز الدقائق علی هامش بحر الرائق ج ۳ ص ۸۸ کتاب النکاح)

ومثله في الهمدية ج ۱ ص ۲ کتاب النکاح۔ الباب الثاني فيما ينعقد به النکاح۔ الخ

ثیبہ (مطلقہ) عورت کے نکاح ثانی کیلئے اجازت بالقول کا حکم | سوال :- اگر کسی عورت کا پہلے نکاح ہو چکا ہو پھر شوہر نے اسے طلاق دیدی ہو تو کیا دوسرے نکاح کے لیے اس سے اجازت بصورت سکوت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- ثیبہ عورت جب دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہو تو اجازت دیتے وقت زبان سے کہنا ضروری ہے اس کا سکوت وغیرہ اجازت کے قائم مقام نہیں، یہ حکم صرف باکرہ لڑکی کے ساتھ مختص ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الثیب احق بنفسها من ولیها والیکریستادنها ابوہا فی نفسها واذنہا صانتہا۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۷)
باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة (۱)

زفاف (پہلی ملاقات) کے وقت دُعا پڑھنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! زفاف کے وقت کون سی دُعا پڑھنی چاہیے؟

الجواب :- جب کوئی آدمی شادی کرے تو پہلی ملاقات میں سنت یہ ہے کہ بیوی کے پیشانی کے بال پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دُعا مانگے اور پھر بِسْمِ اللہ پڑھ کر یہ دُعا مانگے: اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَہَا وَخَیْرًا خَیْلَتَ عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہَا وَشَرِّ مَا حَبَلَتْ عَلَیْہِ۔ اور جب جماع کا ارادہ ہو تو یہ دُعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰهُمَّ

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ: (فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی) والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسه وما لا فلا رای لولی اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکف..... (ویفتی) فی غیر الکف۔ (بعدم جوازہ اصلاً) وهو المختار للفتویٰ (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقۃ ثلاثاً نکحت غیر کف الخ۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب النکاح۔ باب الولی)

ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۹۳ باب فی الاولیاء والا کفاء۔

جَنَّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنَّبَ الشَّيْطَانُ مَا رَزَقْتَنَا -

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم اقول حين يأتي اهلہ بسم الله اللهم جنبني الشيطان وجنب الشيطان ما رزقنا ثم قدس بينهما في ذلك او قضى ولد لم يضره شيطان ابداً -
 صحيح البخاری ج ۲ ص ۴۶ کتاب النکاح - باب ما يقول الرجل اذا اتي اهلہ

نکاح کے وقت بھول کر کسی دوسری عورت کا نام لینا | سوال :- نکاح کے انعقاد کے وقت وکیل نے غلطی سے اصل رڑکی کے نام کی بجائے اس کی دوسری بہن کا نام لیا - دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب نکاح کس کے ساتھ منعقد ہوگا؟
 الجواب :- مجلس نکاح میں جب کوئی مبتدیانہ اشارہ وغیرہ نہ ہو جس کی وجہ سے اصل رڑکی دوسروں سے الگ ہو، صورت مشولہ میں وکیل نے جس رڑکی کا نام لیا ہے تو نکاح اسی کے ساتھ ہوا ہے، اس لیے اب اصل رڑکی کی بہن کو طلاق دے کر اس کے ساتھ نکاح باندھا جائے۔

قال العلامة الحصكفي: غلط وکیلها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورہا لم یصح للجهالة وكذا لو غلط فی اسم ابنته الا اذا كانت حاضرة و اشار اليها فیصح ولو له بنتان اراد تزويج الكبرى فغلط فسمها باسم الصغرى صح للصغرى خانيه - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۵ کتاب النکاح) لے

لے اخرج امام الترمذی رحمہ اللہ: عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو ان احداكم اذا اتي اهلہ قال بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقنا فان قضى الله بينهما ولدا لم يضره الشيطان - (الجامع الترمذی ج ۱ ص ۲ ابواب النکاح - باب ما جاء قيسما يقول اذا دخل على اهلہ)

لے قال العلامة قاضي خان: امرأة وكلت رجلان يزوجهما فزوجها وغلط فی اسم ابیها لا ینعقد النکاح اذا كانت غائبة - رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة فقال الاب وقت العقد زوجت منك ابنتی فاطمة لا یتعقد النکاح بينهما ولو كانت المرأة حاضرة فقال الاب زوجتك ابنتی فاطمة هذه و اشار الى عائشة وغلط فی اسمها وقال الزوج قبلت جاز النکاح.

(فتاویٰ قاضینان علی هامش المہندیہ ج ۱ ص ۳۲ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي اِمْدَادِ الاحْكَامِ ج ۲ ص ۲۲ کتاب النکاح -

سوال :- جناب مفتی صاحب! میری شادی بیوی کو خاوند کے پاس جاتے سے روکنا کو اپنے پاس روک رکھا ہے اور اسے میرے گھر آسے نہیں دیتے۔ یہ ایسا کر شرعاً جائز ہے؟
الجواب :- جب ایک مرتبہ کسی لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہو جائے تو وہ لڑکی شوہر کے تابع ہے والدین کو شرعاً یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو بلا وجہ روکیں، تاہم شوہر کو بھی بیوی کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں لکھتے ہیں :-
الجواب :- بے وجہ لڑکی کو شوہر کے گھر نہ بھیجنے کا والدین کو کچھ حق نہیں ہے والدین دختر بسبب روکنے اپنی دختر کے گنہگار ہیں، ان کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کریں اور لڑکی کو اسکے شوہر کے پاس بھیجیں اور لڑکی کو لازم ہے کہ اس بارہ میں وہ والدین کی اطاعت نہ کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے کیونکہ اس بارہ میں شوہر کی اطاعت زوجہ کو کرنا مقدم ہے۔ فقط
 (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۳۵۷ کتاب النکاح) لہ

سوال :- ایک لڑکی کا نکاح صغیر سنی میں ہوا تھا، اب وہ تیرہ سال کی عمر کو پہنچ چکی ہے لیکن اس کے والدین ابھی تک رخصتی سے انکار کر رہے ہیں، کیا شرعاً ان کو یہ حق حاصل ہے؟

الجواب :- رخصتی کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں لیکن جب لڑکی جماع کے قابل ہوئے تو شوہر اس کو اپنے گھر لاسکتا ہے والدین کو منع کرنے کا حق نہیں اور اگر لڑکی جماع کے قابل نہ ہو تو اس صورت میں رخصتی سے منع کیا جاسکتا ہے۔

قال ابن عابدین: وقد صرح ابن عابدین: لا تطبق الاطی لتسلم الى الزوج حتى تطيقه والصحيح انه غير مقدر بالسن بل يقو الى متى بالنظر اليها من سن او هنال. (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۹ باب القسم) لہ
 قال ابن عابدین: قالوا للزوج ان يسكتاها حيث احب ولكن بين جدان صالحين. (رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۹ باب النكاح)

لہ وقال الهندية: واذا انعقد الزوج المهر وطلب من القاضي ان يأمر يا لمراة بتسليم المرأة فقال ابوها انها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطبق الجماع وقال الزوج بل هي تصلح وتطبق ينظر ان كانت ممن تخرج اخرجها واقفها وينظر اليها وان سلمت للرجال امر بدفعها الى الزوج وان لم تصلح لم يأمره۔

(الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۸۷ الباب الرابع في الاولياء)

وَقَوْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۱۹ كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ الْأَوْلِيَاءِ وَالْأَكْفَادِ۔

بیوی کو وطن سفر میں ساتھ لے جانے کا مسئلہ | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں بسلسلہ روزگار لندن میں مقیم ہوں، میں نے پاکستان

میں ایک جگہ شادی کی، اب میں بیوی کو اپنے ساتھ لندن لے جانا چاہتا ہوں مگر میرے سسرال والے اس کو میرے ساتھ نہیں جانے دیتے، کیا میں شرعاً اس کو ساتھ لے جاسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب :- اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہو تو اس کے والدین یا دیگر رشتہ داروں کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر آپ کی بیوی ہی آپ کے ساتھ جانا نہیں چاہتی ہو تو مفتی یہ رائے کی رو سے اسے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

قال العلامة ابن عابدین: لكن في النهر والذي عليه العمل في ديارنا انه لا يسافر بها جبراً عليها وجزم به النزازی وغيره وفي المختار وعليه الفتوى۔

والد المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۲۹۵ باب المهر) لہ

مفقود الخبر کی موت کی خبر کا مسئلہ | سوال :- ایک شخص کئی سالوں تک غائب رہا، کافی مدت کے بعد کسی نے یہ اطلاع دی

کہ فلاں شخص فوت ہو چکا ہے اور میں اس کے جنازہ میں بھی شرکت کر چکا ہوں جبکہ حقیقت میں وہ زندہ تھا، اس اطلاع کے بعد اس کی بیوی نے مدت و فوات گزار کر دوسری شادی کر لی اب وہ شخص زندہ واپس آگیا ہے تو یہ عورت کس کی بیوی شمار ہوگی؟

الجواب :- کسی آدمی کے زیادہ مدت غائب رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا اور نہ خبر وفات کی شہرت سے نکاح ختم ہوتا ہے اس صورتِ مسئلہ میں یہ عورت بدستور پہلے خاوند کی بیوی ہے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں۔

قال العلامة المرفینانی: ولوان امرأة اخبرها ثقة ان زوجها الغائب مات عنها او طلقها ثلاثاً او كان غير ثقة واتاها بكتاب من زوجها بالطلاق الخ

لہ قال المرفینانی: وقيل لا يخرجها الى بلد غير بلد هالان الغريب يؤذى وفي قري المهر القريية لا تتحقق الغربة۔ وقال ابن المصنف: في شرح هذه العبارة: وافتي كثير من المشائخ بقول الفقيه لان النص مقيد بعدم المضارة بقوله تعالى: وَلَا تَضَارُّوهُنَّ، بعد اسكنوهن والنقل الى غير بلد مضارة الخ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۵ باب المهر)

فلا بأس بان تعتد ثم تنزوج۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۵۲ کتاب البکراہیۃ) ۱۔
نکاح میں نان و نفقہ نہ دینے کی شرط لگانا | سوال :- اگر کوئی شخص بوقت نکاح یہ
 ذمہ دار نہ ہوں گا، کیا شرعاً یہ شرط درست ہے؟ اور اگر اس شرط پر نکاح ہو گیا تو شوہر بیوی
 کے نان و نفقہ سے میرا ہو گا یا نہیں؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں ہر وہ شرط جو مقتضائے عدت کے خلاف ہو وہ ناقابلِ عمل
 اور باطل ہے، اور اس شرط پر کیا گیا نکاح فی ذاتہ جائز اور درست ہے، اور شرط کا عدم
 ہونے کی وجہ سے شوہر پر بیوی کے جملہ حقوق مثلاً نان و نفقہ وغیرہ لازم ہوں گے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: رقت قوله والنکاح (کتزوجتک علی ان لا
 یكون لك مهر فیصح النکاح ویبطل الشرط۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۶ کتاب النکاح) ۲۔

ٹیلیفون پر نکاح کا حکم | سوال :- اگر مجلس نکاح میں ایجاب و قبول ٹیلیفون کے ذریعے
 ہو جبکہ نکاح کے گواہ اور حاضرین مجلس نکاح اس ایجاب و قبول کو
 سن بھی ہیں تو کیا اس سے نکاح ہو جائے گا؟

الجواب :- آجکل ٹیلیفون سیٹ کئی قسم کے ملتے ہیں مثلاً (۱) وہ ٹیلیفون سیٹ جس سے

۱۔ وفي الہندیۃ: امرأة غاب زوجها فاتاها مسلم غیر ثقہ بکتاب الطلاق من زوجها ولا
 تدہی انہ کتابہ ام لا الا ان اکبر راٰیہا انہ حق فلا بأس ان تعتد ثم تنزوج۔ کذا
 فی محیط السرخسی: اذا غاب الرجل عن امرأته فاتاها مسلم عدل فاخبرها
 ان زوجها طلقها ثلاثاً او مات عنها فلها ان تعتد وتنزوج بزواج آخر۔
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۳۱ الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات)

وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۵۰ کتاب النکاح۔

۲۔ قال الشیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی: ما یبطل الشرط ویصح العقد مثل ان یشترط
 ان لا عھرها وان لا یتفق علیہا وان لا یطأھا او شرط علی المرأة ان تنفق علیہ او تعطیہ
 شیئاً فہذہ الشروط کلھا باطلۃ والعقد صحیح۔ (اوجز المسائل ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب النکاح)
 وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۱ فصل فی النکاح علی الشرط۔

صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے۔ (۲) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات کرنے والے ایک دوسرے کی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ (۳) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات چیت کرنے والوں کی آواز حاضرین مجلس بھی سن سکتے ہیں۔ اَوَّل الذکر میں نکاح منعقد نہ ہوگا، اس لیے کہ گواہوں کے لیے اہجاء و قبول کا ایک ساتھ سنتا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے اور اخیر میں چونکہ شہادت کے تمام تقاضے پورے ہو سکتے ہیں لہذا نکاح درست ہے۔

قال العلامة الحصکفی، وشرط حضور شاہدین حدین او حردو عزتین مکلفین سامعین قولہما معاً علی الأصح۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب النکاح)۔

سوال :- ہمارے پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جب بیٹا یا بیٹی بالغ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یہ باپ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ان کی شادی کا انتظام کرے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب :- جب اولاد بالغ ہو جائے اور اسکے کفو کی لڑکی یا لڑکا مل جائے تو یہ باپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ وہ ان کی شادی کا بندوبست کرے اور اس میں یر کرنا مناسب نہیں۔
عن ابی سعید و ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثماً فانما اثمہ علی ابيه۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱ باب الولی)۔

لے وفی الہندیۃ : ومنها سماع الشاہدین کلامهما معاً کذا فی فتح القدیر فلا ینعقد بشہادۃ ناظمین اذا لم یسمعا کلام العاقدین۔ الخ
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۸ کتاب النکاح، الفصل الاول)

لے عن عمر بن الخطاب والنس بن مالک (رضی اللہ عنہما) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فی التورۃ مکتوبٌ من یلفت ابنتہ اثنتی عشرة سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثماً فانما ذلک علیہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱ باب الولی)

قوت گویائی سے محروم شخص کے نکاح کا حکم | **سوال :- کیا قوت گویائی سے محروم**
جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- بہت سارے احکامات میں اشارہ قائم مقام ملفوظ ہوتا ہے، اس لیے اگر نکاح کے معاملے میں فریقین یا ایک فریق بات کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایجاب و قبول اشارے سے کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اشارہ رشتہ زوجیت کے انسلک کو واضح کرتا ہو۔
 قال العلامة الکاسانی: کما ینعقد النکاح بالعبارة ینعقد بالاشارة من الاخرس اذا كانت اشارته معلومة الخ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳ فصل اما دکن النکاح) ۱۷

وکیل کے ذریعے تحریری ایجاب سے نکاح کا حکم | **سوال :- کیا مجلس نکاح میں**
فریقین کا حاضر ہونا اور زبانے

ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کسی کی طرف سے مجلس نکاح میں تحریری صورت میں بغیر اس کی موجودگی کے ایجاب پیش کیا جائے اور فریق ثانی گواہوں کے سامنے اس ایجاب کو قبول کرے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ بہتر یہ ہے کہ دونوں عاقدین یا ان کے وکلاء مجلس نکاح میں موجود ہوں لیکن اگر کوئی فریق خود یا اس کا وکیل نہ ہو مگر اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریری شکل میں موجود ہو اور فریق ثانی گواہوں کی موجودگی میں قبول کا اظہار کرے تو نکاح درست ہوگا۔

قال العلامة الکاسانی: ولو ارسل الیہا رسوً وکتب الیہا بذلك کتاباً فقبلت بحضور شاهدين سمعاً كلام الرسول وقرأة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيث المعنى۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳ فصل اما شرائط النکاح) ۱۷

۱۷ قال ابن عابدین: فان كان الاخرس لا یکتب وكان له اشارة كعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲ کتاب الطلاق)

۱۷ وفي الهندية: ولو ارسل الیہا رسوً وکتب الیہا بذلك کتاباً فقبلت بحضور شاهدين سمعاً كلام الرسول وقرأة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيث المعنى۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب النکاح - باب الاول)

نکاح کے لیے قاضی کا لانا ضروری نہیں | سوال: کیا نکاح پڑھانے کے لیے قاضی یا نکاح رجسٹرار وغیرہ کو مجلس نکاح میں لانا ضروری ہے کہ وہ نکاح پڑھائیں یا یہ کہ مرد و عورت کو باہم ایجاب و قبول سے گواہوں کے سامنے نکاح باندھنے کی اجازت ہے؟

الجواب:- جب عاقدین باہم گواہوں کے سامنے ایک مرتبہ ایجاب و قبول کر لیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، انعقاد نکاح کے لیے رجسٹرار یا قاضی کو نکاح پڑھانے کے لیے بلانا ضروری نہیں اور نہ مروجہ نکاح نامے کو پُر کرنا لازم ہے تاہم فسادِ زمانہ اور قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے نکاح نامہ پُر کرنا مستحسن ہے۔

قال العلامة المرغینانی: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بہما عن الماضی..... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور الشاہدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین وامرأتین الخ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۵، ۲۸۶ کتاب النکاح) لے

نکاح نامہ پُر کرنے کی شرعی حیثیت | سوال:- آجکل پورے ملک میں یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت نکاح نامہ فارم لازمی پُر کرنا ہوتا ہے، کیا انعقاد نکاح کے لیے شرعاً یہ فارم پُر کرنا ضروری ہے؟

الجواب:- نکاح عاقدین کے ایجاب و قبول کا نام ہے جبکہ یہ دو گواہوں کے سامنے کیا جائے، انعقاد نکاح کے لیے قاضی کے پاس نکاح نامہ فارم پُر کرنا، اسٹامپ لکھوانا شرعاً ضروری نہیں، تاہم آجکل کے حالات کے پیش نظر قانونی گرفت سے بچنے کے لیے نکاح نامہ فارم پُر کرنا مستحسن ضرور ہے۔

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول یعبر بہما عن الماضی..... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین حرین

لہ قال داماد افندی رحمہ اللہ: ینعقد بالایجاب عن الزوج او عن الزوجة وقبول من الآخر کلاهما بلفظ الماضی..... وشرط سماع کل واحد من العاقدین..... وحضور شاہدین حرین او حر وحریتین عاقلین بالغین مسلمین سامعین معاً لفظہما۔

(مُدرر المنتقی علی هامش مجمع الانہار ج ۳۱ ص ۳۲۰ کتاب النکاح)

عاقِلین بالغین مسلمین اور رجل و امراۃین۔ الخ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) لے
ایجاب نامے پر دستخط کر دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا | سوال :- اگر کوئی شخص

سے اسٹامپ دستخط کرائے جس میں نکاح پر ایجاب و قبول درج ہو، تو کیا نفس تحریر
 سے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں جبکہ عورت نے زبان سے قبول نہ کیا ہو؟

الجواب :- شریعت اسلامی میں نکاح دو گواہوں کے سامنے زبانی ایجاب و
 قبول کا نام ہے نفس تحریر سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : فلو کتب تزوجتک فکتبت قبلت لم ینعقد
 بحر۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب النکاح) لے

ایجاب و قبول میں مطابقت ضروری ہے | سوال :- اگر ایجاب و قبول میں بظاہر
 مطابقت نہ ہو تو کیا اس سے نکاح
 منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- ہر معاملہ میں ایجاب و قبول کے اندر مطابقت ضروری ہے، اگر دونوں
 میں مطابقت نہ ہو تو معاملہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر نکاح کے ایجاب و قبول میں بھی
 مطابقت نہ ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔

لما قال العلامة الحصکفی : وینعقد النکاح بإیجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعا للمضی
 لان الماضي ادل على التحقيق كزوجت نفسي او بنتی او مولاک منک و بقول الآخر تزوجت الخ
 (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب النکاح) لے

لے قال العلامة داماد افندی : وینعقد بالإیجاب الزوج او من الزوجة وقبول من الآخر کلاهما بلفظ الماضي ...
 وشوطیما مع کل واحد من العاقدین ... وحضور شاهدین حرین او حرو حرّین عاقلین بالغین مسلمین
 سامعین معاً لفظهما۔ الخ (در المنتقى علی هامش مجمع الانهر ج ۱ ص ۳۱۴ کتاب النکاح)

لے قال علاء ابن نجیم : افاد المصنف أن انعقاد النکاح بکتاب احدهما یشرط فيه سماع الشاهدین
 قرأه الکتاب مع قبول الآخر۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۹ کتاب النکاح)

لے وفي الهندیة : ومنها ان لا یخالف القبول بالإیجاب فاذا قال الآخر زوجتک ابنتی علی الف درهم فقال
 الزوج قبلت النکاح ولا قبل المهر کان باطلا۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب النکاح ابواب الاول)

نکاح میں نابینا شخص کی گواہی | سوال :- اگر نکاح کی مجلس میں دو گواہ تو موجود ہوں مگر نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء احناف کے ہاں نکاح کے گواہوں میں چار شرائط کا ہونا ضروری ہے : (۱) حریت (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) اسلام۔ چونکہ نابینا ہونا ان شرائط میں داخل نہیں لہذا نکاح کے معاملہ میں ان کی گواہی احناف کے ہاں درست ہے۔

ما قال ابن نجيم المصري رحمه الله : وشرط في الشاهد اربعة امور الحرية والعقل والبلوغ والاسلام۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۵ کتاب النکاح)۔

مجلس نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے | سوال :- کیا مجلس انعقاد نکاح ہے یا نہیں؟

الجواب :- مجلس انعقاد نکاح میں ماسوائے مالکیت کے تمام ائمہ کے ہاں گواہوں کی موجود ہونا ضروری ہے، گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔

قال العلامة صدر الشريعة : وحضور حرين او حردو حرتين مكلفين مسلمين سامعين معاً لفظهما۔ (شرح الوقاية ج ۲ ص ۹ کتاب النکاح)۔

زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے والے پر کوئی عتاب نہیں | سوال :- اگر بے خبری میں نکاح خوان زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھا دے تو کیا نکاح خوان پر کوئی عتاب ہوگا یا نہیں؟

لہ قال العلامة مرغینانی : ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين حريين عاقلين بالغين مسلمين رجليين اور رجل وامرأتين۔ (الهداية ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب النکاح) ومثله في شرح الوقاية ج ۲ ص ۹ کتاب النکاح۔

لہ قال العلامة مرغینانی : ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين حريين عاقلين بالغين مسلمين رجليين اور رجل وامرأتين۔ (الهداية ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب النکاح) ومثله في السندية ج ۱ ص ۲۶۹ کتاب النکاح۔ الباب الاول۔

الجواب: زانی اور مزنیہ کا آپس میں نکاح کرنا صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وصح نکاح حُبلی من زانی الى قوله وان حراً وطوؤها ودواعیه حتی تضع الی قوله لولیکما الزانی حل وطوؤها اتفاقاً۔ (تنویر البصائر مع الدر المختار ج ۲ ص ۲۹۱ فصل فی بیان المحرمات) لہذا جب زانی اور مزنیہ کا آپس میں نکاح کرنا جائز ہے تو پھر نکاح پڑھانے والے (نکاح خواں) پر بھی کوئی عتاب نہیں ہوگا۔

نکاح میں صرف آئین کہہ کر قبول کرنا درست ہے | سوال: نکاح پڑھتے

اس قول کے جواب میں کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کو اتنے حق مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دیدی تو پڑ کے نے جواب میں قبول ہے کی بجائے تین بار "آمین" کہا، تو کیا اس سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: آئین کا لفظ قبول کا فائدہ دیتا ہے اس صورت مسئلہ میں روکے کا ایجاب کے مقابلے میں آئین کہنے سے نکاح درست ہے اور مہر لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وعبارۃ الفتح لما علمنا ان الملاحظة من جهة الشرع ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضاء فعدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلك الخ۔ (رد المختار ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب الخ) ۲

قال العلامة المرغینانی: وان تزوج حُبلی من زانیہ جاز النکاح ولا یطأها حتی تصنع حملها الخ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۹۱، ۲۹۲ فصل فی بیان المحرمات)۔

ومِثْلُهُ فی البصر الرائق ج ۳ ص ۱۰۷ فصل فی المحرمات۔

۳ وفي الہندیۃ: امرأة قالت لرجل نروجت نفسي منك فقال الرجل بخداوندکاری پذیرفتم یصح النکاح ولو لم یقل الرجل ذلك لكنه قال لها شاباش ان لم یقل بطریق الطنزی یصح النکاح۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۴ الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح وما لا ینعقد)

ومِثْلُهُ فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳ کتاب النکاح۔ الفصل الاول

فی جواز النکاح والایجازۃ۔

نکاح پر اظہارِ مسرت کے بعد ناراضگی کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین

اپنی لڑکی نور جہاں کی منگنی مستی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے کی اور اس وقت مظفر اللہ ولد محمود خان، محمد قریش ولد مقدر، اسرار محمد ولد نوارے، عثمان غنی اور دیگر افراد کی موجودگی میں مسماۃ نور جہاں کے والد حاجی محمد اسلم نے یہ الفاظ کہے کہ: ”میں نے اپنے بیٹی نور جہاں کی شادی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے کر دی۔“ اور فضل محمد ولد سلطان محمد (جو کہ دولہا کا بھائی ہے) نے اسی وقت گواہوں کے سامنے بطور وکیل یہ الفاظ کہے کہ: ”میں نے اپنے بھائی بشیر محمد ولد سلطان محمد کے لیے قبول کیا،“ اور سات تولہ سونا حق مہر مقرر کیا گیا، اس کے بعد مٹھائی وغیرہ بھی تقسیم کی گئی لیکن رواج اور عرف کی وجہ سے یہ کاروائی تحریر میں نہ لائی جاسکی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:-

(۱) قرآن و سنت کی رو سے مندرجہ بالا الفاظ کہنے سے یہ نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟ حالانکہ مذکورہ لڑکی نور جہاں کو اس کاروائی کی خبر کر دی گئی تھی اور وہ راضی بھی تھی، جبکہ بچانوں کے رواج کے مطابق سونے کی انگوٹھی بطور نشانی اُسے پہنا دی گئی۔

(۲) اب اتنا عرصہ گزرنے کے بعد چند ماہ پہلے مسماۃ نور جہاں دختر حاجی محمد اسلم نے کہا کہ میں خوش نہیں ہوں حالانکہ اس سات آٹھ سال کے عرصے میں وہ برابر خوشی کا اظہار کرتی رہی اس کے بعد مسماۃ نور جہاں نے اپنے والد کی مرضی اور اسے اطلاع کیے بغیر پوری پچھے مستی خالد سے نکاح کر لیا اور سرکاری کاغذات میں بھی نکاح رجسٹرڈ کرایا۔ اب عرض یہ ہے کہ حاجی محمد اسلم جو کہ دلہن کا والد ہے (اور اب بھی بقائم ہوش و حواس ہے) نے عدالت میں یہ گواہی دی ہے کہ میں نے اپنی بیٹی نور جہاں کا نکاح تقریباً آٹھ سال پہلے مسی بشیر محمد ولد سلطان محمد سے کر دیا تھا۔ تو اس کے باوجود قرآن و سنت کی روشنی میں نور جہاں کا نکاح مسی خالد سے منعقد ہو گیا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ لڑکی اس طریقہ سے والد کی مرضی کے بغیر اپنا سابقہ نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- (۱) شریعت محمدی میں نکاح جا نہیں کی طرف سے باہمی ایجاب و قبول کو کہا جاتا ہے چاہے یہ ایجاب و قبول عاقدین کے وکلاء کے مابین ہوں یا خود عاقدین ایک دوسرے سے ایجاب و قبول کر لیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لما فی الدر المختار: ویعتقد

ملبساً یا یجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعاً للمضی۔۔۔ الخ

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب النکاح)

(۲) اور گواہوں کی موجودگی اور حق مہر کا تقرر بھی نکاح کی شرائط میں سے ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وشرط حضور شاہدین حرین او حر وحراتین

مکلفین الخ۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح)

ولقوله تعالى: وابتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین۔ الآية

(۳) اور جب ایک عورت کا نکاح اس کی خوشی اور رضامندی سے کسی مرد سے کر دیا جائے یا بغیر اس کے علم کے کر دیا جائے اور اس کی خبر ہونے کے بعد وہ اُسے رد نہ کرے بلکہ اس پر خاموش رہے یا رضامندی کا اظہار کر دے تو اس کے بعد عورت کا نکاح سے انکار ناقابل مسموع ہوگا۔

قال العلامة الحصکفی: فان أستاذہا ہواى الولى او وکیلہ اورسولہ او زوجہا

ولیہا واخبہا رسولہ او فضولی عدل فسکت او ضحکت غیر مستہزاة او

تسمت او بکت بلا صوت فهو اذن۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب النکاح)

ان جملہ مقدمات کے بعد صورت مشولہ کے مطابق حاجی محمد اسلم کی بیٹی نور جہاں کا نکاح بشیر محمد ولد

سلطان محمد کے ساتھ منعقد ہو چکا ہے اور شرعاً یہ لڑکی اس کی منکوحہ ہے لہذا خالد کے ساتھ اس کا نکاح

منعقد ہی نہیں ہوتا ہے اور خالد کا نکاح منکوحہ الغیر کے ساتھ نکاح ہے جو بنص قرآنی ممنوع ہے۔

لقوله تعالى: وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ۔ (سورة النساء آیت ۴)

قال العلامة الحصکفی: واما النکاح منکوحۃ الغیر ومعتد بہ..... لانه لم یقل احد بجوزہ

فلم ینعقد اصلاً۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ باب العدة)

نکاح کے انعقاد کو صفحہ قرطاس پر لانا شرعاً ضروری نہیں ہے بلکہ صرف گواہوں

کی موجودگی شرط ہے لہذا مسماۃ نور جہاں بنت حاجی محمد اسلم شرعاً بشیر محمد ولد سلطان محمد کی

منکوحہ ہے اور مسمی خالد سے اس کا نکاح کالعدم ہے اور اسی طرح مسماۃ نور جہاں کا

بشیر محمد ولد سلطان محمد سے نکاح کے لیے اجازت دینے کے بعد نکاح پر عدم رضامندی

کا اظہار کرنا بھی ناقابل تسلیم ہے۔

حلفاً نکاح کا وعدہ کرنے کی شرعی حیثیت | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں ایک شخص کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی، ایک دفعہ

مجھے اکیلا دیکھ کر قرآن مجید لے کر وہ میرے پاس آگیا اور مجھے ڈرا دم کا کر کہنے لگا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تم مجھ سے شادی کرو گی، میں نے خوف کی وجہ سے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر ہاں کہہ دیا، کیا ایسا کرنے سے میرا اس شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے یا میں آزاد ہوں؟ میں اب بھی اس کو دیکھنا نہیں چاہتی، اگر میں نے یہ گناہ کیا ہے تو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا کفارہ بھی بتائیں، میں دعا گوں ہوں گی۔ (ایک دکھی بیٹی)

الجواب :- سوال میں مذکورہ الفاظ نکاح کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ وعدہ نکاح ہے اور اگر یہ الفاظ نکاح ہوئے تو پھر بھی نکاح نہ ہوتا، کیونکہ مستفتی بیان کی مطابق یہ بات بغیر گواہوں کے ہوئی ہے۔ لہذا آپ آزاد ہیں، البتہ بظاہر یہ معاملہ حلف و قسم کا ہے اس لیے حنث کی صورت میں کفارہ دینا پڑے گا۔

خطبہ پر خطبہ حکم | سوال :- ایک شخص کے ساتھ ایک عورت کا رشتہ طے ہو گیا ہے اب دوسرے خطبہ پر خطبہ کا اس عورت کے ساتھ رشتہ کی بات کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب :- جب کسی عورت کا ایک جگہ رشتہ طے پا جائے تو جب تک رڑکے اور رڑکی کے رشتہ دار اس رشتہ سے اعراض نہ کریں تو دوسرے لوگوں کے لیے اس عورت سے رشتہ کی بات کرنا شرعاً جائز نہیں اس سے شرع کی مخالفت لازم آتی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : إياکم والنظر فإن النظر اکذب الحدیث ولا تجتسوا ولا تفتسوا ولا تباغضوا وكونوا إخوانا ولا یخطب الرجل علی خطبة أخیه حتی ینکح او یترک۔

(صحيح البخاری کتاب النکاح ج ۵ ص ۱۹۷) لے



لے قال ابن عابدین : ولا یخطب منخطوبة غیرہ لأنه جفاء نعیانہ۔

رد المحتار ج ۳ ص ۹ کتاب النکاح

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۸ کتاب النکاح۔

بوقت نکاح چھوہارے پھینکنا سنت ہے | سوال :- نکاح کے وقت چھوہارے
نکاح میں فرداً فرداً تقسیم کرنا افضل ہے۔

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک اور فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس نکاح کے شرکار میں فرداً فرداً چھوہارے تقسیم کرنے کی بجائے پھینکنا سنت ہے۔
ذکر العلامة ظفر احمد العثماني: ان التبتی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فی املاک راتی
نکاح (فاتح بطباق علیہا جورو و لوز و عمر و نثرت فقبضنا ایدینا فقال ما بالکم لا
تأخذون فقالوا لانک نهیت عن النهی فقال متانہیتکم عن نہی العسا کر
خذوا علی اسم اللہ فجاذبنا و جاذبناہ - (اعلاد السنن ج ۱۱ ص ۱۱۱ کتاب النکاح،
باب الولیمة) لے

اغواء سے نکاح متاثر نہیں ہوتا | سوال :- ایک عورت کو اغواء کر کے اغوا کنندہ نے
اس سے دوسرا نکاح کر لیا، تو کیا دو گنے نکاح سے عورت

کے پہلے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟
الجواب :- جب ایک مرتبہ کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے تو یہ عورت اس مرد
کی بیوی ہے، اب اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا ناجائز ہے اور اس سے پہلا نکاح متاثر نہیں
ہوگا جب تک خاوند اس کو طلاق نہ دے۔

لما فی الہندیۃ: لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذلک المعتدۃ۔
الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۱ باب الثالث فی بیان المحرمات) لے

لے لما فی غیر الفتاوی: سوال :- شادی کے موقع پر چھوہارے پھینکنا سنت ہے یا تقسیم کرنا سنت ہے؟

الجواب :- صورت مستور میں شادی کے موقع پر چھوہارے پھینکنا سنت ہے۔
(خیر الفتاوی ج ۴ ص ۵۸۵ کتاب النکاح، باب متفرقات النکاح)

۲ قال عالم بن علاء الانصاری: ولا یجوز نکاح منکوحۃ بغير ومعتقۃ بغير عند الكل۔ (الفتاویٰ تاتاریغیہ
ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح، فی بیان ما یجوز عن الانکحہ و ما لا یجوز)

وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَار ج ۲ ص ۳۱۰ فصل فی المحرمات۔

سول میرج کا شرعی حکم | سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسلمان یورپین ممالک میں ”سول میرج“ کے ذریعے شادی کرتے ہیں، شریعت اسلامیہ میں ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا اس نظریہ کو شریعت اسلامیہ قبول کرتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی تو ان کی جو اولاد پیدا ہوتی ہے اسلامی معاشرے میں اس کی کیا حیثیت ہوتی ہے اور اس کو کس نظر سے قبول کرتا ہے اگر نہیں کرتا تو ایسے میاں بیوی کا اسلامی معاشرے میں کیا درجہ رہ جاتا ہے؟ اس کے علاوہ اگر وہ ”سول میرج“ کے بعد اسلامی قواعد و ضوابط کے مطابق دوبارہ تجدید نکاح کریں تو پھر ان کی پوزیشن کیا ہوگی؟

الجواب۔ صورت مسئلہ میں چونکہ ”سول میرج“ کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ ”سول میرج“ کس طریقہ پر کیا جاتا ہے، تاکہ شرعی نکاح اور سول میرج کا مقابلہ کر کے اس جواز اور عدم جواز پر کچھ اظہار خیال کیا جاسکتا۔ تاہم اپنی معلومات کی حد تک شرعی طریقت کے مطابق ازدواجی سلسلے کے چند اصول قانونی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، اگر سول میرج ان اصولوں کے مطابق ہو تو اس کو نکاح تسلیم کیا جائے اور اس پر تمام وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ شرعی نکاح پر جاری ہوتے ہیں اور اگر ”سول میرج“ ان اصولوں کے مخالف ہو تو شریعت اسلامی اس کو ”نکاح“ تسلیم نہیں کرے گی، اور ایسے میاں بیوی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ولد ازنا شمار کی جائے گی۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مطلق نکاح قطع نظر متناہین کے بالغ یا نابالغ ہونے سے آیا دنیا کا کام ہے یا دین کا، تاکہ اس سے سمجھنا آسان ہو کہ اس میں تصرف کرنا یہ تصرف فی الدنیا ہے یا فی الدین! سو اس کا ایک معیار ہے، وہ یہ کہ جس کا شریعت میں تاکید یعنی وجوبی یا ترغیبی یعنی استحبابی حکم کیا گیا ہو یا اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہو، تو وہ دین کا کام ہے۔ پھر اگر اس کے ترک کرنے پر کوئی وعید یا ناراضگی بھی وارد ہوئی ہو تو وہ فرض ہے یا واجب، اور جس کے ترک پر کوئی وعید یا ناراضگی وارد نہ ہوئی ہو تو وہ مستحب ہے، اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ دنیا کا کام ہے، اگرچہ اس کے متعلق جو احکام

وارد ہوں وہ احکام ہر حال میں دین ہی ہیں، اور جس اعتقاد یا عمل سے ان احکام میں تغیر ہوتا ہو وہ تغیر فی الدین ہے۔ اب نکاح کو اس معیار پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ دین کا کام ہے، کہ بعض حالات میں اس کا تاکید اور بعض میں ترغیبی حکم بھی ہے، اور اس پر ثواب کا وعدہ بھی ہے اور اس کے ترک پر مذمت اور شناعت بھی فرمائی گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **وَالنَّكَاحُ الْإِیْمَانُ مَنَکَرٌ رَّسُوۡةٌ النُّوۡرِ عَلٰی** تم میں سے جو بے نکاح عورتیں ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو۔ وغیرہا من الآیات والاحادیث۔

علماء امت اور ائمہ کے اقوال سے بھی اس کے امر دینی ہونے کا اثبات موجود ہے، دُرْمَخْتار میں ہے: **لِیْسَ لَنَا عِبَادَةُ شَرَعَتْ عَنْ عَهْدِ آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلَى الْاَنِّ ثُمَّ تَسْتَمِرُّ فِی الْجَنَّةِ اِلَّا النِّكَاحُ وَالْاِیْمَانُ**۔ اس میں نکاح کے عبادت ہونے کی تصریح ہے، اور عبادت بھی ایسی کہ تمام شرائع میں مشترک اور عبادت کے دینی کام ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے، اگرچہ اس کے استمرار فی الجنۃ پر بعض نے کلام کیا ہے لیکن باقی دوسرے اجزاء سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ اور شامی میں لکھا ہے: **وَقَدْ مَنَّ عَلَی الْجِهَادِ اِلَی قَوْلِهِ وَكَذَآ عَلَی الْعَتَقِ وَالْوَقْفِ وَالْاَضْحِیَّةِ وَانْكَانَتْ عِبَادَاتٌ اِیضًا لِاَنَّهُ اَقْرَبُ اِلَى الْاَسْكَانِ الْاَرْبَعِ حَتّٰی قَالُوا اِنَّ الْاِسْتِغَالَ بِہِ اَفْضَلُ مِنْ التَّخْلِی لِنَوَاقِلِ الْعِبَادَاتِ اِی الْاِسْتِغَالَ بِہِ وَمَا اِشْتَمَلَ عَلَیْہِ مِنَ الْقِیَامِ بِمَصَالِحِہِ وَاعْفَافِ النَّفْسِ عَنْ الْحَمَامِ وَتَرْبِیَةِ الْوَلَدِ وَنَحْوِ ذَٰلِكَ اِیضًا**۔ دیکھئے اس عبارت میں کس شد و مد کے ساتھ نکاح کی فضیلت دینیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ نکاح ایک امر دینی ہے اور ہر ایک دینی کام کے لیے شریعت نے کچھ اسلوب اور طریقے بیان کیے ہیں، نکاح کے لیے بھی ضرور ارکان اور شرائط ہوں گے، جن کے مطابق اگر کیا جائے تو اس کو نکاح کہا جائے گا اور اس پر سب نتائج درست مرتب ہوں گے، اور اگر ان شرائط اور ارکان کے مطابق نہ کیا جائے تو اس کو شرعاً نکاح نہیں کہا جائے گا اور اسلامی معاشرہ میں اس کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور بجائے بہتر نتائج کے بد نتائج اس پر مرتب ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول اور اس مشکل کے حل

کے لیے جب ہم اپنی شریعت اسلامی کی کتابوں کی تتبع اور تلاش کرتے ہیں تو کتابوں میں اس کے متعلق ایک مستقل بحث "کتاب النکاح" کی شکل میں موجود ہے جس کا مطالعہ کرنے سے شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ شریعت اسلامی کے فقہاء کرام نے شرعی نکاح کی تفسیر یوں بیان کی ہے: هو عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من امرأة لحریم منع من نکاحها مانع شرعی مدار النکاح جوہر من کتاب النکاح، یعنی یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسا ربط و تعلق قائم کرنا ہے کہ جس سے آدمی کو عورت سے اور عورت کو آدمی سے نفع حاصل کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ جن الفاظ سے یہ خاص ربط و تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ نکاح کے ارکان ہیں۔ کسی چیز کا رکن اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز کی ذات کا دار و مدار اسی پر ہو۔ واما ركنه فالایجاب والقبول کذا فی الکافی۔ والایجاب ما يتلفظ به۔ وکلاً من اى جانب كان والقبول جوابه۔ هکذا فی العنایة۔ یعنی شرعی نکاح کا انعقاد ایجاب و قبول سے ہوتا ہے، چاہے یہ ایجاب و قبول خود مرد و عورت کر لیں، اگر خوف فتنہ نہ ہو یا بندہ اولیاء یا وکیل یا فضولی کے ہو جائے۔ اب اس ایجاب و قبول کے معتبر اور مسلم ہونے کے لیے چند شرائط ہیں جن پر اس ایجاب و قبول کے معتبر ہونے کا توقف ہے۔ واما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحرية فی العاقد الاذن الاقل شرطاً لان العقد فلا يتعقد نکاح المجنون والقبیة الذی لا یعقل والاخیان شرط النفاذ فان نکاح الصبی العاقل يتوقف نفاذه علی اجازة وليه هکذا فی البدائع۔ وفيها المحل القابل وهي المرأة التي احلها الشرع بالنکاح کذا فی النہایة۔ ومنها سماع کل من العاقدین کلام صاحبہ هکذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هکذا فی البدائع ومنها سماع الشاهدين کلامهما معاً، هکذا فی فتح القدير۔ ومنها رضا المرأة اذا كانت بالغة بکراً كانت او ثیباً ومنها ان يكون الايجاب والقبول فی مجلس واحد۔ الخ ومنها ان لا یخالف القبول الايجاب ومنها ان یضیف النکاح

لَا تَكْتُمُهَا أَوْ مَا يَعْبُرُ مِنَ الْكُلِّ... الخ۔ ومنها ان يكون الزوج والزوجة
معلومين فلو زوج بنته وله بنتان لا يصح الا اذا كانت احدهما
متزوجة فينصرف الى الفارغة كذا في انهما لفائق والكل۔

(التقاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۵ تا ۲۸۷ كتاب النكاح)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ایجاب و قبول کرنے والا عاقل بالغ اور آزاد
ہو۔ اس میں اول شرط یعنی عقل شرط انعقاد ہے، اس لیے کہ مجنون اور مریغی غیر عاقل
کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، اور اخیر دو شرط بلوغ و حریت شرائط ہیں نفاذ نکاح
کے کیونکہ اگر بطل کا عاقل ہو تو اس کا نکاح منعقد تو ہو جاتا ہے مگر اجازت ولی پر
موقوف ہوتا ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ جس عورت کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے وہ محل
صالح ہو یعنی وہ عورت محرمات شریعہ سے نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ نے نکاح میں لینا
اس کا حلال کیا ہو، اور یہ کہ نکاح کرنے والے متقاعدین ایک دوسرے کی بات سن
لیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ یہ ایجاب و قبول رو بروئے گواہان کے ہو جس کو شہادت
کہتے ہیں۔

عام علماء نے یہ لکھا ہے کہ شہادت بواز نکاح کے لیے شرط ہے، اگر ایجاب و
قبول ہو جائے مگر رو بروئے گواہان کے نہ ہو تو یہ نکاح ہی نہیں۔ اور یہ بھی شرط
ہے کہ شاہدین دو گواہان، دونوں متقاعدین کی بات سن لیں۔ اگر عورت بالغ ہو چاہے
باکرہ ہو یا ثیبہ، تو اس کی رضا مندی اور اجازت لینا بھی ضروری ہے، اور یہ کہ ایجاب و
قبول ایک ہی مجلس میں ہوں، اور یہ کہ قبول ایجاب سے مخالف نہ ہو، اور یہ کہ نکاح کی
اضافت اس کے کل بدن کی طرف ہو یا ایسے جز کی طرف جس کو کل بدن سے تعبیر
کیا جاتا ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں معلوم ہوں، مجہول نہ ہوں۔
ان شرائط اور ارکان کے علاوہ نکاح میں بعض امور ایسے ہیں جو سنن اور
مستحبات کے درجہ میں ہیں جن پر عمل کرنے سے اس ازدواجی سلسلہ میں خیر و برکت پیدا
ہوتی ہے۔ فقہ اسلامی کی معتبر کتاب ”در مختار“ میں ہے: ویندب اعلانیہ و تقدیم

خطبۃ۔ و فی الشامی: لحديث الترمذی اعلنوا هذا النکاح وجعلوه فی المساجد۔ (الحديث) والمراد من تقدیم الخطبة ما ینذکر قبل اجراء العقد من الحمد والتشهد وانها لا تتعین بالفاظ مخصوصة وان خطب بما ورد فہو احسن۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان نکاح مستحب ہے، اور اسی طرح ایجاب و قبول کرنے سے قبل خطبہ پڑھنا جو حمد و شہادت پر مشتمل ہو مستحب ہے۔ آگے لکھتے ہیں: و کونہ فی المسجد یومہ جمعة بعاقدا رشید وشہود عدل والاستدانة لہ والنظر الیہا قبلہ وکونہا دونہ سنًا وحیًا وغرًا ومالًا وفوقہ خلقًا وادبًا وورعًا وجمالًا۔ مگر یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے اس ازدواجی سلسلہ میں مزید استحکام اور خیر و برکت پیدا ہوتی ہے، اور یہ امور شرائط اور ارکان نہیں ہیں کہ جن کے نہ ہونے سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ یہ مستحب امور ہیں جن کا لحاظ رکھنا نہ رکھنے سے بہتر ہے۔

اس تمام تفصیل کو مدنظر رکھ کر شرعی نکاح کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، اور اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول میرج (جو یورپ وغیرہ میں مسلمان لوگ کرتے ہیں) اور شرعی نکاح میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں تو فہما و نعمت، اور اگر جواب اثبات میں ہے کہ دونوں میں کچھ فرق ہے تو رسول میرج کو ہرگز شرعی نکاح نہیں کہا جاسکے گا۔ ہاں اگر بعد میں مذکورہ بالا شرائط کے مطابق تجدید نکاح کر لیں تو درست ہوگا، ورنہ حرام کاری سے جو گندگی معاشرہ میں پھیلتی ہے وہ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا۔ نقل سلیم، فطرت اسلامی اور شریعت اسلامیہ مرد و عورت کے ایسے بے باکانہ اور اصول دین کے خلاف ملنے کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔

هذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کے گواہوں کی تحقیق | سوال :- حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس جگہ ہوا اور کس نے

یہ نکاح کیا، نیز اس کے گواہ کون تھے اور حق مہر کیا مقرر ہوا؟
الجواب :- اس مسئلہ کے متعلق وحی (قرآن و حدیث) میں کوئی تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا جیسا کہ ہمیں گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔ البتہ حق مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا حق مہر قرار دیا گیا کافی الصاوی وغیرہ فلیراجع۔

لما قال العلامة احمد الصاوی المالکی رحمہ اللہ، وقد خلقت بعد دخوله الجنة نام فلما استيقظ وجدها فاراد ان يمد يده اليها فقالت له الملكة مه يا آدم حتى تؤدى مهرها وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات او عشرون صلاة على سيدنا محمد صلي الله عليه وسلم۔
 (الصاوی ج ۱ ص ۲۲ سورۃ البقرۃ)

باب من يجوز بها النكاح ومن لا يجوز

(کن عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور کن کے ساتھ ناجائز ہے)

خنثی مشکل سے نکاح کا حکم | سوال: خنثی مشکل سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: نکاح کے لیے محل نکاح ہونا ضروری ہے خنثی مشکل

چونکہ محل نکاح نہیں اس لیے خنثی مشکل سے نکاح جائز نہیں؟

قال المحقق: ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعی
 فخرج الذکر والخنثی مشکل۔ (الدر المختار علی مدرّد المحتار ج ۳ ص ۱۰۰ کتاب النکاح) ۱

بانجھ عورت سے نکاح کرنا | سوال: بانجھ عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: بانجھ عورت سے نکاح کرنے میں چونکہ بعض منافع

حاصل ہوتے ہیں اس لیے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم نکاح سے چونکہ اعلیٰ مقصود افزائش
 نسل ہے اس لیے بانجھ عورت کے علاوہ کسی صحیح اور قابل اولاد عورت سے نکاح کرنا افضل ہے۔

بواب اکامام النساء فی سنتہ "کراہیۃ تزویج العظیم" وذکر تحتہ حدیثاً عن معقل
 بن یسار قال جادرجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اصببت امرأة ذات حسب
 ونسب الا انها لاتلد افا تزوجها فنہا؟ ثم اُتاه الثانية فنہا؟ ثم اُتاه الثالثة
 فنہا؟ وقال تزوجوا الولود والودود فانی مکاتربکم۔ (سنت النساء ج ۶ ص ۵۴) ۲

۱ قال ابن نجیم المصری:۔۔ وفی العنایۃ محلہ امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعی
 فخرج الذکر للذکر والخنثی مطلقاً۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۸۰ کتاب النکاح)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶ کتاب النکاح۔ الباب الاول فی تفسیرہ شرعاً۔

۲ قال الشیخ خلیل احمد السہارنقوری: تحت حدیث معقل بن یسار جادرجل الی رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتم (وهذا يدل علی أن التہی ما كانت للتعزیم بل کان مبنی

التہی المکاثرة فی الآخرة وهي لا تقتضی التعزیم۔ (بذل المجهود ج ۱ ص ۱۵)

ومثله فی نیل الاوطار ج ۶ ص ۱۱۲ تا ۱۱۳ وعون المعبود ج ۶ ص ۲۵

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا شرعاً مجرم نہیں | سوال :- ملکی قانون کے اعتبار سے دوسری شادی

کے لیے خاوند کو اپنی پہلی بیوی سے بذریعہ یونین کونسل اجازت لینا ضروری ہے اور پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرنا عائلی قوانین کی رو سے جرم سمجھا جاتا ہے، کیا از روئے شرع بھی یہ مجرم ہے ؟

الجواب :- پہلی بیوی کے جملہ حقوق کی رعایت کرتے ہوئے دوسری شادی کرنا خاوند کا انفرادی حق ہے اس میں پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں اور نہ کسی یونین کونسل کو اس میں واسطہ بنانا ضروری ہے، ایسا کرنا قانونی تقاضا تو ہو سکتا ہے شریعت اسلامی کا نہیں۔

قال الله تبارك وتعالى: فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَّةً وَرُبْعًا ۚ ذَٰلِكَ
قَالَ طَهْرٌ بِنَدَارٍ ۚ رَجُلٌ لَهُ امْرَأَةٌ أَرَادَ أَنْ يَنْزِلَ بِهَا أُخْرَىٰ إِنْ خَافَ أَنْ لَا يَعْدَلَ لَا
يَسْعَهُ وَإِنْ لَمْ يَخَفْ جَازٍ ۚ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۶ کتاب النکاح) *

زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح | سوال :- زانی اور مزنیہ کے درمیان رشتہ نکاح قائم ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

قال ابن نجيم المصري رحمه الله: أُمَّا تَزْوِجَ الزَّانِي فَبِإِذْنِ أَهْلِهَا وَتُسَمَّى النِّفَقَةَ
عِنْدَ كُلِّ وَطْئٍ وَطُؤُهَا عِنْدَ كُلِّ كَمَافٍ ۚ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۶۸ کتاب
النکاح، فصل فی المحرمات) ۲

۱۔ عن ابن عمر رضي الله عنه أن غيلان بن سلمة الثقفي أسلم وله عشرين سنة
في الجاهلية فأسلم مع فقه النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أَمْسَكَ أَرْبَعًا وَفَارَقَ سَائِرَهُنَّ۔

رواه أحمد والترمذي وابن ماجه۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۴ باب المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب النکاح، فصل الجمع فی الوطء۔

۲۔ قال الحصكفي رحمه الله: لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حُلَّ وَطْئُهَا اتِّفَاقًا۔ (الدر المختار علی صدر
رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۹ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب النکاح، فصل ان لا يکون بها حمل۔

حاملہ عورت سے نکاح کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر کوئی عورت نکاح سے حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر زنا سے حاملہ ہو تو اگرچہ نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر اُسی زانی سے نکاح ہو گیا ہو تو اس کے لیے جماع بھی جائز ہے اور اگر کسی اور سے نکاح ہو گیا ہو تو اس شخص کے لیے وضع حمل تک جماع ممنوع ہے ۔

قال العلامة الكاساني: ومنها ان لا يكون بها حمل ثابت النسب فان كان لا يجوز نكاحها.... وعن هذا يخبر ما اذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا انه يجوز في قول ابن حنيفة ومحمد ولكن لا يطؤها. (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب النکاح. فصل ومنها ان لا يكون بها حمل) له

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا مسئلہ | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ سوتیلی ماں کی بیٹی جو اس کے پہلے شوہر سے ہوئے کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر اور کوئی ذریعہ حرمت موجود نہ ہو تو سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کرنا از روئے شرع جائز ہے۔ صورت مسئلہ میں بظاہر چونکہ کوئی ایسی صورت نہیں اس لیے سوتیلی ماں کی بیٹی جو اسکے پہلے شوہر سے ہوئے سے نکاح جائز ہے۔

قال العلامة المحصفي رحمه الله: وأما بنت زوجة أبيه أو ابنته فحلال۔
الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۱ کتاب النکاح. فصل في المحرمات ۲

له وقال بن نجيم: اي وحل تزوج الجلي من الزنا ولا يجوز تزوج الجلي من غير الزنا.... أما تزوج الزاني فبإتفاق وتستحق التفقة عند الكل ويحل وطؤها عند الكل كما في النهاية۔
(البحر الرائق ج ۳ ص ۱۶ کتاب النکاح فصل في المحرمات)

وَمَثَلُهُ فِي رد المحتار ج ۳ ص ۱۸ کتاب النکاح. فصل في المحرمات۔

له وقال الشيخ وهبة الزحيلي: والمحرم بهذه الآية هو زوجة الأب فقط أما بنتها أو أمها فلا تحرم على الابن۔ (الفقه الاسلامي وأدلته ج ۲ ص ۱۳۲ حرمة القرابة الخ) وَمَثَلُهُ فِي منحة الخائق على هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۹۲ کتاب النکاح. فصل في المحرمات۔

منظوبۃ الأب سے نکاح جائز ہے | سوال :- ایک شخص نے کسی عورت سے باقاعدہ نکاح نہیں کیا صرف نکاح کا پیغام دیا ہے اب اس شخص کے فوت ہو جانے کے بعد اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے ؟

الجواب :- اگر اس مرد اور عورت کا باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوا ہے تو اس صورت میں اس مرد کے اعراض کرنے یا فوت ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے ، اس لیے کہ یہ عورت اس شخص کے باپ کی منکوحہ نہیں ۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله مصاهرة) وتحرم موطآت أبائهم وأجدادهم وإن علم ولوبزنا والمعقودات لهم عليهن يعقد صحيح (رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح - فصل فی المحرمات) لہ
بیوہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے | سوال :- جو عورت بیوہ ہو جائے اس سے نکاح کرنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں ؟

الجواب :- جب کوئی دوسری وجہ حرمت موجود نہ ہو تو بیوہ عورت سے نکاح درست ہے ، شریعت مقدسہ میں کہیں بھی بیوہ عورت سے نکاح ناجائز ہونے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باقی تمام ازواج مطہرات بیوہ یا مطلقہ تھیں ، اس لیے بیوہ عورت سے نکاح کرنے کو منحوس جاننا زیادت علی الشریعہ ہے ۔
قال الله سبحانه وتعالى: "وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ" والا يامى جمع الايام من النساء من كل زوج بها بركا كانت او مطلقه او ارملة - (معجم لغة الفقهاء ص ۹۹ ، لہ

لہ قول ابن نجيم: أي ينقذ النكاح أي ذلك العقد الخاص ينقذ بالايجاب والقبول حتى يتم حقيقة في الوجود - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۱۹ کتاب النکاح)

ومثله في ابرار اصناف ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب النکاح - فصل ركن النکاح -
لہ وعن النس رضى الله عنه قال من السنة إذا تزوج رجل ، بکرة على امرأته أقام عندها سبعة وقسم وإذا تزوج الثيب على امرأته قام عندها ثلاثاً .

(نصب الرایة ج ۳ ص ۲۱۵ کتاب النکاح - باب القسمة

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۲ کتاب النکاح .

سوتیلی ساس سے نکاح کرنا | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- دورشتہ دار عورتوں کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا تب حرام ہے جب دونوں میں سے ہر ایک مرد فرض کر کے دوسری اس کے لیے حرام ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں صرف ایک جانب سے حرمت ہے دوسری جانب سے نہیں اس لیے سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے اگرچہ اس کی سوتیلی بیٹی اس کے نکاح میں پہلے سے موجود ہو۔

قال العلامة الحصكفي: فإجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها... لأنه لو فرضت المرأة ذلك لم يجرم بخلاف عكسه الدر المختار على صدارة المختار ج ۳ ص ۳۹ کتاب النکاح فصل في المحرمات

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- سوتیلی ماں کی بہن اور اس مرد کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہ ہو، اور یہ عورت نہ محرمات علی التابید اور نہ محرمات غیر مؤبدہ میں شامل ہے، اس لیے سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح درست ہے۔

قال العلامة الكاساني: والمحرمات على التابيد ثلاثة أنواع محرمات بالقرابة والمحرمات بالمصاهرة ومحرمات بالرضاع - (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۵۶ کتاب النکاح فصل ان تكون المرأة محلة) ۲

له قال في الهنديّة: ويجوز الجمع بين المرأة وبنت زوجها فان المرأة لو فرضت ذكرا حلت له تلك البنت بخلاف العكس - (الفتاوى الهنديّة ج ۱ ص ۲۴۴ فصل في المحرمات) ومثله في البحار الرائق ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح، فصل في المحرمات -

له قال العلامة الحصكفي رحمه الله: أسباب التحريم أنواع قرابة مصاهرة رضاع جمع ملك شرك ادخال أمة على حرة فهي سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب وبقى التطليق ثلاثا وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما في الرجعة -

{ الدر المختار على صدارة المختار ج ۳ ص ۲۸
کتاب النکاح، فصل في المحرمات }

ومثله في الهنديّة ج ۱ ص ۲۴۴ الباب الثالث في المحرمات -

بیوی کی وفات کے چند دن بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا | سوال :- جب کسی شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو اس

کی وفات کے ایک یا دو دن بعد وہ اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟
الجواب :- خاوند کے لیے بیوی کا سوگ منانے کی ضرورت نہیں اور نہ اس پر عدت ہے اس لیے بیوی کے فوت ہونے کے فوراً بعد اس کی بہن سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین :- (تحت قوله ولو من طلاق بائن)۔۔۔ (فرع) ماتت إمراة له التزوج بأختها بعد يوم من موتها. كما في الخلاصة عن الاصل. وكذا في المبسوط لصدور لاسلام والمحيط السرخسي. (رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لہ

عدت وفات میں کیے گئے نکاح کا حکم | سوال :- اگر ایک عورت خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ کے اندر اندر دوسرے آدمی

نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں ؟
الجواب :- طلاق یا وفات کی عدت میں کیا گیا نکاح کا عدم رہے گا عدت گزرنے کے بعد جو نکاح پڑھایا جائے اس کا اعتبار ہوگا۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله :- ومنها ان لا تكون معتدة الغير لقوله تعالى: "ولا تغزوا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله"؛ أي ما كتب عليها من التريص ثم قال وسواء كانت العدة عن طلاق او عن وفات۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۸، ۲۶۹ کتاب النکاح فصل ان لا يكون بها حمل) لہ

لہ وقاں فی الہندیۃ : ویجوز لزواج المرتدة اذا لحقت بدار الحرب تزوجاً اختہا قبل انقضائ عدتها كما اذا ماتت۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۹ القسم الرابع المحرمات بالجمع) ومثله فی خلاصة الفتاویٰ ج ۲ الفصل الثاني فیمن یکتو معلا للنکاح و فیما لا یکتو۔

لہ قال فی الہندیۃ : لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ وكذلك المعتدة کذا فی السراج الوہاج سواء كانت العدة عن طلاق او وفات الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸ کتاب النکاح، الباب اول القسم السادس المحرمات التي تتعلق الخ) ومثله فی الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲ کتاب النکاح فصل فی المحرمات۔

سوتیلی ماں غیر مدخولہ سے نکاح حرام ہے | سوال :- کیا سوتیلی ماں سے نکاح کیا ہو؟

الجواب :- جس عورت کے ساتھ باپ کا عقد نکاح ہو جائے چاہے باپ نے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو بیٹے کا اس عورت سے نکاح کرنا نہی قرآنی حرام ہے ۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ : (تحت قوله مصاهرة) وتحرم موطوات آیاتہ واجداده وإن علو ولو بزنا والمعقودات لہم علیہن بعقد صحیح ۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات) لہ

سوال :- کیا کسی عورت اور ساس اور بہودونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا اس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کو

نکاح میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق ان عورتوں میں ایسا کوئی رشتہ نہیں جو حرمت اجتماع کا باعث بنے اس لیے اس عورت اور اس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کے درمیان جمع کرنا جائز ہے ۔

قال العلامة الحنفی رحمہ اللہ : فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنہا ۔ (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۶ کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : أما حلیلة الأب فبقولہ تعالیٰ :

”وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاءُكُمْ مِمَّنْ نَسَاءُ“ فتحرّم بمجرّد العقد علیہا ۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۹ کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات) ۔

وَمِثْلُهُ فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح ، فصل الفرقة الرابعة ۔

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : فی بحث ”لأنه لو جاز نکاح إحداهما

على تقدیر مثل المرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنہا فانه يجوز الجمع بينهما عند

الأئمة الاربعة ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۹ کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فی الفتاویٰ الہندیة ج ۲ ص ۲۴ القسم الرابع المحرمات بالجمع ۔

نانی اور نواسی کو ایک نکاح میں جمع کرنا | سوال :- کیا کوئی شخص ایک عورت اور اس کی نواسی کو ایک نکاح میں جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نواسی اور نانی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، اس کے لیے فقہاء نے ایک قاعدہ تحریر فرمایا ہے کہ دو عورتوں میں سے کسی ایک کو مذکور (مرد) فرض کر کے اگر ان کا نکاح آپس میں جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: حرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين أيتهمما فرضت ذكرًا لم تحل للاخرى، أيداه راد المختار على مدررة المختار ج ۳ ص ۳۸ کتاب النکاح، فصل في المحرمات ۱۷

پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا | سوال :- کیا سگی پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں شرعاً جمع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- پھوپھی اور بھتیجی کے درمیان ایسا رشتہ ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری کا نکاح اس سے جائز نہیں اس لیے ان دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا شرعاً جائز نہیں۔

قال ابن نجيم المصري: حرم الجمع بين امرأتين إذا كانتا بحيث لو قدرت إحداهما ذكرًا حرم النكاح بينهما أيتهمما كانت المقدرة ذكرًا كالجمع بين المرأة وعمتها....
لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمتها. البحر الرائق ج ۳ ص ۹۹ کتاب النکاح، فصل في المحرمات ۱۷

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا حکم | سوال :- ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح کیا ہوا ہے اب وہ اس عورت کو طلاق

۱۷ قال ابن نجيم المصري: لا اصل الذي بينا ان كل امرأتين لو كانت إحداهما ذكراً والاخرى أنثى لم يجز للذكر ان يتزوج الانثى فإنه يحرم الجمع بينهما. (البحر الرائق ج ۳ ص ۹۵ کتاب النکاح، فصل في المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح، فصل ان لا يقع نكاح المرأة -
۱۷ قال ابن عابدين: تحت قوله وإيتهمما فرضت أي آية واحدة منهما فرضت ذكرًا لم يحل للاخرى كالجمع بين المرأة وعمتها الخ - (رد المختار ج ۳ ص ۳۸ کتاب النکاح، فصل في المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح، فصل ان لا يقع نكاح المرأة -

دیئے بغیر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس آدمی کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟
الجواب:- ایک عورت کا کسی شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی سگی بہن سے
 سے یہ شخص نکاح نہیں کر سکتا ہے جو کہ بنصرہ قرآن حرام ہے، ایسا کیا ہوا نکاح کا عدم ہے گا۔
 قال العلامة النکسائی: لا خلاف فی أن الجمع بین الاختین فی النکاح حرام۔
 سنہ لمہ تعالیٰ: "وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ مَعْطُوفًا" علی قوله عز وجل، حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
 أُمَّهَاتُكُمْ۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح، فصل ان لا یقع النکاح امرأۃ)۔

والدہ کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے کے اثرات | **سوال:-** رات کے وقت بے خبری کی
 حالت میں زید نے اپنی والدہ کو بیوی سمجھ کر

شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو کیا زید کی والدہ اس کے والد پر حرام ہو گئی یا نہیں؟
الجواب:- اگر زید نے اپنی والدہ کو شہوت کی حالت میں بلا حجاب ہاتھ لگایا ہو اور زید
 کے والد کو یہ معاملہ معلوم ہو اور اس کی تصدیق کرتا ہو تو اب یہ عورت اپنے خاوند پر حرام ہے ورنہ
 حرام نہیں۔

قال ابن نجیم المصری: واد بحرمة المصاهرة المحرمات الأربع، حرمة المرأة
 علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً
 کافی الوطأ الحلال۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)۔
سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے
ساس کے ساتھ نکاح کرنا | میں کہ ساس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

لہذا فی الہندیۃ: فَإِنَّهُ لَا يَجْعَلُ بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ وَلَا بَوْطُ سَلَكِ يَمِينٍ۔
 (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)
 وَمَثَلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۵ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات۔
 قال فی الہندیۃ: تَلَوَّاهُ رُبَّمَا لِيَجَامِعَهَا فَوَسَلَتْ يَدُهُ إِيَّاهُ بِنْتُهُ فَقَرَّصَهَا بِشَهْوَةٍ وَهِيَ عَنْ تَشْتَهَى
 يَظُنُّ أَنَّهَا حُرْمَتٌ عَلَيْهِ، الْأَمُّ حُرْمَةٌ مُؤَبَّدَةٌ۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۷ فصل فی المحرمات)
 وقول ابنہ: سمع المس، نمایاں۔ ب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب۔
 (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۷ فصل فی المحرمات)۔

الجواب۔ ساس کے ساتھ نکاح کرنا قطعی حرام ہے اگرچہ بیوی کو طلاق دے دی ہو، یا وہ وفات پاگئی ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں محرمات کی فہرست میں بیوی کی ماں کو بھی ذکر کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: وَأُمَّهَاتُ نِسَاءِكُمْ..... الخ۔ (سورة النساء آیت ۳۷)

قال علاؤ الدین الحصفی رحمہ اللہ: اسباب التحريم انواع قرابة مصاهرة۔ قال ابن عابدین: مصاهرة كفروع نسائه المدخول بهن او نزلن وأمهات الزوجا وجد اتھن بعقد صحیح وان علون۔ الخ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۳ ص ۳۸ کتاب النکاح فصل فی المحرمات) لہ

سوتیلی ماں کی بیٹیوں سے نکاح کرنا | سوال :- اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر فارغ کر دیا ہو تو کیا اس مطلقہ کے پہلے خاوند سے جو

بیٹیاں ہیں اُن کے ساتھ دوسرے شوہر کی پہلی بیوی کے بیٹیوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں ؟
الجواب۔ حرمت نکاح کے لیے مابین جزئیت کا رشتہ ہونا ضروری ہے، صورت مسئلہ میں بظاہر حرمت کی ایسی کوئی خاص وجہ نہیں پائی جاتی جس سے حرمت نکاح ثابت ہو سکے بلکہ فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں بھی یہی بھائی کی بی بی بہن سے نکاح کا جواز ثابت ہے، اس لیے مذکورہ صورت میں کیا گیا نکاح درست ہے۔

قال العلامة الحصفی: وتعل أخت أخیه رضاعاً..... وكذا نسباً بأن يكون لأخیه لأبیہ أخت لأم۔ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۲ ص ۲۱ کتاب النکاح، فصل فی الرضاع) لہ

لہ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: تحت قول الماتن وأُم، امرأته بیان لما ثبت بالمصاهرة۔ لقوله تعالى: "وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ" أطلقه فلا بین کونه امرأته مدخولاً بها أو لا وهو المجمع علیه عند الأئمة الأربعة۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۹۳ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب النکاح، فصل النوع الثاني فالمحرمات۔
لہ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: أي تعل أخت أخیه نسباً بأن يكون له أخ من أب له أخت من أمه فانه يجوز له التزوج بها۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۷ کتاب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الرضاع۔

فیملی کورٹ سے تیسخ نکاح کے بعد نکاح ثانی کا حکم | سوال :- اُجکل حکومت کے تیسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرے جبکہ شوہر اسے طلاق نہیں دینا چاہتا بلکہ وہ اس کو رکھنے کا خواہشمند ہو تو کیا اس طرح تیسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت مقدسہ نے طلاق کا حق صرف شوہر کو دیا ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو یہ حق نہیں، ایسے فیملی کورٹس شرعاً اسکی مجاز نہیں کہ کسی عورت کو بلا عذر شرعی خاوند سے جدا کرے، لہذا اگر کوئی عورت بلا عذر شرعی فیملی کورٹ سے تیسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لیتی ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے دوسری جگہ نکاح کرنا باطل ہے کیونکہ یہ عورت شرعاً پہلے شوہر کی منکوحہ ہے۔

قال الله تبارك وتعالى : اِلَّا اَنْ يَّعْفُوَنَّ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بَيْنَهُمَا عَقْدَةُ النِّكَاحِ۔ (البقرہ آیت ۲۲۰)
قال العلامة شوکانی : (تحت هذه الآية) فيكون الذي بيد عقد النكاح حقيقة هو الزوج لانه هو الذي اليه رفعه بالطلاق۔ (تفسير فتح القدير ج ۱ ص ۲۲۰)۔

طلاق مغلطہ میں بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کرنے کا حکم | سوال :- ہمارے محلے کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلطہ دیں، اب چند دنوں کے بعد بغیر حلالہ شرعی کے بذریعہ جرگہ اس نے تجدید نکاح کر لی ہے، کیا اس طرح میاں بیوی کا تجدید نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں بغیر حلالہ شرعی کے اس عورت کا سابقہ شوہر سے نکاح کرنا باطل ہے اور یہ دونوں یحیثیت میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں، ان کا بذریعہ جرگہ تجدید نکاح کرنا باطل ہے، جب تک عورت حلالہ شرعی نہ کرے

لے قال العلامة ابن رشد المالکی، الاصل ان الطلاق ليس بيد احد سوى الزوج او من يوكله الزوج۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۸۱ کتاب الطلاق)۔
ومثله في مقدمات ابن رشد ج ۲ ص ۳۸۲ کتاب طلاق السنۃ۔

پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔

قال الله تبارك وتعالى : فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (سورة البقرة آیت ۲۳) ۱۷

سوال :- اگر کوئی آدمی اپنی بیوی مطلقہ عورت کا وضع حمل سے قبل نکاح ثانی کرنا

وہ اس سے دو تین ماہ کی حاملہ ہو اور پھر یہ عورت وضع حمل سے پہلے دوسری جگہ نکاح کرے تو کیا اس عورت کا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایسی مطلقہ عورت جو کہ حاملہ ہو اور حمل بھی ثابت النسب ہو، کا نکاح ثانی کرنا باطل ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں اس مطلقہ کا نکاح وضع حمل سے قبل باطل ہے لہذا اس عورت کو وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح باندھنا چاہیے۔

وفي الهندية : وحسبى ثابت النسب لا يجوز نكاحها اجماعاً. (افتاویٰ الہندیہ ج ۱، ۲۸، کتاب النکاح، المقسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق النكاح) ۱۷

سوال :- متعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا واقعی امام مالک متعہ کے متعہ کی شرعی حیثیت جواز کے قائل تھے؟

الجواب :- ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اسلئے اہل السنۃ والجماعت کے ہاں متعہ بالاتفاق حرام ہے۔ اگرچہ ہدایہ میں امام مالک رحمہ اللہ کی طرف جواز کا قول

۱۷ وفي الهندية : وان كان اطلاق ثلاثاً في الحرة ثنتين في الامه لم تحل حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها - (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۷۱ - الباب السادس في الرجعة - فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)

وَمِثْلُهُ فِي لَدُنِ الْحَنَابِلِ عَلَى مَا فِي الْحَاجِ ۲ يَابِ الرُّجْعَةِ، مَطْلَبُ فِي الْعَقْدِ عَلَى الْمُبَانَةِ -

۱۸ قال العلامة البوكيري الكاساني: ومنها ان لا يكون بها حمل ثابت النسب من الغير فان كان لايجوز نكاحها وان لو تكن معتدة لوجود حمل ثابت النسب - الخ - (مبدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۹ کتاب النکاح - فصل ومنها ان لا يكون بها حمل)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۰۱ اوائل كتاب النكاح -

ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے، یہاں کاتب یا ناسخ ہدایہ سے غلطی ہوئی ہے۔
 قال العلامة شیخ زادہؒ، واعلم ان نکاح المتعة قد كان مباحاً بين ايام خيبر و ايام فتح مكة
 الا انه صار منسوخاً باجماع الصعابة رضي الله تعالى عنهم حتى لو قضى بجوازه لم يرجح
 ولو اباحه صار كافراً۔۔۔۔۔ فعلى هذا يلزم عدم ثبوت ما نقل من اباحته عندما لك۔ الخ
 (مجمع الا نهر ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب النکاح باب المحرمات) ۱۰

نکاح موقت کی تعریف | سوال :- نکاح موقت کسے کہتے ہیں؟ اور شریعت مقدسہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- نکاح موقت کی تعریف یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دو گواہوں کے سامنے ایک
 معین مدت مثلاً ایک یا دو ماہ وغیرہ کے لیے نکاح کریں، اس قسم کا نکاح شرعاً باطل ہے،
 تاہم اگر نکاح ایسی مدت مقرر کر دی جائے کہ جہاں تک دونوں یا ایک کا جینا محال ہو تو ایسا
 نکاح جائز اور صحیح ہوگا۔

قال العلامة شیخ زادہؒ، ولا يصح نکاح المتعة والموقت والفرق بينهما ان يذكر في الموقت
 لفظ النکاح او التزويج مع التوقيت۔۔۔۔۔ وعن الامام اذا وقتاً وقتاً لا يعيšan اليه
 كمائة سنة او اكثر يكون صحيحاً۔ (مجمع الا نهر ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب النکاح باب المحرمات) ۱۰
سوال :- کیا موجودہ دور کی عیسائی یا یہودی عورت سے نکاح
 عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا اگرچہ

۱۰ قال العلامة المرغینانیؒ: ونکاح المتعة باطلٌ وهو ان يتول لامرأة اتمتع بك كذا مدة يكذا من المال
 وقال مالكٌ هو جائز لانه كان مباحاً فيبقى الا ان يظهر ناسخه قلنا ثبت النسخ باجماع
 الصعابةؒ۔ الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۵۸ کتاب النکاح، فصل في بيان المحرمات۔
 ۱۰ قال العلامة المرغینانیؒ: والنکاح الموقت باطلٌ مثل ان يتزوج امرأة بشهادة
 شاهدين عشرة ايام۔ الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب النکاح)
 وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْوَقَايَةِ ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح۔

مرخص ہے لیکن ان کے ساتھ نکاح کرنے سے اگر کسی مسلمان کا عقیدہ اور مذہب متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

كما قال العلامة المحصن^۱، وصح نکاح کتابیۃ وان کره تنزیہاً مومنۃ بنی مرسل مقرة بکتاب منزل وان اعتقد والمیسر الیہا۔ وقال ابن عابدین^۲، ففی الفتح ویجوز تزویج الکتابیات والاولی ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم الا لضرورة وتکره الکتابیۃ الحربیۃ اجمالاً لافتح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دار الحرب۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۵ کتاب النکاح۔ مطلب عظم فی وطء السراوی الخ^۳)

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح | سوال :- ایک مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم مرد کے ساتھ جائز نہیں، خواہ یہ نکاح طوعاً ہو یا کرہاً، خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب سے یا غیر اہل کتاب سے ہو۔
لقلولہ تعالیٰ: ولا تنکحوا مشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۱) ۲

قادیانی عورت سے نکاح جائز نہیں | سوال :- اہل کتاب عورت سے تو مسلمان مرد نکاح کر سکتا ہے تو کیا ایک قادیانی عورت

۱۔ قال ابن نجیم، وحل تزویج الکتابیۃ۔ لقلولہ تعالیٰ: والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب والاولی ان لا یتزوج کتابیۃ ولا یأکل ذبائحهم الا لضرورة وفي المحيط یکره تزویج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لا یأمن ان یکون بینہما فینشاء علی طبائع اهل الحرب۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۳ فصل فی المحرمات)۔

وَمِثْلُهُ فی فتر القدیر ج ۳ ص ۱۳۵ فصل فی المحرمات۔

۲۔ قال العلامة الکاسانی رحمہ اللہ: ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۷۱ فصل کتاب النکاح)۔

وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۲ کتاب النکاح۔

سے بھی مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- قادیانی چونکہ باجماع امت مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ان سے کسی قسم کا رشتہ ناظر کرنا شرعاً جائز نہیں۔ جس طرح کسی قادیانی سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا ایسے ہی کوئی مسلمان شخص کسی قادیانی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا، اس لیے کہ قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں بلکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لما قال شيخ الاسلام برهان الدين المرغيناني: ان تصرفات المرتد على اقسام نافذ بالاتفاق كالاستيلاء والطلاق لانه لا يفتقر الى حقيقة الملك وتتمام الولاية وباطل بالاتفاق كالنكاح والذبيحة لانه يعتمد العلة - (الهداية ج ۲ باب المرتد) لہ

سوال :- میاں بیوی دونوں مسلمان تھے اور خاوند کے مرتد ہو جانے سے نکاح کا حکم

خوشگوار زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک خاوند قادیانیوں کا شکار ہو کر مرتد ہو گیا جبکہ عورت دین حق یعنی اسلام پر قائم ہے، ایسی حالت میں اس عورت کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب :- قادیانی چونکہ مرتد کے حکم میں ہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ میں خاوند کے مرتد ہو جانے سے مسلمان بیوی سے اس کا رشتہ نکاح ختم ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں یہ عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

قال الحنفی: وارتد احدہما ای الزوجین فسخ عاجل۔ (در المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۲۵ باب نکاح الکافر) لہ

سوال :- ایک مسلمان عورت کا نکاح لاعلمی میں کسی قادیانی سے ہو گیا، یعنی نکاح کے وقت مرد نے

لہ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاری: والمرتدة لا یجوز نکاحہا مع احد وکذا للمرتد لا یجوز نکاحہ مع احد۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۳ ص ۸۷ کتاب النکاح)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۳ ص ۴۳۳ باب المرتد۔
لہ وقال فی السہندیۃ: ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بينهما کذا فی الکافی۔ (الفتاویٰ السہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۹ ابواب العاشر فی النکاح الکفار)
وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۳۲۸ فصل فی النکاح الکافر۔

اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص قادیانی ہے، اندریں صورت یہ نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب :- قادیانی چونکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس لیے جس شخص کا قادیانی ہونا قطعی اور یقینی ہو تو اس کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح شرعاً جائز نہیں اور لاعلمی میں کیا ہوا نکاح کا عدم رہے گا۔

کافی الہندیۃ : ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۹) باب العاشر فی نکاح الکفار لہ

شیعہ عورت سے سنی مرد کے نکاح کا حکم | سوال :- جو شیعہ حضرت علیؑ کی الوہیت کا قائل ہو اور حضرت جبریلؑ سے غلطی صادر

ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور صحبت ابو بکر صدیقؓ کا منکر ہونے کے ساتھ ساتھ قذف عائشہؓ کا قائل ہو اور قرآن مجید کو منحرف سمجھتا ہو تو ایسے شیعہ مرد کے ساتھ سنی عورت یا سنی مرد کے ساتھ شیعہ عورت کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں وہ کافر ہیں مثلاً حضرت علیؑ کی الوہیت اور حضرت عائشہؓ پر قذف کا قائل ہونا، جو قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف ہے، اور حضرت جبریلؑ سے غلطی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوں اور صحبت ابو بکر صدیقؓ کے منکر ہوں تو اس قسم کے گمراہ فرقہ کے لوگوں سے رشتہ مناکحت سے احتراز واجب لازم ہے اور ایسے لوگوں کا حکم مرتد کی طرح ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

کافی الہندیۃ : ويجب ايقاف الرافض في قولهم يرجع الاموات الى الدنيا.....

واحكامهم احكام المرتدين۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۶۴) لہ

لہ قال الحنفی، وارتد احدہما ای الزوجین فسخر عاجل۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۵) کتاب النکاح

وَمِثْلُهُ فِي الْهُدَايَةِ ج ۲ ص ۳۲۸ کتاب النکاح۔

لہ قال العلامة عالم بن علاء انصاری : يجب ايقاف الرافض في قولهم يرجع الاموات الى الدنيا... وهو لا

القول خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين۔ (فتاویٰ تارقیہ ج ۵ ص ۵۲) کتاب احکام المرتدين

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى قَاضِي خَان عَلِي هَامِش الْهُدَايَةِ ج ۶ ص ۳۱۸ باب المرتد۔

سوال :- اگر کہیں لاعلمی اور غلطی سے رضاعی بہن بھائی
 لاعلمی میں رضاعی بہن سے نکاح کا حکم | کا نکاح غلطی سے ہو جائے اور سال و دو سال کے بعد
 رضاعت کا علم ہو جائے تو دونوں میں جدائی ہو جائے گی یا دونوں کا نکاح برقرار
 رہے گا ؟

الجواب :- صورت مرقومہ کے مطابق اگرچہ رضاعی بہن سے نکاح شرعاً حرام ہے مگر جب
 نکاح فاسد سے دونوں کا ملاپ ہو جائے تو مہر واجب ہو جاتا ہے لہذا یہ عورت شوہر سے
 مہر لینے کی حقدار ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: ويجب مهر لمثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره۔
 (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۱، ۳۸۲ باب المهر) لے

سوال :- افغانستان میں روس
 غیر مسلم عورت کو جبراً مسلمان کر کے اس سے نکاح کرنا | کی آمد کے بعد جب جہاد شروع
 ہوا تو بعض مجاہدین نے روسی عورتوں کو جبراً مسلمان کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا، کیا ان
 عورتوں کا اسلام معتبر ہے؟ اور ان کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- جب کسی کافر کو اسلام پر مجبور کیا جائے اور وہ کلمہ شہادت پڑھ لے
 تو وہ مسلمان تصور ہوگا۔ لہذا صورت مسئلہ میں روسی عورتوں کا اسلام لانا اور بعض مجاہدین کا
 ان کے ساتھ نکاح کرنا دونوں صحیح ہے۔

لما قال العلامة فقہ الدین الشہید بقاضی خان: واذا اجبر کافر علی الاسلام فاسلم
 صح اسلامه فان ارتد بعد ذلك یجبر علی الاعلام ولا یقتل۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۲۱۶ باب الاکراه)

سوال :- اگر کوئی عورت کسی جن مرد سے
 کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کرنا | اپنا نکاح کرائے تو کیا یہ نکاح شرعاً جائز

لے وفي الہندیۃ: ولتزوج امرأة فقالت امرأة ارضعتکما۔۔۔۔۔ واذا فارقتھا۔۔۔۔۔
 وان کان بعد الذحول بها فالافضل للزوج ان یعطیہا کمال المہر والنفقة والسکنی۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۷ کتاب الرضاع)

ہے یا نہیں؟

الجواب: شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کے لیے دونوں کا ایک جنس ہونا ضروری ہے، مختلف الاجناس میں نکاح جائز نہیں اس لیے جن مرد سے اس عورت کا نکاح شرعاً جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: وفي الاشياء عن السراجية لا يجوز المناكحة بين بنى ادم والجن وانسان اى لاختلاف الجنس ومقاد المفاعلة انه لا يجوز للجن ان يتزوج انسية ايضاً..... عن شرح الملتقى عن زواهر الجواهر الاصح انه لا يصح نكاح ادمى جنسية كعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ ادائل كتاب النكاح) ۱۰

سوال: اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی بیوی سے ناجائز تعلقات کے نکاح پر اثرات

رکھتا ہو اور وہ اس ناجائز عمل پر رنجے ہاتھوں پکڑا بھی گیا ہو تو کیا اس سے اس کے بھائی کی بیوی کا نکاح متاثر ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔۔ دیور سے ناجائز تعلقات قائم کرنے سے شوہر کا نکاح متاثر نہیں ہوگا بلکہ وہ تاحال اس کی منکوحہ ہے تاہم اگر شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کرنا چاہتا ہو تو کر سکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین، ولو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزنا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۶ فصل في المحرمات) ۱۰

۱۰ قال العلامة علي بن عثمان سراج الدين رحمه الله: لا يجوز المناكحة بين بنى ادم والجن والانسان المائى لاختلاف الجنس اذا امتس بشهوت ثبت حرمة المصاهرة۔ (الفتاوى السراجية مکتب کتاب النکاح باب نکاح الحارم)۔

۱۰ قال الشيخ وهبة الزحيلي: يعد بالاتفاق للزاني ان يتزوج بالزانية التي زنى بها فان جاءت بولد۔ (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۱ ص ۱۴۱، کتاب النکاح، المرأة الحامل من الزنا۔ الخ)

جنسی کمزوری کی صورت میں نکاح کرنے کا حکم | سوال :- بعض لوگ جنسی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور بیوی کے حقوق ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے لیکن اس کے باوجود وہ شادی کر لیتے ہیں، تو ایسے شخص کے لیے نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- شادی کرنا ہر اُس مسلمان مرد کے لیے سنت جو نان و نفقہ اور حقوق زوجیت پورا کر سکتا ہو، لہذا جو شخص یہ حقوق ادا نہیں کر سکتا اُس کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں، کرنے کی صورت میں مرد گنہگار ہوگا۔

قال العلامة الحنفیؒ: ویكون سنة مؤكدة في الاصح فياثم بتركه وثياب ان نوى تحصيئاً وولداً حال الاعتدال الى القدرة على وطء ومهر ونفقة - الخ قال العلامة ابن عابدینؒ: رتحت قوله الى القدرة على وطء الى الاعتدال في التوقان ان لا يصحون بالمعنى المار في الواجب والقرض وهو شدة الاشتياق وان لا يكون في غاية الفتور كالعنين ----- بان يكون بيت الفتور والشوق وزاد المهر والنفقة لان العجز عنهما يسقط الفرض فيسقط النية بالاولى الخ والدر المختار مع الرد المختار ج ۳ مک کتاب النکاح ومطلب کثیراً ما تبسأهل فی اطلاق المتجر علی السنّة) لہ

کسی اسلامی ملک میں مسلمان ہونے والی شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے کا طریقہ | سوال :- اگر کسی اسلامی ملک میں کوئی شادی شدہ غیر مسلم عورت اسلام قبول کرے تو کیا اس عورت کے ساتھ بغیر عدت گزارنے ہوئے کسی مسلمان مرد کے لیے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کرے تو یہ عورت اولاً عدالت میں اپنے اسلام لانے کا فقرہ پیش کرے اور عدالت اس کے غیر مسلم شوہر پر اسلام پیش کرے گی اب اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو عدالت عورت کو شیخ نکاح

کی ڈگری جاری کرے گی اور یہ عورت عدت طلاق گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے، اس کے علاوہ بغیر عدالتی فیصلے اور مرد عدت کے نکاح نہیں کر سکتی۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: واذا اسلمت المرأة وزوجها كافر عَرَضَ الْقاضِي عليه الاسلام فان اسلم فهمي امرأته وان ابى فترق بينهما وصحان ذلك طلاقاً عند ابى حنيفة ومحمد - (رحمهم الله)

(الهداية ج ۲ ص ۳۲۵ باب نکاح اهل الشرك) ۱۷

ماموں کی بیوہ سے نکاح کا حکم | سوال: سگے ماموں کی بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حقیقی ماموں کی بیوہ کے ساتھ بعد از اختتام عدت نکاح کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ اب ان کے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جو حرمت کا سبب ہو۔
لما قال الله تعالى: وَأَجَلَ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ - (سورة النساء آیت ۲۴) ۱۸

۱۷ قال ابن النہمام: اذا احد الزوجين اللذين هما مجوسيان او الزوجة عنهما مجوسية والزوج كتابي او الزوجة من الكتابين او الزوجة الكتابية والزوج قائم فان ابى فرق بينهما - رفتحہ القدیر ج ۳ ص ۲۸۸ باب نکاح اهل الشرك

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۳۷ الباب العاشر في نکاح الکفار۔

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّائِيْدِ الْخَانِيَّةِ ج ۳ ص ۱۸۱ کتاب النکاح۔ باب نکاح الکفار۔

۱۸ قال العلامة علاؤ الدین انکاسانی: والمعومات على التابيد ثلاثة انواع محرمات بالقربة ومحرمات بالمصاهرة ومحرمات بالرضاع، اما النوع الاول فالمحرمات بالقربة سبع فرقي الأعمات والبنات والعمات..... قال الله تعالى: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ - الآية۔ وفي الصفحة الثانية وتحمل له بنت العمّة والحالة وبنت العمّ والحال لان الله تعالى ذكر المحرمات في آية التحريم ثم اخبر سبحانه وتعالى انه اهل ما وراء ذلك بقوله وأجل لكم ما وراء ذلك (الآية) الخ

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۶، ۲۵۷ فصل ومنها ان تكون المرأة محللة)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۸۷ فصل في بيان المحرمات۔

بھانجی کی بیٹی سے نکاح کا حکم | سوال :- زید زینب کا علاقائی بھائی ہے، زینب کی بیٹی رقیہ ہے، رقیہ کی بیٹی کلثوم ہے، تو کیا زید کا نکاح کلثوم

کے ساتھ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- اپنے والدین کے کسی بھی فروع (یعنی اولاد جس درجے میں بھی ہو) سے نکاح کرنا درست نہیں، لہذا زید کا نکاح کلثوم کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وفروع البويه وان نزلن فتحرم بنات الاخوة والاخت وبنات اولاد الاخوة والاختوات وان نزلن۔ (رد المحتار علی ہاشم رد المحتار ج ۲، فصل فی المحرمات) ۱۔

بہنوئی کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کا حکم | سوال :- بہن کے شوہر کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کرنا

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بھائی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ بہن کے شوہر کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کرے کیونکہ اس لڑکی میں اس بھائی کی نسبت حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قال الله تعالى بعد ذكر المحرمات: وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ سِوَى النِّسَاءِ آیت ۲۸، ۲۹

۱۔ وفي الهندية: القسم الاول المحرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والاختوات.... إلى قوله وأما الاختوات فالأخت لأب والأخت لأم والأخت لأب والأخت لأم وكذا بنات الاخ والاخت وإن سفلن۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۸۴ الباب الثالث في بيان المحرمات) وَمِثْلُهُ فِي الْهُدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۴ فصل في بيان المحرمات۔

۲۔ قال العلامة الكاساني: والمحرمات على التابيد ثلاثة انواع محرمات بالقربة ومحرمات بالمصاهرة ومحرمات بالرضاع أما النوع الاول فالمحرمات بالقربة سبع فرق الأمهات والبنات والعَمَّات والحالات وبنات الاخ وبنات الاخت.... وفي الصفحة الثانية: وتصل لهن بنت العم والحالة وبنات العم والحال لان الله تعالى ذكر المحرمات في آية التحريم ثم أخبر سبحانه وتعالى أنه أحل ما وراء ذلك بقوله وأحل لكم ما وراء ذلكم الآية

رَبَائِعُ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۵۶، ۲۵۷ فصل ومنها ان تكون المروءة محملة

وَمِثْلُهُ فِي الْهُدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۴ فصل في بيان المحرمات۔

ایک جگہ منگنی کر دینے کے بعد لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کرنا | سوال :- اگر ایک لڑکی کے بعد اس کے والدین اس کا نکاح کسی دوسری جگہ کر دیں، تو کیا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر منگنی کے موقع پر صحیح اور شرعی طریقے سے ایجاب و قبول ہو چکا ہو تو اس کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں، اور اگر ایجاب و قبول نہ ہوا ہو تو یہ منگنی صرف وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں اس صورت میں دوسری جگہ نکاح درست ہے لیکن وعدہ خلائی کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوں گے۔

قال ابن عابدین: لو قال هل اعطيتها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فتكاح۔ ۱۴ (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب النکاح) ۱۵

کسی لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کا ایک مرد کے نکاح میں آنا | سوال :- ایک شخص نے کسی لڑکی

اور اس کی سوتیلی ماں کو اپنے نکاح میں جمع کیا ہے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ کیا یہ اَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب :- بجمع بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ کی پہچان کے لیے فقہاء کرام نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ دونوں میں سے جس کو بھی مرد تصور کر کے دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح صحیح نہ ہو، لہذا صورت مشولہ میں اگر لڑکی کو مرد تصور کر کے سوتیلی ماں کا تو منکوحۃ الابی کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں مگر سوتیلی ماں کو مرد تصور کرنے کے بعد لڑکی سے نکاح کے علاوہ ہر کوئی دلیل نہیں، اس لیے یہ صورت اَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ میں داخل نہیں، دونوں ایک شخص کے نکاح میں جمع کی جاسکتی ہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: حرم الجمع وطارد بملک یمین بین

لہ وفي الہندیۃ: ولو قال تزوجنی نفسك فقبلت العقد، ان لم یقصد به الاستقبال،
ہكذا فی النہر الفائق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۷) ابنا ثانی فیما یعتقد به النکاح
ومشئلہ فی تبیین الحقائق ج ۲ ص ۹۶ کتاب النکاح۔

امراتین ایستہما فرضت ذکرًا لم تحل للآخری ابداً..... فجازا لجمع بین امرأۃ
وبنت زوجھا وامرأۃ ابنھا الخ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲
فصل فی المحرمات) ۱۰

سوال :- اگر کوئی لڑکی اور لڑکا دونوں
مذاق میں کیا گیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے | آپس میں مذاق ہی مذاق میں گواہوں کے

روبرو نکاح کے ایجاب و قبول کر لیے، اب لڑکا کہتا ہے کہ تم نے میرے ساتھ نکاح
کیا ہے اس لیے تم میری بیوی ہو، جبکہ لڑکی کا دعویٰ ہے کہ وہ تو مذاق کر رہی تھی میرا ارادہ
نکاح نہ تھا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذاق ہی مذاق میں کیا گیا نکاح منعقد ہو
جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعت اسلامی میں چند امور ایسے ہیں کہ جن میں مذاق اور حقیقت دونوں
مساوی ہیں جن میں سے ایک نکاح بھی ہے، اس لیے نکاح خواہ مذاق ہی مذاق میں کیوں
نہ کیا جائے منعقد ہو جاتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں یہ لڑکی اب اس لڑکے کی منکوحہ
ہے لڑکی کا دعویٰ باطل ہے۔

لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام: ثلاث جدھن جد وھزلھن جد الطلاق
والعتاق والنکاح۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۲ باب الخلع والطلاق) ۱۰

سوال :- جناب مفتی صاحب! یہاں دیر
چھوٹی نیچی اور بچے کے نکاح کا حکم | کے علاقہ میں والدین چھوٹے چھوٹے بچوں

کا نکاح کر دیتے ہیں جبکہ وہ ابھی تک کچھ بھی نہیں سمجھتے ہیں، کیا ان بچوں کا نکاح جائز
ہے؟ کیا یہ چھوٹے بچوں پر ظلم تو نہیں؟

۱۰ فی الہندیۃ: ویجوز بین امرأۃ وبنت زوجھا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۴)

الباب الثانی فی بیان المحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع
۱۰ من ابی ہریرۃ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث جدھن جدھن

جد۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۲ یا ما جاء فی المجد والہزل فی الطلاق)

ومثله فی الترمذی، باب ما جاء فی المجد والہزل فی الطلاق۔

الجواب: شریعت اسلامی میں جب بچے کا ولی اس کا نکاح کر دے تو نکاح صحیح ہے تا بائق کے سمجھنے کی ضرورت نہیں صرف ولی کا سمجھنا ہی کافی ہے اور نہ یہ بچوں پر ظلم ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرتبین رحمہ اللہ: يجوز نكاح الصغير والصغيرة اذا زوجهما الولي بكرًا كانت الصغيرة او ثيبًا۔

الهداية ج ۲ ص ۲۹۵ باب الاولیاء

رہیب کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کرنے کا حکم | سوال:۔ جناب مفتی صاحب! اگر کوئی شخص ایک عورت سے

شادی کرے اور اس عورت کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکا بھی ہے جس کے پرورش اس زوجہ ثانی نے کی، اب اگر یہ لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا وہ فوت ہو جائے تو کیا شخص اپنے رہیب کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ رہیب یا قبتی حقیقی یا رضاعی بیوی کی طرح نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں رہیب کی بیوہ یا مطلقہ سے یہ مرئی (متر بولا باپ) شادی کر سکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (تحت قوله، وامانت زوجة ابیه وابنته فحلّال) ولا تحرم زوجة الرّيب ولا زوجة الرّاب۔

رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۳ فصل فی المحرمات

عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا صحیح نہیں | سوال:۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر عدت

لحمہ فی الہندیۃ: لولی الصغير والصغيرة ان یتکھما وان لحریر ضیابطاً لک سواء كانت بکراً و ثیباً۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح۔ الباب الرابع فی الاولیاء) ومثله فی الدر المختار ج ۳ ص ۵۵ کتاب الولی۔

لحمہ فی الہندیۃ: ولا تحرم حلیۃ الابن المتبني علی اکت المتبني۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۸ الباب الثالث فی بیان المحرمات۔ القسم الثانی المحرمات بالصهریۃ

ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المحرمات۔

کے دوران ہی اس کی بہن سے نکاح کر لے، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے ؟

الجواب :- چونکہ عدت کے اندر عورت شوہر کے نکاح میں من وجہ داخل ہے اس لیے اس دوران بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ تاہم اگر عدت کے بعد نکاح کرنا چاہتا ہو تو کر سکتا ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : والجمع نکاحاً وعدة ولو من طلاق بائن۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۲ فصل فی المحرمات)

منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کرنا | سوال :- ایک شخص نے کسی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کیا، اس عورت کی سابقہ خاوند سے ایک جوان بیٹی بھی ہے

جبکہ اس شخص نے دخول سے قبل ہی اس کو طلاق دیدی اور اب وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرنے کا خواہشمند ہے، تو کیا اس شخص کا اپنی مطلقہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- منکوحہ کی بیٹی سے نکاح شرعاً حرام ہے مگر یہ حرمت دخول یا خلوت صحیحہ کے ساتھ مشروط ہے، اگر یہ شرط پائے جانے سے قبل طلاق واقع ہو جائے تو منکوحہ مطلقہ کی بیٹی سے نکاح کرنا مریض ہے ورنہ خلوت صحیحہ یا دخول کی صورت میں نکاح ناجائز و حرام ہے۔ صورت مسئلہ میں چونکہ خلوت صحیحہ یا دخول کی شرط منقود ہے اس لیے اس شخص کا اس لڑکی سے نکاح درست ہے۔

قال العلامة المرغینانی : ولا باء امراۃ دخل بها ولم یدخل، لقولہ تعالیٰ : واتھات نسائکم من غیر قید الدخول ولا بنت امراۃ التي دخل بها لثبوت قید الدخول بالنص سواء كانت فی حجرہ او فی حجر غیرہ۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات) ۲

لہ قال العلامة برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ :- واذ اطلق امراۃ طلاقاً بائناً اور جعیلاً لم یجزلہ البتہ یتزوج باختہا حتی تنقضی عدتہا۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب النکاح۔ فصل فی بیان المعرمات)

وَمَثَلٌ فِي الْهَنْدِيَّةِ : الثَّالِثُ فِي بَيَانِ الْمُحْرَمَاتِ : الْقِسْمُ الرَّابِعُ الْمُحْرَمَاتُ بِالْجَمْعِ
لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : وَرَبَا بَيْكُمُ الَّتِي فِي حُجُودِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَ - (سورة البقرة - ۷)

باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے | سوال :- باپ کی دوسری بیوی کی بیٹی سے

نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- باپ کی دوسری بیوی کی بیٹی جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہو اُس سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

قال العلامة الحصکفی: (واما بنت زوجة ابيه او ابنته فحلّال) قال ابن عابدین^۲
 وکذا بنت ابنتها الخ. (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۰۳، ۳۰۴ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لہ
بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کا حکم | سوال :- ایک لڑکے کے کسی لڑکی کے ساتھ ناجائز

تعلقات ہیں اب چند دن قبل دونوں رنگے ہاتھوں کپڑے
 گئے، علاقائی جرگہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کا اسی لڑکے سے نکاح کر دیا جائے لیکن لڑکا کسی صورت
 میں بھی اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں، جبکہ لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ میں اس لڑکی سے
 شادی کے لیے تیار ہوں۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا لڑکے (زانی) کے باپ کا نکاح
 اس لڑکی (مزنیہ) سے جائز ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کی رو سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- فقہ حنفی کی رو سے زنا بھی سبب مصاہرت ہے۔ لہذا اگر واقعی لڑکے نے
 اس لڑکی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہو تو یہ لڑکی لڑکے کے باپ کی بمنزلہ بہو (منکوحۃ الابن) کے ہے
 جبکہ بہو سے نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں، اسی وجہ سے بیٹے کی مزنیہ سے اس کا باپ نکاح نہیں کر سکتا۔
 لما فی الہندیۃ، کذا تحرم المنزلی بہما علی ابناء الزانی واجدادہ وان علواً وبنائہ
 وان سفلاً کذا فی فتح القدیر۔ (التقاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۸۲ کتاب النکاح، ابواب الثالث) لہ

لہ قال العلامة صدر الشہید رحمہ اللہ: وتحل اخت اخیه رضاعاً کما تحل
 نسا کاخ من الاب لہ اخت من امہ تحل لانجیہ من ابیہ۔

(شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۶۸، ۶۹ کتاب النکاح)

لہ قال العلامة الحصکفی: وحرم ایضاً بالصہریۃ اصل منزیۃ۔ قال ابن
 عابدین: تحتم حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً۔

(الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۲ کتاب النکاح)

بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرا سسرفوت ہو چکا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اب میں چاہتا ہوں کہ

اپنی بیوہ ساس کا نکاح اپنے باپ سے کر دوں تاکہ ہم مشترکہ طور پر ان کی دیکھ بھال کر سکیں، تو کیا شرعاً ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق دونوں کے مابین کوئی ایسا رشتہ نہیں جو کہ موجب حرمت ہو، اس لیے ان دونوں کا نکاح شرعاً جائز ہے، اور امید ہے کہ اس کا رخیہ پر آپ کو منجانب اللہ اجر بھی ملے گا۔

لما قال العلامة ابن عابدین: ولا تنعم ام زوجة الابن۔ (رد المحتار جلد ۲ ص ۸۳ کتاب النکاح) | سوال :- اگر کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کرے تو کیا عدت گزارنے سے قبل نکاح کرنا

اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت اسلام قبول کرے، اور اس کا خاوند غیر مسلم ہو تو اس کا نکاح از خود ختم ہو جاتا ہے، اب اگر وہ عورت دارالحرب میں ہو تو صرف تین حیض گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر دارالاسلام میں ہو تو تفریق قاضی کے بعد دوبارہ نکاح کئے تین حیض گزارنا لازمی ہے، بدون اس کے نکاح جائز نہیں۔

لما قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ، ولو اسلم احدھما ان احد المجوسین او امرأة الکتابی ثمة ای فی دار العرب وملحق بہما کالبحرالملح لم تبین حتی تحيض ثلاثاً وتمضی ثلاثة اشهر قبل اسلام الاخر اقامة لشرط الفرقۃ مقام السبب۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹ کتاب النکاح)

لما قال العلامة مفتی عبدالرحیم رحمہ اللہ، الجواب۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً! زید کا باپ زید کی زوجہ کی ماں یعنی باپ اپنے بیٹے کی خوشدامن سے نکاح کر سکتا ہے یہ رشتہ حرام نہیں ہے۔
 { فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۱۹۴ }
 { کتاب النکاح }

باب المهر

دقیق مہر کے احکام و مسائل

رخصتی سے قبل طلاق دے کر لڑکی والوں کو کچھ رقم دینا | سوال :- یہاں ایک لڑکے کا رخصتی نہ ہو سکی بلکہ لڑکے نے بیوی کو طلاق دے دی، اب اگر یہ لڑکا لڑکی والوں کو کچھ رقم دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہوا ہو تو طلاق قبل الدخول کی صورت میں نصف مہر مسمی لازم ہے اور اگر مہر مقرر نہ ہوا ہو تو متمتع دینا لازمی ہے، تاہم اگر لڑکے والے اپنی طرف سے مہر مسمی کے علاوہ کچھ رقم لڑکی یا اس کے رشتہ داروں کو بطور ہدیہ دیدیں تو بہتر ہے۔
قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: ومن سمی مهرًا عشرة فما زاد فعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها وان طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى قال وان تزوجها ولم يسلم لها مهرًا او تزوجها على ان لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها او مات عنها ولو طلقها قبل الدخول بها فلها الممتعة .

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۰۴ باب المهر) لہ

لہ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَطْلُقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً - (وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرِهِ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرَهُ مَتَاعًا) يَا لَمَعْرُوفٍ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا قَرَضْتُمْ) - (سورة البقرہ پ آیت ۲۳۶)

وَمِثْلُهُ فِي السَّهْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۰۳ کتاب النکاح، باب المهر۔

سوال :- شریعت اسلامی میں مہر کی کم از کم مقدار کتنی ہے اور اس کی قیمت کیا ہوگی؟

الجواب :- مہر کی کم از کم مقدار دس سولہ درہم ہے جس کی وزنی مقدار تقریباً ۳۵ گرام چاندی ہے یا اس کی قیمت رائج الوقت قیمت کے اعتبار سے ہے۔

قال في الهندية: اقل المهر عشرة دراهم مضروبة او غير مضروبة حتى يجوز وزن عشرة تبرأ وان كانت قيمته اقل۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۲۱ الفصل الاقل في بيان ادنى مقدار المهر)۔

سوال :- جناب مفتی صاحب! مہر فاطمی و حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے حق مہر کی مقدار کیا ہے؟

الجواب :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صاحبزادی کا حق مہر ۴۸۰ درہم ہے جو کہ موجودہ نظام اوزان کے مطابق ۶۳۲۹۶ گرام چاندی کا وزن بنتا ہے یا رائج الوقت کرنسی کے حساب سے اس کی قیمت کا اعتبار ہے۔

قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا انكح شيئاً من بناته على اكثر من ثنتي عشرة اوقية هذا حديث حسن صحيح۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۵ باب ما جاء في مهر النساء)۔

سوال :- جو شخص طلاق مغلظہ کے بعد نکاح میں مہر مقرر کرنا لازمی ہے بعد حلالہ شرعی کر کے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو دوبارہ مہر مقرر کرنا ضروری ہے یا کہ سابقہ مہر ہی کفایت کر جائے گا؟

قال العلامة ابوبکر الكاساني: واماميان ادنى المقدار الذي يصلح مهرًا فادناه عشرة دراهم او ما قيمته عشرة دراهم۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۷ فصل واماميان ادنى المقدار)۔

۲۔ و ذکر امام ابو داؤد السجستانی: عن ابی العقیاء قال خطبنا عمرؓ فقال الا لا تغالوا بصدق النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا او تقوى عند الله كان اولاكم بها النبي صلى الله عليه وسلم ما اصدق رسول الله امرأة من نسائه ولا اصدق امرأة من بناته اكثر من ثنتي عشرة اوقية۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۲ باب الصداق)

الجواب :- مہر کے تقرر کا تعلق نکاح باندھنے کے ساتھ ہے، جب بھی نکاح باندھا جائے گا تو مہر مقرر کیا جائے گا چاہے اپنی مطلقہ سے حلالہ شرعی کے بعد نکاح کرنا ہو یا کسی اور عورت سے نکاح کرنا ہو، لہذا صورت مسئلہ میں دوبارہ مہر مقرر کرنا ہوگا ورنہ مہر مثل لازم ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: وكذا يجب مهر المثل فيما اذا المليم مهرًا او نفقًا او طئي الزوج أو مات عنها اذا لم يتواضعا على شيء يصلح مهرًا والا فذلك الشيء هو الواجب - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۳ باب المهر) لہ

متعدد ازواج کی صورت میں مہر میں مساوات کا مسئلہ | سوال: جناب مفتی صاحب! ہم نے سنا ہے کہ جس شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان برابری شرعاً ضروری ہے، تو کیا مہر میں بھی برابری ضروری ہے؟

الجواب :- اسلام نے حقوق نسواں کا خیال رکھ کر مرد کو ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان مساوات کا حکم دیا ہے لیکن یہ مساوات کھلنے پینے، لباس، رہائش اور رات گزارنے میں ہے، مہر میں یہ تساوی جاری نہ ہوگا، اس لیے مہر مقرر کرنا صرف مرد کا کام نہیں بلکہ باہمی رضامندی کا مسئلہ ہے، اس لیے متعدد بیویوں کے درمیان مہر میں تفاوت موجب گناہ نہیں ہے۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: يجب عليه التسوية بين الحوتين والاثنين في المأكل والمشرب والملبس والسكنى والبيتوتة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۳ باب القسم) لہ

لہ قال العلامة قاضی خان: المہر یتکرر بالعقد مرة وبالوطء اخرى یتکرر بہما۔

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹۱ فصل فی تکرار المہر)

لہ قال العلامة قاضیخان: وما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملك وهو البيتوتة عندا للصعبة والمؤانسة لا فيما لا يملك -

(الفتاویٰ قاضیخان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۹ فصل فی القسم)

ومثله فی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ فصل ومنها وجوب العدل بين النساء۔

حق مہر میں نقدی کے بجائے زمین وغیرہ دینا | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے علاقہ میں یہ دستور ہے کہ لوگ حق مہر میں نقدی کے بجائے مکان، زمین یا سونے کے زیورات دیتے ہیں، کیا نقد رقم کی جگہ مذکورہ اشیاء دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حق مہر میں ہر وہ چیز دینا جائز ہے جو بذات خود مال ہو۔ صورت مسئلہ میں چونکہ مذکورہ اشیاء بھی مال متقوم ہیں اس لیے ان اشیاء کو مہر میں دینا جائز ہے۔ ۳۰۲
وفی الہندیۃ: المہر انما یصح بکل ما ہو مال متقوم۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱)

الفصل الاقل فی بیان ادتی المقدار المہر و بیان ما یصلح مہراً... | سوال :- کیا انعقاد نکاح کے بعد شوہر مہر میں زیادتی کرنا | **الجواب :-** حق مہر میں زیادتی کرنا | زیادتی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کرے تو کیا بیوی اس زیادتی کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس طرح نکاح سے قبل حق مہر میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے اسی طرح نکاح کے انعقاد کے بعد بھی شوہر مہر میں زیادتی کر سکتا ہے اور اس زیادتی کا مطالبہ عورت کا حق بن جائے گا۔

وفی الہندیۃ: الزیادۃ فی المہر صحیحۃ حال قیام النکاح۔۔۔۔۔ فاذا زادھا فی المہر بعد العقد لزمته الزیادۃ کذا فی السراج الوہاج۔
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۳ الفصل السابع فی الزیادۃ فی المہر والمطعنہ فیما ینید ویفقص) ۲

۱۔ قال العلامة ابو بکر الکاسانی: منها ان یكون المستی مالاً متقوماً۔
(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۹۴ فصل واما بیان ما یصح تسمیۃ مہر)
۲۔ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: (تحت قوله وما فرض بعد العقد او یرید لا یتنصف)۔۔۔۔۔ دل وضع المسئلة علی جوان الزیادۃ فی المہر بعد العقد وہی لازمة لہ بشرط قبولہا فی المجلس علی الأصح۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۸۱ باب المہر)

اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا | سوال :- جو شخص نکاح کے وقت اپنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرے تو اس کے اس عمل کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- مہر کی تقرری میں اپنی حیثیت کو مدنظر رکھنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر میں زیادتی کو ناپسند فرمایا ہے، اس لیے حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا اچھا نہیں لیکن تقرر کے بعد شوہر کے ذمے ادا کرنا لازم ہو جائے گا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لا تغالوا صدقة النکاح - (مشکوٰۃ ص ۲۴۴ باب الصداق) لہ

عورت مہر کا مطالبہ کس سے کرے گی | سوال :- یہاں صوبہ سرحد میں اکثر والدین بیٹوں اور بیٹیوں کی شادیاں کر لیتے ہیں، تو کیا عورت مہر کا مطالبہ شوہر سے کرے گی یا سسر سے؟ (جس نے اس کا نکاح کرایا ہے)

الجواب :- مہر منفعۃ زوجیت کا عوض ہے جو شرعاً شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہے، صورت مسئلہ میں اگر بڑے کے باپ نے مہر کا ضمان اپنے ذمے لے لیا ہو تو عورت سسر اور شوہر دونوں سے اس کا مطالبہ کر سکتی ہے بصورت دیگر مہر کا مطالبہ صرف شوہر سے ہوگا۔

وفي الهندية : زوج ابنة الصغيرة او الكبيرة وهي بكر او مجنونة رجلاً او ضمن عنه مهرها صم ضمانه ثم هي بالخيار ان شاءت طالبت زوجها او وليها ان كانت اهلاً لذلك ويرجع الولي بعد الاداء على الزوج ان ضمن باسرة -
(افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۷ الفصل الرابع عشر في ضمان المهر) لہ

لہ قال المفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ : زیادہ مہر مقرر کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۴۱ مسائل واحکام مہر)

۲۔ وقال العلامة الحصکفی : وتطالب أيا شاءت من زوجها البالغ او الولي الضامن -

{ الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۷ }
{ مطلب فی ضمان المہر }

وَمِثْلُهُ فِي فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۴۲ مسائل واحکام مہر۔

عورت کے ورثاء شوہر سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں | سوال :- ایک عورت کو اس کے

شوہر نے طلاق دیدی طلاق کے بعد اس عورت کا نکاح دیور سے ہو گیا، اب وہ عورت وفات پا گئی ہے تو کیا عورت کے ورثاء دونوں شوہروں سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- نکاح کرنے کے بعد مہر عورت کا حق بن جاتا ہے جو کسی وقت بھی مطالبہ کر سکتی ہے چونکہ اس عورت نے دوسروں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہے لہذا اگر دونوں نے اس کی وفات تک حق مہر ادا نہ کیا ہو تو ان کے ذمے عورت کا مہر لازمی ہے، اس لیے وفات کے بعد عورت کے ورثاء دونوں سے مطالبہ کر سکتے ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ، افادات المہر وجب بنفس العقد۔

درمۃ المختار ج ۲ ص ۳۵۸ باب المہر۔

مہر عورت کے ورثاء کو دیا جاسکتا ہے | سوال :- اگر کوئی عورت شوہر کے گھر

فوت ہو جائے اور اس کے والدین و دیگر رشتہ دار شوہر سے مہر کا مطالبہ کریں تو کیا مہر ورثاء کو دیا جاسکتا ہے یا شوہر ہی اس کا حقدار ہے؟

الجواب :- اگر مہر شوہر کے ذمے قرض ہو تو بیوی کی وفات کے بعد مہر بطریقہ میراث تقسیم ہوگا جس میں شوہر عورت کی اولاد اور والدین شریک ہیں، اس لیے کل مہر نہ تو شوہر کے پاس رہے گا اور نہ کل مہر عورت کے رشتہ داروں کو دیا جائے گا۔

قال العلامة الكاساني، ومنها الادمن الباتين جميعاً لقوله جلّ، ولكم نصف ما ترك أزواجكم، إلى قوله عز وجل، ولهن النصف مما تركتهن من بعد وصية يوصون بها أو دين، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ فصل منها اللث

لہ قال العلامة الكاساني، المہر فی النکاح الصبیح یجب بالعقد لانه أحد الملك والمہر یجب

بمقابلة أحد الملك۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۴ فصل وأما بیان ما یجب المہر)

ومثله فی فتاوی قاضیخان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹۲ فصل فی تکرار المہر۔

لہ قال العلامة المفی عزیر الرحمن، جو مہر ہندہ کا بذمہ شوہر ہے اس میں نصف شوہر کو پہنچے گا اور ہندہ کے والدین کو ملے گا، زید کو اپنے حصہ کا اختیار ہے کہ خیرات کر دے والدین کا حق ان کو دینا چاہیے۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۱۴ فصل اول مسائل و احکام مہر

نابالغ لڑکے کی شادی کے مہر کا حکم | سوال: ایک آدمی نے بچپن میں اپنے لڑکے کی شادی کر دی تو اب بیوی کا حق مہر نابالغ شوہر پر واجب ہوگا یا سسر پر؟

الجواب:۔ مہر کے وجوب کے لیے بلوغ شرط نہیں اس کا تعلق نکاح سے ہے یعنی جس سے نکاح ہوا ہو اس کے ذمے مہر دینا واجب ہے چاہے بالغ ہو یا نابالغ، اگرچہ باپ ضامن بن سکتا ہے۔

وفي الهندية: واذا تزوج ابنة الصغير امرأة وضمن عنه المهر وكان ذلك في صحته جازا اذا قبلت المرأة الضمان واذا ادى الاب ذلك ان كان الاداء في حالة القعدة لا يرجع على الابن بما ادى استحساناً الا اذا كان بشرط الرجوع في اصل الضمان۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۲۶ الفصل الرابع عشر في ضمان المهر)۔

بذریعہ جرگہ طلاق لینے کی صورت میں مہر کا مطالبہ کرنا | سوال: بعض عورتیں گھر لیو نا چاتی کی وجہ سے شوہر سے

بذریعہ جرگہ وغیرہ طلاق لے لیتی ہیں، تو کیا طلاق لینے کے بعد مہر کا مطالبہ کر سکتی ہیں یا نہیں؟
الجواب:۔ اگر طلاق دیتے وقت شوہر نے مہر معاف کرنے کی شرط لگائی ہو اور عورت نے قبول کر کے شوہر سے طلاق لی ہو تو اسے مہر کے مطالبہ کا حق نہیں رہتا اور اگر طلاق دیتے وقت ایسی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو اور نہ عورت نے مہر معاف کیا ہو تو مہر اس کا حق ہے اور وہ مطالبہ کر سکتی ہے۔

قال ابن عابدین: افادق المهر يجب بنفس العقد۔۔۔ انما يتأكد لزوم تمام بالوطء ونحوه رد المختار ج ۲ باب المهر ص ۳۵۸
لے قال العلامة الحصكفي: (وطلب ايتا شادت) من زوجها البالغ او الولي المضا من۔

رد المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۳۸۸ مطلب في ضمان الولي المهر)
۲ ط في الهندية: امرأة قالت لزوجها اخلني او قالت فخرم فقال الزوج عجباً لها انت طالق صار بمنزلة قوله خلعت هكذا ذكر في النوازل والفتاوى على انه اراد به الجواب يكون جواباً ولو قال فروتم بیک طلاق ويكون جواباً بدون النية وبعد اسطرن۔۔۔ وهل يبرأ الزوج عن المهر اختلفوا فيما بينهم قال بعضهم لا يبرأ وهو الاصح۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۹۱ الفصل الاول في شرائط الخلع وكلمة ما يتعلق به) ومثله في فتاوى دیوبند ج ۸ ص ۲۱۵ مسائل واحكام مهر۔

سوال :- اگر کوئی عورت جبر و اکراہ سے یا کسی دباؤ میں آکر حق مہر معاف کر دے تو کیا مہر معاف ہو جائے گا؟

الجواب :- بتقاضائے نص قرآنی مہر کی معافی کے لیے طیب نفس کا ہونا ضروری ہے جبر و اکراہ کے ساتھ معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوتا۔

نقوله تعالى : فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هِنًا مَّرِيَّةً۔

(سورة النساء آیت ۴) ۱

سوال :- اگر کبھی میاں بیوی کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف کا پیدا ہونا مقدار میں اختلاف ہو جائے اور شرعی دلیل کسی

کے پاس نہ ہو تو دونوں میں سے کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب :- نکاح کے معاملے میں اصل مہر مثل ہے، جب میاں بیوی کا مقدار مہر میں اختلاف پیدا ہو جائے اور دلیل کسی کے پاس نہ ہو تو اس متنازع صورت میں فیصلہ مہر مثل پر ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله : وقال يقضي بمهر المثل كحال حياة وبه

يفتي - (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۳ باب المهر) ۲

سوال :- اگر کوئی شخص مفلس ہو اور بوقت نکاح لڑکی والوں نے مہر زیادہ مقرر کر دیا ہو، تو اب اگر وہ

عدالت کے ذریعے مہر کو کم کروانا چاہے تو کروا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- مہر کا تقرر میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے، تقرری کے بعد

۱ قال الشيخ المفتي محمد شفيع رحمه الله : دور حاضر میں چونکہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ مہر ملنے والا نہیں

ہے، اگر سوال کروں یا معاف نہ کروں تو بددلی یا بد مزگی پیدا ہوگی اس لیے بادلِ خواستہ معاف کر دیتی

ہیں اس معافی کا کوئی اعتبار نہیں۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۹۸ سورة النساء)

۲ وفي الهندية : اذا اختلف الزوجان في قدر المهر حال قيام التكالع عنداني حقيقة وحمد الله

تعالى يحكم مهر المثل - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۱۹ الفصل الثاني عشر في اختلاف الزوجين في المهر)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۳۵ فصل واما حكم اختلاف الزوجين في المهر -

جب مہر ایک مرتبہ متاکد ہو جائے تو بیوی کی رضا مندی کے بغیر عدالت یا کوئی جرگہ وغیرہ تو مہر کم کر سکتے ہیں اور نہ ختم کر سکتے ہیں شوہر پر اس کی ادائیگی لازم ہے۔

قال العلامة ابوبکر الكاساني: فالمهر يتأكد باحد معاثلة..... لا يسقط بعد ذلك إلا بالابراء۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۹۱ فصل بیان مایا کد به المهر) لے
تاجیل و تعجیل مہر میں عرف کا اعتبار ہے | سوال :- اگر بوقت نکاح مہر کی تاجیل و تعجیل کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو کیا عورت مہر فوراً

لینے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

الجواب: جس مہر کی تاجیل و تعجیل کا ذکر بوقت انعقاد نکاح نہ ہو تو اس صورت میں مہر عرف کا تابع ہو کر جتنا مال مؤجل دیا جاتا ہے تو اتنی مقدار میں عورت حق مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: ولها منعه عن الوطء والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتهما لاخذ ما بين تعجيله او قدر ما يعجل لمثلها عرفاً وان لم يؤجل قال الحنفی: به یفتی لان المعروف كالمشروط۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ باب المهر) لے

رخصتی سے قبل شوہر کی وفات پر عورت پورے مہر کی مقدار ہے | سوال :- اگر کسی عورت کا شوہر رخصتی سے قبل وفات پا جائے تو کیا عورت پورے مہر کی مقدار ہوگی یا نہیں؟

لے قال العلامة ابن عابدین: وأما المسمى فإتما قام مقامه للتراضي بوثم عرف المهر في الغاية بانه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع أما بالتسمية أو بالعقد۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۷ باب المهر)

وَمَثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۰۳ الْفَصْلُ الثَّانِي فِي مَا يَتَأَكَّدُ بِهِ الْمَهْرُ وَالْمَتْعَةُ۔
 لے قال العلامة ابوبکر الكاساني: إذا كان المهر معجلاً بان تزوجها على صدق عاجل أو كان مسكوتاً عن تعجيل والتأجيل لا حكم المسكوت حكم المعجل لان هذا عقد معاوضة فيقتضي المساواة من الجانبين والمرأة لميت حق الزوج فيجب ان يعين الزوج حقها وانما يتعين بالتسليم۔

ردائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۸ فصل واما بيان ما يجب به المهر وبيان وقت وجوبه

الجواب :- موت ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس کی وجہ سے مہر متا کر ہو جاتا ہے، لہذا صورت مسئلہ کے مطابق اگر رخصتی سے قبل کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت بوقت نکاح مقرر کردہ پورے مہر کی حقدار ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ويتأكد عند وطراد وخلوة صحت من الزوج او موت احدهما۔ الخ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۸ باب المہر) لے

بیٹی کے حق مہر کی رقم سے جہیز کا سامان خریدنا | سوال: بعض علاقوں میں رواج ہے کہ سے بیٹی کے لیے جہیز کا سامان خرید تلے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- مہر کی رقم سے بیٹی کے لیے جہیز کا سامان خریدنا جائز ہے اور یہ سامان لڑکی کی ذاتی ملکیت تصور ہوگا، باپ کے اس قبضے سے شوہر کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

قال ابن عابدین: وفيها قبض الاب المهر وهي بالغة او لا وجہزها او قبض مكان المهر عيتا ليس لها ان لاتجيز لان ولاية قبض المهر الى الابد وكذا التصرف فيها۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۸ باب المہر قبيل باب النكاح الرقيق) لے

جہیز کی شرعی حیثیت | سوال :- جناب مفتی صاحب! آج کل ہم اکثر لوگوں سے یہ الفاظ سنتے رہتے ہیں کہ جہیز کی لعنت ہمارے سروں پر سوار ہے۔ تو کیا واقعی ایک لعنت ہے؟ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایک باپ جب اپنی بیٹی کے لیے کہیں شادی کا ارادہ رکھتا ہو تو سنت یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق کچھ نہ کچھ سامان بیٹی کو جہیز میں دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر جہیز دیا تھا۔ تاہم اپنی وسعت سے زیادہ کام کرنا مناسب نہیں۔

لے قال في الهندية: والمهر يتأكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصعيقة وموت احد الزوجين۔ (الفتاوى الهندية ج ۳ الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمنفعة)

۲ قال العلامة المفتي عزيز الرحمن: لڑکی کے سامان کے لیے باپ کو مہر کا کچھ حصہ لے کر اس میں صرف کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۸ ص ۲۴۳ مسائل و احکام مہر)

عن عليٍّ: أنَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم لما زوجه فاطمة بنتَ معها بخميلة ووسادة
أرَّحَ حشوها ليف ورحاين وسقائين الحديث (الاصابة ج ۴ ص ۳۷۹)

حضرت علیؑ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ
کی شادی میرے ساتھ کی تو جہیز میں ساتھ ایک چادر اور ایک گداحس کے اندر کھجور کے پتے
بھرے تھے اور دو چکیاں اور دو مشکیں بھی تھیں۔ (امداد الاحکام جلد ۲ باب المہرم) ۲۷
جہیز کے سامان کی ملکیت کا حکم | سوال :- لڑکی کے والدین جو جہیز کا سامان اپنی بیٹی کو
شادی کے موقع پر دیتے ہیں، یہ سامان کس کی ملکیت ہے؟

لڑکی کی یا شوہر کی؟

الجواب: یہ تو جہیز کا سامان دینے والے کی نیت پر موقوف ہے، اگر اُس نے لڑکے کو
دیا، ہو تو اس کی ملکیت ہے اور اگر لڑکی کو دیا ہو تو اس کی ملکیت ہے۔ چونکہ یہ سامان لوگ
عموماً اپنی بیٹی کو دیتے ہیں اسلئے عدم نیت کی صورت میں یہ سامان لڑکی کا متصور ہوگا۔

قال في الهندية: لو جهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستعانة استرداداً وعليه
الفتوى واذا بعث الزوج الى اهل زوجته اشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت
اليه ادادان يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك اذا بعث اليها على جهة التمليك كذا
في الفصول العبادية۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۲۷ الفصل السادس عشر في جهاز البنت) ۲۸

له عن علي رضي الله عنه قال: جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في خميل
وقريبة ووسادة حشوها ادخر۔ (سنن النسائي ج ۲ ص ۹۲ جهاز الرجل ابنته)

۲۹ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ”سئل“ فيما
اذا زوجا بنتهما بالغة وجهزها بجهاز سلماة منها في صحبتهما
ثم ماتتا عنها وعن ورثته غيرها يريدون قسمه الجهاز بينهما
مع البنت فهل ليس له ذلك۔ الجواب ”نعم“

(تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۲۷۱ مسائل الجهاز)

وَمِثْلُهُ فِي جَامِعِ الْفُصُولِ جلد ۱ ص ۱۹۲ فِي الْفُصُولِ الْعَشْرُونَ
فِي دَعْوَى النِّكَاحِ۔

مہر معاف کرنے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنا | سوال :- یہاں ہمارے گاؤں میں ایک عورت نے شوہر کو اپنا حق مہر معاف کر دیا تھا، اب کسی گھریلو ناچاقی کی وجہ سے نوبت طلاق تک پہنچ گئی ہے، تو کیا یہ عورت دوبارہ اپنے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب کوئی عورت برضا و رغبت ایک مرتبہ اپنا حق مہر معاف کر دے تو اس کو دوبارہ مطالبہ کا حق حاصل نہیں رہتا، اس لیے صورت مسئلہ میں عورت کا دوبارہ مطالبہ کرنا صحیح نہیں۔

وفی الہندیۃ : للمرأة ان تہب ما لھا الزوجہا من صدق دخل بہا زوجھا اولم یدخل ویس لاحد من اولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض علیہا۔ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۸۔ ابواب السابع فی المہر الفصل العاشر فی ہبۃ المہر

مہر معاف کرنے پر اولیاء کا اعتراض کرنا | سوال :- کیا عورت اپنے شوہر کو حق مہر معاف کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہے تو کیا معاف کرنے کے بعد عورت کے باپ یا دیگر رشتہ داروں کا اعتراض معتبر ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- شریعت اسلامی میں عورت اپنے مہر کی خود مالکہ ہے وہ اس کو جس طرح استعمال کر سکتی ہے چاہے شوہر کو معاف کرے یا کسی اور کو ہبہ دیدے، باپ یا کسی اور رشتہ دار کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔

وفی الہندیۃ : للمرأة ان تہب ما لھا الزوجہا من صدق دخل بہا زوجھا اولم یدخل ویس لاحد من اولیائہا اب ولا غیرہ الاعتراض علیہا۔ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۸۔ ابواب السابع فی المہر الفصل العاشر فی ہبۃ المہر

خلوت صحیح کے بعد نامرد شوہر کا مل مہر دے گا | سوال :- جناب مفتی صاحب ! ہمارے گاؤں میں چند سال قبل ایک بڑکے کی شادی ہوئی، شادی کے بعد وہ نامرد ثابت ہوا جبکہ عورت نے رات کے وقت اپنے آپ کو

لہ وسلم قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : (روصح خطھا) یُکَلِّمُ او بعضہ رعنہ قبل ولادۃ
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : تحت ہذہ العبارة (روصح خطھا) وقید
 بخطھا لأن خط ابیہا غیر صحیح لوصف غیرۃ ولو کبیرۃ توقف علی اجازتہا ولا
 بد من رضاھا۔ (رد المختار ج ۳ باب المہر مطلب فی خط المہر ولا یولہ منہ)
 ومثله فی الہدایۃ ج ۲ ص ۳۰۵ باب المہر۔

شوہر کے حوالے کر دیا تھا، تو کیا اب طلاق کے بعد عورت کو نصف مہر ملے گا یا کامل؟
 الجواب :- مہر کی تاکید صرف دخول پر موقوف نہیں بلکہ عورت کا اپنے آپ کو شوہر کے
 حوالے کرنے پر بھی مہر ٹوک دیا جاتا ہے، صورت مسئلہ میں چونکہ عورت نے اپنے آپ
 کو شوہر کے حوالے کیا ہے اس لیے وہ کامل مہر کی مقدار ہے۔

وفی الہندیۃ : وخلوة المحبوب خلوة صحیحة عندی حنیفة وخلق العین والخصی خلوة
 صحیحة۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۵ ابواب المہر، الفصل الثانی فیما یتاکد بہ المہر والمتعة) لے
 تجھے خلع دیا ہے اسے سقوط مہر کا حکم اس میں نے تجھے خلع دیا ہے مگر عوض خلع ذکر نہیں کیا
 اور عورت اس کو قبول کر لے تو کیا اس سے مہر ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- خلع سے چونکہ میاں بیوی کے حقوق ساقط ہو جاتے ہیں اب اگر عورت نے اپنا مہر وصول
 نہ کیا ہو تو خلع قبول کر لینے سے اس کا حق مہر شوہر کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور اگر وصول کیا ہو تو
 اس خلع کے عوض کچھ لازم نہ ہوا اور نہ عورت پر مہر واپس کرنا لازم ہے اسلئے کہ سوال میں نہ خلع مذکور نہیں۔

وفی الہندیۃ : واذا خالعا علی مال مسمی معروف سوی الصداق فان كانت
 المرأة مدخولاً بہا والمہر مقبوضاً فتمت تسلم الی الزوج بدل الخلع ولا یتبع أحدهما
 صلاً بعد اطلاق بشیء وان كان المہر غیر مقبوض فالمرأة تسلم الی الزوج بدل الخلع ولا یتبع علی
 الزوج بشیء من المہن الخ۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸۹ الباب الثامن فی الخلع الخ ۲ لے

لے قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ، واذا خلا المحبوب بامرأته
 ثم طلقها فلها کمال المہر عندی حنیفة وقال علیہ نصف المہر لانه اعجز
 من المريض بخلاف العین... لان الحكم ادبر علی سلامة الاله۔ الخ

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۷۸ باب المہر)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّامِخَارِ مَعَ رَدِّ الْمُخْتَارِ ج ۳ ص ۱۱۸ باب المہر۔ مطلب احکام الخلوۃ۔
 ۲ قال العلامة قاضیخان : واما حکم المہر فان كانت المرأة مدخولاً فقد قبضت المہر بلزما
 البذل ولا یرجع أحدهما علی صاحبه بشیء فقولہم۔ (فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۲۵۶ باب الخلع)
 وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوی ج ۲ ص ۱۸ الفصل الثالث فی الخلع۔

سوال :- بعض لوگ لڑکی کا رشتہ دیتے کے لڑکے والوں سے شادی کا خرچہ لینا

بعد لڑکے والوں سے مختلف رسومات کے نام پر شادی کا خرچہ وغیرہ لیتے ہیں، تو کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب :- عقد نکاح میں لڑکی دینے کی وجہ سے لڑکے یا اس کے رشتہ داروں سے رسومات کے بہانے شادی بیاہ کا خرچہ لینا ناجائز اور حرام ہے، اگر پیسے لیے ہوں تو واپس کرنا لازمی ہے، تاہم اس سے نکاح متاثر نہیں ہوتا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : ومن استخ ما يأخذہ الصهر من الختن بسبب بنتہ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ يرجع الختن ۔

(رد المختار ج ۵ ص ۳ کتاب الخطر والاباحۃ، فصل فی البیع م ۱۷)

سوال :- جناب مفتی صاحب ! مہر کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں حق مہر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں :-

(۱) مہر مسمیٰ : یہ وہ مہر ہے جو زوجین یا ان کے وکلاء نکاح کرتے وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں۔

(۲) مہر مثل : یہ وہ مہر ہے جو عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں مثلاً سگی بہنوں،

پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کے مہر کے برابر مقرر کیا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ کے

نزدیک اصل مہر مہر مثل ہے۔

قال الشیخ وھبۃ الزحیلی : المہر عند الفقہاء نوعان مہر مسمیٰ ومہر مثل۔

اما المہر المسمیٰ فھو ما سمی فی العقد او بعد بالتراضی اما مہر المثل فقد

حدرد الحنفیۃ بانہ مہر امراۃ تماثل الزوجۃ وقت العقد من جہۃ ابیہا

لامہا ان لم تکن من قواہیہا کاختہا وعتہا وبنۃ عمتہا فی بلدہا وعصرہا۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۲۶۶ رابعاً انواع المہر)

قال العلامة الحسینی : اخذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزواج ان یستردہ لانہ رشوۃ۔

(الدر المختار علی مشرک المختار ج ۲ ص ۳۹۶ مطلب انقو علی معتدۃ الغیر)

وَمِثْلُهُ فی الھندیۃ ج ۱ ص ۳۲۶ الفصل السادس عشر فی جہاز البنت ۔

سوال :- نکاح باندھتے وقت اگر بالغ لڑکے کا حق مہر خاوند کے ذمہ واجب ہے | باپ حق مہر میں مقرر شدہ مال کی ادائیگی کا وعدہ کرے

مگر ناداری اور غربت کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو کیا خاوند کے ذمے مہر دینا واجب یا نہیں؟

الجواب :- صراحتاً یا عرفاً لڑکے کی طرف سے اجازت کی صورت میں مذکورہ حق مہر اس کے

ذمہ واجب الاداء ہے، حق مہر کی ادائیگی کا اصل ذمہ دار خاوند ہے۔ تاہم اگر باپ نے بیٹے کی جگہ

حق مہر میں کوئی چیز دے دی تو وہ حق مہر شمار ہوگا خاوند پر دوبارہ ادائیگی ضروری نہیں، اور اگر

باپ وعدہ کر کے نہ دے سکے تو خاوند پر لازمی ہے کہ مقرر شدہ حق مہر ادا کرے۔

قال ابن نجيم، اُماولى الزوج اكبر فهو وكيل عنه كالاجنبى وكايتة عليه ولاية استعجاب

وحكمضان مهره حكم غلمان الاجنبى فان ضمن عنه باذنه رجوع ولا فلا۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۱ باب المهر)۔

سوال :- نکاح کے انعقاد کے وقت اگر ایجاب و قبول کے دوران حق مہر مقرر

حق مہر کے بغیر نکاح کا حکم مقرر نہ کیا جائے تو کیا اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- حق مہر کا تفر ضروری یا نہ نکاح میں سے ہے رکن نہیں لہذا اگر مجلس نکاح میں

خواہوں کے سامنے شرعی طریقہ پر نکاح پڑھا گیا ہو تو اگرچہ اس میں مہر کا ذکر نہ کیا جائے تب

بھی نکاح درست ہے لیکن خاوند کے ذمہ دخول کے بعد مہر مثل کی ادائیگی لازم ہے۔

قال ابن نجيم، رتحت قول الماتق صحیح، النکاح بلا ذکر لان النکاح عقد انضمام وازدواج لغة فيتم بالزوجين

نعم المهر واجب شرعاً، بانه لتزويج المحل فلا يحتاج الى ذكره لصحة النکاح.... وذكر الاكل

وكمال انه لا خلاف لاحد في صحته بلا ذكر مهر۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۲ باب المهر)۔

لہ قال فی الہندیۃ، ويرجع الولی بعد الاداء علی الزوج ان ضمن بأمره حکذا فی التبیین۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۲۱ الفصل الرابع عشر فی ضمان المہر)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ الْمُخْتَارِ ج ۳ ص ۳۱۱ باب المهر مطلب فی ضمان الولی المهر۔

۲۔ لعل العلامة العثماني، عن علقمة قال أتى عبد الله في امرأة تزوجها رجل ثم ماعنها ولم يفرض لها صداق ولم يكن دخل

قال فختلفوا إليه فقال أرى لها مثل مهر نسائها ثم ذكر أن معقل بن سنان الأشجعي شهد أن النبي صلى الله عليه وسلم

قضی فی واقعة مثل ما قضیت۔ رواه الخمسة وصححه الترمذی۔ (امداد السنن ج ۱ ص ۲۸۸)۔ قال الہندیۃ، وان

تزوجها ولم یسم لها مهر أو تزوجها علی أن لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها أو مات عنها۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۱ الفصل الثانی فیما تأکد به المهر والتعہ)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۲ ص ۲۱۱ فصل ان لا يكون مجهولاً جهالة۔

مقرر شدہ حق مہر میں اضافہ کرنا جائز ہے | سوال :- اگر خاوند کی طرف سے مقرر شدہ حق مہر میں کوئی اضافہ ہو جائے تو کیا عورت اس اضافے

کی مقدار ہے یا نہیں؟

الجواب :- حق مہر میں اضافہ اور کمی دونوں شرعاً جائز ہیں اس لیے بیوی کے قبول کرنے کی صورت میں خاوند کی طرف سے مقرر شدہ مہر میں اضافہ درست اور نافذ ہے اور عورت اس کسر مالکہ متصور ہوگی۔

قال في الهندية: الزيادة في المهر صحيحة حال قيام النكاح عند عدمنا الثلاثة. كذا في المحيط: فإذا زادها في المهر بعد انعقد لزومه الزيادة. كذا في السراج الوهاج: هذا إذا قبلت المرأة الزيادة سواء حصلت من جنس المهر أو لا من زوج أو من وث كذا في التمهيد للفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۱۲ (الفصل السابع في زيادة في مهر الخ) له

خاوند سے حق مہر کے علاوہ لیے گئے مال کا حکم | سوال :- شادی سے پہلے رُک والوں کا رُک کے سے حق مہر کے علاوہ کچھ وہیم

وغیرہ لینا شرعاً کیسا ہے؟ کیا رُک کا شادی کے بعد پہلے اس کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- شادی سے پہلے رُک کے والدین یا دوسرے اولیاء کے لیے حق مہر کے علاوہ رُک سے نقدی یا جنس کی شکل میں کچھ لینا حرام اور ناجائز ہے ایسا مال رُک کے کی ملکیت ہے اور وہ کسی وقت بھی اس کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قال الحصفي: إذا دخل امرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة.

(الدر المختار على مدارر المختار ج ۳ ص ۱۵۵ آخر باب المهر) له

له قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: ودون وضع المسئلة على جواز

زيادة في المهر بعد انعقد وهي لازمة بشرط قبولها في المجلس

على الأصح - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۸ باب المهر)

له قال في الهندية: وبوأخر كهن لمرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه

رشوة - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۲۲ الفصل السادس عشر في جهاز البنت)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۸۶، ۱۸۷ باب المهر.

حصول مہر کیلئے عورت اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے | سوال :- حق مہر حاصل کرنے کے لیے عورت اپنے آپ

کو خاوند کے سپرد کرنے سے روک سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر خاوند بیوی کو مہر معجل ادا نہ کرے تو مہر کے حصول کے لیے عورت اپنے آپ کو اس وقت تک خاوند سے روک سکتی ہے جب تک وہ اسے مہر ادا نہ کر دے۔

قال في الهندية: في كل موضع دخل بها أو سحت الخلوة وتأكد كل امهرلوارادت أن تمتنع نفسها لا ستيفاء المعجل لها من عدة خلافاً لهما.... وقبل تسليم النفس لها ذلك بالاجماع. (فتاوى الهندية ج ۳ ص ۳۱۷ الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها بمهرها) له

حق مہر قسط وار ادا کرنا جائز ہے | سوال :- اگر مہر کی مفت دار زیادہ ہو کہ خاوند کیلئے یکمشت ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اس کیلئے قسط وار

ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر عقد نکاح کے وقت تمام مہر یا بعض کا مؤجل یا معجل یکمشت یا قسط وار دینے کا فیصلہ ہوا ہو تو اس کے موافق عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال الحنفی: ان لم یؤجل أو یعجل كله فكما شرط لأت الصريح يفوق الدلالة - الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۲۲ مطلب زمان الولى ۲

له قال ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت قول الماتن ولها منعه من الوطأ وكذا الولى الصغيرة المنع المذكور حتى يقبض مهرها - رد المحتار ج ۳ ص ۱۲۳ مطلب في منع النوجة نفسها ليقبض المهر

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۸۸ فصل يجب به المهر -

۲ قال في الهندية: وإن بينوا قدر المعجل يجعل ذلك وإن لم يبينوا شيئاً ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فيجعل ذلك معجلاً ولا يقدر بالربع ولا بالخمس وإنما ينظر إلى المتعارف وأن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر يجعل الكل معجلاً ويترك يعرف. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۱۹ الفصل الحادي عشر في منع المرأة نفسها)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۵ باب المهر -

تقلیل مہر مندوب ہے | سوال :- مہر میں کیا معیار ہونا چاہیے، بعض علاقوں میں زیادہ مہر مقرر کرنا بڑائی اور عظمت و سرافقت کی علامت سمجھا

جاتا ہے جبکہ کئی علاقوں میں تفہیل مہر ثواب سمجھا جاتا ہے ؟

الجواب :- لڑکے کی مالی حالت کو مد نظر رکھ کر مہر مقرر کرنا چاہیے، اگر لڑکے کی غربت معلوم ہونے سے باوجود زیادہ مہر مقرر کر دیا جائے تو یہ لڑکے پر بے جا بوجھ لادنے کے مترادف ہے تاہم زیادہ سے زیادہ کے لیے کوئی خاص حد مقرر نہیں پھر بھی مہر ایسا ہونا چاہیے جس کی ادائیگی لڑکے کے دائرہ اختیار میں ہو۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن أعظم النکاح بركة أيسره مؤنة - رواه احمد (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۱۹ کتاب النکاح) سلم

تخدید مہر جائز نہیں | سوال :- کیا حاکم وقت یا علاقے کے بڑوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہر کی تحدید کریں کہ مثلاً کوئی بھی دس ہزار روپے سے زیادہ مہر نہیں باندھ سکتا، اور یہ ایسے کیا جائے کہ لوگ مغالاة فی المہور مہروں میں زیادتی سے باز آجائیں ؟

الجواب :- مہر کی حد اکثر اور تحدید قرآن و حدیث کی کسی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ بعض آیات کریمہ سے تکثیر اور بعض دلائل سے اس کا اطلاق معلوم و منہوم ہوتا ہے، لہذا حاکم وقت یا اہل حل و عقد کیلئے جائز نہیں کہ وہ مہر کی تحدید کریں، تاہم ذرائع ابلاغ بطور علم و وعظ عوام کے اندر اس کی تقلیل کی مسنوت پر ترغیب دیں اور صاحب اقتدار طبقہ، علماء و حکام اس کا عملی نمونہ پیش کریں۔

قال الله سبحانه وتعالى، وَإِيتِيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذْ بِهِنَّ شَيْئًا وَالنِّسَاءُ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةٌ ۚ وَأَحْلَلْنَا لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ (سورة النساء)

لہ و عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إن من بین المرأة بنسرتها و تیس صدقہا و تیس سرحہا، أخرجه الحاکم و غیرہ بسند حسن قالہ الألبانی، (سلسلة الاحادیث الضعیفة ج ۳ ص ۲۲۴)

و مثله رواه احمد واصحاب السنن الاربعہ والدارمی عن عمر رضی اللہ عنہ - (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۷) قال الشيخ و هبة الزحبی: وقد نبهت امرأة إلى هذه الآية حينما أراد عمر بن الخطاب تحديد المهر فنهى أن يزداد الصداق على أربعين درهم و خطبت الناس فيه... فقالت له امرأة من قریش بعد نزولہ من علی ابن ابی لیس: لک ایلک یا عمر قال ولم؟ قالت لأن الله تعالى يقول وإيتيتم إحداهن قنطاراً فلا تأخذوا منه شيئاً تأخذونه بهتاناً و إنما مبناً، فقال عمر امرأة أختا و رجل أختاء و روه ابو یعلیٰ البکیری فقال التهم غفر کل الناس ففہ من عمر ثم رجع فوکیب البکیر فقال لہم: انی کنت نخبیکم أن تولدوا النساء صدقاتهن علی أربعین درہم فمن شاء أن يعطى من ماله أحب. (نفقہ الاسلامی و اولیہ ج ۲ ص ۲۵۶)

و مثله فی الفتاویٰ الاسلامیة ج ۲ ص ۳۳۳ و اجات ہیئۃ کبار العلماء ج ۲ ص ۴۰۹

سوال :- شادی کے وقت جو مال، سامان وغیرہ والدین لڑکی کے جہیز کس کا حق ہے؟ **جواب :-** ساتھ اس کے شوہر کے گھر بھیجتے ہیں یہ کس کا حق ہے؟ شوہر کا یا بیوی کا؟

الجواب :- والدین کی طرف سے شادی کے وقت جو سامان وغیرہ لڑکی کو دیا جاتا ہے اس کی اصل حقدار لڑکی ہی ہے غاوند کا اس سامان کے ساتھ کچھ تعلق واسطہ نہیں۔

قال في الهندية: لوجهز ابنته وسلمه اليها ليس له في الاستحسان استردادها منها و عليه الفتاوى - (الفتاوى الهندية ج ۳۲۴ الفصل السادس عشر في جهاز البنت) له

سوال :- ایک آدمی نے اپنی مدخولہ بیوی کو فاحشہ ہونے کی وجہ سے طلاق دے دی، تو کیا یہ عورت اب مہر کی حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب :- دخول سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے اس لیے بعد از ان طلاق دینے سے حق مہر پر کوئی اثر نہیں پڑتا، مطلقہ عورت شرعاً مہر کی حقدار ہے طلاق خواہ کسی بھی وجہ دی گئی ہو۔

قال في الهندية: والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة، الدخول والخلوة الصبيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو محرماً حتى لا يستعاض منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق - (الفتاوى الهندية ج ۳۲۴ الباب السابع في المهر) له

سوال :- بعض علاقوں میں یہ غاوند کے مرنے کے بعد بھی بیوہ مہر کی حقدار ہے رسم ہے کہ اگر غاوند مر جائے اور اس کی بیوہ کسی دوسری جگہ شادی کرے تو اس کو پہلے غاوند سے مہر نہیں دیا جاتا کیا یہ شرعاً درست ہے؟

له قال العلامة الحصكفي: جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد ولا ورثته بعده ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به - (الدر المختار على مدار المحتار ج ۳۱۵ مطلب النفق على معتدة الغير)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۸۷ باب المهر -

له قال الحصكفي: ويتأكد عند وطأ وخلوت صحت من الزوج أو موت أحدهما -

(الدر المختار على مدار المحتار ج ۳ ص ۱۲۲ باب المهر)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۳ باب المهر -

الجواب :- نکاح کے انعقاد کے بعد غاوند کے فوت ہو جانے سے بیوی کا حق مہر ماکد ہو جاتا ہے ایسے بیوہ مہر کی مقدار ہے خواہ وہ دوسری جگہ شادی کرے یا نہ کرے۔

قال فی المہندیۃ: والمہر یتا کذب حد معان ثلاثۃ الدخول والخلوة المصححة وموت أحد الزوجین سواء کان مسمی أو مہراً مثل حتی لا یسقط منه شیء بعد ثبت الا بالبراءۃ من ضائع حق۔ (ابواب سابع فی المہر) ۲
سوال :- ایک منکوحہ عورت کو نہشتی سے پہلے طلاق دی گئی تو یہ عورت نئے مہر کی مقدار ہے؟

الجواب :- اگر کسی منکوحہ عورت کو خلوت صحیحہ اور جماع سے پہلے طلاق دی جائے تو وہ عورت مقرر شدہ مہر کے نصف کی مقدار ہے۔

قال لعلامة الحنفی: ويجب نصفه بطلاق قبل وطأ أو خلوة فلو كان علی ما یقتضی خمسة کان له نصفه۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۸۷ باب المہر) ۲

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کا باپ گواہوں کے سامنے بیٹے کے حق مہر کی ادائیگی کا وعدہ کرے اور گواہوں کے سامنے دستخط بھی کر دے تو بیٹے کی وفات کی صورت میں لڑکی یا اسکے والدین لڑکے کے باپ سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- صورت مذکورہ میں باپ بیٹے کی طرف سے مہر کا ضامن ہے اگر عورت مہر معاف نہیں کرتی تو اس کے شوہر کے انتقال کے بعد عورت یا اس کے والدین لڑکے کے باپ سے مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

قال العلامة الحنفی: ونطالب اثبات من زوجها البالغ أو الولی الضامن۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۷ باب المہر) ۳

۱۔ قال العلامة الحنفی: ویثاکد عند وطأ و خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما۔ (رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۸۷ باب المہر)۔ ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸۷ باب المہر۔

۲۔ قال النسفی: وبالطلاق قبل الدخول یتنصف۔ (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸۷ باب المہر) ۳
 ۳۔ قال العلامة المرغینانی: وإذا ضمن الولی المہر صح ضمانه ثم المرأة بالخيار فی مطالبتهما زوجها أو ولیها الخ۔ (المہدایۃ ج ۲ ص ۳۱۳ باب المہر)

باب الاولیاء والا کفایہ

(ولایت اور کفو کے مسائل و احکام)

قریشی سادات کے کفو ہیں | سوال :- کیا غیر سید قریشی سادات کے کفو ہیں یا نہیں؟
الجواب :- قریش کے جملہ خاندان یعنی شعوب آپس میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر نکاح کے معاملے میں کوئی فوقیت حاصل نہیں، اس لیے قریشی سادات کا نکاح غیر سید قریشی سے جائز ہے۔

قال ابن عابدین: (تحت قول المحقق) فقریش بعضهم اکفاء بعض أشار به الى أنه لا تفاضل فيما بينهم من الهاشمي والنوفلي والتميمي واعدوى وغيرهم ولهذا زوج علي وهو هاشمي أم كلثوم بنت فاطمة لعمر وهو عدوي۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۸۶ باب الاكفاء) لہ
سوال :- کسی عالم دین یا پیش امام کی لڑکی
غیر عالم کا عالم دین کی لڑکی سے نکاح کرنا
سے غیر عالم کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ کیا جاہل

آدمی عالم دین کی بیٹی کا کفو ہے یا نہیں؟
الجواب :- علم یا جاہالت کفو بننے کی صفات نہیں، اس لیے اگر کفایت کے دیگر اقسام موجود ہوں تو ولی کی رضامندی سے غیر عالم عالم دین کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔
قال العلامة الكلساني: لأن في الكفاءة حقاً للأولياء لانهم ينتفعون بذلك.... ولو كان التزويج برضاهم يلزم حتى لا يكون لهم حق الاعتراض۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ فصل في النكاح الذي الكفاءة) لہ

لہ قال في الهندية: فقریش بعضهم اکفاء بعض كيف كما ترا حتى ان لقریشی الذي ليس بهاشمي كفاه له هاشمي۔ (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۹ ابواب الخامس في الاكفاء)
وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۳ ج ۳ ص ۱۳ فصل في الكفاءة۔ و بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۹۔
لہ قال ابن نجيم: تحت قول النسفي: ورضا البعض كلكل أي ورضا بعض الاولياء المستويين في الدرجة كرضا كلهم حتى لا يتعز أحد منهم بعد ذلك۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۹ باب الاولياء والاكفاء)
وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۲ باب الاولياء۔

سوال :- ایک شخص نے بے دین لڑکے کو صلح سمجھ کر فاسق لڑکے کو صلح سمجھ کر رشتہ دینا اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا، نکاح کے بعد لڑکے کا فسق معلوم ہوا، تو اب نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح پر ناراضگی کا اظہار کیا ہو اور لڑکی کے خاندان کے اکثر افراد صلح ہوں تو یہ نکاح باطل ہے، دونوں کے درمیان تفسیق کی جائے گی۔

قال ابن عابدین: رُفِعَتْ قَوْلُهُ إِنْ عَرَفَ لَا يَصِحُّ النِّكَاحُ (زوج بنته الصغيرة مَنْ يَنْكَرُ أَنَّهُ يَشْرِبُ مُسْكِرًا فَإِذَا هُوَ مِنْ لَهْ فَقَالَتْ لَا أَرْضَى بِالنِّكَاحِ إِي بَعْدَ مَا كَبُرَتْ إِنْ لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُهُ الْآبُ بِشْرِبِهِ وَكَانَ غَلْبَةً أَهْلَ بَيْتِهِ صَالِحِينَ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ إِنْ مَّا زَوْجٌ عَلَى ظَنٍّ أَنَّهُ لَفَّ ۱۵ - رَدَّ الْمُحْتَار ج ۳ ص ۶۷۰ بَابُ الْأَوْلِيَاءِ) ۱۵

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کسی غیر سید کا سید زادی سے نکاح کا حکم؟

الجواب :- اگر سید لڑکی کا باپ کسی غیر سید لڑکے کو دشتہ دیتے ہیں عار محسوس نہیں کرتا ہو اور لڑکی بھی راضی ہو تو سید زادی کا نکاح غیر سید لڑکے سے کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

قال ابن نجيم: تَحْتَ قَوْلِ النَّسْفِيِّ (وَرِضَاءُ الْبَعْضِ كَالْكُلِّ) أَيْ وَرِضَاءُ بَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ الْمُسْتَوِينَ فِي الدَّرَجَةِ كَرِضَاءِ كُلِّهِمْ حَتَّى لَا يَتَعَرَّضَ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ -

(الْبَحْرُ الرَّائِقُ ج ۳ ص ۱۲۹ فِصْلُ فِي الْأَلْفَاءِ ۲۷)

۱۵ قال في المهندية: رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجد الأب شريباً مدمناً وكبرت ابنته فقالت لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها يشرب الخمر وغلبة أهل بيته لصالحون فالنكاح باطل وهذا المسئلة بالاتفاق كذا في الزخيرة - (افتاوى الهندية ج ۲۹ الباب الخامس في الألفاء) وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۳۵ فِصْلُ فِي الْأَلْفَاءِ -

۱۶ قال العلامة الكاساني: لَأَنَّ فِي الْكَفَاءَةِ حَقَّ الْأَوْلِيَاءِ لَا نَهْمَ يَتَضَعُونَ بِذَلِكَ وَلَوْ كَانَ التَّزْوِجُ بِرِضَائِهِمْ يَلْتَزِمُ حَتَّى لَا يَكُونَ لَهُمْ حَقُّ الْإِعْتِرَاضِ - (بَدَائِعُ الصَّنَاعَةِ ج ۳ ص ۲۱۸ فِصْلُ فِي النِّكَاحِ الَّذِي الْكَفَاءَةُ فِيهِ شَرْطٌ) وَمِثْلُهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۳ ص ۸۷ فِصْلُ فِي الْأَلْفَاءِ -

سوال : کیا مجنون اور دیوانہ شخص کسی عاقلہ عورت کا کفو ہو سکتا

دونوں کے درمیان نکاح درست ہے؟

الجواب : مجنون ایسی چیز ہے جو عاقل بننے کا سبب بنتا ہے اس لیے مجنون اور پاگل مرد راجح قول کے مطابق عاقلہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے لہذا ان دونوں کے درمیان نکاح بھی درست نہیں۔

قال ابن عابدین: قال في النهر وقيل يعتبر لأنه يفوت مقاصد النكاح فكان أشد من الفقر ودناءة الحرفة وينبغي اعتماده لأن الناس يعيرون بتزويج المجنون أكثر من دنس الحرفة الدنيئة وفي البناية عن المرغيناني لا يكون المجنون كفواً للعاقله وعند بقية الأئمة هو من العيوب التي يفسخ لها النكاح۔

(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۳ فصل في الأكفاء)

سوال : نکاح میں ولایت کی ترتیب کیا ہے اور کون کس پر مقدم ہے؟

الجواب : ولایت نکاح میں سب سے مقدم ولی ارث و محب کی ترتیب سے عصبہ ہوتا ہے پھر اگر عصبہ نہ ہوں تو ماں ولی ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما شرط التقدم فثيئان أحدهما العصبه عند أبي حنيفة فتقدم العصبه على ذوى الرحم سواء كانت العصبه أقرب أو أبعد..... وعند عدم العصبه تثبت الولاية لذوى الرحم الأقرب منهم يتقدم على الأبعد. بدائع المعاني ج ۲ ص ۲۵۱ فصل شرط التقدم فثيئان

۱۔ قال العلامة المحصني: في النهر من المرغيناني، المجنون ليس بكف للعاقله۔

(الدر المختار على صدر رد المختار ج ۳ ص ۹۳ فصل الأكفاء)

۲۔ قال في الهمدية: وعند عدم العصبه كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الارحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية..... والا قرب عند أبي حنيفة الأم ثم البنت ثم

بنت الابن الخ۔ الفتاوى الهمدية ج ۲ ص ۲۸۲ الباب الرابع في الاولياء۔

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۲ باب الاولياء والاکفاء۔

قرب کے زلی کی موجودگی میں بعید کا ولی نکاح کرے تو اس کا حکم | سوال: باپ کی
 نابالغ لڑکی کا نکاح اس کا چچا کرے اور باپ اس پر ناراضگی کا اظہار کرے تو کیا یہ نکاح شرعاً
 صحیح ہے؟

الجواب: قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار نکاح کر دے تو یہ نکاح
 قریبی رشتہ دار کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح درست ہے ورنہ
 اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں چچا کا کیا ہوا نکاح باپ کی ناراضگی کی
 وجہ سے درست نہیں۔

قال ابن نجيم: وأما إذا كان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولاية للأبعد مع الأقرب إذا
 إذا غاب غيبة منقطعة. (بعض مؤلف ج ۳ ص ۱۹ باب: نكاح رواد بقارم) ۱۰

باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کا نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دینے کا حکم | سوال: چچا نے
 نکاح ایک فاسق لڑکے سے کر دیا جبکہ لڑکی صالحہ، نیک سیرت ہے، تو کیا شرعاً یہ نکاح
 درست ہے یا نہیں؟

الجواب: فسق چونکہ عارضی ہے اس لیے صالح عورت کا فاسق مرد کفو نہیں اور
 باپ دادا کے علاوہ ولیوں کا نابالغ صالحہ عورت کا فاسق اور غیر کفو کے نکاح میں دینے سے نکاح منعقد
 نہیں ہوتا بلکہ بالغ ہونے پر لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے چچا تو نکاح ختم کر سکتی ہے

قال العلامة الكاساني: وأما إنحاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست
 بشرط للزوم عند حنفية... بخلاف إنكاح الأخ والعم من غير كفأته لا يجوز بالأجماع
 لأنه ضرر محض. (ردائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ فصل فأنكاح الذي الكفاءة فيه شرط) ۱۱

الحال في الهندية: وإن زوج صغيراً أو بصيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضر وهو من أهل الولاية
 توقف إنكاح الأب بعد على إجازته. (فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

وَمَثَلُهُ فِي رد المحتار ج ۳ ص ۸۱ باب الاولیاء۔

۲ قال: لنسفی، ولو زوج طفله من غیر كف، وبغیر فاحش صح ولا یجوز ذلك بغیر الأب والجد۔

(بجز رشتہ ج ۳ ص ۱۳۲ فصل فی ما یقارن، ومثله فی رد المحتار ج ۳ ص ۸۱ باب الاولیاء۔

کسی ایک ولی کا اپنا حق ولایت استعمال کرنے سے دوسرا ولی کا حق ساقط ہو جاتا ہے | سوال: اگر

کے متعدد اولیاء ہوں اور ان میں سے کسی ایک ولی کا اپنا حق استعمال کرنے سے نکاح کے بعد دوسرے اولیاء کو نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی عورت کے متعدد اولیاء جب مرتبہ میں برابر ہوں تو جس ولی نے پہلا نکاح کرایا تو وہ درست ہے، دوسرے اولیاء کے رد کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوگا۔

قال ابن نجيم: ثم إذا اجتمع في الصغير والصغيرة وليان في الدرجة على السواء فزوج أحدهما جاز أجاز الأول أو فسخه - (المبعر الرائق ج ۳ ص ۱۱۹ باب الأولیاء والاكفاء) ۱۷

سوال: دادی نے اپنی نابالغہ کا نکاح دادی کے کرہ بنے سے بڑکی کو خیار بلوغ کا حق ہے | نابالغہ پونی کا نکاح کر دیا تو

بالغ ہونے پر بڑکی کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ باپ یا دادا جب نابالغ کا نکاح کرائیں بعد بلوغ اس کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں، صورت مسئلہ میں چونکہ نکاح دادی نے کرایا ہے جس کو حق ولایت بھی حاصل نہیں اس لیے بڑکی بلوغ کے بعد خیار بلوغ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق رکھتی ہے تاہم نکاح فسخ کرنے کا حق قاضی / حاکم کے ذریعے ہوگا جس کے بعد بڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

قال النسفی: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء - (المبعر الرائق ج ۳ ص ۱۲۰ باب الأولیاء والاكتفاء) ۱۸

۱۷ قال في الهندية: وإذا اجتمع للصغير والصغيرة وليان مستويان كالأخوين والعين فأيهما جاز عندنا - كذا في فتاوى قاضی خان - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۲ الباب الرابع في الأولیاء)

ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۸۰ باب الأولیاء - ۱۸

۱۹ قال ابن عابدین: وحاصله أنه إذا كان المزوجه للصغير أو الصغيرة غير الأب والجد فلها الخيار بالبلوغ أو لعلم به فان اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء - (رد المحتار ج ۳ ص ۸۰ باب الأولیاء) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸۵ الباب الرابع في الأولیاء -

کفالت میں مال داری کے اعتبار کا حکم | سوال :- چچا نے اپنی نابالغہ یتیم بھتیجی کا نکاح
اپنے عدیم المال بیٹے سے کر دیا تو کیا یہ نکاح شرعاً
معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب :- بناء بر روایت مختار کفالت صحت نکاح کے لیے شرط ہے اور جن چیزوں میں
کفالت شرط ہے ان میں سے ایک مال بھی ہے پس صورت مسئلہ میں اگر رٹ کا مہر معجل اور محترف
نہ ہونے کی صورت میں ایک ماہ کے نفقے پر قادر ہو اور رٹ کی بھی بلوغ کے بعد راضی ہو تو نکاح
درست ہے ورنہ نہیں۔

قال ابن عابدین: تحت قول الحنفی (الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزوجه ولصحتها)
وهذا بناء على ظاهر الرواية من أن العقد صحيح ولو لم يوافقها على رواية الحسن، المختارة
للفتوى من أنه لا يسمي فالمعنى معتبرة في الصحة. انتهى. وقال الحنفی: وما لا بأن يتدر على
المعجل ونفقة شهر لو غير معترف - (رد المحتار ج ۳ ص ۸۴ باب الكفاءة)

شریعت میں بلوغ کی حد | سوال :- شریعت میں رٹ کے اور رٹ کی کی حد بلوغ کیا ہے؟
الجواب :- رٹ کے میں بلوغ کی نشانی احتلام کا ہونا ہے اور
رٹ کی کے بلوغ کی علامت حیض کا آنا ہے، اگر یہ دونوں نشانیاں نہ ہوں تو منقذ بہ قول کی رٹ سے
بندرہ سال پورے ہو جانے پر بلوغ کا حکم جاری کیا جائے گا۔

قال في الهندية: بلوغ الغلام بالاحتلام أو الإحبال أو النزاح والجارية بالاحتلام أو الحيض أو الحمل
كذا في مختار السنن الذي يحكم ببلوغ الغلام إذا انشبه اليه خمس عشرة سنة عند أبي يوسف ومحمد
رحمهما الله تعالى وهو رواية عن أبي حنيفة وعليه الفتوى من الفتاوى الهندية ج ۵: ۱۱۱ الثاني في البحر الفصل الثاني في معرفة البلوغ ۱۵

۱۔ وقال ابن نجيم المصري: الفقير لا يكون كفراً للغنينة كبيرة كانت أو صغيرة إلا أن يكون عالماً أو
شريعاً - (الأشباه والنظائر ج ۲ ص ۱۶ كتاب النكاح)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۶ فصل ما تعتبر فيه الكفاءة -

۲۔ قال نسفي: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والا نزال..... والجارية بالحيض والاحتلام
والحمل..... وليفتى بالانغ فيهما بخمسة عشرة سنة - (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۵ باب الحجر)
ومثله في البدائع الصنائع ج ۷ ص ۷۱ كتاب الحجر فصل حكم الحجر ما معرفة البلوغ -

وکیل کے ذریعے نکاح کا حکم | سوال :- اگر رٹ کا یا رٹ کی اپنے نکاح کے لیے کسی کو وکیل بنائیں اور وہ ان کی طرف سے ایجاب قبول کرے تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- نکاح و انکاح ان امور میں سے ہے جن میں وکالت جائز ہے پس رٹ کا یا رٹ کی اپنے نکاح میں ایجاب و قبول کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتے ہیں اور اس پر اکتفاء کر کے ان کا نکاح منعقد ہوگا۔

قال العلامة الكاساني: ثم انكاح كما يتعقد بهذه اللفاظ بطريق الإحصالة يتعقد بهما بطريق النيابة بالوكالة والرسالة لأن تصرف الوكيل كتصرف الموكل۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳۱ فصل ركن انكاح)۔
نکاح میں نابالغ کی وکالت کا حکم | سوال :- کیا نکاح میں کسی نابالغ رٹ کے کو وکیل بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نابالغ رٹ کا جب عاقل اور متمیز ہو تو نکاح میں اس کی وکالت درست ہے۔
قال العلامة الكاساني: وأما البلوغ والحرية فليس بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصبي العاقل الخ۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴۱ فصل شرائط الوكالة)۔

نکاح میں کسی اجنبی کی توکیل کے لیے تصریح ضروری ہے | سوال :- بالغہ عورت سے اگر کوئی اجنبی شخص نکاح کی اجازت مانگے تو ایسی حالت میں عورت کا رونا یا خاموش رہنا اجازت کے مترادف ہے یا صراحتاً اجازت ضروری ہے؟

الجواب :- اجنبی شخص کا اجازت طلب کرتے وقت عورت کا رونا یا خاموش رہنا اجازت

لہ قال في الهندية: يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود۔ كذا في التناوين۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۹۴ ابنا السادس في الوكالة بالنكاح)

ومثله في رد المحتار ج ۳ ص ۹۵ مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح۔

لہ قال الشيخ السنن: صح التوكيل وهو اقامة غير مقام نفسه في تصرف من يمسكه اذا كان

وكيل يعقل العقد ولو صبيًا الخ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲ كتاب الوكالة)

ومثله في الهندية ج ۳ ص ۵۶۲ كتاب احوالة۔ الباب الاول

شمار نہیں ہوگی بلکہ اس میں تصریح بالقول (واضح الفاظ میں اجازت دینا) ضروری ہے۔
 قال المحسکفی: فان استاذنها غیر الاقرب كأجنبي أو ولی بعید فلا عبرة لسکوتها بل لا
 بد من القول كالشیب البانغة۔ (الدر المختار علی صمدیة المختار ج ۳ ص ۶۲ کتاب النکاح۔ باب الولی) ۱
سوال :- ایک عورت نے ایک مرد کو اختیار دیا کہ تم
نکاح میں عاقد کا خود وکیل بننا میری طرف سے وکیل ہو تم میرا نکاح اپنے نفس کے ساتھ
 باندھ لو، اس شخص نے دو گواہوں کے روبرو ایسا ہی کیا تو کیا اس طریقہ سے نکاح کا شرعاً انعقاد
 ہو جاتا ہے؟

الجواب :- عقد نکاح میں جیسا کہ ایک آدمی مرد عورت دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا
 ہے، ایسا ہی کوئی مرد ایک طرف سے اکیل اور دوسری طرف سے وکیل ہو کر نکاح کر سکتا ہے۔ لہذا
 صورت مسئلہ میں عورت نے جب اس مرد کو وکیل بنایا کہ اپنے نفس کے ساتھ میرا نکاح باندھ
 لو تو جب اس شخص نے روبرو گواہان نکاح باندھ لیا تو یہ نکاح درست اور صحیح ہے۔

قال العلامة المحسکفی: کما للوکیل الذی وکلته أن یزوجها من نفسه فان له ذلک
 فیکون أصیلاً من جانب ولیلاً من الآخر۔ (الدر المختار علی صمدیة المختار ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح۔ باب الکفاءة) ۲
سوال :- ایک
خیار بلوغ میں عدالت سے نکاح فسخ کرائے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا (۱) کی جگہ نکاح
 بچپن میں اس کی ماں نے کسی سے کر دیا تھا بلوغ کے بعد عدالت سے فسخ کرائے بغیر دوسری جگہ

۱۔ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: تحت قول المتن: وإن استاذنها غیر الولی فلا
 بد من القول كالشیب أی فلا یکفی لقلّة الا لتفات أی کلامه فلم یقع دلالة علی الرضا۔
 (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۵ کتاب النکاح۔ باب الاولیاء والا کفاء) ۱

وَمِثْلُهُ فی ابن زریة علی هامش الہندیة ج ۴ ص ۱۲۱ باب الاولیاء والا کفاء۔
 ۲۔ قال ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: تحت قول المتن: وللوکیل أن یزوج مؤکلتہ من نفسه
 والمراد بالوکیل الوکیل فی أن یزوجها من نفسه لما فی المحيط بالوکلتہ بتزوجها من رجل فزوجها من
 نفسه لم یجز۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۳۶ کتاب النکاح۔ فصل لا ینعم ان یزوج الخ)
 وَمِثْلُهُ فی الہندیة ج ۱ ص ۲۹۵ الباب السادس فی الوكالة بالنکاح وغیرها۔

نکاح کیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب :- جس رکن کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہو بالغ ہونے کے بعد باقاعدہ عدالت سے فسخ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح کا اعتبار درست نہیں، فسخ نکاح کے لیے عدالت کا سہارا لینا ضروری ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ: (تحت بشرط، بقضاء، لمفسخ، وحاصله اذ اكانت المروءة للصغير، ولصغيرة غير اذن، وجد فلها الخبر باب بلوغ، واعلم به فون حد، انفسخ لا يثبت الفسخ الا بشرط اقصاء - رد المحتار ج ۳ ص ۳۰۶ باب في نكاح باب سولي، مصيب فهم هل للعصبة تزويج الصغيرة - رد المحتار ج ۳ ص ۳۰۶

سوال :- جو نکاح وکیل کے ذریعے باندھا جائے تو اس کے وکیل نکاح کی شرائط انعقاد کے لیے وکیل میں کون کون سی شرائط ہونی چاہئیں؟

الجواب :- نکاح کا انعقاد وکلاء کے ذریعے ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ عاقل و بالغ ہوں ورنہ نکاح صحیح نہیں ہوگا، تاہم اگر وکیل نابالغ ہو مگر اچھے بڑے اور نفع نقصان میں تمیز کر سکتا ہو تو بایں صورت تنقیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة إماماً قدس: فيصير توكيد عرابي عاقل بعينه لائق، والمأذون، صبي أو بالغ من جهة الوفاء والولي حراً بالغاً أو مأذوناً - الدر المنثور ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الوکالة - وفي مجمع الزهري: القبي يد قل لذي ذمة سولي ولعبد اندي اذن له المولى اى يصح توكيل كل منهما - (مجمع الزهري ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الوکالة) -

له قدر سنن، وعصما خيار سنن مابلوغ في غير اذن، والحد بشرط اقصاء - راسخ الرائق ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب نکاح، باب زوليه والاكفاء - ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۸۵ باب الرابع في الاوئيد -

له تان العلامة الحسكي، ثم ذكر شرط التوكيل فقال: اذا كان الوكيل يعقل ولو صبياً او عبداً محجوراً - يتخفى ان الكلام ان في صحة الوکالة -

والدر المختار على صدر رد المحتار ج ۵ ص ۵۱۵ کتاب الوکالة -

ومثله في رد المحتار ج ۵ ص ۵۱۵ کتاب الوکالة -

ولایت میں قریب و بعید کے ورثاء کا اعتبار | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمارے

گاؤں میں ایک یتیم بچی ہے جس کے اولیاء میں دادا اور دوتچھے ہیں، بچی کے بالغ ہونے پر چھوٹے چچا نے باپ اور بڑے بھائی کی اجازت کے بغیر بچی کا ایک جگہ نکاح کر دیا، جب بچی کے دادا کو پتہ چلا تو اس نے یہ نکاح نامنظور کر دیا، تو کیا اس بچی کا نکاح صحیح ہے یا کہ دادا کے انکار کی وجہ سے اس کی حیثیت ختم ہو جائے گی؟

الجواب :- واضح ہو کہ اولیاء دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) قریب (۲) بعید۔ اگر کسی بچی کا نکاح اس کا ولی بعید بغیر اجازت ولی قریب کے کسی جگہ کر دے تو وہ نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ نافذ کر دے تو قبہا و نعماء ورنہ ناجائز ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر دادا اجازت دیدے تو نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة السرخسی: فان زوجها الا بعد والا قرب حاضر توقف علی اجازة الا قرب

لان الا بعد کالاجنبی عند حضرة الا قرب فیتوقف عقده علی اجازة الولی - الخ

(المبسوط ج ۴ من ۲۲ کتاب النکاح - باب نکاح الصغیر والصغیرة) -

مساوی ورثاء میں سے کسی ایک کا نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینے کا حکم | سوال :- اگر کسی نابالغ

جائے اور اس کے اولیاء میں تین چچا ہوں اور ان میں سے ایک چچا اس بچی کا نکاح کر دے تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں چونکہ لڑکی کے تینوں چچا رشتے میں مساوی ہیں اور قرابت میں تجزیہ بھی نہیں ہو سکتا ہے اس لیے راجح مذہب یہ ہے کہ تینوں چچا میں سے کوئی ایک بھی لڑکی کا نکاح کر دے تو جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قیاست نہیں۔

قال العلامة السرخسی: واذا اجتمع فی الصغیرة اخوان لابت و ام فابہما زوجہا

جاز عندنا..... علی ان کل واحد منہما ینفرد بالعقد والمعنی فیہ ان سبب الولیة

لہ قال ابن عابدین: (قوله والا) ای وان لم یستوا فی الدرجة وقد رضی الا بعد فللا قرب

الاعتراض - (ر د المحتار ج ۳ من ۳۲ کتاب النکاح - باب الولی)

ومثله فی درر المنتقى شرح المنتقى ج ۱ من ۳۳۹ کتاب النکاح باب الاولیاء والا کفاد -

هو القربة وهو غير محتمل للوصف بالتجنی۔ الخ (المبسوط ج ۲ ص ۲۱۸ کتاب النکاح ،
باب نکاح الصغیر والصغیرۃ)۔

عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے سے حق مہر کا حکم | سوال :- ایک لڑکی نے از خود
غیر کفو میں نکاح کر لیا اور ورثاء
نے بذریعہ عدالت نکاح ختم کرایا، تو کیا لڑکی اب مہر کی مالک ہوگی یا نہیں ؟
الجواب :- صورت مسئلہ میں غیر کفو میں نکاح کے بعد اگر دخول ہوا ہو تو حق مہر شوہر
کے ذمے لازم ہے اور عدم دخول کی صورت میں تفریق ہو جانے سے بیوی حق مہر کا مطالبہ
نہیں کر سکتی۔

وفي الهندية: ولو تزوجت المرأة ونقصت من مهر مثلها فللولي الاعتراض
عليها حتى يتم لها مهرها او يفارقها واذا فارقها قبل الدخول فلا مهر لها وان
فارقها بعدة فلها المسمى الخ (الفتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴ ابوالقاسم فی الکفای) ۲
سوال :- ایک لڑکی نے ورثاء کی رضامندی کے
بدون غیر کفو میں نکاح کر لیا، بعد ازاں ورثاء اسے
اپنے گھر لے آئے اور اس کا نکاح کسی دوسرے
مرد سے کر دیا جبکہ انہوں نے عدالت سے تنسیخ نکاح کی ڈگری نہیں لی ہے، تو کیا یہ دوسرا
نکاح صحیح ہے یا عدالت سے تفریق کرنا لازمی ہے ؟
الجواب :- بعض تفاریق ایسے ہیں کہ جن میں قضاۃ قاضی (یعنی بذریعہ عدالت تفریق کرنا) لازمی

۱۔ قال العلامة ابن عابدین، (قوله لثبوتہ لكل كلا) لانه حق واحد لا يتجزأ لانه ثبت
بسبب لا يتجزأ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب النکاح ، باب الولی)
وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۸۴ کتاب النکاح ، الباب الرابع في الاولياء۔
۲۔ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري، واذا فسخ القاضي بينهما تكون هذه فرقة بغير
طلاق حتى لو لم يكن الزوج دخل بها فلا شيء لهما من المهر وان كان قد دخل بها فلهما ما سمي
من المهر وعليهما العدة۔ (فتاویٰ تاتارخایہ ج ۳ ص ۶۴ کتاب النکاح الفصل الثانی عشر فی الکفایة)
وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَالْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشٍ رَدِّ الْمَخْتَارِ ج ۲ ص ۳۵۲ باب الکفایة۔

ہے ان میں سے ایک صورت مسئلہ بھی ہے لہذا مذکورہ عورت کا دوسرا نکاح اُس وقت تک صحیح نہیں جب تک عدالت سے فیسخ نکاح کی ڈگری نہ لی جائے۔

قال العلامة عالم بن العلامة الانصارى: تتم الفرقة التي تختص بقضاء القاضي، هي الفرقة بالحب واللعنة واللعان وابطاء الزوج الاسلام - هو طلاق وبخيار البلوغ وعدم الكفاءة ونقصان في المهر فسخر (الفتاوى لتاتارخانية ج ۳ ص ۲۸ کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی معرفة الاولیاء) لہ

کفایت ایک جانب سے ہوتی ضروری ہے | سوال :- کیا کفوت جانیں سے ہونی چاہیئے یا کہ صرف مرد کے لیے عورت کا کفو ہونا ضروری ہے ؟

الجواب :- ائمہ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نکاح میں صرف مرد کا عورت کا کفو ہونا ضروری ہے، باقی عورت کے لیے یہ شرط لازمی نہیں اس لیے کہ نکاح کے بعد بیوی شوہر کا کفو بن جاتی ہے۔

قال العلامة الجزري: ان الكفاءة معتبرة في جانب الرجل لا في جانب المرأة فللرجل ان يتزوج من يشاء ولوامة او خادمة الخ - (الفقه على المذاهب الاربعہ ج ۴ ص ۵۰، کتاب النکاح، بحث الکفاءة فی الزواج) لہ

کفوت کی شرائط | سوال :- جناب مفتی صاحب! کفایت کے اندر کون سے امور داخل ہیں جن کی عدم موجودگی کی وجہ سے مرد عورت کے

لہ قال العلامة الحصكفي: (وله) ای للولی (اذا كان عصبة)۔۔۔ (الاعتراض في غير الكف) في نسخة القاضي ويتجدد بتجدد النكاح الخ (الدر المختار علی ما مشرد المختار ج ۲ ص ۳۲۲ کتاب النکاح باب الولی) ومثله في الهندية ج ۱ ص ۲۹۲ کتاب النکاح - الباب الخامس في الكفاءة۔

لہ قال العلامة وهبة الزحيلي: يرجح هو الفقهاء ان الكفاءة تطلب للنساء لا للرجال بمعنى أن الكفاءة تعد في جانب الرجال للنساء، فهو حق في صالح المرأة لا في صالح الرجل - الخ (الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۷ ص ۲۳۹ الفصل الخامس الكفاءة فی الزواج - البحث الرابع من تطلب الكفاءة فی جانبہ) ومثله في الاحوال الشخصية ص ۱۴۱ - ۱۱۰ الجانب الذي تشترط فيه الكفاءة۔

کفو بننے سے نکل جاتا ہے؟

الجواب :- کفایت کے بارے میں ائمہ اربعہ نے مختلف امور ذکر کئے ہیں مگر خفیہ کے نزدیک اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور مال جیسے امور کفوت میں داخل ہیں۔
قال العلامة الجزري: ان الكفاءة هي مساواة الرجل للمرأة في امور مخصوصة وهي: الست، النسب، والاسلام، والحرفة، والحرية، والديانة، والمال. الخ
(الفقه على المذاهب الاربعه ج ۴ ص ۵۲ کتاب النکاح، بحث الكفاءة في الزواج) ۱۷

تفریق قاضی طلاق ہے یا فسخ؟ سوال: جناب مفتی صاحب! ہم نے استاذ سے سبق میں پڑھا ہے کہ عدم کفو کی بناء پر قاضی تفریق کر سکتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ تفریق بمنزلہ طلاق ہوگی یا فسخ؟ فقہاء احناف کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب :- عدم کفایت کی وجہ سے عدالت جو تفریق بین الزوجین کرتی ہے وہ بمنزلہ فسخ نکاح ہوگی بمنزلہ طلاق نہیں۔

وفي الهندية: ولا يكون التفریق بذلك الا عند القاضي، اما بدون فسخ القاضي فلا يفسخ النكاح بينهما وتكون هذه فرقة "بغير طلاق حتى لو لم يكن الزوج دخل بها فلا شيء لهما من المهر۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۹۲ ابنا الخامس في الاكفاء) ۱۸
۱۷ قال الدكتور وهبة الزحيلي: وفي اصطلاح الفقهاء، المماثلة بين الزوجين دفعا للعار في امور مخصوصة هي عند المالكية: الدين والحال راي السلامة من العيوب التي توجب لها الخیار وعند الجمهور: الدين والنسب والحرية والحرفة (والصناعة) وزاد الحنفية والحنابلة اليسار (والمال)
(الفقه الاسلامي وادلته ج ۲ ص ۲۳۹ الفصل الخامس الكفاءة في الزواج)

وَمِثْلُهُ فِي الْاَحْوَالِ الشَّخْصِيَّةِ ۳۵ کتاب النکاح۔ الجانب الذي تشترط فيه الكفاءة۔

۱۸ قال ابن عابدين رحمه الله: تحت هذه العبارة (قوله او يفرق القاضي) ولا تكون هذه الفرقة الا عند القاضي وما لم يقض القاضي بالفرقة بينهما فحكم الطلاق والظهار واللايلاء والميراث باق..... وبعد اسطر، قال تحت قوله فلا مهر لهما، لان الفرقة جاءت من قبل من له الحق وهي فسخ۔ الخ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲ کتاب النکاح، باب الكفاءة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى قَاضِيَّانِ ج ۲ ص ۱۶ کتاب النکاح، فصل في الكفاءة۔

سوال :- اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ جائے اور لڑکا پیشے کے

اعتبار سے لڑکی کا کفو نہ ہو یعنی اس کا پیشہ قابل عار ہو، جبکہ لڑکی کے رشتہ داروں کو اس نکاح کا علم اس وقت ہوا جب لڑکی کے ہاں اُس لڑکے سے ایک بچہ پیدا ہوا، تو کیا لڑکی کے ورثہ دار اب اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- عدم کفویت کی وجہ سے مروی زمانہ سے اولیاء کا حق ساقط نہیں ہوتا، لہذا یہ کہ اولیاء رضامندی ظاہر کر دیں یا اُس مرد کا عورت سے بچہ پیدا ہو جائے، اس لیے صورت مسئلہ میں بچے کی پیدائش کے بعد اولیاء کو کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رہتا۔

قال العلامة الدكتور وهبة الزحيلي : وثبت هذا الحق عند الحنفية للأقرب من الأولياء العصبية فالأقرب، فإذا لم يرضوا فلهم أن يفرقوا بين المرأة وزوجها ما لم تلد أو تحمل حملاً ظاهراً في ظاهر الرواية الخ - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۲، ص ۲۳۷ الفصل الخامس الكفائة في الزواج - المبحث الثالث صاحب الحق في الكفائة) لہ

سوال :- ایک شخص جو کہ نیک، پرہیزگار اور صاحب ثروت تھا، اُس نے ایک مالدار گھرانے میں شادی کی، چند سال بعد وہ آدمی دیوالیہ ہو گیا اور اب وہ ایک بائی کا محتاج ہے اور اس کے کسرال والے اپنی بیٹی کو اُس سے چھڑانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے کفو نہیں رہے، یہ ہمارے لیے عار کا سبب ہے۔ کیا اتنی مدت گزرنے کے بعد اس بھانسنے وہ لوگ بذریعہ عدالت اپنی بیٹی کو آزاد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- شریعت اسلامیہ نے نکاح کے لیے اگرچہ کفو کا اعتبار کیا ہے مگر

لہ قال العلامة عبد الرحمن الجزري : ان الكفائة في الامور المذكورة من حق الولي بشرط ان يكون عصبية ولو كان غير محرم كان ابن عم يحل له زواجها.... ثم اذا سكنت الولي عن الاعتراض حتى ولدت المرأة فان حقه يسقط في الكفائة الخ -

رافقه على المذاهب الاربعة ج ۴ ص ۵۶ کتاب النکاح مبحث الكفائة في الزوج
ومثله في الاحوال الشخصية للامام محمد ابو زهرة ص ۱۲۹ وامن له حق الكفائة -

یہ یاد رہے کہ اس کا اعتبار ایک خاص وقت میں کیا جائے گا اور جب وہ مدت ختم ہو جائے تو پھر اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں لڑکی کے والدین کو اتنی مدت کے بعد یہ حق حاصل نہیں اور نہ ہی عدالت میاں بیوی میں تفریق کرنے کی مجاز ہے۔

قال العلامة الحنفیؒ :- والكفاءة اعتبارها عند ابتداء العقد فلا يفسر زوالها بعده فلو كان وقته كفواءً ثم فجزم لم يفسخ - الخ (رد المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ من ۳۵ کتاب النکاح - باب الکفاءة) ۱۷

گونگے شخص کا اشارے سے نکاح کرانا | سوال :- اگر کوئی گونگا آدمی اپنی بیٹی کا نکاح مجلس نکاح میں مخصوص اشارے سے کر لے

تو کیا یہ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں؟

الجواب :- گونگے شخص کا اپنے مخصوص اشاروں سے (جو صرف نکاح کے لیے مخصوص ہوں اور حاضرین مجلس نکاح بھی ان اشاروں سے نکاح مراد لیتے ہوں) بیٹی کا نکاح کرنا صحیح اور درست ہے۔

قال ابن نجیمؒ : الإشارة من المحرم معتبرة قائمة مقام العبارة في كل شيء إلى أن قال أكل في الحدود ولا بد في إشارة الآخر من أن تكون معهودة والا فلا تعتبره - (الاشباه والنظائر ج ۳ ص ۲۵۴ فی بیان احکام الإشارة) ۱۸

۱۷ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله : ولا يخفى أن اعتبار هذه الكفاءة بين الزوج وأبيها وإن الظاهر اعتبارها وقت الزوج - الخ

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۳ کتاب النکاح - فصل فی الکفاءة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى قَاضِي خَان ج ۲ ص ۱۶۳ فصل في الكفاءة -

۱۸ قال العلامة ابن الهمامؒ : (تحت قول صاحب الهداية) وطلاق الآخر واقع بالإشارة لأنها صارت مفهومة فكانت كالعبارة في الدلالة استحساناً فيصير بها نكاحه وطلاقه وعتاقه وبيعه وشرأفه سواء قدر على الكتابة أو لا وهذا استحساناً بالضرورة - الخ

(فتح القدير ج ۳ ص ۳۴۱ کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۴۸ کتاب الطلاق -

بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا | سوال :- بعض علاقوں میں لڑکیوں کو

نکاح کر لچکے ہوتے ہیں، کیا بالغہ لڑکی کا نکاح اس کا باپ بغیر اس کی اجازت کے کر سکتا ہے؟
الجواب :- شریعت اسلامیہ نے بالغہ حرہ لڑکی کو اپنے نفس کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے اس لیے اگر کسی نے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ اجازت دے اور رضامندی کا اظہار کرے تو درست ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: (سئل) فی بکر بالغۃ عاقلۃ رشیدۃ زوجہا ابوہا رجلاً بلا اذنہا ولا وكالة عنها فردت النکاح حین بلغھا فومأ فہل یرتد برؤھا والحالۃ ہذہ (الجواب) نعم - (تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب النکاح) فی مسائل منورۃ من ابواب النکاح) لہ

بیوی کو کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے کی اجازت ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! شرعاً بیوی کو

کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے دینا چاہیے؟ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو سالہا سال والدین کے گھر نہ جانے دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- شریعت مقدسہ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہفتے میں ایک مرتبہ والدین کی زیارت کے لیے جاسکتی ہے یہ اس کا شرعی حق ہے جو شخص ظلم و تعدی کے ساتھ اپنی بیوی کو والدین کی زیارت کے لیے جانے سے روکتا ہو تو وہ گنہگار ہے، تاہم اگر والدین کے گھر جانے سے فتنے کا اندیشہ ہو تو والدین کو چاہیے کہ وہ خود بھی کو دیکھنے کے لیے آیا کریں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختیارہ فی الاختیار فی ہامشہ

لہ قال العلامة فخر الدین المعروف بقاضی خان: ولا یزوج البکر بالغۃ أبوہا علی کہ منها خلافاً للشافعی۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ مج ۱ ص ۳۵۸ فی الفصل الاولیاء) ومثلہ فی الفتاویٰ لتارخانۃ ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب النکاح، معرفۃ الاولیاء۔

ہكذا نعلم ما ذكر والمشارح - (رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۲ کتاب النکاح) لہ
سورہ کی رسم کا شرعی حکم | سوال :- پٹھانوں میں ایک رسم زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے
 کہ جب وہ کسی جھگڑے کے سلسلہ میں راضی نامہ کرتے ہیں تو اس
 میں فریق مخالف کو لڑکی نکاح میں دی جاتی ہے جس کو عرف میں سورہ کہا جاتا ہے ۔
 دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے معاملے میں اگر باپ اپنی نابالغ بیٹی دے دے تو
 کیا اس لڑکی کو بعد البلوغ اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ ایک جاہلانہ رسم ہے، اس میں لوگ انتقام اس مظلوم لڑکی سے لیتے
 ہیں، گھر میں اس کو زرخیر باندی کی طرح رکھا جاتا ہے بلکہ معاشرہ میں بھی یہ معیوب سمجھا جاتا ہے
 لہذا ایسی مظلوم لڑکی کو باپ کے سوء اختیار کی وجہ سے اختیار بلوغ حاصل ہے اگر وہ چاہے
 تو اختیار استعمال کر کے الگ ہو سکتی ہے ۔

عن خنساء بنت خزام الانصارية ان اباها زوجها وهي ثيب فكرهت ذلك
 فانت رسول الله فَرَدَّ نِكَاحَهُ - (مختصر صحيح البخاري ج ۲ ص ۴۳۱ باب اذا زوج
 الرجل ابنته وهي كارهة فتكاحه مردود) ۲

۱۔ قال قاضي خان: ويجوز للزوج ان يأذن لها بالخروج ولا يصير عاصياً با لاذن
 ومنها الخروج الى زيارة الوالدين وتعزيتيهما وعيادتهما وزيارة المحارم -
 (الفتاوى الخانية على هامش الهمدية ج ۲ ص ۴۴۲ کتاب النکاح)
 ومثله في الاشباه والنظائر ج ۲ ص ۱۰۹ کتاب النکاح -

۲۔ قال العلامة المرغيناني: ولا يجوز للولي اجباراً لغير البالغة على النکاح - وبعد اسطر
 ولنا انها حرة فلا يكون للغير عليها ولاية الاجبار - (الهداية ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب النکاح)
 وقال ايضاً: واذا زوج الاب ابنته الصغيرة ونقص من مهرها او ابنته الصغيرة
 وزاد في مهر امرأته جاز ذلك عليهما ولا يجوز ذلك لغير الاب والجد وهذا عند
 ابي حنيفة وقال لا جوة، الخط والزيادة الا بما يتغابن الناس فيه ومعنى هذا الكلام
 انه لا يجوز العقد عندهما لان الولاية ممبدة بشرط النظر فتدقواته يبطل
 العقد - (الهداية ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب النکاح - فصل في الكفاءة)

بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کروانا | سوال :- اگر باپ کسی دینی یا دنیاوی مصلحت کی خاطر اپنی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کر دیتا ہے جبکہ لڑکی

بھی اس پر راضی ہے، تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟
الجواب :- غیر کفو میں نکاح عیب و رسوائی کی وجہ سے قابل اعتراض ہے ورنہ فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے اگر لڑکی بالغ ہو اور وہ باپ کے اس فیصلے پر راضی ہو تو نکاح درست ہے۔

قال الشيخ ظفر احمد العثماني: اگر لڑکی بالغہ اور باکرہ ہے اور اس کا ولی غیر کفو سے نکاح کرتا ہے اور لڑکی اس پر خاموش رہے یا زبان سے اس کو منظور کرے تو نکاح صحیح ہے، غیر کفو سے نکاح کرنا اس صورت میں مضائقہ نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

(امداد الاحکام ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب النکاح) ۱۷

غیر کفو میں نکاح پر اولیاء کا اعتراض | سوال :- آج کل بعض لڑکیاں کسی غیر کفو والے لڑکے کے ساتھ فرار ہو کر نکاح کر لیتی ہیں، کیا ایسی لڑکی کے اولیاء کو نکاح پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب کوئی لڑکی از خود غیر کفو میں شادی کرے جو خاندان کیلئے ذلت و رسوائی کا باعث ہو تو لڑکی کے ورثاء کو اس نکاح پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔

قال العلامة مرغینانی: اذا زوجت المرأة نفسها من غير كفوف لا ولياء ان يفتقوا بينهما دفعاً للضرر العار عن أنفسهم - (المهذب ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب النکاح - باب الاكفاء والاولياء) ۱۸

۱۷ قال الكاساني: واما النكاح الاب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط للزوم عند حنفية كما انها ليست بشرط الجواز عند فحوى ذلك ويلزم الصدور من كمال نظر كمال الشفقة - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ فصل واما الثاني فانكاح الذي) - ومثله في امداد الاحكام ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب النکاح -

۱۸ قال الكاساني: حتى لو زوجت نفسها من غير كفوف عن غير رضاء الاولياء لا يلزم وللاولياء حق الاعتراض لان في الكفاءة حقاً للاولياء لانهم ينتفعون بذلك الا ترى انهم يتفاخرون بعلون نسب الختن ويتعبدون بدناءة نسبه فيتضررون بذلك فكان لهم ان يدفعوا الضرر عن أنفسهم بالاعتراض -

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۸ کتاب النکاح - فصل واما الثاني)

فاسق و فاجر لڑکا دیندار خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں | سوال :- ایک نیک اور دیتدار خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی نے معاشرے میں کسی فاسق و فاجر اور بے دین لڑکے کے ساتھ بلا رضا اولیاء کے از خود شادی کر لی، تو کیا اس شادی پر لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟

الجواب :- جو بھی شادی لڑکی کے خاندان والوں کے لیے عار کا باعث بنتی ہو تو اس پر لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔ چونکہ فسق و فجور اور بے دینی بھی ایک عیب ہے، تو نیک اور دیندار خاندان کے لیے باعث عار ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں لڑکی کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔ لیکن یہ یاد رکھئے یہاں فسق سے مراد وہ فسق ہے جو عار کا باعث بنتے۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله : حتى لو ان امرأة من بنات الصالحين اذا زوجت نفسها من فاسق كان للاولياء حق الاعتراض لان التفاخر بالدين احق من التفاخر بالنسب - (بدائع المنافع ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب النکاح - الفصل الثاني)

ولایت میں ماں دادی سے مقدم ہے | سوال :- اگر کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو کیا ولایت کا حق لڑکی

کی دادی کو حاصل ہو گا یا اس کی ماں کو ؟

الجواب :- جب کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو ولایت کا حق اس لڑکی کی ماں کو حاصل ہے نہ کہ کسی اور کو۔

قال العلامة الحصكفي : فان لم تكن عصبة فالولاية للأم ثم لام الأب - الدر المختار على صمد ردة المختار ج ۳ ص ۸۷ باب الاولیاء

قال العلامة ابن نجيم المصري : والظاهر ان الصلاح لو منها او من اياهم كاف لعدم كون الفاسق كفأهم - (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۳۲ کتاب النکاح - فصل في الاكفاء والاولياء) ثم قال العلامة عالم بن العلامة الانصاري : ثم عصبة مولى العتاقة ثم الأم ثم ذو الارحام الأقرب والأقرب وهذا قول ابي حنيفة وانما استحصان -

(الفتاوى التارخانية ج ۳ ص ۱۹ الفصل الحادي عشر في معرفة الاولیاء)

ولی کی اجازت کے بغیر بالغ مرد اور عورت کے نکاح کا حکم | سوال :- کیا کسی بالغ مرد اور بالغ عورت کا نکاح

بلا اجازت ولی کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حنفیہ کے نزدیک بالغ مرد اور عورت اپنے نفس کے خود مختار ہیں اس لیے دونوں ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر سکتے ہیں اور ایسا نکاح شرعاً صحیح اور درست ہوگا، لیکن موجودہ دور کے نازک حالات کو سامنے رکھ کر ولی سے اجازت لینا فتنہ و فساد ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔

قال المرغینانی، وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم يرضى عليها
ولي بكرًا كانت او ثيبًا عند أبي حنيفة وابی يوسف (رحمهما الله) في ظاهر الرواية -

(الهداية ج ۲ ص ۲۲۴ باب في الاولياء والاكفاء) لم

بالغہ کا اپنے کفو میں نکاح کرنا صحیح ہے | سوال :- اگر ایک بالغہ بڑی والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کر لے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

الجواب :- ایک عاقلہ بالغہ بڑی کے لیے والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کرنا اخلاف کے ہاں درست ہے اس لیے کہ بالغہ بڑی اپنا اختیار کی حقدار ہے۔

قال المرغینانی، وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة بوليها وان لم يعقد ولياً... ولو الاعتراض في غير
الكفو وعن أبي حنيفة وابی يوسف انه لا يجوز في غير الكفو الخ - (الهداية ج ۲ ص ۲۹۲ باب في الاولياء والاكفاء) لم

له قال العلامة داماد افندی: نقدای صحیح نکاح حرة احترازاً عن الامة لان نكاحها
موقوف على اذن مولاها كتوقف نكاح الصغيرة والمجنونة والعتوهة على اذن المولى
ولذا قال مكلفه بكرًا كان او ثيبًا بلا ولي الى ولو كان النكاح بلا اذن ولي وحضوره
عند الشيخين في ظاهر الرواية لانها تصرف في خالص حقها وهي من اهله لكونها
عاقلة بالغه الخ (در المنتقى شرح ملتقى ج ۲ ص ۳۳۲ باب الاولياء والاكفاء)

لم وفي الهندية: ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفوصح النكاح في ظاهر الرواية... ولكن لا ولياً حق
الاعتراض وهو الحسن عن أبي حنيفة ان النكاح لا ينعقد وبه أخذ كثير من مشائخنا والمختار في
زماننا للفتوى رواية الحسن الخ - (الفتاوى الهندية جلد ۱ ص ۲۹۲ الباب الخامس في الاكفاء)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۱۱ باب الاولياء والاكفاء -

باب الرضاع

(رضاعت کے مسائل)

رضاعی بھائی کی ماں سے نکاح کا مسئلہ | سوال :- زید نے بکر کی ماں کا دودھ مدتِ رضاعت میں پی لیا ہے، اب بکر زید کی ماں سے نکاح کر

سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورتِ مسئلہ میں بکر کی ماں زید کی رضاعی والدہ ہے اور اس کی اولاد زید کے رضاعی بھائی ہیں جن سے زید کا نکاح جائز نہیں، البتہ زید کی ماں کا اگر بکر کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ نہ ہو جس سے حرمتِ نکاح ثابت ہو جائے اس لیے بکر کا نکاح زید کی حقیقی ماں سے جائز ہے۔

قال ابن نجيم المصري: تحت قوله (وحرّم به) وإن قل في ثلاثين شهرا ما حرّمته النسب إلا أم اخته وأخت ابنه) يعني فأنهما إعلان من الرضاع دون النسب، أطلق المضاف والمضاف إليه ففي أم اخته ثلاث صور الأولى الأم رضاعاً والأخت نسباً بأن أَرْضَعَتْ أجنبيةً أخته نسباً ولَمْ تَرْضَعْهُ الثانية عكسه أن يكون لأخته رضاعاً أم من النسب۔

البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الرضاع (۱) لہ

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے | سوال :- رشیدہ نے خالد کی بیوی کا دودھ مدتِ رضاعت میں پی لیا ہے، کیا خالد کے بھائی بکر کا نکاح

رشیدہ سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورتِ مذکورہ میں رشیدہ خالد کے بھائی بکر کی رضاعی بھتیجی ہے تو

لہ قال ابن عابدین: وأم اخت، صادق بأن يكون كل منهما من الرضاع كأن يكون لك أخت من الرضاع لها أم أخرى من الرضاع أرضعتها وحدها وبأن تكون الأخت فقط من الرضاع لها أم نسبية۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الرضاع) وَمِثْلُهُ فِي الْهَنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع۔

جیسے نسبی (حقیقی) بھتیجی سے نکاح جائز نہیں اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی رضاعی چچا کا نکاح ناجائز اور حرام ہے۔

عن ابن عباس قال قيل للنبي صلى الله عليه وسلم الا تروج ابنة حمزة قال انها ابنة اخي من الرضاعة۔ (الصحيح البخاری ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب النکاح، باب یمرأ من الرضاعة ما یحرم من النسب) ۱۷

منکوحہ کا دودھ پینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا | سوال :- اگر کسی نے اپنی بیوی

یا سہو او دودھ پی لیا تو کیا اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟
الجواب :- حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت (دو سال) کی عمر میں کسی عورت کا دودھ پینا ضروری ہے اور جو دودھ مدت رضاعت کے بعد پیا جائے اگرچہ حرام ہے مگر اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، صورت مسئولہ میں خاوند کی عمر اگر دو سال سے زیادہ ہو تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا البتہ ایسا کرنا حرام ضرور ہے۔

قال العلامة الحنفیؒ: مص رجل شدي نوجته لم تحرم۔ قال ابن عابدینؒ: تحته قيد بغير احتوازاً عما اذا كان الزوج صغيراً في مدة الرضاع فانها تحرم عليه۔
 رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۵ کتاب الرضاع ۱۷

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کا حکم | سوال :- رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا

جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً زید اور بکر رضاعی بھائی ہیں زید نے بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے، اب بکر زید کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :- زید کی بہن اور بکر کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جو حرمت کا سبب بنے، اس لیے بکر اپنے رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح کر سکتا ہے، البتہ زید

۱۷ قال الشيخ النسفی: زوج مرضعة لبنها منه أب للرضيع وابنه أخ وبنته أخت وأخوة عم وأخته عمه۔ (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۶ کتاب الرضاع)
 ومثله في الهندية ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع۔

۱۸ قال في الهندية: ولا بأس بان يسقط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء وفي شرب لبن المرأة للبالغ من غير ضرورة اختلاف المتأخرين۔ (الفتاویٰ ہند ج ۵ ص ۳۵۵ باب الثامن عشر في الثدي الخ)

بکر کی نسب بہن سے نکاح نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ بڑ کی زید کی رضاعی بہن ہے ۔

قال العلامة الحصکفی: وتحل أخت أخیه رضاعاً یصح اتصالہ بالمضاف کان یکون له أخ نسبی له أخت رضاعیة وبالمضاف إلیه کان یکون لأخیه رضاعاً أخت نسباً وبہما وهو ظاہر۔ (الدر المختار علی صدر المختار ج ۳ ص ۲۱ کتاب الرضاع) لہ

نکاح کے بعد رضاعت کے ثبوت کا حکم | سوال :- نکاح ہو جانے کے بعد اگر بڑ کی کا والد کبھی رضاعت کا دعویٰ کر دے تو کیا اس

دعویٰ کو اعتبار دیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- ثبوت رضاعت کے لیے حجت کاملہ ضرور ملے ہے وہ خود و عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں ہیں (صرف ایک مرد یا صرف دو عورتوں کا قول دعویٰ رضاعت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں) تاہم نکاح سے پہلے اگر ایک عورت کا بیان ہو موجب ظن غالب ہو تو امتیاز اس میں ہے کہ اس کو اعتبار دے کر نکاح سے اجتناب کیا جائے، البتہ جہاں زوجین کسی عورت کے بیان پر اعتماد کر کے یقین کریں تو ایسی حالت میں انکی تصدیق گواہوں یا کسی گواہی کی محتاج نہیں۔

قال طہر بن عبد الرشید البخاری: ولا تجوز شہادة امرأة واحدة علی الرضاع اجنبیة كانت أو أم أحد الزوجین، فان وقع فی قلبہ صدق المخبر فالأفضل أن یسنزه قبل العقد وبعد العقد یسمعہا المقام معہ حتی یشہد علی ذلك رجلان أو رجل وإمرأتان عدول ولا یقبل شہادة النساء وحدهن۔ (خلاصة الفتاوی ج ۲ ص ۱۱ الفصل الرابع فی الرضاع) لہ

لہ قال ابن نجیم: تحت قول النسفی (وتحل أخت أخیه رضاعاً) یصح اتصالہ بكل من المضاف والمضاف إلیه وبہما كما قدمنا ہ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع)

ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۳۴ کتاب الرضاع۔

لہ قال ابن نجیم: تحت قول النسفی (ویثبت بما یتثبت بہ المال) وهو شہادة رجلین عدلین أو رجل وإمرأتین عدول..... وان کان الخبر بعد النکاح وبہما کبیران فالأحوط أن یفارقہا روی ذلك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه أمر بالمفارقة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع)

ومثله فی رد المختار ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع۔

رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک بار پستان چوسنا کافی ہے | سوال: کیا رضاعت کے اثبات کے لیے

پانچ مرتبہ پستان چوسنا ضروری ہے یا صرف ایک بار چوسنے سے رضاعت ثابت ہوگی؟
الجواب:- احناف کثر الشد سواد ہم کے نزدیک دودھ حلق کما نذر اترنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے، چاہے وہ ایک مرتبہ ہو یا پانچ مرتبہ، البتہ شوافع کے ہاں پانچ مرتبہ چوسنا ضروری ہے۔

قال العلامة المرفینانی: قليل الرضاع وكثيره سواء اذا حصل في مدت الرضاع يتعلق به التحريم قال الشافعي لا يثبت التحريم الا بخمس رضعات۔
(الهداية ج ۱ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) لہ

رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے | سوال: کیا رضیعہ کی نسبی بہن سے مرضعہ کا شوہر نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- حرمت رضاعت میں رضیعہ کی طرف سے مرضعہ اور اس کے شوہر پر صرف رضیعہ اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد حرام ہوتی ہے باقی کے ساتھ مرضعہ اور اس کے شوہر کا کوئی حرمت والا رشتہ نہیں اس لیے مرضعہ کا شوہر رضیعہ کی نسبی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔
قال العلامة المرفینانی: وتجوز تزوج اخت ابنه من الرضاع ولا يجوز ذلك من النسب۔ (الهداية ج ۱ ص ۳۳۰ کتاب الرضاع) لہ

لہ قال العلامة صدر الشریعہ: یثبت بمصصة في حولين ونصف لا بعد۔۔۔۔۔۔
عند الشافعي یثبت بخمس مصات۔ (شرح الوقایة ج ۲ ص ۶۲ کتاب الرضاع)
ومثله في فتح القدير ج ۳ ص ۳ کتاب الرضاع۔

لہ قال العلامة المحمدي رحمه الله: ويجرم منه ما يجرم من النسب۔۔۔۔۔۔ الا ام
اخيہ واختہ۔۔۔۔۔۔ وقس عليه اخت ابنه وبنته۔ قال ابن عابدین: تحت قوله اخت ابنه
انما حرمت عليه اخت ابنه وبنته نبياً لكونه بنته او بنت امرأته وهذا المعنى مفقود
في الرضاع۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۶ باب الرضاع)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الرضاع۔

رضیعہ پر مرضعہ اور شوہر کے اصول و فروع حرام ہیں | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام

اس مسئلہ کے بارے میں کہ رضیعہ یعنی دودھ پیتے والے بچے پر مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کی طرف سے کون کون سے رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں ؟

الجواب :- حرمت رضاعت مرضعہ اور اس کے شوہر کی طرف سے رضیعہ پر اصول اور فروع دونوں حرام ہیں، یعنی مرضعہ کے آباؤ اجداد اور اس کی اولاد اور اسی طرح شوہر کے آباؤ اجداد مع اس کی اولاد کے حرام ہوں گے۔

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ، ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب لحديث الذی روینا۔ (المہدایۃ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے | سوال :- کیا مرضعہ عورت رضاعت پر رضیعہ کے باپ یا ولی سے اجرت لے سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- رضاعت ایسا عمل ہے کہ اس کے کرنے کی اجرت کے جواز پر سب علماء کا اتفاق ہے اس لیے مرضعہ رضاعت پر اجرت لے سکتی ہے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

لما فی الہندیۃ: واجمعوا علی ان مدۃ الرضاع فی استحقاق اجرۃ الرضاع مقدّر بحولین حتی ان المطلقة اذا طالبتہ بعد الحولین باجرۃ الرضاع فابی الاب ان یعطى لا یجبر ویجبر فی الحولین۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الرضاع) لہ

لہ قال العلامة الحسکفی رحمہ اللہ: فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۲ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

لہ قال العلامة فخر الدین قاضی خان: واجمعوا علی ان مدۃ الرضاع فی استحقاق اجرۃ الرضاع علی الاب مقدّر بحولین حتی ان المطلقة اذا طالبتہ بعد الحولین اجرۃ الرضاع فابی الاب ان یعطى لا یجبر ویجبر فی الحولین۔

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۱ باب الرضاع)

عمر رسیدہ عورت کے پستان سے نکلنے والے سفید پانی سے رضاعت ثابت نہیں | سوال: اگر اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب:- اگر کسی بوڑھی عورت کے پستان سے سفید پانی نکل آئے جو دودھ جیسا نہ ہو تو اس کے پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئلہ میں اگر واقعی بچے نے سفید پانی پیا ہو تو حرمت نہیں ورنہ ہے۔

قال العلامة الحصکفی: ولبن بکربنت تسع سنین فاکثر محرم والا لا جوهره۔
قال ابن عابدین: تحت هذا القول ای وان لم تبلغ تسع سنین فنزل لها لبن لا تحرم
جوهره لانهم نصبوا علی ان اللبن لا يتصور الا من تتصور منه الولادة فيحكم
بانه ليس لبنا كما لو نزل للبكر ماء اصفرا لا يثبت من ارضاعه تحريم كما في
شرح الوهبانية۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۳ باب الرضاع)

سوال:- اگر مرضعہ دودھ صرف دعویٰ کرنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی | پلانے والی عورت (یہ دعویٰ کرے کہ فلاں لڑکے کو میں نے دودھ پلایا ہے مگر اس پر گواہ نہیں، تو کیا صرف مرضعہ کے اس دعویٰ سے حرمت رضاعت ثابت ہو کر لڑکے کا مرضعہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب:- رضاعت کے اثبات کے لیے شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے اس لیے صرف مرضعہ کے دعویٰ سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، البتہ اگر مرضعہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو تو جتنا ہو سکے اجتناب بہتر ہے اگرچہ نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة الحصکفی: وجهه حجة المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين۔
قال ابن عابدین: ولو احداها المرضعة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۸ باب الرضاع) لہ
لہ قال العلامة مرغینانی: ولا یقبل فی الرضاع شهادة النساء منفردات وانما یثبت بشهادة
رجلین اور رجل وامرأتین۔ (الہدایہ ج ۲ ص ۳۳۳ کتاب الرضاع)
فَمَثَلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۳۲ کتاب الرضاع۔

شوہر کا بیوی کے پستان چوستے ہیں | سوال : عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر شوہر بیوی کے پستان پر منہ رکھ کر اس کا دودھ چوس لے جو اس کے حلق سے اتر جائے تو اس شخص کا نکاح

ٹوٹ جائے گا اور اس کی بیوی بمنزلہ ماں کے ہو جائے گی شرعاً اس کی حقیقت کیا ہے؟
الجواب : حرمت رضاعت کے لیے مدت رضاعت کے اندر دودھ پینا لازمی ہے، اگر مدت رضاعت کے بعد دودھ پیا جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اس لیے عوام الناس کی یہ بات غلط ہے اور شوہر کا بیوی کا دودھ پینے سے نہ نکاح متاثر ہوگا اور نہ بیوی اس کی ماں بن سکتی ہے، تاہم مرد کے لیے بیوی کا دودھ پینا حرام ضرور ہے۔

قال العلامة المریغینانی، ثم مدة الرضاع ثلثون شهراً عند أبي حنيفة وقالانستان و هو قول الشافعي۔۔۔۔ قال التتبی علیہ السلام لا رضاع بعد حولین۔ (الہدایۃ ج ۲ کتاب الرضاع) لہ

رضاعی بیٹی کا مرضعہ کے سابقہ خاوند سے نکاح جائز ہے | سوال : ایک بچی

ہندہ کا بچپن میں دودھ پیا ہے، ظاہر ہے کہ اس بچی کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر سے (جس کی وجہ سے یہ دودھ آیا ہے) تو جائز نہیں لیکن کیا یہ لڑکی ہندہ کے سابقہ شوہر کے لیے بھی حرام ہے یا نہیں؟

الجواب : رضیعہ (بچی) پر مرضعہ کا وہ شوہر حرام ہے جس کی وجہ سے اسے موجودہ دودھ آیا ہو، یہ شخص اب اس بچی کا رضاعی باپ ہے، اس کے علاوہ اگر ہندہ کا کوئی سابقہ خاوند ہو اور اس کے ساتھ اس بچی کا کوئی رشتہ نہیں جو سبب حرمت کلبے اس لیے ان دونوں کا نکاح صحیح ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

قال العلامة المریغینانی، لبن الفعل يتعلق به التحريم وهو ان ترضع المرأة صبیة

لہ قال العلامة علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ : وحولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وهو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القادری۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۲ باب الرضاع)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الرضاع۔

فتحرم هذه الصبية على زوجها وعلى ابائه وابنائهم ويصير الزوج الذي نزل لها منه اللبن ابا للمرضعة - (الهداية ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

رضاعی بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں | سوال: زید نے بچپن میں زینب کا دودھ پیا ہے اب جبکہ زید کا انتقال ہو گیا ہے تو کیا زید کا رضاعی باپ اس کی بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- جو بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس عورت کا شوہر جس سے یہ دودھ ہے اُس بچے کا رضاعی باپ بن جاتا ہے، جس طرح سگے بیٹے کی بیوہ سے نکاح صحیح نہیں اسی طرح رضاعی بیٹے کی بیوہ سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں، اس لیے زینب کا شوہر زید کی بیوہ سے نکاح نہیں کر سکتا۔

قال العلامة ابن عابدین: لا لاحتلال حلیۃ الابن رضاعاً فانها تحرم كالنسب بحرو غیره - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۳ فصل فی المحرمات) لہ

نسبی بھائی رضاعی بہن سے نکاح کرنا | سوال:- زید نے ہندہ کے ساتھ بچپن میں اس کی ماں کا دودھ پیا ہے، کیا ہندہ کا نکاح زید کے دوسرے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- حرمت رضاعت میں وہ رشتہ دار حرام ہو جاتا ہے جس میں جزئیت ثابت ہوتی ہو، چونکہ صورت مسئلہ میں ہندہ کا زید کے ساتھ جزئیت کا رشتہ ثابت ہوا ہے اُس کے

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: (زوج مرضعة لبنها منه اب للرضیع) بیان لان بن الفعل يتعلق به التحريم لعموم الحديث المشهور واذا ثبت كونه ابا له لا يحل لكل منهما موطوءة ۱۰ اخر - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۶ کتاب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۴۲ کتاب الرضاع -

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: معناه ان المحرمة بسبب الرضاع تعتبر بمحرمة النسب فتشمل حلیۃ الابن والاب من الرضاع لانها حرام بسبب النسب وكذا بسبب الرضاع - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع) وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع -

بھائی بکر کے ساتھ نہیں اس لیے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ جائز ہے۔

لما قال العلامة الحصکفی: وتحتل اخت اخیه رضاعاً یصح اتصالہ بالمضاف کان
یکون له اخ نسبی له اخت رضاعیة۔ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۱ باب الرضاع) لہ
رضاعی باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا سوال: ایک لڑکے نے کسی شخص کی بیوی کا دودھ
مدت رضاعت میں پیا تھا، اب وہ بالغ ہو چکا
ہے اور اس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ لڑکا اس شخص کی دوسری
بیوی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ شخص اس لڑکے کا رضاعی باپ ہے، تو جس طرح اپنے نسبی باپ کے
موطوئہ سے نکاح کرنا جائز نہیں تو اسی طرح رضاعی باپ کی موطوئہ سے بھی نکاح کرنا جائز
نہیں ہے۔

قال ابن عابدین: (تحت قوله ما یحرم من النسب) معناه ان الحرمة بسبب
الرضاع معتبرة بحرمة النسب فشمیل زوجة الابن والاب من الرضاع لانها حرام
بسبب النسب وكذا بسبب الرضاع وهو قول اکثر اهل العلم كذا فی المبسوط بحر۔
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۷ باب الرضاع) لہ

غلطی سے کسی عورت کا دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے سوال: اگر
کوئی بچہ غلطی
سے یا دھوکہ سے کسی عورت کا دودھ پی لے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو
گی یا نہیں؟

لہ قال المرغینانی: لا یزول یزول باخت اخیه من الرضاع لانه یتوزان یتزوج
باخت اخیه من النسب۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع)
وَمِثْلُهُ فی شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۶ کتاب الرضاع۔
لہ قال المرغینانی: وامرأة ابیه وامرأة ابنه من الرضاع لا یجوزان یتزوجہما کما لا یجوز
ذلك من النسب۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع)
وَمِثْلُهُ فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

الجواب :- مدت شیرخواری میں جب بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی چاہے بچہ نے غلطی سے پیا ہو یا دھوکہ اور قصد و ارادہ سے۔

قال فخرالدین قاضی خان: قليل الرضاع وكثيره سواء عندنا..... كما يحصل الرضاع بالملص من الثدي يحصل بالصب والسقوط۔

(الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۴۱۶، ۴۱۷ باب الرضاع) لہ

سوال :- اگر کسی بچے کو چمچہ کے ذریعے کسی عورت کا دودھ پلایا جائے تو

کیا اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- جب دودھ بچے کے حلق کے نیچے چلا جائے چاہے کسی بھی طریقے سے ہو تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی، چونکہ صورتِ مسئلہ میں دودھ حالتِ صغریٰ میں بچے کے بدن میں پہنچ چکا ہے اس لیے حرمتِ رضاعت ثابت ہو گئی ہے۔

قال العلامة المرغینانی: اذا اختلط اللبن بالماء واللبن هو الغالب تعلق به التحريم وان غلب الماء لم يتعلق التحريم۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

رضاعی بہن بھائی کا نکاح حقیقتِ حال معلوم ہونے کے بعد واجب التفريق ہے | **سوال :-** اگر ایک عورت

کا نکاح لاعلمی میں کسی ایسے مرد سے ہو جائے جس نے بچپن میں اس کے ساتھ کسی عورت کا دودھ پیا تھا، کیا اب حقیقتِ حال کا علم ہونے کے بعد ان کے درمیان تفريق کرانی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- چونکہ یہ دونوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں اس لیے ان دونوں کا نکاح شرعاً

العلامة ابن نجيم: هو مص الرضيع من ثدي الأممية في وقت عضو اي وصول اللبن من ثدي المرأة

الى جوف الصغير من فيه او انقه في مدة الرضاع۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲ کتاب الرضاع)

ومثله في الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳ کتاب الرضاع۔

لہ قال العلامة ابن نجيم: لو اختلط اللبن لما ذكر يعتبر الغالب ان كان الغالب الماء لا يثبت

التحريم۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸ کتاب الرضاع)

ومثله في الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴ کتاب الرضاع۔

جائز نہیں ہے اور دونوں کے درمیان تفریق لازمی ہے جو نفس متارکت سے ثابت ہو سکتی ہے۔

قال العلامة الحصكفي: (ولا) حل ربهن الرضيعة وولد مرضعتها (أي التي أرضعتها)
(وولد ولدها) لأنه ولد الأب الخ — الخ والد المختار على ما مشرد المختار ج ٢ ص ٢٢٣ باب الرضاع

وقال ايضاً: (فيحرم منه) أى بسببه (ما يحرم من النسب) ... الخ

(الدرا المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۹ باب الرضاع) ۱۷

بلوغ کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں | سوال :- کسی عورت کے ساتھ ایک لڑکے نے زنا کے دوران

اس کے پستان کو منہ میں لے کر اس کا دودھ پیا، کیا اب اس مزنیہ اور زانی کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- حرمتِ رضاعت کے لیے دو اڑھائی سال کے اندر اندر کسی عورت کا دودھ پینا ضروری ہے، اس مدت کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی، لہذا اس زانیہ کے نکاحِ مزنیہ سے جائز ہے۔

قال العلامة المرغيناني، مدت الرضاع ثلثون شهراً عند أبي حنيفة - وقال سنننا وهو قول الشافعي -.... وقال النبي عليه السلام لا رضاع بعد حولين -

(الهداية ج ٢ ص ٣٢٩ كتاب الرضاع) ٢٤

شک کی بنا پر رضاعت ثابت نہیں | سوال :- رات کے وقت ایک شیرخوار

له وفق الهندية ، يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب
..... فالكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته الخ -

(الفتاوى الهندية ج ٣٣٣ كتاب الرضاع)

له قال العلامة الحصكفي: هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح فتح وبه يفتى كما في تصحيح القدرى..... ولا يصح الارضا ع بعد مدته.

والدر المختار على ما مشى رد المختار ج ٢ ق ٢٠٣/٢٠٢ باب الرضا ع

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ٣ ص ٣٠٩ كِتَابُ الرِّضَاعِ -

مگر اس بات کا یقین نہیں کہ آیا بچی نے دودھ پیا ہے یا نہیں، تو کیا اب اس بچی کا نکاح مذکورہ عورت کے لڑکے سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے یقین محکم کا ہونا ضروری ہے محض شک کی بناء پر حرمت ثابت نہ ہوگی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ مذکورہ بچی کا نکاح اس عورت کے کسی بھی بیٹے کے ساتھ نہ کیا جائے۔

قال الشيخ ابن السعدي: بان ادخلت الحلمة في فم الصغير وشكت في الارضاع لا تثبت الحرمة بالشك. (فتح القدير ج ۳ ص ۳۲۲ کتاب الرضاع) ۱۰

مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی | سوال:- اگر کوئی عورت کسی کے

بچے کو دو سال کے بعد اپنا دودھ پلائے تو کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟
الجواب:- حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے مدت رضاعت کے اندازہ دودھ پینا یا پلانا ضروری ہے جو بنص قرآن دو سال ہے، لہذا اگر کوئی عورت کسی غیر کے بچے کو دو سال کے بعد دودھ پلائے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

قال التتبی علیہ السلام: لا رضاع بعد حولین۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) ۱۱
رضاعی ماں کی پوتی سے نکاح کرنے کا مسئلہ | سوال:- ایک لڑکے نے دو سال کی عمر سے پہلے اپنی دادی کا دودھ

پیا تھا، اب وہ اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ لڑکی اس کے لیے حلال

۱۰ قال العلامة الحسینی: فلوالتعم الحلمة ولم يدرا دخل اللبن في حلقه ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۶ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

۱۱ قال الحسینی:۔۔۔ فی وقت مخصوص هو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وهو الاصح فتم وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری..... ولع یصح الارضاع بعد مدته۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۳، ۴۰۴ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الرضاع۔

ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق یہ بڑ کی مذکورہ بڑ کے کی رضاعی بھتیجی لگتی ہے، اور بھتیجی سے نکاح کرنا شرعاً درست نہیں لہذا یہ بڑ کا چچا کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔
قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ : ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب

لمحدث الذی روینا - (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) ۱۷

سوال :- جناب مفتی صاحب امدت رضاعت کے اثبات کے **مدت رضاعت** لیے کتنا وقت مقرر ہے؟ یا یہ کہ جب بھی کوئی کسی عورت کا دودھ

پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے؟

الجواب :- حرمت رضاعت کے لیے جمہور علماء کے نزدیک دو سال کی مدت مقرر ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے یعنی اڑھائی سال مقرر ہے، لہذا اس مدت کے اندر اندر جب بھی والدہ کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیا جائے تو رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ : مُدَّة الرضاع ثَلَاثُونَ شَهْرًا عِنْدَ ابْنِ حَنِيفَةَ وَقَالَ سَنَتَانِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ - (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الرضاع) ۱۸

سوال :- اگر ایک عورت نے کسی بڑ کے کو رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں دودھ پلایا ہو اور اس عورت کی بیٹی نے کسی اور بڑ کی

کو دودھ پلایا ہو تو اس بڑ کے اور بڑ کی کا آپس میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بھانجی سے چاہے وہ حقیقی ہو یا رضاعی دونوں صورتوں میں نکاح جائز نہیں

۱۷ قال العلامة المحصن رحمہ اللہ :- ویحرم منه ای بسببه ما یحرم من

النسب - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۵ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع -

۱۸ قال العلامة المحصن رحمہ اللہ :- ہو حولان وتصف عندہ وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتح و

بہ یفتی کافی لصیحة القدوری - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۳ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۰۹ کتاب الرضاع -

چونکہ صورت مسئلہ میں یہ بڑ کی اس رشتہ کی رضاعتی بھانجی لگتی ہے اس لیے ان دونوں کا نکاح شرعاً جائز نہیں۔

قال العلامة المروغینانی رحمہ اللہ، ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب للحديث الذی روینا۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع) لہ

حرمیت رضاعت صرف اسلام کا حکم ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! کیا حرمیت رضاعت اسلام کے علاوہ

دوسرے شرائع میں بھی نازل ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب :- اسلام دیگر منفردات کے علاوہ اس مسئلہ میں بھی منفرد مذہب ہے جس میں رضاعت کی وجہ سے بھی نسبیت رشتہ جیسی حرمیت بیان فرمائی گئی، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں یہ حکم نہ تھا۔

قال الشيخ ابو زھرہ : انفردت الشریعة الاسلامیة من بین الشرائع السماویة القاسمة الان یجعل الرضاع سبباً من اسباب التحريم۔
(الاحوال الشخصیة ص ۸۳ التحريم بالرضاع)

سوال :- میرے بڑے بھائی اور ایک بہن نے اپنی والدہ اور نانی کا دودھ پینے سے اپنی والدہ اور نانی کا دودھ پیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنے کسی بھائی کا نکاح اپنے ماموں یا خالہ کی بڑ کی سے کرنا چاہیں تو وہ شریعت مقدسہ کی رُوس سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس بھائی اور بہن نے نانی کا دودھ پیا ہے اس کا نکاح ماموں اور خالہ کی اولاد سے حرام ہے اور جس بھائی اور بہن نے نانی کا دودھ نہ پیا ہو تو اس کا نکاح خالہ اور ماموں کی اس اولاد سے درست ہوگا جس نے نہ نانی کا دودھ پیا ہو اور نہ اس بھائی اور بہن کی والدہ کا دودھ پیا ہو۔

لہ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : ویحرم منه ای بسببه ما یحرم من النسب۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۴ باب الرضاع)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

قال العلامة الحصكفی: فیہ حرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب الامأخیه
دأخته و اخته ابنه و بنته و جدة ابنه و بنته و اعمه و عمتہ ! الخ

والدر المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۳۳۹ کتاب النکاح۔ باب الرضاع ۱۰
رضاعی خالہ سے نکاح کا حکم | سوال ۱۔ جناب مفتی صاحب! ایک لڑکے نے
صغیر سنی میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے اب اس
کے والدین اس عورت کی چھوٹی بہن سے اس لڑکے کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا شرعاً ان
دونوں کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ قانون شریعت کی رو سے جس عورت سے نکاح نسبی رشتے کے حوالے
سے حرام ہے تو رضاعی رشتے کے حوالے سے بھی اس عورت سے نکاح جائز نہیں،
صورت مسئلہ کے مطابق یہ لڑکی چونکہ اس لڑکے کی رضاعی خالہ ہے اس لیے نسبی خالہ
کی طرح رضاعی خالہ سے بھی نکاح ناجائز و حرام ہے، لڑکے کے والدین کو چاہیے کہ
وہ اس ارادے کو ترک کر دیں۔

لما قال العلامة السرخسینی رحمہ اللہ: یحرم من الرضاع ما یحرم
من النسب للحديث الذی رویتا۔

والہدایۃ ج ۲ ص ۳۳ کتاب الرضاع ۱۰

۱۔ وفق الہندیۃ، وثبت حرمة المصاهرة فی الرضاع حتی ان امرأة الرجل حرام علی
الرضیع وامرأة الرضیع حرام علی الرجل وعلی هذا القیاس الا فی المسئلتین احدھا
ان لا یجوز للرجل ان یتزوج اخته ابنه من النسب و یجوز فی الرضاع۔ والمسئلة
الثانیۃ لا یجوز للرجل ان یتزوج امأخته من النسب و یجوز فی الرضاع۔ الخ
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۳ کتاب الرضاع ۱)

۲۔ قال العلامة الحصکفی، و یحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب۔

(الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب الرضاع)

ومثله فی البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرضاع۔

باب فی حرمت المصاہرت

(حرمت مصاہرت کے احکام و مسائل)

سوال :- ایک شخص کا اپنی بیوی کو جگاتے وقت ساس کو بغیر شہوت کے ہاتھ لگانا بیوی کے بجائے ساس کو ہاتھ لگ گیا اور دل میں

جماع کا خیال تھا لیکن شہوت نہیں تھی، تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟

الجواب :- حرمت مصاہرت کے اثبات کے لیے لمس (پھوننا) ضروری ہے جو کہ شہوت سے ہو اور جس لمس (پھوننے) میں شہوت نہ ہو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئلہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص پر بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: وفي المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة لان الاصل في التقبل الشهوة بخلاف المس۔ (الدر المختار على صدد المختار ج ۳ ص ۳۶ کتاب النکاح، فصل في المحرمات) ۱۷

سوال :- اگر کسی نے اپنی ساس کو شہوت کی نگاہ سے دیکھا ساس کو شہوت سے دیکھنا تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر فرج داخل کو شہوت کی نظر سے دیکھا ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی ورنہ مطلق نظر شہوت سے حرمت مصاہرت کا اثبات نہیں۔

قال ابن عابدین: ر تحت قوله والمنظور الى فرجها، قيد بالفرج لأن ظاهر الذخيرة وغيرها أنهم اتفقوا على أن النظر لشهوة الى سائر أعضائها لا عبدة به وما عدا الفرج۔ (رد المختار ج ۳ ص ۳۳ کتاب النکاح، فصل في المحرمات) ۱۸

إقال أبو بكر النسي، والتوا والمس وانظر لشهوة يوجب حرمة المصاهرة۔ (كنز الدقائق على معاش البحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ کتاب النکاح، فصل في المحرمات)۔ قال ابن نجيم، وقيد يكون لمس عن غير شهوة

لم يوجب الحرمة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۱ کتاب النکاح، فصل في المحرمات) ومثله في الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۷۷ الباب الثالث في المحرمات۔

قال في الهندية: لا تثبت بالنظر الى سائر الأعضاء لا بشهوة ولا بغيره سائر الأعضاء عن شهوة بلا خلاف۔ كذا في البدائع والمعتبر النظر الى الفرج الداخل، هكذا في الهداية۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۷۷ فصل في المحرمات)

سہے گی یا نہیں؟

سہے گی یا نہیں؟

الجواب :- اگر کوئی شخص اپنی ساس سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ مس یا تقبیل کرے تو اس سے اس عورت کی بیٹی ہمیشہ کے لیے زنا کے مرتکب و امار پر حرام ہو جاتی ہے۔

قال ابن نجيم: واداد بحرمة المصاهرة المحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً. كما في الوطئ الحلال - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۸۱ کتاب النکاح - فصل في المحرمات ہلہ

سوال :- اگر کسی نے اپنی بیٹی کو بیٹی کو شہوت سے ہاتھ لگانے سے نکاح پر اثرات

عمل سے اس کے نکاح پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ کیا بیوی اس کے لیے حرام ہو جائے گی یا حلال رہے گی؟

الجواب :- اگر کسی شخص نے بیٹی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا ہو اور درمیان میں کوئی ایسی چیز بھی حائل نہ ہو جو بیٹی کے بدن کی حرارت کے احساس سے مانع ہو اور نہ بیٹی کی عمر نو سال سے کم ہو تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو کر رط کی کی ماں اس شخص پر حرام ہو جائے گی، اور اگر مذکورہ شرائط میں سے ایک بھی موجود نہ ہو تو پھر حرمت ثابت نہیں۔

قال في الہندیۃ: فلو أیقط زوجہ لیجا معها فوصلت یدہ الی بنتہ منہا فقر بشہوة وھی ممن تشہی یظن أنها أمہا حرمت علیہ الا حرمة مؤبدۃ کذا فی فتح القدیر.... ثم کلا فرق فی ثبوت المحرمۃ بین کونہ عامداً أو ناسیاً.... ثم الممس إتما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینہما ثوب أما إذا کان بینہما ثوب فإن کان رقیقا بحيث تصل حرارة الممسوس الی یدہ تثبت کذا فی الذخیرۃ.... والفتویٰ

الہ و فی الہندیۃ: فمن زنی یا امرأة حرمت علیہ أمہا وإن علت وإبنتہا وإن سفلت - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۴۲ الباب الثالث فی المحرمات - ومثله فی رد المحتار ج ۳ ص ۳۲ کتاب النکاح - فصل فی المحرمات -

علیٰ بنت تسع محل الشهوة لامادونها۔ کذا فی معراج الدراية۔ انتہی
(الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۱۱ الباب الثالث فی المحرمات) لہ

زانی اور مزنیہ کی اولاد کے درمیان نکاح جائز ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت درکار ہے کہ

زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام نے زنا سے حرمت مصاہرت کا اثبات چار گروہ میں کیا ہے جن میں صورت مسئلہ شامل نہیں ہے اس لیے زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز اور درست ہے۔

قال ابن نجيم امصرى رحمه الله : وأراد بحُرْمَةِ المصاهرة المحرمات الأربع حرمة امرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً كما في الوطء الحلال ويحصل لأصول الزاني وفروعه أصول المتزني بها وفروعها۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات) لہ

نابالغ لوط کے کا بالغ سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم | سوال :- اگر کوئی نابالغ لوط کا کسی بالغہ عورت سے زنا

لہ قال العلامة الحسكفي رحمه الله : ولا فرق فيما ذكر بين اللبس والنظر بشهوة بين عمدٍ ونسيانٍ وخطاءٍ وإكراهٍ فلو ايقظ زوجته وأيقظته هي لجماعها فمست يده بنته المشتبهة أو يدها ابنته حرمت الأقرأبداً۔ (الدرا المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۵ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۱۱ کتاب النکاح۔ فصل فی المحرمات۔

لہ قال ابن عايدین : (تحت قوله حرم) ايضاً بالصهرية اصل مؤنثية)۔۔۔ ومثله ما قدمناه قريباً عن القهستاني عن التظلم وغيره وقوله ويجل في اي كما يحل ذلك بالوطء الحلال وتقييداً بالحرمات الأربع مخرج لما عداها وتقدم آنفاً الكلام عليه۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۲ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۱۱ الباب الثالث فی المحرمات۔

کرے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟
الجواب: زنا سے حرمتِ مصاہرت کے لیے لڑکے لڑکی کا بالغ ہونا ضروری ہے یا کم از کم دونوں کا مراہق ہونا شرط ہے اس لیے وہ نابالغ لڑکا جو مراہق نہیں کے زنا کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

قال ابن نجيم المصوى رحمه الله: وكذا اشترط الشهوة في الذكر حتى لو جامع أربع سنين زوجة أبيه لا تثبت المحرمة. وفي الذخيرة خلافه وظاهر الأقل أنه يعتبر فيه التقى المذكور لها وهو تسع سنين. (المحررات ج ۳ ص ۹۹)

وقال أيضاً: المراہق كالبالغ. (المحررات ج ۳ ص ۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) لہ
سوال: ایک لڑکے نے نکاح کیا لیکن وہ جماع بیٹے کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے | کرنے پر قادر نہیں، اب اگر لڑکے کا باپ اُس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: شریعت اسلامی میں جب کوئی عورت ایک مرتبہ کسی شخص کے نکاح میں آجائے تو وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس شخص کے باپ پر حرام ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ کسی بھی صورت میں نکاح نہیں کر سکتا۔

قال الله تبارك وتعالى: وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ. (سورة النساء) لہ

سوال: اگر سوتیلے بیٹے سے زنا کرتے والی عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے | کوئی عورت اپنے

سوتیلے بیٹے سے زنا کرے تو کیا یہ عورت اب اپنے شوہر کے لیے حلال ہے یا حرام؟

لہ قال ابن عابدین: (تحت قول كالبالغ)..... وفي الفقه لو ميس المراہق وأقر أنه بشهوة ثبتت المحرمة. (رد المحتار ج ۳ ص ۳ کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۸۵ الباب الثالث في المحرمات۔

لہ وفي الهندية: وحليلة الابن وابن الابن وابن البنت وان سفلوا دخل بها الابن

ام لا۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۸۵ القسم الثاني في المحرمات بالصهرية)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِدَايَةِ ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب النکاح۔

الجواب :- جب کوئی عورت اپنے یا شوہر کے بالغ یا مراہق بیٹے سے جماع کرے اس زنا کی وجہ سے اب یہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن بدین: قال فی البعر اذ یحرمۃ المصاہرة المحرمات لاربع حرمة لمرءۃ علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات) لم

ما بالغ لوط کے سے زنا کرنا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں | سوال :- ایک عورت

رجہ سے ایک نابالغ لوط کے سے زنا کر لیا، اب یہ عورت اس لوط کے کو اپنی بیٹی نکاح میں دینا چاہتی ہے، کیا ان دونوں کا نکاح جائز ہے؟

الجواب :- حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں وہ زنا قابلِ اعتبار ہے جس میں دونوں افراد بالغ یا مراہق ہوں، صورتِ مسئلہ میں چونکہ لوط کا مراہق بھی نہیں ہے لہذا حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں اس لیے دونوں لوط کے اور لوطی کا نکاح جائز ہے۔

قال العلامة الحسکفی:۔ فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابنہ لم تحرم۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ فصل فی محرمات) لم

فرج داخل کو دیکھنا موجبِ حرمتِ مصاہرت ہے | سوال :- کتب فقہ میں مذکور ہے کہ شہوۃ کی نظر سے دیکھنے

سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، جبکہ آجکل تو بازاروں میں اکثر اوباش قسم کے لوط کے

لم قال العلامة ابن نجیم: والمحرمین وأراد یحرمۃ المصاہرة المحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول لزان وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۰ فصل فی المحرمات)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْنَدِيَّةِ ج ۱ ص ۲۷۵ الباب الثالث في المحرمات۔

لم وفي المهنديّة: وكذا انشترط الشهوة في المأكروحتي لوجامع ابن اربع سنين زوجة ابنه لا تثبت به حرمة المصاهرة كذا في فتح القدير۔ (انفاوى الهندية ج ۱ ص ۲۷۵ القسم الثاني في المحرمات بالصهرية)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۹ فصل في المحرمات۔

لڑکیوں کو شہوت کی نظروں سے دیکھتے ہیں، تو کیا اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- مطلقاً شہوت کی نظر سے دیکھنا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں بلکہ کسی عورت کے داخلِ فرج کو بتظرِ شہوت دیکھنا سببِ حرمت ہے باقی دیگر اعضاء کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: والمنظور الى فرجها الداخل -

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۶ باب المحرمات) لہ

کم سن بچی کو شہوت کیساتھ چھونا حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں | سوال: اگر کسی

سے کم عمر کی بچی کو شہوت کے ساتھ چھو تو کیا اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- حرمتِ مصاہرت کے اثبات کے لیے لڑکی کا مشتہات ہونا ضروری ہے جو تکہ ۷/۸ سال کی بچی مشتہات نہیں ہوتی، اس لیے مذکورہ صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: وبنت سنهادون تسع ليست بمشتهاة -

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۸۹ فصل في المحرمات) لہ

لہ وفق الہندیۃ: والمعتبر النظر الى الفرج الداخل هَذَا فِي الْهَدَايَةِ وَعَلِيهِ الْفَتْوَى هَكَذَا فِي الظَّهْرِيَّةِ - الخ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۴۱ القسم الثاني في المحرمات بالصهرية)۔

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۲۴۹ كِتَابُ النِّكَاحِ -

لہ وفق الہندیۃ، الفتویٰ علی بنت تسع محل الشہوة لا ما دونها۔ کن اذ فی معراج الدرایۃ - قال الفقیہ البوالیث: ما دون تسع سنین لا تكون مشتہاء وعلیہ الفتویٰ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۵ القسم الثاني في المحرمات الصهرية)۔

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۹۹ فصل في المحرمات - كِتَابُ النِّكَاحِ -

سوال :- جناب مفتی صاحب! یہاں **ساس سے زنا کے اقرار کے بعد انکار کی کوئی حیثیت نہیں**

علاقائی جرگہ کے سامنے ایک شخص نے اقرار کیا کہ اس نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا ہے مگر اب وہ اس بات سے منکر ہے، تو کیا اس عورت کی بیٹی اس شخص کے لیے حلال ہے یا حرام؟
الجواب :- بشرطِ صحت سوال ایک مرتبہ اقرار کرنے کے بعد اب اس کے انکار کا کوئی فائدہ نہیں، اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے جرگہ اس کے انکار کی تصدیق نہ کرے۔

قال العلامة الحصكفي: في الخلاصة قبل له ما فعلت يا مرتك فقال جامعها تثبت الحرمة ولا يصدق انه كذب ولو هازلا۔ قال ابن عابدین: (قوله ولا يصدق انه كذب الخ) ای عند القاضي اما بينه وبين الله تعالى وان كان كاذبا فيما اقر له تثبت الحرمة۔ (رد المحتار ج ۲ من ۳۹ فصل في المحرمات) لہ

سوال :- یہاں لندن میں ایک مسلمان مرد **مرزئیہ کافرہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں**

کے ایک کافرہ عورت کے ساتھ ناجائز تعلقا تھے، اب وہ شخص توبہ کر کے اس عورت کی مسلمان بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا یا اس کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا موجب حرمتِ معاہرت ہے، عورت چاہے مسلمان ہو یا کافرہ اس حرمت کی وجہ سے مسوسہ کے اصول و فروع چھونے والے پر حرام ہو جاتے ہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ میں مسلمان مرد کا نکاح اس مسوسہ کافرہ کی مسلمان بیٹی سے جائز نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: واصل مسوسة بشهوة ولو بشعر على الرأس۔۔۔ وفروعها مطلقاً۔ (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ من ۳۸۵ فصل في المحرمات) لہ

قال ابن نجيم: قيل لرجل ما فعلت بأم امرأتك قال جامعها تثبت الحرمة ولا يصدق انه كذب وان لو هازلا۔ والاصرار ليس بشرط في الاقرار بحرمة المصاهرة۔ (البحر الرائق ج ۱ من ۱ کتاب النكاح فصل في المحرمات) لہ
 وفي الهندية: فمن بأمرة حرمت عليه أمها وان علت وابنتها وان سفلت وكذا أم المرتني وبها على اباء الزاني وابنداده وان علوا وابنائهم وان سفلوا كذا في فتح القدير۔۔۔۔۔ كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالنسب والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة۔ (الفتاوى الهندية ج ۲ من ۲۸۴ القسم الثاني في المحرمات بالصحة) ومثله في الهداية ج ۲ من ۲۸۹ كتاب النكاح۔

سوال ۱۔ جناب مفتی صاحب! چھوٹے گاؤں میں جاری شدہ نماز جمعہ کو بند کرنا ہمارے گاؤں بنگی دہزارہ میں تقریباً

آٹھ سال سے نماز جمعہ پڑھی جا رہی ہے، تبلیغ اور درود و سلام کا سلسلہ بھی جاری ہے، حال ہی میں ایک مولوی صاحب نے اس بستی کو چھوٹی بستی میں شمار کر کے عوام سے نماز جمعہ بند کرنے کو کہا بستی کے کوائف حسب ذیل ہیں: گھر تقریباً ۳۰۰۔ ووٹ ۸۰۰۔ مسجدیں ۸ ملحقہ ہیں۔ ایک عدو پرائمری سکول۔ ایک چھوٹا بازار۔ کل آبادی تقریباً ۴۰۰۰۔ ایک نمبردار۔ ایک پٹواری۔ ایک ممبر یونین کونسل۔ ایک چوکیدار۔ ایک سکول ماسٹر بھی ہے۔ یہ گاؤں یونین کونسل کی طرف سے ایک جدا وارڈ ہے بستی کے تمام بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو ایک بڑی مسجد میں نہیں سما سکتے۔ مندرجہ بالا کوائف کی روشنی میں شرعی حکم صادر فرمایا جائے کہ اگر واقعی بستی ہذا میں نماز جمعہ نہیں ہو سکتی اور اُس کے لیے ترک کی جاوے اور سابقہ کی قضاء ادا کی جائے؟

الجواب ۱۔ جناب کو معلوم ہوگا اور کتب فقہ میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک میں صحت اور جواز جمعہ کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ جگہ مصر ہو یا فناء مصر ہو، اگر وہ جگہ مصر یا فناء مصر نہ ہو، تو اگرچہ دوسرے شرائط ہوں پھر بھی امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک وہاں جمعہ جائز اور صحیح نہ ہوگا۔ تحدید مصر میں اگرچہ فقہاء احناف آپس میں مختلف نظر آتے ہیں اور مصر کی مختلف تعریفیں فقہاء نے کی ہیں اُن میں ایک تعریف یہ ہے کہ ما لا یسع اکبر مساجد اہلہ المكلفین بہا۔ اور دوسری تعریف جس کو ظاہر الحمد، سب کہا گیا ہے یہ ہے: انہ کل موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود۔ (الدر المختار)

علامہ ابن عابدین المعروف بہ شامی نے "شرح منیہ" سے جو حدیث نقل کی ہے اور جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے، یہ ہے: انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔

بہر حال مصر کی تحدید کے بارے میں اقوال بکثرت ہیں، بعض میں افراط ہے اور بعض میں تفریط اور بعض اعدل و اوسط ہیں، اور وہی الحق بالقول ہیں۔

صورت مسئلہ کے مطابق موضع مذکور بہر حال میں اعدل الاقوال پر مصر میں تو داخل نہیں ہے لیکن فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ قصبات و قریہ کبیرہ بھی مصر کے حکم میں ہیں چنانچہ

ردالمحتار جلد ۱ ص ۴۸ میں بفرحت موجود ہے ، وعبارۃ القہستانی وتقع فرضاً فی القصبات
والقرای الکبیرۃ التي فیہا اسواق الی قولہ لایجوز فی الصغیرۃ التي لیس فیہا
قاضی ومنبر وخطیب۔ ا۔۔۔ اور نظر برحالت مذکورہ سوال موضع مذکورہ قریہ میں
ضرور داخل معلوم ہوتا ہے۔ اور کبیرہ و صغیرہ میں اگر مابہ الفرق آبادی کی مقدار فی جائے تو اس کا
مدار عرف پر ہوگا ، اور عرف کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ حکام وقت جو کہ حکمائے تمدن بھی
ہیں چار ہزار کی آبادی والے گاؤں کو قصبہ میں شمار کرتے ہیں اور چار ہزار کے قریب بوجہ
معتبر نہ ہونے کسر کے حکم میں چار ہزار کے ہیں۔ پس موضع مذکورہ اگر قصبہ نہیں ہے تو قریہ
کبیرہ ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے ، اس بنا پر تو مناسب ہے کہ موضع مذکورہ میں جمعہ کا
جائزہ ہوتا مان لیا جاوے ، لیکن فقہاء کرام نے قریہ صغیرہ اور کبیرہ میں مابہ الفرق وہ صفات
مراد لی ہیں جو عبارت مرقومہ میں کبیرہ و صغیرہ کی صفت میں وارد ہیں۔ یعنی اسواق ، حاکم ، خطیب
کا ہونا یا نہ ہونا ، اس بناء پر موضع مذکور قریہ کبیرہ میں داخل نہیں ہے اور یہاں جمعہ کا جائز ہونا تسلیم
نہیں کیا جاسکتا کیونکہ موضع مذکور میں ایک چھوٹا بازار ہے جو قریہ صغیرہ کی نشانی ہے ، مصر اور قریہ
میں کم از کم تین بازار ہونے چاہئیں۔ محقق ابن الہمامؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم سے
بڑا حاکم قاضی اور والی مراد ہیں جو وہاں مقیم ہوں ، یہ صفت بھی موضع مذکور میں معدوم ہے سئلے
یہ جگہ قریہ صغیرہ ہونی چاہیئے اور جب قریہ صغیرہ ہوا تو پھر جواز جمعہ کے ساتھ چند مناسبات لاحق
ہوتے ہیں کیونکہ پھر جمعہ کی نماز نفل ہوگی اور نفل تداعی کے ساتھ باجماعت بدعت و مکروہ ہیں ،
ظہر جو اصل فریضہ ہے اس کا ترک یا جماعت کا ترک لازم آتا ہے۔ اس لیے ذاتی مشورہ یہ ہے کہ
اکابرین دیوبند نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ایک قریہ صغیرہ میں عرصہ دراز سے جمعہ قائم ہو اور
اسے بند کرنے میں فساد کا خطرہ ہو تو اس کو فوراً بند نہ کیا جائے بلکہ جمعہ پڑھایا جائے
اور لوگوں کو آہستہ آہستہ سمجھایا جائے کہ چونکہ یہ جگہ نہ مصر ہے نہ قریہ کبیرہ ، اور ہمارے
مسک میں ایسی جگہ جمعہ جائز نہیں اور خود گھر میں جا کر چار رکعت بہ نیت آخر ظہر
پڑھ لیا کریں ، اس طریقہ سے درست مسئلہ بھی واضح ہو جائے گا اور فساد بھی برپا
نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

خطبہ جمعہ کے بارے میں چند سوالات | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین و شریعہ متین
متدرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ :-

(۱) جمعہ کا خطبہ بدستور عربی زبان میں رکھا جائے یا عوام الناس کے سمجھنے کے لیے مقامی
زبان میں رواج دیا جائے ؟

(۲) اگر خطبہ عربی زبان ہی میں باقی رکھا جائے تو جو لوگ عربی زبان نہ سمجھنے کا اشکال کرتے
ہیں اس کا کیا حل ہے ؟

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا چاہیے یا نہیں ؟

الجواب :- اس مسئلہ پر کئی عرصہ پہلے علماء و اسخین نے قرآن و حدیث اور
فقہ حنفی کی روشنی میں اپنے اپنے فتاویٰ رسالوں کی شکل میں شائع کیے ہیں اور قوی دلائل
کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ اگر جمعہ و عیدین میں خطبہ بجائے عربی کے اردو یا فارسی میں
پڑھا جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوگا اور صاحبین کے نزدیک
ایک قول میں خطبہ صحیح اور ادا نہ ہوگا اور جب خطبہ ادا نہ ہوگا تو نماز جمعہ بھی نہ ہوگی
کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کی شرائط میں سے خطبہ بھی ہے۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے حصہ ”عزیز الفتاویٰ“ میں اس فتویٰ کے دلائل میں ”در مختار“
کی یہ عبارت پیش فرماتے ہیں ، والرابع الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه
لم تصح۔ در مختار باب الجمعة كما صح لو شرع بغير عربية الخ و شرط
عجزه وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع اذكار الصلوة۔ در مختار و
في الشامي وعلى هذا الخلاف لو سيج في الفارسية في الصلوة او دعا الخ
اي يصح عندك ليكن هيئتي كراهة الدعاء بالعجمية الخ شامی باب
صفة الصلوة وفي باب الجمعة من رد المحتار لم يقيد الخطبة بالعربية
اكتفاء بما قدمه في باب صفة الصلوة من انها غير شرط ولومع القدرة
على العربية عندة خلافا لهما حيث شرطها الا عند العجز الخ
ان عبارات سے واضح ہے کہ عربی زبان پر قدرت کے باوجود اردو یا فارسی
وغیرہ میں خطبہ جمعہ پڑھنا صاحبین کے نزدیک اور ان کے قول کے موافق صحیح نہیں ،
اور امام صاحب کے نزدیک اگرچہ خطبہ ادا ہو جائے گا مگر مکروہ تحریمی ہوگا۔

اسی طرح مولانا محمد تقیم بن محمد الدراسی نے اس موضوع پر دو عدد رسالے زبدۃ التحقیقات عمدة التحقیقات فی اکراہۃ الخطبۃ بغیر العربیۃ تالیف فرمائے ہیں، جن پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے تقریظ لکھی ہے۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام ”الاعجوبة“ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب تقریظ میں لکھتے ہیں: الخطبة بالعربية سنة مؤكدة لمواظبة النبي عليه الصلوة والسلام لا يقال ان المواظبة تكون دليل السنة اذا لم يكن ثمة دليل النصوص وكفى كونه عليه الصلوة والسلام عربياً وكون لغته عربية دليل الخصوص فانا نقول ان الخلفاء الراشدين ومن سواهم من اصحابه عليه الصلوة والسلام بلغوا مشارق الارض ومغاربها وافتتحوا العرب والعجم ولم يثبت من احد منهم انه خطب بغیر العربیۃ مع القدرة عليه لما ثبت من كثير من الصحابة معرفتهم بلغة العجم وقد رتبهم على الخطبة بها كزید بن ثابت رضي الله تعالى عنه كان يعلم اللسان العجمي والجيش والرومي وكسلمان الفارسي كان يعلم الفارسية ومع ذلك لم يامرهم النبي صلى الله عليه وسلم بالخطبة بلسان العجم مع من الحاجة اليه ومعرفتهم به في شيء من الاحاديث على انه قد ثبت من الاحاديث الصحيحة والسيرة النبوية حضور العجمين عند النبي صلى الله عليه وسلم وحدانا وجماعات وكانوا في اول امرهم لا يعرفون العربية فان كان تفهيم الخطبة الحاضرين من ضروريات الخطبة فقد من الحاجة الى ترجمتها بلسانهم ولم يفعل النبي صلى الله عليه وسلم مع القدرة عليه باقامة الترجمان من جماعة الصحابة فعلم ان مواظبة عليه السلام على اللغة العربية في الخطبة ليس لمحض كونه عربياً وعلى سبيل جريان العادة كما ظنه بعض الفضلاء بل كان ذلك مقصوداً منه عليه الصلوة والسلام والحاصل ان جعل الخطبة بالعربية سنة مؤكدة۔

اسی تقریظ میں محدث الہند حضرت ثناء ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ فی ارض اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے شرح موطا میں ذکر فرمایا ہے: ولما کاحظنا خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلقاً نئے وہلم جتلاً فنقحتا وجوداً شیاء فیہا الحمد والشہادتین والصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واکامراً بالتقوی وتلاوة آیتہ والدعاء للمسلمین فی المشارق والمغارب بہ مع ان فی کثیر من الاقالیم کات المخاطبون اعجمیین۔

آگے امام نووی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے "اذا کار کتاب حمد اللہ تعالیٰ" میں ذکر کیا ہے: ویشرط کونہا یعنی خطبۃ الجمعة وغیرہا بالعربیۃ انتہی والحاصل ان اللغة العربیۃ فی الخطبۃ سنة مؤكدة عندنا ولكن ترك العربیۃ وجعلها بالعجمیۃ مکروه تحریمًا وتارکها آثم ولا سیما المد من علیہ۔

اس موقع پر صاحب تقریظ ایک اعتراض کو نقل کر کے اس کا دفعیہ بھی فرماتے ہیں: ولا یرد علینا ما نھن علیہ فی رد المحتار من ان ترك الواجب مکروه تحریمًا وترك السنة تنزیہًا وایضاً صرح بدہ الحلبي فی شرح المنیۃ حیث قال والمراد بها ما لزمہ ترك السنة وهو کراهة تنزیہة وترك واجب وهو کراهة تحریم كما ذکرہ المصنف فی رسالته هذه زبدة التحقیقات وذلك لان الحكم بتنزیہیۃ الکراهیۃ فی ترك السنة انما هو اذا لم یخالطہ غیرہ من احداث بدعة او ادمان علی ترکہا والا فالفقہاء مصرحون بکونہ آثمًا ضالاً قال الشامی فی اوائل سنن الوضوء وهي سنن المتوکیدۃ القریبۃ من الواجب التي یضلل تارکها لان ترکها استغناء بالبدین۔ (رجا صلا) ثم قال فی المضمضة والاستنشاق فلو ترکہما آثم علی الصحیح۔ رسراج م وقال فی الحلیۃ لعلہ محمول علی ما اذا جعل الترك عادة له من غیر عذر یا کما قالوا مثله فی التلیل۔ (شامی ج ۱ ص ۱۸) وقال فی البدائع لان من لم یر سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنة فقد ابتدع فیلحقه الوعید۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۲) قلت والمراد بالوعید

قوله عليه السلام في حديث الاعرابي من زاد على هذا انقص فقد تعدى وظلم. ومن هذه الجملة وضح ان تارك العربية في الخطبة آثم مبتدع فانه لا يراى سنة فالحاصل ان اختصاص اللغة العربية في الخطبة وان كان في الاصل من السنن الا انه لحق بتوكله امور آخر من ابداع بدعة وآثر اكادمان على ترك السنة وترك البدعة واجب فجاء الوجوب من هذا القبيل لا بمحض المواظبة عليه وبالجمله فالحكم بوجوب العربية وآثر تاركها في خطبة الجمعة وان ترجتها بغير العربية بدعة حق كما ياب.

اسی طرح حکم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ”امداد الفتاویٰ“ میں بھی تحریر فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: قرآن مجید اور خطبہ دونوں کا اصل مقصد ایک ہی ہے، چنانچہ خطبہ کو قرآن مجید میں ذکر اللہ فرمایا ہے۔ یہی لفظ ذکر قرآن مجید کے لیے فرمایا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَآلِهَاجَا فُظُوْتَ ہ بلکہ قرآن مجید کے لیے لفظ ذکر بمعنی تذکیر بھی وارد ہے۔ اِنَّ هُوَ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ہ۔ پس اگر لفظ ذکر اس پر دال ہے کہ اس سے لوگوں کو ان کی زبان میں نصیحت کی جاوے تو چاہیے کہ قرآن مجید کی جگہ بھی یا اس کے ساتھ نماز میں حاضرین کی زبان میں ترجمہ پڑھا جاوے بلکہ لفظ ذکر اس پر زیادہ دال ہے، اور اگر قرآن مجید سے تفہیم ناس کو خارج نماز کے ساتھ مخصوص کیا جاوے اور نماز میں محض تلاوت کا حکم کیا جاوے تو خطبہ سے تفہیم ناس کو بھی خارج ہیئت خطبہ کہا جاوے۔ مثلاً خطبہ سے قبل یا نماز کے بعد بھی ضرورت تفہیم کو حضرات صحابہ کرامؓ، ہم سے زیادہ جانتے تھے، اور روم و فارس اس وقت فتح ہو چکا تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ میں ان زبانوں کے جانتے والے بھی موجود تھے، پھر کیا وجہ کہ اُس وقت ایسا نہیں کیا گیا؟ پھر اگر سامعین میں آٹھ دس زبانوں والے ہوں تو کیا خطیب کے لیے یہ شرط ہوگی کہ وہ سب زبانوں کا ماہر ہو، اگر نہیں تو پھر دوسری زبانوں والوں کی کیا رعایت ہوئی؟ نیز اسی بحث میں حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ عربی زبان کے سوا کسی اور زبان میں پڑھنا خلاف سنت متواتر ہے اس لیے ممنوع ہے۔ انتہی۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے ”مجموعۃ الفتاویٰ“ میں اس بارہ میں تفصیل سے کلام کیا ہے، چند عبارات حوالہ قلم کی جاتی ہیں :-

دسوال (خطبہ جمعہ اردو زبان میں یا فارسی زبان میں یا اردو و فارسی اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جو ہے تو کس کتاب میں مذکور ہے؟ بینوا و توجروا هو العلیم الخبیر۔

(جواب) خطبہ جمعہ اردو زبان میں نثر ہو خواہ نظم اور اسی طرح فارسی زبان میں بھی نثر ہو یا نظم، و علیٰ ہذا القیاس۔ جو خطبہ کہ اس کی کچھ عبارات لغت عربی میں ہو اور کچھ زبان فارسی یا اردو وغیرہما میں نظم ہو یا نثر مگر وہ براہست تحریری ہے کیونکہ مخالفت ہے سنت ہدی کے، اس لیے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء اور صحابہ کرامؓ نے علی الدوام خطبہ زبان عربی میں پڑھا ہے اور اس وقت کسی سے خطبہ پڑھنا غیر زبان عربی میں منقول نہیں ہے، جیسا کہ کتاب ”آکام التفاسیر فی اداء الاذکار بلسان الفارس“ میں مسطور ہے: و ہذہ عبارتہ الکراہۃ انما ہی لمخالفتہ السنۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ قد خطبوا دائماً دائماً بالعربیۃ ولم ینتقل عن احد منهم انہم خطبوا خطبۃ ولو خطبۃ غیر الجمعۃ بغیر العربیۃ۔ انتہی

اور یہ پوشیدہ نہ رہے کہ باعثِ احداث خطبہ غیر عربیہ کا نہیں ہے مگر نہ سمجھنا عجم کا عبارات عربیہ کو، حالانکہ یہ امر قرونِ ثلاثہ میں بھی موجود تھا، اس واسطے کہ جب اطرافِ مختلفہ میں بلاد و امصار مفتوح ہوئے اور اکثر مردمان فارس و حبش و روم وغیرہ کے مشرف بہ اسلام ہوئے، وہ لوگ مجالس شعائر اسلام مثل جمعہ و عید وغیرہما کے حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو بوجہ عدم وقوف لغت عرب کے شعور فہم عبارات عربیہ کا نہ تھا بایں ہمہ کسی نے برعایت فہم اشخاص عربیہ عجمیہ کے غیر زبان عربی میں خطبہ نہ پڑھا، باوجودیکہ تعلیم و تفہیم کہ خطباء و علماء کی شان سے ہے مقتضی اس کی تھی، جبکہ ایسا نہ ہوا تو خطبہ عربیہ کے مکروہ ہونے میں جو ادنیٰ مرتبہ ضلالت کا ہے کچھ شک نہ رہا۔ الی آخر ما قال و اطال نور اللہ مرقدہ۔

محققین کی ان تصریحات کو مد نظر رکھ کر ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ وعیدین کا خطبہ بدستور عربی زبان میں رکھا جائے، اور اس کا دوسری زبان (مثل اردو یا فارسی وغیرہ) میں بدل دینا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) آپ کے اس سوال کا جواب سوال اول کے جواب کے ضمن میں ہو گیا ہے تاہم اتنا لکھا جاتا ہے کہ خطبہ عربی سے پہلے وعظ و تبلیغ کرنے میں یہ اشکال رفع ہو سکتا ہے، خاص خطبہ کے الفاظ کے معانی اور مطالب لوگوں کو سمجھانا اس وقت کوئی شرط نہیں ہے۔

(۳) خطبے میں کسی کا شخصی نام لانا شرط نہیں ہے، فقہاء اسلام خطبے کے متعلق جو تفصیل بیان فرماتے ہیں اس میں کہیں اس کا ذکر نظر سے نہیں گذرا۔ مشہور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ خطبہ کے شرائط میں سے ایک شرط خطبہ ہے۔ رومنھا الخطبة قبلھا)۔ آگے لکھتے ہیں: الخطبة تشتمل علی فرض وسنة فالفرض شیئان الوقت الی قولہ والثانی ذکر اللہ۔ آگے لکھتے ہیں: واما سننھا فخمسة عشر۔ خطبہ کی تفصیل میں بھی کہیں کسی بادشاہ کا شخصی

نام ذکر کرنے کی تصریح نہیں ہے، علیحدہ بھی کوئی جزئیہ دستیاب نہیں ہو سکا، اس لیے بہتر یہی ہے کہ خطبے میں شخصی نام نہ لایا جائے، خطبہ میں اوصاف پر دُعا اور ترغیب و ترہیب ہونی چاہیے، جیسا کہ خطبوں میں اسلاف کا معمول رہا ہے کہ اُن کے خطبوں میں یہ الفاظ موجود ہیں: والسلطان المسلم ظلّ الله فی الارض من اهان سلطان الله فی الارض اهان الله۔

هذا ما اعتدی والله اعلم



سوال :- عید الفطر و عید الاضحیٰ کی عیدین کی نماز کتنے دنوں تک ادا کی جاسکتی ہے؟ نماز کتنے دنوں تک ادا کی جاسکتی ہے؟

الجواب :- اگر عید الفطر کی نماز بوجہ شرعی مجبوری کے نہ پڑھائی جاسکے تو دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے اس کے بعد جائز نہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز تین دن تک جائز ہے بشرطیکہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے ترک کی گئی ہو۔

لما قال العلامة طاهري عبد الرشيد البخاري: ولو زالت الشمس يوم الفطر قبل ان يصلي صلاة العيد سقطت صلاة العيد ولا يصلي من الغد الا اذا تركوا بعد فيصلي من الغد قبل الزوال وان زالت الشمس من الغد سقطت صلاة العيد سواء تركوها بعد الزوال او بعد عذر وفي عيد الاضحى اذا لم يصلي من الغد حتى زالت الشمس يصلي بعد الغد قبل الزوال فاذا زالت اشمس في آخر ايام النحر ولم يصلي سقطت سواء كان بعذر او بغير عذر غير ان التأخير ان كان بعذر لا يلحقهم الا ساقية وان كان بغير عذر فقد اساءوا۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۱۴ باب صلاة العیدین) لہ



لہ وفي الهندية، وتؤخر صلاة عيد الفطر الى الغد اذا منعهم من اقامتها عذر بان غيم عليهم الهلال و شهد عند الامام بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس قبل الزوال او صلاحها في يوم غيم فظهر انها وقعت بعد الزوال ولا تؤخر الى بعد الغد والا ما لم لو صلاحها مع الجماعة وقاتت بعض الناس لا يقضيهما من فاتته خرج الوقت ولم يخرجوا اذا حدث عذر يمنع من الصلوة في يوم الاضحى صلاحها من الغد وبعد الغد ولا يصليها بعد ذلك، ثم العذر ههنا لنفي الكراهة حتى لو آخروها الى ثلاثة ايام من غير عذر جازت الصلوة وقد اساءوا وفي الفطر للجواز حتى لو آخروها الى الغد من غير عذر لا يجوز۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۵۱ الباب السابع عشر في صلاة العيد)

ومثله في الطعطاوى حاشية مراقي الفلاح ص ۲۳۹ باب صلاة العیدین۔

احکام و مسائل عید و صدقۃ الفطر

در العلوم حقانہ کے دارالافتاء کی طرف سے عوام الناس کے افادہ کے لیے احکام و مسائل کے عنوان سے ماہنامہ الحق ہے۔ وقتاً فوقتاً مضمون شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ذیل کا مضمون بھی ماہنامہ الحق میں شائع ہو چکا ہے۔ فتاویٰ کی مناسبت سے بیان بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ (مرتبہ)

- یکم سوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز عید ادا کرنا واجب ہے۔
- عید کے دن غسل کیا جائے، مسواک کی جائے، عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہن کر خوشبو لگائی جائے، بالوں کو تیل لگا کر کنگھا کیا جائے۔
- صبح سویرے عید گاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے اور نماز عید کے لیے جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھالی جائے۔
- عید کی نماز پڑھنے کے لیے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے اور اگر ممکن ہو تو عید گاہ پیدل چل کر جائے۔
- راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اللہ اکبر واللہ الحمد۔
- نماز عید سے پہلے کسی جگہ نوافل پڑھنا مکروہ ہے البتہ عید کی نماز کے بعد گھر آکر پڑھ سکتے ہیں۔
- نماز عید میں صرف چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں، پہلی رکعت میں سبحانک اللہم کے بعد تین تکبیریں زائد ہاتھ پھوڑ کر اُردو ساری رکعت میں رکوع سے پہلے تین تکبیریں زائد ہاتھ پھوڑ کر کہی جاتی ہیں باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح ہے، نماز کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔
- عیدین کے خطبوں کی ابتدا و تکبیر سے کرنا مستحب ہے، پہلے خطبے میں نو مرتبہ تکبیر پڑھی جاتی ہے۔
- عید کے دنوں خطبوں کے درمیان امام کے لیے تھوڑی دیر بیٹھنا مسنون ہے۔

○ عید کے دن عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لیے بھی نماز عید سے پہلے نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔
○ عیدین کی نماز عید گاہ میں ادا کرنا مستنون ہے، البتہ معذوروں کے لیے مساجد میں نماز عید ادا کرنا جائز ہے۔

○ نماز عید کا باجماعت ہونا شرط ہے لہذا اگر کسی وجہ سے نماز عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو تنہا نماز عید ادا نہیں کر سکتا، اسی طرح اگر کسی کی نماز عید کسی وجہ سے فاسد ہو گئی ہو تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

○ اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ پڑھی جاسکے تو دوسرے دن نماز عید پڑھ لیں۔
○ اگر کسی کی واجب زائد تکبیریں چھوٹ گئی ہوں اور وہ امام کے ساتھ قیام میں آکر شریک ہوا تو نیت باندھ لینے کے بعد وہ سب سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے خواہ امام نے قرأت شروع کر دی ہو یا نہ کی ہو۔

○ ایک شخص نماز کی دوسری رکعت کے رکوع میں آکر شریک ہوا تو ایسے موقع پر اگر اسے یقین ہو کہ تین تکبیریں کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے گا تو وہ پہلے کھڑے ہو کر تینوں تکبیریں کہے اس کے بعد رکوع میں شریک ہو جائے۔ اگر ایسے شخص کو رکوع چھوٹ جانے کا خوف ہو تو وہ رکوع میں شریک ہو جائے اور سبحان ربی الاعلیٰ کی بجائے رکوع ہی میں زائد تکبیریں کہے مگر رکوع میں ہاتھ نہ اٹھائے۔

○ اگر تینوں تکبیریں پوری کرنے سے پہلے امام صاحب رکوع سے سر اٹھا لیں تو وہ بھی امام کی اقتدا میں کھڑا ہو جائے، جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہوں گی۔

○ اگر کسی کی ایک رکعت نماز عید جاتی رہے تو اس کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد سے وہ رکعت ادا کرے، سب سے پہلے قرأت کرے اس کے بعد زائد تکبیریں کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔
○ اگر امام صاحب رکوع سے پہلے زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع کی حالت میں انہیں وہ تکبیریں یاد آئیں تو وہ حالت رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لیں قیام کی طرف نہ لوٹیں تاہم اگر غلطی سے امام صاحب کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر انہوں نے یہ زائد تکبیریں کہیں تو یہ صورت بھی جائز ہے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

○ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے عیدین کی نماز میں سجدہ سہو معاف ہے۔
○ عیدین کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت مؤکدہ ہے لیکن اگر امام کسی مجبوری کی وجہ سے کھڑا

نہ ہو سکے تو بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے نیلے

مستحب یہ ہے کہ جو شخص عید کی نماز پڑھائے وہی خطبہ بھی پڑھے، تاہم اگر امام کو کوئی شرعی عذر پیش آجائے تو دوسرا شخص بھی خطبہ دے سکتا ہے ۱۱

مسنون طریقہ یہ ہے کہ نماز طویل ہو اور خطبہ مختصر ہو، یعنی پوری نماز سے کم وقت میں خطبہ ختم ہو جائے ۱۲

صدقۃ الفطر | صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی وزن کے روپے ہوں یا زیور ہوں یا مال و جائیداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا اس وزن کے برابر اشرفیاں یا زیور ہو، یہ شرط نہیں کہ اس مال پر سال گذر چکا ہو، اگر کسی کے پاس بہت مال ہے لیکن قرض اس قدر ہے کہ اگر ادا کیا جائے تو ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا اسباب باقی نہیں رہتا تو اس پر صدقۃ فطر واجب نہیں جس شخص کے پاس مذکورہ مال یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے بھی صدقۃ فطر ادا کرے اور اپنی نابالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے بھی ۱۳

صدقۃ فطر ایک آدمی کا بوزن انگریزی پونے دو سپر گندم ہے یا اس کی قیمت، اور جو ۱۴ ۱/۲ ہے، اپنے عزیز و اقارب سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک شخص کو کئی آدمیوں کا صدقۃ فطر دیا جائے تو درست ہے اور اگر ایک آدمی کا صدقۃ فطر کئی محتاجوں کو دیدیا جائے تو بھی درست ہے ۱۵ عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ جس نے کسی عذر یا غفلت سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۃ فطر واجب ہے بشرطیکہ مذکورہ بالا مقدار کا مال رکھتا ہو۔ صدقۃ فطر مؤذن یا امام وغیرہ کو اُبرت میں دینا جائز نہیں۔ صدقۃ فطر مسیء کی تعمیر اور اس کے مصارف میں لگانا بھی درست نہیں۔

۱۔ قال العلامة المرغینانی: تجب صلوة العید علی کل من تجب علیہ صلوة الجمعة۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب العیدین)

۲۔ ۳۔ ندب یوم الفطر اكله حلواً وتراً قبل خروجه الی صلواتہا واستیاكہ واغتسالہ تطیبہ ولبسه احسن ثیابہ ولو غیر ابيض..... ثم خروجه الی الجبانۃ۔

(الدر المختار علی ص ۲۵۰ المختار ج ۲ ص ۱۶۸ باب العیدین)

کہ جس رات سے جائے اس کے سوا دوسرے رات سے واپس آنا۔

(بہشتی زیور ص ۱۰۱ عیدین کی نماز کا بیان)

۵۵ لما قال العلامة ابوبکر الحداد یعنی: ولا یکبر فی طریق المصلی عند اہل حنیفۃ یعنی جہراً اما سرّاً فمتعجب و ہذا فی یوم الفطر لان الاصل فی الشارح الاخفاء۔

(الجوہرۃ النبیقہ ج ۱ ص ۱۱۱ باب العیدین)

۵۶ لما قال العلامة المحصنی: ولا یتنفل قبلہا مطلقاً..... وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلیہا وان تنفل بعدہا فی البیت جائز۔ (الدر المختار علی ص ۱۱۱ باب العیدین)

جلد ۲ ص ۱۱۱ باب العیدین

۵۷ قال العلامة المحصنی: ویصلی الامام بہم رکعتین مثنیاً قبل الزوائد وہی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة۔ (الدر المختار علی ص ۱۱۱ باب العیدین)

۵۸ وفي الهندية: ویستحب ان یفتتح الخطبة الاولى بتسع تکبیرات تقری والثانیة بسبع۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ باب العیدین)

۵۹ ویسن خطبتان..... بجلستہ بینہما۔ (الدر المختار علی ص ۱۱۱ باب العیدین)

۶۰ وہ عورتیں اور لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں ان کو قبل نماز عید کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (بہشتی زیور ص ۸۸ حصہ یازدہم)

۶۱ قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری: والسنة ان یمخرج الامام الی الجبانۃ ویستغلف غیرہ لیصلی فی المصبر بالضعفاء والمرضى بناء علی ان صلوة العیدین فی موضعین جائزۃ بالاتفاق۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۱۱ باب العیدین)

۶۲ وفي الهندية: ولو صلاہا مع بالجماعۃ وفاتت بعض الناس لا یقضیہا من فاتتہ خرج الوقت أو لم یخرج۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ باب العیدین)

۶۳ قال العلامة ابوالبرکات النسفی: وان فاتت مع الامام وتؤخر بعضہا الی الغد فقط۔ (کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲ باب صلوة العیدین)

۶۴، ۶۵ لما فی الہندیۃ ولوانتہی رجلٌ الی الامام فی الركوع فی العیدین فاتتہ یکبر الافتتاح قائماً فان امکنہ أن یأقی بالتکبیر یدرک فعل ویکبر علی رأی نفسه وان لم یکن رکع اشتغل بالتکبیرات ولا یرفع یدید۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۱۱ الباب السابع عشر فی صلوة العیدین)۔

۱۶ لہذا فی الہندیۃ : ولورفع الامام رأسہ بعد ما اذی بعض التکبیرات فانہ یرفع رأسہ ویتابع الامام وتسقط عنہ التکبیرات الباقیۃ ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب صلوۃ العیدین)

۱۷ لہذا ولوا درکہ فی القومۃ لایقضى فیہا لانہ یقضى الرکعۃ الاولی مع التکبیرات ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ باب العیدین)

۱۸ لہذا والنسی الامام تکبیرات العیدین حتی قرأ فانہ یکبر بعد لقراءة او فی الرکوع ما لیرفع رأسہ ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۱ الباب السابع عشر فی صلوۃ العیدین)

۱۹ لہذا فی الہندیۃ : الا مشائخنا قالوا لایسجد للسهو فی العیدین والجمعة ثلایقع الناس فی الفتنة ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۸ باب العیدین)

۲۰ لہذا ومنہا ان یخطب قائماً فالقیام سنۃ فلیس بشرط حتی لو خطب قاعداً یجوز عندنا ۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۶۳ باب الجمعة)

۲۱ لہذا قال العلامة الحصکفی : لایبغی ان یصلی غیر الخطیب لانہما کثرت واحداً فان فعل بأن خطب صبی یاذن السلطان وصلی بالغ جاز هو المختار ۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۵ ص ۵۵۲ باب الجمعة)

۲۲ لہذا قال العلامة الکاسانی : وعن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال طولوا الصلوۃ وقصروا والخطبۃ ۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۳ باب الجمعة)

۲۳ لہذا صدقة الفطر واجبیۃ علی الحر المسلم اذا کان مالکاً لمقدار النصاب فاضلاً عن مسکنہ وثیابہ واثاثہ وفرسہ وسلاحہ وعبیدہ ۔ اما وجوبہا فلفظہ علیہ السلام

فی خطبۃ ادوا عن کل حر وعبد صغیر او کبیر نصف صاع من بر او صاع من شعیر ۔ رواہ ثعلبۃ بن صعیر العدوی ۔ (الہدایۃ ج ۱ ص ۱۹۱ باب صدقة الفطر)

۲۴ لہذا وزن انگریزی سے وزن صاع کا قریب آدھ پاؤ اور ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے اور نصف صاع پونے دو سیر ایک چٹانک ہوتا ہے ۔ (ہشتی زیور باب صدقة الفطر)







باب حقوق الزوجین

(خاوند اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کے بیان میں)

میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق کا حکم | سوال :- از روئے شرع بیوی پر خاوند کے اور خاوند پر بیوی کے کیا کیا حقوق ہیں ؟

الجواب :- خاوند اور بیوی کے ایک دوسرے پر بہت سے حقوق ہیں جن کا ادا کرنا اور پورا کرنا از روئے شریعت مطہرہ لازمی ہے، ان میں بعض حقوق مشترک ہیں اور بعض خاص ہیں، مثلاً مہر، نان نفقہ، کسودہ، مکان، اعفاف الزوجہ، عدل و انصاف وغیرہ بیوی کے حقوق منفردہ ہیں اور جائز امور میں خاوند کی اطاعت، اس کی امانت کی حفاظت، مثل عصمت کا تحفظ، مال و اولاد وغیرہ کی حفاظت، خاوند کا حق تادیب اور عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونے پر جنابت کے لیے غسل کرنا اور دیگر خاوند کے حقوق منفردہ ہیں۔ اور ایک دوسرے سے حسن معاشرت، نرمی کا مظاہرہ اور ایک دوسرے کی تکلیف برداشت کرنا وغیرہ حقوق مشترک ہیں، لیکن خاوند کی ذمہ داریوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا حق عورت پر زیادہ ہے۔ ویدل علیہ مایاتی - قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ: **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ** **رِسْوَةَ النِّسَاءِ لَمَّا** **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ**۔ **رِسْوَةَ الْبَقَرَةِ آيَةُ ۲۲۸** **وَعَايَشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ**۔ **رِسْوَةَ النِّسَاءِ آيَةُ ۱۹**۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: **وَإِنْ لَزَّوَجَكَ عَلَيْكَ حَقٌّ** (صحیح بخاری ج ۵ کتاب النکاح) **وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا**۔ (صحیح بخاری ج ۵ کتاب النکاح) ۱۹۸۴

بیوی کا خاوند کے مال سے اپنا حق وصول کرنا | سوال :- اگر کوئی شخص بیوی کو نفقہ دینے سے انکار کرے تو کیا اس کو یہ حق پہنچتا ہے؟

کہ وہ خاوند کے مال سے اپنا حق اس کی اجازت کے بغیر وصول کرے ؟

الجواب :- اگر خاوند کا بیوی کو نفقہ دینے سے انکار کسی ایسی وجہ سے ہو جس میں عورت کے کسی جرم کا دخل نہ ہو تو نفقہ بوجہ لزوم عورت کا حق ہے اور وہ کسی بہانے سے خاوند کے مال سے

۱۹۸۴ **وَأَنْظُرْ لِيَتَفَصَّلَ** (ابحار رائق ج ۴ کتاب النکاح) **وَالْفَقْهُ الرَّسَدِيُّ**

وَأَدِلَّتْ ج ۴ ص ۳۲۴ ۳۲۳ الفصل السابع، حقوق الزواج وواجباته

اپنا حق وصول کر سکتی ہے۔ تاہم اگر کہیں عورت کی نافرمانی کی وجہ سے خاوند نے اس کو نفقہ سے محروم کر رکھا ہو تو پھر عورت کی نافرمانی کی وجہ سے اس کا یہ حق باقی نہیں رہتا۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت إن هند بنت عتبة قالت يا رسول الله إن باسفيان رجلاً شحيحاً وليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلا ما أخذت منه وهو لا يعلم فقال خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف - متفق عليه - (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۹ کتاب النکاح) ۱۷

ایک بیوی سے زیادہ محبت رکھنا دوسری بیویوں کی حق تلفی نہیں | سوال ۱۔ اگر ایک آدمی کی تین یا چار بیویاں

ہوں اور ان میں کسی ایک کی طرف اس کا قلبی میلان اور اس کے ساتھ محبت زیادہ ہو تو کیا اس سے دوسری بیویوں کی حق تلفی لازم آتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- تین یا چار بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی وجہ سے قلبی محبت زیادہ ہو اور دیگر حقوق میں سب کے ساتھ برابری اور عدل کرتا ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں، شریعت مطہرہ کی نظر میں خاوند ایسے حقوق کا مکلف ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں ہوں جبکہ ایک سے زیادہ بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ قلبی محبت اس کی قدرت سے باہر ہے۔

قال في الهندية : ومتما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهما فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحة والمؤانسة لا فيما لا يملك وهو الحب والجماع - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۴۲ الباب السابع عشر في النفقات) ۱۷

۱۷ قال في الهندية : في كل موضع كان للقاسي أن يقضي لها بالنفقة فلها أن تأخذ من مال الزوج ما يكتفيها بالمعروف بغير قضاء -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۵ الباب السابع عشر في النفقات)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ باب النفقة -

۱۸ قال الشيخ الكاساني رحمه الله : وروى عن أبي قلابة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعدل بين نساءه في القسمة ويقول اللهم هذه قسمتي فيما أملك فلا تبق لي فيما تملك ولا أملك -

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ باب النفقات)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى مَا مَشَرَّحًا الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۴۳۲ کتاب النکاح - باب النفقات -

بیوی کے لیے علیحدہ مکان کا انتظام کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے | سوال: اگر بیوی

راں باپ کے ساتھ رہنا پسند نہ کرے اور اپنے رہنے کے لیے علیحدہ مکان کا مطالبہ کرے تو کیا خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ اس کے لیے علیحدہ مکان کا انتظام کرے؟

الجواب:- اگر بیوی کسی وجہ سے خاوند کے عزیز و اقارب کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہو تو خاوند کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے لیے علیحدہ جگہ کا انتظام کرے یہ ضروری نہیں کہ کسی علیحدہ جگہ میں مکان بنانے کی تکلیف کرے بلکہ گھر کے اندر ہی اگر کوئی ایسا کمرہ بیوی کے لیے ہو جس میں کسی دوسرے کا عمل دخل نہ ہو تو پھر بھی اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ: وكذا يحب لها السكنى في بيت خال عن أهله سوى طفله الذي لا يفهم الجماع وأُمته وأُم ولدها من غيره. (رد المحتار علی مدار المتار ج ۲ ص ۴۱۹)

سوال:- ایک بڑے اور بڑکی کے درمیان نکاح ہو گیا ہے بڑکا کسی دوسرے ملک میں رہتا ہے اور وہ بڑکی کو اپنے ساتھ لے جاتا چاہتا ہے جبکہ

بڑکی اور اس کے والدین یہ نہیں چاہتے کہ بڑکی اس کے ساتھ دوسرے ملک چلی جائے، تو کیا خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے طاقت استعمال کرے؟

الجواب:- اگر بڑکی اور اس کے والدین راضی نہ ہوں تو بڑکا بڑکی کو جبراً اپنے ساتھ کسی دوسرے ملک نہیں لے جاسکتا۔

قال في الهندية: وكثير من المشائخ على أنه ليس للزوج أن يسافر بها في زماننا

لہ قال ابن نجيم: أي الإسكان للزوجة على زوجها لأن من كفايتها فحب لها كالنفقة وقد أوجبها الله تعالى كما أوجب النفقة. بقوله تعالى: أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ. أي من طاقتكم مما تطيقونه ملكاً أو إجازة أو عارية إجماعاً وإذا وجبت حقاً لها ليس له أن يشترك غيرها إلا أنها متضمنة به..... ولو كان الخلاف مشتركاً بعد أن غلقه يخصصه وليس لها أن

تطالبه بمسكن آخر. (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۳، ۱۹۴ باب النفقة)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۱ ص ۵۵۶ الْبَابُ السَّابِعُ فِي النِّفَقَاتِ -

وإن أوفاهما المهر ولكن بنقلها إلى القرى ابن أحب وعليه الفتوى -

(لفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۱۱ الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمهرها)

سوال :- کیا بیوی سے جماع کے لیے کچھ ممنوعہ
بیوی سے ہمبستری کرنا کن اوقات میں جائز نہیں

اوقات میں؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظہر کے بعد، عید کے دن، شب بارات وغیرہ اوقات و مواضع میں جماع کرنا منع ہے، کیا یہ درست ہے؟
الجواب :- شرعی موانع (حیض و نفاس کی حالت) کے علاوہ جماع کے لیے مخصوص اوقات کے تعین اور بعض سے ممانعت کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔ قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ : نِسَاءُكُمْ حُرُمٌ تَكُرُّ فَا تَوَاحَرُكُمْ اَفِي شِئْنُكُمْ۔ (البقرہ آیت ۲۲۳)

قال الرازی رحمہ اللہ : اختلف المفسرون فی تفسیر قوله اَفِي شِئْنُكُمْ : والمُشہور ما ذکرناه اَنَّهُ يجوز للزوج ان يأتيها من قبلها ومن دبرها في قبلها والثاني ان المعنى اى وقت شئكم من اوقات الحل يعنى اذا لم تكن اجنبية او محرمة او صائمه او حائضا۔
والخامس متى شئكم من ليل او نهار۔ (تفسیر کبیر للرازی ج ۶ ص ۱۸۱ سورۃ البقرہ)

سوال :- مباشرت کا طریقہ
مباشرت کا طریقہ

الجواب :- منہ اور دبر سے اجتناب کیا جائے اور حیض و نفاس کی حالت میں ناف سے پیرزادہ تک بلا حائل نفع نہ لیا جائے، باقی تمام کیفیات جائز ہیں۔ قال اللہ تب ربك وتعالى : نِسَاءُكُمْ حُرُمٌ تَكُرُّ فَا تَوَاحَرُكُمْ اَفِي شِئْنُكُمْ۔ (البقرہ ۲۲۳)

۱۔ قال ابن عابد بن : ثم ذكر عن الفقيهين ابي القاسم، بصقار و ابي الليث أنه ليس من السفر مطلقاً بلا رضا، لفساد الزمان لا شهراً لا تأمن من نفسها في منزلها فكيف اذا خرجت وأنه صرح في اختياره بأن عليه الفتوى وفي المحيط أنه مختار وفي التلويحية نجواب فهارس و بـ كان في زمانهم أما في زماننا فلا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۹۱ باب النفقة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۱۴۹ باب النفقة۔

۲۔ قال الكاساني : وسزوج أن يطالبها متى شاء الا عند عتراض سبب مانعة من موافقة كالحیض

والنفاس والنظور والاحرام وغير ذلك۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۱ النفقات)

وَمِثْلُهُ فِي نِيلِ الْاوطار ج ۶ ص ۲۲۵ باب النفقات۔

وَقَدْ رَأَى عَزَّوَجَلَّ . فَأَعْتَزَلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحْضِ . (البقرة ۲۲۲) لہ

جماع کے آداب | سوال :- جماع کے کیا کیا آداب ہیں ؟ وضاحت فرمائیں ؟
الجواب :- جماع سے مقصود اولاد اور تحصیل انفرج ہو شہوت رانی مقصود نہ ہو
 پرے کا ہتھام ہو یا نعل برہنہ نہ ہو، قبلہ رخ نہ ہو جماع سے قبل ماثورہ دعائیں پڑھی جائیں، حالت جماع میں
 زیادہ باتیں نہ کی جائیں، جماع سے قبل ملاعبت و ضم و تقبیل کی جائے، مرد عورت کے انزال کے بعد اٹھنے ۲۳
 قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : وَاحِلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ . (النساء)
 وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ اجْنُبْنَا
 الشَّيْطَانَ وَجَنبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا فَقَضَى بَيْنَهُمَا وَلِذَلِكَ يَقْرَأُ . (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۶ کتاب الوضوء)
 لہ عن ابن عباسٍ قَالَ جَاءَ عُمَرُ ابْنُ الْبُنَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قُلْ وَمَا الَّذِي أَهْلَكَ قَالَ حَوَلْتُ
 رَحْلِي لِبَارِقَةٍ فَلَمْ يَرِدْ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَالَ وَجَّيْتُ إِلَى رَسُولِهِ هَذِهِ الْآيَةُ . نِسَاءُكُمْ حَرَّتْ لَكُمْ فَأَتُوا حَرَّتْكُمْ أَتَى شُتْمٌ . أَقْبَلَ
 وَأَذْبَرَ وَأَنْقَوَا الدِّيرَ وَالْجِيْضَةَ . رواه احمد والترمذی وقال حدثنا حسن غریب . (نیل الاوطار ج ۶) وذكر الشوكاني
 حَدَّثَنَا آخَرُ . فَلَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ تَزَوَّجَ رَجُلٌ امْرَأَةً مِنْ الْأَنْصَارِ فَذَهَبَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فَأَنْكَرَتْهُ
 عَلَيْهِ وَقَالَتْ إِنَّمَا كُنَّا نَوْتِي عَلَى حَرْفٍ فَاصْنَعْ ذَلِكَ وَإِلَّا فَاجْتَنِبْتِي قَسْرًا مَرَهَا حَتَّى يُلَاحِظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : نِسَاءُكُمْ حَرَّتْ لَكُمْ فَأَتُوا حَرَّتْكُمْ أَتَى شُتْمٌ . یعنی مقبلات و مدبرات و
 مستقلیات یعنی بذاتک موضع الولولہ المرجع السابق) . وَمِثْلُهُ فِي تَفْسِيرِ الْقُرْطُبِيِّ ج ۳ سورۃ البقرہ -
 لہ قَالَ ابْنُ ابْنِ أَبِي شَلْبَةَ : إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ فَلْيَسْتَرْكَ لَا يَتَجَرَّدَ تَجَرُّدَ الْعَبْدِ .
 رواه ابن ماجہ . (نیل الاوطار ج ۶ ص ۳۴۲ کتاب النکاح ، باب التسمیة والستر عند الجماع)
 وَمِثْلُهُ فِي أَعْلَاءِ السَّنَنِ ج ۱ ص ۲۰۸ کتاب الخطر والاباحۃ -
 قَالَ الدَّكْتُورُ وَهْبَةُ الزَّحِيلِيُّ : لِلْجَمَاعِ آدَابٌ كَثِيرَةٌ ثَابِتَةٌ فِي السَّنَةِ النَّبَوِيَّةِ مِنْهَا مَا يَأْتِي تَحْتِ تَحْمِيَةٍ
 وَيَقْرَأُ رَقْلُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَيَكْبَرُ وَيَهْلُ وَيَقُولُ وَلَوْ مَعَ الْيَأْسِ عَنْ الْوَلَدِ بِسْمِ اللَّهِ عَلَى الْعَظِيمِ الدِّمِ اجْعَلْهَا ذَرِيَّةً
 طَيِّبَةً إِنْ كُنْتَ قَدَرْتَ أَنْ تَخْرُجَ ذَلِكَ مِنْ صِلَى اللَّهِ جَنِينِ الشَّيْطَانِ وَجَنِبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي
 رواه البوداؤد . وينحرف عن القبلة ولا يستقبل القبلة بالوقاع أكراماً للقبلة وأن
 يتغطي نفسه هو وأهله بغطاء ولا يكونا متجريدین فذلك مكروه كما سيأتى .
 وإن يبدأ بالملاعبة والضم والتقبيل وإذا قضى وطرة فليتمهل لتقضى وطرها فإن أنزلها ربما تأخر
 ويكره الأكثر من الكلام حال الجماع . (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۳ ص ۵۵۵ الفصل السابع في
 حقوق الزوج)

بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے | سوال :- شادی کے بعد بیماری کے دوران خرچ کریں تو کیا وہ یہ خرچہ خاوند سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- بیماری و مرض کے علاج کا خرچہ شرعاً خاوند کے ذمہ نہیں تاہم اگر خاوند تبرع کرے تو باعث اجر ہے۔

قال في الهندية: ولا يجب الدوا للمرض ولا أجرة الطبيب ولا القصد ولا الجارة -
الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۲۹ الباب السابع عشر في النفقات

حاملہ بیوی سے جماع کرنے کا مسئلہ | سوال :- کیا بیوی سے حالتِ حمل میں جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر ضرر اور تکلیف پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو حاملہ بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے۔

قال في الهندية: وأما إذا أقر الزوج أن الحمل منه فالنكاح صحيح بالاتفاق وهو غير ممنوع من وطئها - (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۲۶ الباب السابع عشر في النفقات)

نابالغ بیوی سے جماع کرنا | سوال :- کیا خاوند اپنی نابالغ بیوی سے جماع کر سکتا ہے؟

الجواب :- بیوی کے ساتھ جماع کرنے کے لیے عمر کی کوئی خاص قید نہیں بلکہ جب بھی منکوحہ میں جماع کے لیے قوت برداشت پیدا ہو اور اس سے جماع کرنے سے کسی بیماری کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی حالت میں نابالغ بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر بیوی کی حالت ایسی ہو کہ بالغ ہونے کے باوجود اس کی صحت جماع

له قال ابن عابدین رحمہ اللہ :- وعليه ما قطع به اصناف لا الدوا للمرض ولا أجرة الطبيب ولا لفضاد ولا الحجام - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ باب النفقة) ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۱۷۱ باب النفقة -

لم قال ابن نجيم: أما التزوج الزاني بها (للمحاملة) فجائز اتفاقاً وتستحق النفقة عند الكل ويل وطؤها عند الكل كما في النهاية - (البحر الرائق ج ۴ ص ۱۷۱ باب النفقة) ومثله رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۱ باب النفقة -

کی اعانت نہیں دیتی ہو بلکہ جماع کرنے کی وجہ سے امراض پیدا سونے کا اندیشہ ہو تو ان حالات میں منکوحہ کے بالغ ہونے کے باوجود اس سے جماع جائز نہیں۔

قال في الهندية : واكثر المشائخ على انه لا عبرة للسن في هذا الباب وإنما العبرة للطاقة ان كانت فحمة سمينة تطيق الرجال ولا يخاف عليها المرض من ذلك كان للزوج أن يدخل بها وان لم تبلغ تسع سنين وان كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع ويخاف عليها المرض لا يحل للزوج أن يدخل بها وان كبر سنهما (الفتاوى الهندية ج ۱ باب الرابع في الاولياء والنساء لم له سوال :- حالت حیض میں خاوند اپنی بیوی سے جماع تو نہیں کر سکتا

لیکن اس کے علاوہ استمتاع کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- حیض ونفاس کی حالت میں خاوند کے لیے اپنی بیوی سے جماع کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن اس کے علاوہ مافوق الازار استمتاع میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر استمتاع سے جماع تک نوبت پہنچنے کا احتمال ہو تو اس سے بھی بچنا چاہیے، جبکہ وقوع فی الزنا سے بچنے کے لیے مافوق الازار استمتاع کا طریقہ اپنانا زیادہ محتاط ہے۔

قال في الهندية : وله أن يقللها ويضاجعها وليستمتع بجمع بينهما ما خلا بين السرة والركبة عند أبي حنيفة ورواى يوسف (الفتاوى الهندية ج ۱ الفصل الرابع في احكام الحيض والنفاس) لم سوال :- اگر بیوی حیض ونفاس یا دیگر امراض کی وجہ سے جماع بیوی سے استمتاع بالید کرانا قابل نہ ہو اور خاوند کو جماع کی ضرورت ہو تو کیا وہ بیوی کے ہاتھ

لم قال ابن نجيم : وفي الغلاصة واكثر المشائخ على انه لا عبرة للسن فيهما وإنما الاعتبار الطاقة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲ باب الاولياء والاكفاء)

ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۹ و ص ۳۳۰ باب الاولياء والاكفاء -

لم قال ابن نجيم : ويمنع الحيض قربان زوجها ماتحت ازارها ما حرمة وطئها فجمع عليها القول تعالى : وَلَا تَقْرَبُوا مَن يَطْهَرُونَ واما الاستمتاع بها بغير الجماع فذهب ابي حنيفة وابي يوسف والشافعي ومالك يحرم عليه ما بين السرة والركبة وهو المراد بماتحت الازار - (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۹) ومثله في بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۲۰ كتاب الحيض -

سے استمناء کرا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ایسی حالت میں فعل حرام سے بچنے کا امکان ہو۔
الجواب:- مذکورہ اغذار کی وجہ سے اپنی بیوی سے استمناء بالید کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

قال ابن عابدین، ویجوز ان یستمنی سب زوجته وخادمتہ وید بر اشارح فی الحد ودعن الجوهرة أنه یکره وبعده لکربة فربہیہ۔ رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۹

بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنا | **سوال:-** کیا خاوند اپنی بیوی کا برہنہ بدن جماع کے وقت یا اس کے علاوہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- قرآن کریم کے انداز بیان "هَنَ بَاسٌ تَلَوَّ وَانْطَوَّ بَاسٌ تَهَنَّتْ" معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان رشتہ ازدواج کی وجہ سے پردہ کی کیفیت باقی نہیں رہتی، اس لیے میاں بیوی کے لیے ایک دوسرے کے بدن پر نظر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں تاہم فقہاء کرام نے شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے اجتناب کرنے کو بہتر سمجھا ہے۔

قال الطوری تحت قول النسفی: "وینظر الرجل الی خرج أمتہ وزوجتہ" یعنی عن شهوة وغیر شهوة۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام غرض بصرک إلاً عن زوجتک وامتک وما روی عن عائشة قالت کنت أغتسل أنا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من إناء واحد۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۳ کتاب السراہیۃ۔ فصل فی النظر)

۱۔ قال ابن نجیم امہری رحمۃ اللہ:- وهل یجوز الاستمناء بالکف خارج رمضان إن أراد الشهوة لا یحل لقوله علیہ السلام ناکم الید ملعون وإن أراد التسلکین الشهوة یرجى أن لا یكون علیہ وبال۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴۲ باب ما یفسد الصوم ما لا یفسد) ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد۔

۲۔ قال فی الہندیۃ: أما النظر الی زوجتہ ومملوکتہ فهو حلال من قرنہا الی قد مہا عن شهوة وغیر شهوة وهذا ظاہر إلاً أن الأولى أن لا ینظر کل واحد منہما إلاً عورة صاحبہ کذا فی الذخیرۃ۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۲۴ الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیہ) ومثله فی بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۱۹ کتاب الاستحسان۔



الطلاق مرتان فامساك بمعرفة او تسريه باحسان

باب شرائط الطلاق

(طلاق کی شرائط اور اسکے احکام و مسائل)

سوال :- ایک شخص نے خطبہ کے بعد نکاح سے پہلے دی گئی طلاق کا عدم ہے | سے قبل اپنے سر کو خط لکھا کہ آپ کی بیٹی مجھ سے آزاد ہے اور مجھ پر طلاق ہے، کیا اس کے بعد ان دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے ؟
الجواب :- چونکہ طلاق قبل النکاح کا عدم ہے لہذا صورت مسئلہ میں الفاظ لغو ہو کر بعد میں نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحسینیؒ: فلغا قوله لاجنبية ان زرت زیداً فاطلاق فنکھا فزارت۔
وقال، لعدم الملك والاضالیة (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۴ کتاب الطلاق، معنیب
التعلیق المراد به المجازاة دون الشرط)۔

سوال :- ایک شخص کو طلاق دینے پر مجبور کرتے ہوئے طلاق میں اضافت ضروری ہے | ڈرا یا دھمکایا گیا جس سے وہ شخص حواس باختہ ہو گیا اور طلاق دیتے وقت بیوی کا نام لے کر اس کے باپ کی جگہ دادا کی طرف نسبت کی، کیا والد کے نام میں غلطی سے طلاق پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- طلاق پر تلفظ کرتے وقت اگر وہ مؤثر نہیں اس لیے جبر و اکراہ کے باوجود طلاق واقع ہو جاتی ہے، خاوند عموماً اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں باپ کی طرف نسبت نہ ہونے کے باوجود صرف عورت کا نام لینے سے طلاق واقع ہو جائے گی، ایسا ہی باپ کی جگہ دادا کی طرف نسبت کرنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، بظاہر طلاق کے واقع

له وقال العلامة ابن نجیمؒ: فلو قال لاجنبية ان زرت زیداً فانت طالق فنکھا فزارت لم تطلق لانه حين صدرك لا یصح جعله ایقاعاً لعدم المحل۔

(البحر الرائق ج ۴ ص ۸ کتاب التعلیق، تحت قوله فلو قال لاجنبية)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۱ کتاب الطلاق، باب الايمان فی الطلاق۔

ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: نواف۔ مِرَّة طالق او قدر طنقت امرأة ثلاثاً وقار لم أعن مِرَّاتٍ يصدق وبفهم منه أنه لو لم يقن ذلك تطق مِرَّاتِه لان العادة ان من لفظ مِرَّة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها۔ وقال: بخلاف ما لو ذكر اسمها واسم بيها واسمها وولدها۔۔۔۔۔ فقد صرحوا بانها تطق وانه لو قال لم أعن امرأتی لا يصدق قضاءً اذا كانت امرأته كما وصف۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۶) باب الصريح، كتاب الطلاق سلم

سوال :- کسی شخص نے بیوی کو ڈرانے کے لیے طلاق کا لفظ کہتا ہے۔ کیا جبکہ اسکی نیت طلاق کی نہ تھی، تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کے لفظ صریح میں نیت و ارادہ کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، اس لیے جب بھی عورت کو یہ الفاظ استعمال کئے جائیں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام: ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والعقاق۔ (نسب الراية ج ۳ ص ۲۹۳ کتاب الایمان) سلم

سوال :- والد نے نابالغ بیٹے کا طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا بلوغ شرط ہے۔ کسی بالغ لڑکی سے نکاح کر دیا اب دونوں خاندانوں کے تعلقات اس حد تک خراب ہو گئے ہیں کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی ہے

س۔ وقال العلامة ابن نجيم المصريؒ: وكذا لو لم ينسبها الى ابيها وانما نسبها الى امها او ولدھا تطلق۔ وقال: فقال ذلك وهو يعلم نسب امرأته او لا يعلم طلقت امرأته ولا يصدق قضاء وفيما بينه وبين الله تعالى لا يقع ان كان يعرف نسبها وان كان لا يعرف يقع ديانة۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۳، ۲۵۴ کتاب الطلاق)

ومثله في فتح القدير ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق۔

س۔ وقال العلامة الحصكفيؒ: او هذا لا يقصد حقيقة كلامه۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۹ کتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح للاكراه)

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۶۲ کتاب الطلاق۔

اندریں صورت کیا نابالغ لڑکا طلاق دے گا یا اس کا والد اس کی طرف سے طلاق دے کر عورت کو فارغ کرے گا؟

الجواب :- ایسی صورت میں نابالغ خاوند خود طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ طلاق کے وقوع کے لیے خاوند کا بلوغ شرط ہے اور نہ یہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کر سکتا ہے، والد نابالغ بیٹے کا نکاح تو خود کر سکتا ہے لیکن اس کی طرف سے طلاق دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ایسی حالت میں عورت خاوند کے بلوغ کا انتظار کرے گی، البتہ اگر کہیں عصمت نفس یا تان نفقہ کا مسئلہ درپیش ہو تو پھر مجبور عورت حاکم وقت کی وساطت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر سکتی ہے۔

قال العلامة الحنفیؒ : ولا يقع الطلاق الصبی ولو مراہقاً۔

والدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ کتاب الطلاق،

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : الطلاق لمن اخذ الساق۔

(ابن ماجہ ص ۱۴۷ ابواب الطلاق) لہ

سوال :- ایک شخص نے نابالغ لڑکی سے نکاح کیا اور ابھی وہ نابالغ تھی کہ اس نے طلاق بھی دے دی، کیا اس نابالغ لڑکی پر طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟

الجواب :- وقوع طلاق میں منکوحہ کا اعتبار ہے چاہے منکوحہ بالغ ہو یا نابالغ، اس لیے نابالغ لڑکی پر طلاق کے وقوع میں کوئی شبہ نہیں لڑکی مطلقہ ہو جائے گی۔

قال العلامة ابن ہمامؒ : فی بیان شرائط الطلاق، وفي الزوجة ان تصوت

منکوحۃ۔ رفتح القدیر شرح الہدایۃ ج ۳ ص ۳۲ کتاب الطلاق تحت شرطہ) لہ

لہ وفي الہندیۃ : ولا يقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔ (فتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۳،

کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ وَفَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الطلاق۔

لہ قال العلامة التمریاشیؒ : ومحلہ رای الطلاق المنکوحۃ۔

(تنویر الایضار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۲ کتاب طلاق، مطلب طرفہ دوم)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ شَرْحِ كُنْزِ الدَّقَائِقِ ج ۳ ص ۲۳ کتاب الطلاق۔

مجنون کی طلاق کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص مجنون ہو اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کے وقوع کے لیے غاوند کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، چونکہ مجنون عقل کی نعمت سے محروم ہوتا ہے اس لیے مجنون اگر طلاق دیدے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لما فی الہندیۃ : ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون۔

رافتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ ۱۔

بے وقوف کی طلاق کا حکم | سوال :- کسی شخص میں بالغ ہونے کے بعد کوئی تبدیلی رومنہ ہوئی بلکہ شروع ہی سے سادہ اور بھولا بھالا بھلا آ رہا ہے،

والدین نے اس کی شادی کر دی، دنیا کے جس کام پر اس کو لگا یا بلے تو بڑی چستی سے وہ کام کرتا ہے لیکن دنیا کے کسی بھی رسم و رواج سے واقف نہیں، کھانے پینے یا کپڑے پہننے میں عام لوگوں کی طرح ہے، کیا ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایسا شخص سفیدہ ہے اور اس کی دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس کے تصرفات شرعاً معتبر ہیں، البتہ جو شخص فاسد التدریس ہو اور اس کو اپنی باتوں کا اندازہ نہ ہو عموماً بیہودہ بے ربط اور بے جوڑ باتیں کرتا ہو ایسا شخص معتوہ ہے جس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لما فی الہندیۃ : ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون وکذلک المعتوہ لا یقع طلاق۔ ایضاً۔ رافتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ ۲۔

بیہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص کو اس باختر ہو کر ایسی کیفیت میں طلاق دے کہ اس کو یہ پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ

رہا ہوں یہاں تک کہ اس کو رات و دن کی تمیز بھی نہ ہو، تو کیا ایسے شخص کی دی گئی طلاق واقع

۱۔ قال العلامة صد الشریعہ : لا طلاق صبی ومجنون ونائم۔ (شرح الوقایہ ج ۲ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق۔

۲۔ وقال العلامة ابن عابدین : وأما في قول الفرق بينهما ان العتوة هو قليل الفهم المختلط الكلام، الفاسد

التدبير لكن لا يضرب ولا يشتم بخلاف المجنون۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ کتاب الطلاق)

ومثله في البحر الرائق شرح الكنز الدقائق ج ۳ ص ۲۲۹ کتاب الطلاق۔

الجواب :- طلاق دیتے وقت عقل و حواس کی موجودگی ضروری ہے، اگر کسی شخص کے حواس بیہوشی کی وجہ سے ختم ہو جائیں تو اس حالت میں دی ہوئی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والمدمع هوش فتح وفي القاموس: دھش الرجل تعبرودھش بالبناء للمفعول فهو مدمع هوش وادھشہ الله۔ الخ
رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ کتاب الطلاق، مطلب طلاق المدمع هوش (۱)۔

معنویہ کی طلاق کا حکم | سوال :- جس شخص کو یہ پتہ نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، عموماً بے ربط اور بے جوڑ باتیں کرتا ہو، اگر ایسا شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب :- طلاق دینے کے لیے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے، صحت مسئلہ کے مطابق ایسے شخص کو فقہاء کرام ”معنویہ“ کہتے ہیں جس کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی۔

قال العلامة القزقاشي: ولا يقع طلاق القبيح والمعتوه۔ (تنوير الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الطلاق، تحت مطلب في الحثيثة والافيون... الخ) (۲)۔

وسوسہ کی بیماری میں مبتلا شخص کی طلاق کا حکم | سوال :- ایک شخص جو کم وسوسہ کی بیماری میں مبتلا ہو اور کسی کام کے کرنے یا نہ

کرنے میں ہمیشہ تردد رہتا ہو اور بسا اوقات کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر طلاق معلق کرتا ہو پھر اس کو طلاق معلق کرنے میں بھی وسوسہ اور شک پیدا ہو جاتا ہے، کبھی تو یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے طلاق دی ہے اور کبھی طلاق نہ دینے کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے، جبکہ یقینی طور پر اس کو معلوم نہیں کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں، تو ایسے شخص کی طلاق کی شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- طلاق کے وقوع کے لیے باقاعدہ قطع اور یقین ضروری ہے، جب تک

لم وفي الهندية: ولا يقع طلاق القبيح وان كان يعقل والمجنون والتائم والمبرسم والمنغى عليه والمدمع هوش۔

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه (

ومثله في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹ کتاب الطلاق۔

لم وفي الهندية: وكذا لا يقع المعتوه لا يقع طلاقه۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵۳

کتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه)

ومثله في فتح القدير شرح الهداية ج ۳ ص ۳۴۳ فصل ولا يقع طلاق القبيح... الخ۔

اس کو یقین نہ ہو تو شک اور وسوسہ کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: علم انه حلف ولم یدر بطلاق او غیره لغا کما بوشک اطلق
ام لا۔ رالدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۲ باب طلاق غیر مدخول بہا) لہ
نشہ کی حالت میں طلاق کا حکم | سوال :- کیا نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع
ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- نشہ کی حالت میں اگرچہ انسان سماس کھو بیٹھا ہے لیکن نشہ بذات خود چونکہ
غیر مشروع فعل ہے اس لیے اس سے طلاق زجر ادا واقع ہوگی۔

والاعلامۃ الحصکفی: ویقع طلاق کل زوج باغ عاقل.... ولو عبداً او مکروہاً او سکران۔
رالدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الطلاق، مطلب فی الکراہ) لہ
غصہ کی حالت میں طلاق دینا | سوال :- کیا غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو
جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- طلاق عموماً غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے اس لیے غصہ کا ہونا طلاق پر
اثر انداز نہیں ہوتا، تاہم اگر غصہ کی کیفیت اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کو کلام سمجھنے کی
طاقت نہ رہے تو مد ہوش کے حکم میں ہو کر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: والذي بظہری ان کلام من المدہوش وانصبان لا یلزم فیہ
ان یکون بحیث لا یعلم ما یقول بل یکتفی فیہ بغلبۃ الہذیان واختلاط الجذبا لہزل کما هو
المفتی بہ فی السکران۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۳ تحت مطلب طلاق المدہوش، کتاب الطلاق) لہ

لہ قال اعلامۃ ابن عابدین: سئل فی رجل اذا شک انه طلق امرأته، ام لا فهل یقع علیہ الطلاق
الجواب نعم لا یقع اطلاق۔ (تتبع الفتاوی الحامدیۃ ج ۱ ص ۳۰ کتاب الطلاق)

لہ قال العلامة ابن الہمام: وطلاق السکران واقع۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۵ فصل ویقع طلاقہ کل
زوج اذا کان عاقد بالغاً ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والنائم)

وَمِثْلُهُ فِي بَحْرِ الرُّنْقِ شَرْحَ كُنُزِ الدَّقَائِقِ ج ۳ ص ۲۴۰ کتاب الطلاق۔

لہ قال اعلامۃ ابن الہمام: ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والمبرسم والمغنی علیہ والمدہوش
کذلک۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۳ کتاب الطلاق، فصل ویقع طلاق کل زوج..... الخ)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۲۹ کتاب الطلاق۔

غافل کی طلاق کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص نے کسی وجہ سے اپنے والد کو نکاح کرنے کی اجازت دی ہو مگر بعد میں وہ اپنی اجازت بھول گیا، جبکہ والد نے اس کا نکاح کر دیا تھا تو اس شخص نے اپنی اجازت کے بھول جانے پر لاعلمی کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق ہوا تو کیا اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- ایسا شخص غافل کے حکم میں داخل ہے اس لیے اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔
قال العلامة المحقق، او مخطئاً بان ادا التكلم بغير الطلاق فجری علی لسانه الطلاق او تلفظ به غیر عالم بمعناه او غافلاً او ساهياً وبالفاظ مصحفة يقع قضاءً فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه يقع قضاءً اودیانة۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الطلاق)۔

حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا | سوال :- عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه انه طلق امرأته وهي حائض على عهد رسول الله صلى الله عليه

وسلم فقال عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه رسول الله عليه من ذلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم انشاء امسك بعد ذلك وان شاء طلق قبل ان يمسه فملك العدة التي امر الله ان تطلق لها النساء۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳ کتاب الطلاق۔ باب الطلاق في الحيض)

مذکورہ بالا حدیث شریف کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عبداللہ سے کہہ دو کہ وہ بیوی سے رجوع کرے۔ اس واقعہ کو مد نظر رکھتے ہوئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حالت حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی شخص نے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو اس کے لیے رجوع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- وقوع طلاق کے لیے حیض مانع نہیں اس لیے اگر خاوند بیوی کو حیض کی حالت میں

لہ وقال العلامة ابن نجيم المصري، واقاد ان طلاق الهازل والملاعب والمخطئ واقع كما قدمناه لكنه في القضاء واما فيما بينه وبين الله تعالى فلا يقع على المخطئ۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۸۸ باب الطلاق ای الفاظة في اقل الصفحه)

ومثله في فتح القدير شرح الهداية ج ۳ ص ۳۵۲ کتاب الطلاق۔

طلاق دے دے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے تاہم حیض کی حالت میں چونکہ میاں بیوی کے درمیان عارضی دوری موجود رہتی ہے اس لیے حیض کی حالت میں طلاق دینا کراہت سے خالی نہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ عارضی بعد طلاق کا محرک بن کر ایک گھرانے کو اجاڑ دے۔ حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ میں ممانعت میں یہی جذبہ کار فرما ہے۔

عن عبد الله ابن عمر انه طلق امرأته وهي حائض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فليراجعها ثم ليسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم انشأ امسك بعد ذلك وانشاء طلق۔ (البداء ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق۔ باب الطلاق في الحيض)

ورنہ حضرت ابن عمرؓ کو رجوع کرنے کے حکم سے اندازہ ہوتا ہے کہ طلاق تو واقع ہو گئی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم فرمایا تھا۔

وقال الحنفیؒ :- والبدعی ثلاث متفرقة اثنتان بمرة او مرتين في طهر واحد لرجعة فيه او واحدة في طهر وطئت فيه او واحدة في حيض۔۔۔۔۔ الخ

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۵ کتاب الطلاق واقسامها ثلاثہ۔۔۔ الخ م ۱۰)

طلاق کے لیے گواہ ضروری نہیں | سوال :- اگر ایک شخص بیوی کو گواہوں کے بغیر طلاق دیدے تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کا دار و مدار خاوند کے تلفظ پر ہے، طلاق کا وقوع گواہوں کی موجودگی پر موقوف نہیں، بغیر گواہوں کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

وقال العلامة الحنفیؒ :- لان ركن الطلاق هو اللفظ او ما يقوم مقامه۔

والدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۶۵ کتاب الطلاق۔ باب الصریح

لعمد في الهندية :- والبدعی من حيث الوقت ان يطلق المدخول بها وهي من ذوات الاقراء في

حالة الحيض۔ (الفتاویٰ الهندیہ ج ۱ ص ۳۲۹ کتاب الطلاق واما البدعی فنوعان)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ شَرْحُ الْهُدَايَةِ ج ۳ ص ۳۲۹ کتاب الطلاق۔ باب طلاق السنة

۲ ثم وقال الامام الكاساني: فركن الطلاق هو اللفظ الذي جعل دلالة على معنى الطلاق لغة۔۔۔ او ما

يقوم مقام اللفظ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۸ فصل واما بيان ركن الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۲۵ کتاب الطلاق۔

سوال :- اگر طلاق دیتے وقت منکوحہ حاملہ ہو تو کیا حمل کی موجودگی حمل مانع وقوع طلاق نہیں | سے طلاق کے وقوع پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- منکوحہ کا حاملہ ہونا وقوع طلاق کیلئے مانع نہیں جس طرح غیر حاملہ منکوحہ پر طلاق واقع ہو سکتی ہے اسی طرح حاملہ بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہو سکتی ہے، تاہم حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل ہوگی۔ لقولہ تعالیٰ: واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ (الطلاق ۴۰)۔

سوال :- کیا عورت کو نفاس کی حالت میں طلاق دینا جائز ہے؟ اور ایسی حالت میں عدت کیا رہے گی؟

الجواب :- حیض کی طرح نفاس کی حالت میں طلاق دینا اگرچہ صحیح نہیں لیکن بہر حال طلاق واقع ہو جاتی ہے تاہم جب حالت نفاس میں طلاق دی جائے تو یہ ایام عدت میں شمار نہیں ہونگے بلکہ مستقل تین حیض عدت شمار ہوں گے۔

لما قال العلامة الحصکفی: والنفاس كالحيض۔ (الدر المختار علی ما مشی رد المحتار ج ۱ کتاب الحيض) ۴۲۔
سوال :- اگر ایک عورت جھوٹے گواہوں کا سہارا لے کر حاکم کی عدالت سے طلاق کی ڈگری حاصل کرے جبکہ خاوند طلاق دینے سے بالکل بے خبر ہو، کیا ایسی جھوٹی گواہی کی بنیاد پر عورت آزاد کی کے زعم میں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- حقیقت حال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، قاضی صرف گواہوں پر اعتماد کر کے فیصلہ کرتا ہے، اس لیے حاکم یا قاضی کو جب گواہوں کے جھوٹ کا علم نہ ہوا اور ان کے ظاہر پر اعتماد کر کے فیصلہ کرے تو اس سے طلاق ثابت ہو کر عورت مطلقہ متصور ہوگی، تاہم قاضی کو گواہی قبول

لما قال العلامة يوهان الدين المرغيناني: وان كانت حاملا فقد تهاون تضع حملها۔ (الهداية ج ۲ ص ۲۲۳ باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۳ ص ۱۹۲ فصل واما عدة الحيض۔ الخ۔

۴۔ وقال العلامة ابن نجيم: ولما كان المنع منه فيه لتطويل العدة عليها كان النفاس كالحيض۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۳ کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْمَهْدِيَةِ ج ۱ ص ۳۴۸ کتاب الطلاق۔ مطلب تفسير الطلاق وركنه وشرطه۔

کرتے وقت احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

لما فی الہندیۃ : وكذلك لوقضى بالطلاق بشهادة الزور مع علمها حل لها التزوج
باخر بعد العدة... الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۸۳ الباب الثالث فی بیان المحرمات ! القسم
التاسع المحرمات بالطلاق) لہ

طلاق نامہ پر جبراً دستخط کرانا | سوال :- ایک شخص سے زبردستی طلاق نامہ لکھوایا گیا ،
زبان پر تلفظ نہ کرنے کے باوجود اس نے دستخط بھی کر دیئے

کیا اس حالت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب جبر واکراہ سے طلاق پر تلفظ کروانے میں زبردستی مؤثر نہیں ایسی حالت میں مکروہ کی طلاق واقع
ہوگی البتہ تحریری طلاق میں نیت کا اعتبار ہے، اس لیے تحریری طور پر طلاق لکھوانے میں جب
زبردستی ہو تو نیت نہ ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین : وفي البعوان المراد الاكراه على التلفظ بالطلاق فلو
اكراه على ان يكتب طلاق امراته فكتب لا تطلق - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الطلاق،
مطلب فی الاكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعقاق) لہ

جبراً طلاق کا حکم | سوال :- اگر ایک شخص پر جبر واکراہ کر کے طلاق دلوائی جائے تو کیا اس
سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق احناف کے نزدیک مکروہ جس پر جبر واکراہ کیا جائے گی

لہ قال العلامة الحصكفي : ولو قضى بطلاقها بشهادة الزور مع علمها بذلك نفذ وحل لها التزوج
باخر بعد العدة۔ وقال ابن عابدین : قوله ويقول لها يفتي قال الكمال وقول الامام اوجه
واستدل له بدلالة الاجماع۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۹ باب المحرمات لمطلب فيما لو زوج المولى امته... الخ)

ومثله في فتح القدير على الهداية ج ۳ ص ۱۵۵ فصل في بيان المحرمات ۔

لہ قال العلامة قاضي خان : وحل اكراه بالضرر او الحبس على ان يكتب طلاق امراته فلانة بنت
فلان بن فلان فكتب فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق... الخ

(الفتاویٰ الحانیۃ علی هامش الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۲ فصل فی الطلاق بالکتابۃ)

ومثله في الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۹ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ ۔

طلاق واقع ہوتی ہے، لہذا عورت مطلقہ ہو جائے گی۔

قال العلامة الحصکفی، ویقع طلاق کل زوج عاقل۔۔۔ ولو عبداً او مکرها۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ مش ۲۳۵ کتاب الطلاق) لہ

بطور استہزاء دی ہوئی طلاق کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بغیر نیت کے استہزاء طلاق دی اور یہ طلاق اس نے بار بار دہرائی، تو کیا

اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں ؟

الجواب :- صریح الفاظ طلاق میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں، نفس تلفظ سے طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے اگر کسی شخص نے بطور استہزاء بھی بیوی کو طلاق دیدی تو پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر متعدد بار یوں اقدام کیا تو متعدد طلاق واقع ہوں گی۔

قال العلامة الحصکفی: بخلاف المأزول واللاعب فإنه يقع قضاؤه ديانة لان الشارع

جعل هزله به جدا۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ مش ۶۲۵ کتاب الطلاق، مطلب فی الحیثیۃ والافعال والبیع) لہ

کنکریاں پھینکنے کا اعتبار نہیں بلکہ الفاظ طلاق معتبر ہیں | سوال :- ایک شخص نے بیوی کو ایک مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال

کیا ہے البتہ ہاتھ میں تین پتھر رکھ کر پھینکے ہیں، کیا ایسی حالت میں الفاظ کا اعتبار ہے کہ جس سے بیوی پر ایک طلاق واقع ہو یا کنکریوں کا اعتبار کر کے تین طلاق معتبر ہوں گی ؟

الجواب :- طلاق کے وقوع میں بنیادی حیثیت الفاظ کی ہے، پتھر پھینکنا بذات خود کوئی طلاق

لہ قال العلامة المرجعینا فی رحمہ اللہ: وطلاق المکرر واقع۔ (الہدایۃ علی مد فتح القدیر

ج ۳ مش ۳۴۶ باب الطلاق

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ مش ۳۵۲ فصل فین یقع طلاقہ وفین لایقع طلاقہ۔

لہ وفی الہندیۃ: وفی واقعات الناطقی رجل قال لامرأته انت طالق کذا تقع ثلاث کانه قال

انت طالق احد عشر کذا فی التاتاریخانیۃ۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ مش ۳۵۶ الفصل الاول فی الطلاق الصریح)

وفیه ایضاً: وطلاق اللاعب والمأزول به واقع۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ مش ۳۵۳ فصل فین یقع

طلاقہ وفین لایقع طلاقہ)

ومثله فی شرح الوقایۃ ج ۲ مش ۶۸ کتاب الطلاق۔

نہیں، اس لیے اگر کسی نے بیوی کی طرف صرف پتھر پھینکے اور زبان پر کسی تلفظ سے باز رہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ زبان پر تلفظ کرتے وقت پتھر پھینکنے سے مافی الضمیر کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اس لیے اگر تین پتھر پھینکے ہوئے "تو طلاق ہے" کہہ دیا تو تین کی نیت کرتے ہوئے تین طلاق واقع ہو سکتی ہیں ورنہ ایک طلاق واقع ہو کر منکوحہ قابل رجوع ہے۔

قال العلامة ابن عابدینؒ، وكذا لو اتى ثلاثة اجمار اليها ولم يذ كر لفظ الطلاق ونوى بها الطلاق الثلاث لم يقع لعدم الركن وهو اللفظ والنية انما تصح في المفوض او ما يقتضيه مقامه - رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الطلاق ہلہ

اشارہ سے طلاق کا حکم | سوال ۱۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو ہاتھ سے اشارہ کر کے طلاق دے دے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جبکہ زبان سے کچھ نہ کہے؟

الجواب ۱۔ اشارہ سے اس وقت طلاق واقع ہوتی ہے جب انسان بات کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو ورنہ تکلم پر قدرت کے باوجود صرف اشارہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لمافی الہندیۃ، ویقع طلاق الاخرش بالاشارة - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۵۴ کتاب الطلاق) باب الثانی، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمین لا یقع طلاقہ) ۲۔

۱۔ وفي الہندیۃ: ولو قالت لزوجها طلقني فاشار بثلاث اصابع واراد بذلك ثلاث تطبيقات لا يقع ما لم يقل بلسانه - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۴ الفصل الاول في الطلاق الصريح) قال المحقق: انت طالق هكذا مشيراً بالاصابع المنشورة وقع بعددہ - وفيہ: ولو لم يقل هكذا يقع واحدة - - - - - ای بأن قال أنت طالق واشار بثلاث اصابع ونوى الثلاث ولم يذکر بلسانه فانها تطلق واحدة - (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۴ کتاب الطلاق)۔

ومثل هذا في الهداية على صدر فتح القدير ج ۳ ص ۳۸۴ فصل في تشبيه الطلاق ووصفه -

ومثله ذلك في التاتارخانية ج ۳ ص ۶۹۸ کتاب الطلاق -

۲۔ قال المحقق: ویقع طلاق الاخرش بالاشارة یرید به الذی ولد وهو اخرش او طراً علیہ ذلك ودام حتی صار اشارته مفهومة والالم تعتبر - (الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲۳۹ کتاب الطلاق، مطلب الخیثیۃ والقیون والبنج) ومثله في الخاتمة علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة -

ہا زل کی طلاق کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنے بچے کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے کہا کہ تیری طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- صریح طلاق کے الفاظ میں نیت و ارادہ کا ہونا ضروری نہیں، ارادہ نہ ہونے کے باوجود مزاح میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس لیے صورتِ مسئلہ میں ایک طلاق واقع ہوگی، کیونکہ اس میں عدد کا ذکر نہیں۔ اور اگر کسی شخص نے ایسی حالت میں تین طلاق دی تو منکوحہ مطلقہ منغلظہ ہوگی۔

لما قال العلامة الحصکفی: ویقع طلاق کل زوج عاقل ولو ہا زلا۔

والدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۹ کتاب الطلاق۔ مطلب المسائل التي یقع مع الکلام

طلاق پر جھوٹی قسم کھانا | سوال :- اگر کسی شخص نے طلاق پر جھوٹی قسم اس طرح کھائی کہ اگر میں فلا کام کے بارے میں جھوٹ بولوں، سچ نہ بولوں تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہے پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا اور وہ کام اس کی قسم سے پہلے متحقق ہو چکا تھا، اب اس شخص پر اس کی بیوی طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- اس شخص پر بیوی طلاق ہے، البتہ اگر اس نے یہ الفاظ ایک مرتبہ کہے ہوں تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر تین دفعہ تکرار کیا ہو تو پھر تین طلاق واقع ہوں گی۔

لما فی الہندیۃ: واما الحلف بالطلاق والعاق وما شہد ذلك فمما یكون علی امر المستقبل فلو یحیی العقود وما یكون علی امر لماضی فلا یتحقق اللغو والغموس ولكن اذا کان یعلم خلاف ذلك اولا یعلم ما لطلاق واقع۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۵۲ کتاب الایمان، فی الباب الاول)۔

۱۔ قال ابن نجیم، ولم یشرط ان یکون جاراً فیقع طلاق الہازل بہ، واللاعب للعد ثلاث جلد وھن جلد وھن جلد۔ الخ۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۲ کتاب الطلاق، تحت قوله: ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ)

وَمِثْلُهُ فِی فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۴۲ کتاب الطلاق، فصل فی ایقاع الطلاق۔
۲۔ قال العلامة لتمرشی، ان حلف علی کاذب عداً کواللہ ما فعلت کذا عالماً بفعله.... ویأثم بہا فتلزمہ التوبة وثانیہا لغو۔ وقال العلامة الحصکفی: تحت هذا لقول: لا مؤاخذه فیہا الا فی ثلاث طلاق وعقاق ونذر لشیاء۔ (تنویر الابصار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۵۱ کتاب الایمان۔ مطلب فی حکم الحلف بغيره تعالیٰ)
وَمِثْلُهُ فِی الْفَتَاوِی الْبِزَانِیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الایمان۔ فی الفصل الاول۔

طلاق کا وقوع ثبوت کا محتاج ہے | سوال :- ایک شخص پر اس کی ساس و عوی کرتی ہے کہ تم

نئے بیوی کو طلاق دے کر فارغ کر دیا ہے لیکن خاوندانکار

کر رہا ہے، تو کیا ساس کے کہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب :- اگر خاوند طلاق کا اقرار کرتا ہو تو کسی دوسرے کے ماننے کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے

گی لیکن جہاں کہیں خاوند طلاق سے منکر ہو تو وہاں پر ساس کا بیان ناکافی ہے، ایسی صورت میں طلاق تب ثابت

ہوگی جب باقاعدہ دو گواہ پیش کئے جائیں۔ تاہم جہاں کہیں عورت کو یہ یقین ہو کہ خاوند نے اس کو طلاق ثلاثہ

دے کر فارغ کر دیا ہے لیکن اس کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہ ہو اور خاوندانکاری ہو تو عورت

کسی ذریعہ (خلع) سے خاوند سے فراغت حاصل کر سکتی ہے۔

کافی الہندیۃ : مثل شیخ الاسلام ابوالقاسم رحمہ اللہ تعالیٰ عن امرأة سمعت من زوجها

انہ طلقها ثلاثاً ولا تقدر ان تمنع نفسها منه هل یسعی ان تقتله قال لها ان تقتله -

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب الطلاق - ابواب لاسادس فی الرجعة و فیما تعل بہ المطلقۃ وما یصل بہ فی فصل

فیما تعل بہ المطلقۃ (۱۷)

طلاق کے ثبوت کے لیے ایک گواہ ناکافی ہے | سوال :- اگر خاوند پر عورت یا

کسی اجنبی شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ

تم نے بیوی کو طلاق دی ہے اور ایک شخص اس کی گواہی دے رہا ہے جبکہ خاوند اس کا انکار کر رہا

ہو تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب :- ایسی حالت میں اگر مدعی طلاق کے پاس دو گواہ ہوں اور وہ گواہی دیں تو طلاق

ثابت رہے گی، صرف ایک گواہ طلاق کے ثبوت کے لیے ناکافی ہے۔

قال العلامة الحصکفی : ونصابها لغيرها في الحقوق سواء كان مالا او غيره كنكاح

له قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : سمعت من زوجها انہ طلقها ولا تقدر علی منعہ

من نفسها الا بقتله لہا قتله - وقال العلامة ابن عابدین : قال فی المحيط

وینبغی لہا ان تفتدی بمالہا او تہرب منه وان لم تقدر قتله - (الرد المحتار علی الرد المحتار

ج ۲ ص ۵۹ باب الرجعة - وفي مطلب الاقدام علی النکاح اقرار بمعنی العدة)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّارِخَانِيَّةِ ج ۳ ص ۶۰۹ کتاب الطلاق ووسائل الحلل وغیرہا -

و طلاق رجلان اور رجل وامرأتان۔ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۱۳ کتاب الشهادات) لے
بذریعہ ڈاک بھیجی گئی طلاق کا حکم | سوال اگر کسی شخص بغیر کسی گواہ کے بیوی کو ڈاک کے ذریعہ طلاق بھیجے تو کیا
 اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کے وقوع کے لیے گواہوں کا ہونا شرط نہیں، جیسا کہ خاوند زبانی طور پر طلاق دے
 سکتا ہے تو تحریری طور پر بھی طلاق دینے کے لیے کوئی امر مانع نہیں، لہذا بغیر گواہوں کے بذریعہ ڈاک ارسال
 کی گئی طلاق سے بھی بیوی مطلقہ ہو جائے گی۔

لما فی الہندیۃ: رجل استکتب من رجل اخر الى امرأته کتاباً بطلاقها وقرأه علی الزوج فآخذہ و طواه
 و ختم و کتب فی عنوانہ و بعث بہ الی امرأته فاتاها الکتاب و أقر الزوج انه کتابہ فان الطلاق ویقع علیہا۔
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق۔ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ) لے

طلاق نامہ پر لاء علمی میں دستخط کرنا | سوال :- اگر کسی شخص نے لاء علمی کی حالت میں طلاق نامہ پر دستخط
 کئے، تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق بالکتابت میں نیت و ارادہ ضروری ہے، اس لیے طلاق نامہ پر لاء علمی کی صورت
 میں دستخط کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع بہ الطلاق اذ العریق انہ کتابہ۔
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ) لے

لے و فی الہندیۃ: و شرط فیہا شہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین سواء کان الحق مالاً أو غیر مالاً لکنکاح
 والطلاق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۲۵۱ کتاب الشهادات۔ فی الباب الاول)

ومثله فی فتح القدر ج ۳ ص ۱۵۵ کتاب النکاح۔

لے قال العلامة ابن ہمام: ولو کتب الصیغہ الی امرأته بطلاقها ثم انکر الکتاب وقامت علیہ البینۃ
 انه کتبہ بیدہ فرق بینہما فی القضاء وما فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ان کان لمرینوبہ الطلاق فہی
 امرأته۔ رفتح القدر شرح الہدایۃ ج ۳ ص ۲۷۲ کتاب الطلاق۔ فصل فی الطلاق قبل الدخول

و مثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق۔ وفی مطلب الطلاق۔

لے قال العلامة ابن عابدین: کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق ما لم یقر انہ
 کتابہ۔ رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۵ کتاب الطلاق۔ مطلب فی الطلاق بالکتابۃ

و مثله فی التاتاریخانیۃ ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب الطلاق۔ ایقاع الطلاق بالکتاب۔

مرضِ سرسام میں دی گئی طلاق کا حکم | سوال: جناب مفتی صاحب! سرسام ایک ایسی بیماری ہے کہ اس میں مریض پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ اس سے دیوانوں کی سی حرکات سرزد ہوتی ہیں، اگر اس مرض میں مبتلا شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: سرسام زدہ شخص کے افعال و اعمال کا حکم مجنون اور معتوہ جیسا ہے اس کی طلاق باتفاق علماء واقع نہیں ہوتی، لہذا اگر کوئی ایسی حالت میں بیوی کو طلاق دے تو بیوی مطلقہ نہ ہوگی۔

قال العلامة الكاساني: فمنها ان يكون عاقلًا حقيقته او تقديرًا فلا يقع طلاق المجنون والصبي الذي لا يعقل لان العقل شرط اهلية التصرف لان به يعرف كون التصرف مصلحة - (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۹ فصل شرائط الركن) | سوال: اگر کوئی شخص خواب (نیند) کی حالت میں اپنی بیوی کا نام لے کر کہے کہ ہندہ کو طلاق طلاق طلاق ہے تو کیا اس سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: نیند میں انسان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آتا بلکہ اس کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس لیے یہ شخص شرعاً معذور ہے اور اس کی دی ہوئی طلاق لغو ہے، اس سے بیوی مطلقہ نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابوبكر الكاساني: ومنها ان لا يكون معتوً حلاً ولا مدحوشاً ولا مبرماً ولا مغنى عليه نائمًا فلا يقع طلاق هؤلاء ما قلنا في المجنون - (بدائع الصنائع ج ۳ من افضل شرائط الركن) ص ۹۹

لہ قال العلامة ابن الہمام: قوله لا يقع طلاق الصبي وان كان يعقل والمجنون والنائم والمعتوہ والمجنون... لكن معلوم من کلیات الشریعة التصرفات لا تنفذ الا ممن له اهلیة التصرف وادناها بالعقل والبلوغ - (فتح القدير ج ۳ ص ۳۳۳ فصل ویقع طلاق کل زوج - الخ)

وَمِثْلُهُ رَدُّ الْمُخْتَارِ ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب الطلاق مطلب تعریف السکرات۔ لہ قال العلامة الحصکفی: لا يقع طلاق المولى على امرأة عیدہ... والصبي والمعتوہ من العتہ وهو اختلال فی العقل والمبرم من الیرسام والمغنى علیه - (رد المحتار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۲ کتاب الطلاق) وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۳۳۳ فصل ویقع طلاق کل زوج - الخ

طلاق الصریح والکناہ

(طلاق صریح وکناہ کے احکام و مسائل)

”تم طلاق ہو“ میں تین طلاق کی نیت کرنا | **سوال ۱۔** اگر ایک شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ ”تم طلاق ہو“ اور اس میں اس کی نیت تین طلاق

کی ہو تو کیا اس سے تین طلاق واقع ہوں گی یا ایک؟

الجواب :- صریح الفاظ طلاق میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں اسلئے ”تم طلاق ہو“ سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، تین طلاق کی نیت کرنا اس میں لغو ہے۔

لمافی الہندیۃ : کانت طالق ومطلقة وطلقتك تقع واحدة رجعية وان نوى الاكثر اذلاً

ابانۃ - الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۲ کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق) لہ

سوچ و فکر کے عالم میں طلاق کا لفظ ادا کرنا | **سوال ۲۔** ایک شخص سوچ و فکر میں گم تھا اس کی کوشش تھی کہ زبان سے طلاق کا لفظ ادا نہ

کرے لیکن اچانک اس کی زبان سے نکل گیا کہ ”پلو میں نے تجھ کو طلاق دے دی“ تو کیا اس سے طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر سوچ و فکر سے مجبور ہو کر ان الفاظ سے مراد بیوی کو طلاق دینا ہو تو صریح طلاق میں واقع ہونے کے لیے اس کا ارادہ اور نیت ضروری نہیں، تاہم اگر یہ تلفظ کسی واقعہ کی حکایت ہو جو اس کے ذہن میں کسی فرضی واقعہ کا پیش خیمہ ہو یا نفس الامر کے کسی واقعہ کی حکایت ہو تو حکایت کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لمافی الہندیۃ : رجل قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقته

لہ قال ابوالحسن علی المرغینانی : الصریح ہو کانت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعی ولا يقع به الا واحدة وان نوى الاكثر ملخصاً۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۷۳ کتاب الطلاق - باب ایقاع الطلاق - مکتبہ حقانیہ)

مِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشٍ رَدِّ الْمُخْتَارِ ص ۳۲۹ کتاب الطلاق، باب الصریح -

اقوال قلت هي طالق فهي واحدة - (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۵ کتاب الطلاق باب الثاني في ايقاع الطلاق)
وقال العلامة ابن الہمام: ثم قولنا لا يتوقف على النية معناه اذ العريضي شيئاً
اصلاً يقع لانه يقع وان نوى شيئاً اخر لما ذكر انه اذا نوى الطلاق عن وثاق صدق ديانته
لا قضاءً وكذا من العمل - (فتح القدير شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۵۵ کتاب الطلاق باب ايقاع الطلاق) لہ

عورت کی عدم موجودگی میں خطاب کے صیغہ سے طلاق دینا | سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی

کو اس کی عدم موجودگی میں یوں کہے کہ ”جاؤ تم طلاق ہو“ تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- کسی مرد کا اپنی بیوی کو انت طالق کہنے کے لیے اس کی موجودگی ضروری نہیں،
بسا اوقات اس کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا جاتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں ”جاؤ تم طلاق ہو“ کہنے
سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

لما في الهندية: ان ارسل الطلاق بان كتب اما بعد فانت طالق، فكلما كتب هذا
يقع الطلاق - (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۴۸ کتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة) لہ
ایک دو تین کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا،
”ایک دو تین تم طلاق ہو“ ایسی حالت میں عورت
پر کوئی طلاق واقعی ہوگی، کیا اس سے منکوحہ مطلقہ منغلظہ بنتی ہے یا طلاق رجعی واقع ہوگی؟
الجواب :- اگر اس عدد کے ساتھ نسبت ہو یعنی عورت سے یوں کہے تبھی ایک دو تین

لہ وقال العلامة ابن عابدین: ان الصريح لا يحتاج الى النية ولكن لا بد في وقوعه قضاءً
وديانة من قصد اضافة لفظ الطلاق اليها عالمًا بمعناه ولم يصرفه الى ما يعمله الخ
(رد المحتار ج ۲ ص ۲۳۲ کتاب الطلاق، باب الصريح)

وَمِثْلُهُ في البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۹ کتاب الطلاق، باب الطلاق ای الغلظہ۔
لہ قال العلامة ابن الہمام: فان كان على رسم كتب الرسالة بان كتب اما بعد يا فلانة
فانت طالق وانت حرا واصل اليك كتابي فانت طالق فانه يقع الطلاق الخ
(فتح القدير ج ۳ ص ۲۰۳ کتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق، بحث الكنايات)
وَمِثْلُهُ في قاضي خان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۴۱ کتاب الطلاق، فصل في الطلاق بالكتابة۔

تم طلاق ہو، ظاہر ہے کہ اضافت کی موجودگی میں اس سے تین طلاق واقع ہوں گی، لیکن جب اضافت نہ ہو صرف یہ ہو کہ ایک دو تین تم طلاق ہو یا تم طلاق ہو ایک دو تین، ایسی حالت میں "تم طلاق ہو" مستقل جملہ مبتداء و خبر ہو کر عدد سے بظاہر اس کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا، اس لیے عدد لغو ہو کر ایک طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر یوں کہا کہ تم ایک دو تین طلاق یا تم طلاق ایک دو تین ہو تو اس سے پھر لازمی طور پر تین طلاق واقع ہوں گی۔

والدلیل علی ما قلنا ما قالہ العلامة الحصکفی: والطلاق یقع بعد دقرن بہ لانفسہ عند ذکر العدد وعند عدمہ الوقوع بالقیغۃ۔ الخ (الدر المختار علی مدار المحتار ج ۲ ص ۴۵۶ کتاب الطلاق، مطلب الطلاق یقع بعد دقرن بہ) لے

بیوی کے نام کی جگہ دوسرا نام بیکر طلاق دینا | سوال :- اگر ایک شخص نے کسی مصلحت کے لیے بیوی کے اصل نام کی جگہ دوسرے

نام سے یاد کر کے طلاق دی ہو تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- اگر بیوی کی طرف اشارہ نہ ہو تو تعارف اور تعین کے لیے نام کا سہارا لیا جاتا ہے یہ تب ہو سکتا ہے کہ نام درست ہو جب اصل نام کو چھوڑ کر دوسرے نام سے یاد کیا جائے تو بیوی مطلقہ نہیں ہوگی تاہم اگر اس شخص کی نیت اپنی بیوی کو طلاق دینے کی ہو تو طلاق واقع ہو جائیگی۔
 وفي الهندية، ولو قال امرأته الجشية طالق ولا نية له في طلاق امرأته وامرأته ليست بجشية لا يقع عليها وعلى هذا إذا سمى بغير اسمها ولا نية له في طلاق امرأته۔
 رافتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۸ کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق (لے

لے قال العلامة طاهر بن عبد الرشید الانصاری، رجل قال لامرأته ترا بکی و ترا سہ او قال تو بکی سہ۔ قال ابوالقاسم الصفار: لا يقع شیء۔ وقال صدر الشہید: يقع اذا نوى وبہ یفتی۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۹۸ کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکتابات جنس آخر مک)

وَمِثْلُهُ فِي الْبِزَانِيَّةِ عَلَى هَامِشِ السَّهْنَدِيَّةِ ج ۳ ص ۱۴۹ کتاب الطلاق، مسائل الايقاع بلا قصد و اضافة۔
 لے قال العلامة ابن همام: ولو قال امرأتى فلانة بنت فلان طالق وسميها بغير اسمها لا تطلق امرأته الا بالنية۔ (فتح التدير شرح المصداية ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق، باب ايقاع الطلاق)
 وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۴۶ کتاب الطلاق، مطلب فيما لو قال امرأته طالق الخ

طلاق رجعی کی عدت گزرنے کے بعد طلاق دینا مؤثر نہیں | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو زبانی ایک طلاق دی اور عدت گزرنے کے بعد اس نے پھر دو طلاق تحریری طور پر دیں، تو کیا اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوگی یا تجدید نکاح ہی کافی ہے؟

الجواب :- اگر خاوند نے پہلی زبانی طلاق کی عدت گزرنے کے بعد دو طلاق تحریری طور پر دی ہوں تو تجدید نکاح کافی ہے کیونکہ پہلی زبانی طلاق کی عدت گزرنے کے بعد عورت خاوند سے جدا ہو کر محل طلاق نہیں رہی اس لیے پہلی طلاق کی عدت کے بعد دی گئی دو طلاق لغو تصور ہوں گی۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: والرجعی لا یزید الملك الا بعد مضي العدة۔
رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۷۶ کتاب الطلاق (۱۷)

طلاق صریح کے بعد دی گئی طلاق بائن کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے پھر کہا ”میرے گھر سے چلی جاؤ“ تو اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی۔

الجواب :- ”تم طلاق ہو“ دو دفعہ کہنا طلاق رجعی ہے لیکن اس کے بعد یہ کہنا کہ ”میرے گھر سے چلی جاؤ“ طلاق بائن ہے طلاق رجعی میں اس کو رجوع کا حق حاصل تھا، لیکن طلاق رجعی کے بعد جب طلاق بائن (یعنی میرے گھر سے چلی جاؤ) سے یہ حق ختم ہو کر منکوحہ مطلقہ بائنہ ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کے بعد طلاق بائن دی جاسکتی ہے۔

قال الله تعالى: الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَإِمَّا كَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ۔ (البقرة آیت ۲۲۹)
قال الحنفیؒ: والبائن يلحق الصريح۔ (رد المحتار علی ما مش رد المحتار ج ۲ ص ۵۷۹ کتاب الطلاق، باب الکنايات) (۱۸)

له وقال العلامة انكاسانیؒ: فلا يصح الطلاق الا في الملك او في علقته من علائق الملك وهي عدته
الطلاق۔ (ردائع الصنائع ج ۳ ص ۱۲۶ کتاب الطلاق (فصل) واما الذي يرجع الى المرأة الخ)

وَمَثَلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ عَلَى الْمَهْدَايَةِ ج ۳ ص ۳۲۶ کتاب الطرق فی تفصیل اول کتاب الطرق لا باب قبلہ۔
۲۷ وفي الهنديّة: والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بان قال انت طالق ثم قال بهانت بائن
طلقه أخرى ولا يلحق البائن البائن۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۴۹ کتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات)
وَمَثَلُهُ فِي نَدْوِيّينِ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۲۱۹ باب الكنايات۔ (قوله: والصريح يلحق الصريح والبائن)

دو دفعہ طلاق دینے کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے | سوال ۱۔ بیوی کو دو دفعہ طلاق دینے کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب :۔ صریح طلاق جب تک تین دفعہ استعمال نہ ہو تو ایک یا دو دفعہ لفظ طلاق صریح کے استعمال کرنے کی صورت میں خاوند بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے، ایسی حالت میں صرف رجوع ہی کافی ہے۔

لما فی الہندیۃ : ولو قال انت طالق الطلاق وقال عنیت بقولی طالق واحدة وبقولی الطلاق اخرى یصدق فتقع رجعتان ان کانت مدخولاً بہا۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب الطلاق باب الثانی فی ایتاع الطلاق (الفصل الاول فی الطلاق الصریح) ۳۵۵
دو طلاق کے بعد رجوع کر کے دوبارہ طلاق دینا | سوال ۲۔ ایک شخص نے بیوی کو دو طلاق بعد میاں بیوی کے درمیان پھر اختلافات پیدا ہو گئے تو خاوند نے چھ طلاقیں دے دیں، تو کیا خاوند اب بھی رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ دو طلاق کے بعد رجوع مفید ہے اور اس سے میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں لیکن دو طلاق دینے کے بعد خاوند کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی رہ جاتا ہے جو وہ کسی وقت بھی انفرادی طور پر استعمال کر سکتا ہے، صورت مسئلہ میں خاوند کا رجوع کرنے کے بعد چھ طلاقیں دینے میں ایک طلاق کے لیے عمل کی موجودگی کی وجہ سے یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت مطلقہ مغفلہ ہو کر خاوند کے لیے حلالہ کے بغیر جائز نہیں اور باقی پانچ طلاقیں عمل نہ ہونے کی وجہ سے لغو متصور ہوں گی۔
 قال الحنفی : ولا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ بہا ای بالثلاث حتی یطأھا غیرہ۔

رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۳ کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی البیانة ۲

لہ قال اعلامہ الزلیعی : کتولہ انت طالق انت طالق فیقع رجعتان اذا کانت مدخولاً بہا۔
 (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الطلاق)
 ومثکہ فی الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الطلاق، باب، صریح، مطلب فی قول الجوزان الصریح ۱۰، ۱۱۔
 لہ فی الہندیۃ : واذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدة وبعد انقضائها وان کان لطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتين فی الامۃ لم یحل لہ حتی یتکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً۔
 والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب النکاح فی الرجعة فیما تعل بہ المطلقۃ الخ، فصل فیما تعل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ

طلاق بائن کے اثرات | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی ہے اور اس پر سات آٹھ مہینے گزر گئے ہیں اب اگر وہ دوبارہ میاں بیوی کے

طرح زندگی گزارنا چاہیں تو ان کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- طلاق بائن میں تجدید نکاح ضروری ہے خواہ عدت کے اندر ہو یا بعد میں ہو، طلاق بائن میں رجوع کرنا نا کافی ہے، صورتِ مشولہ میں یہ مرد و زن دوبارہ نکاح کر کے ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔

لما فی الہندیۃ : و اذا حان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجہا فی العدة وبعد انقضائها۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۶ کتاب الطلاق باب السادس فی الرجعة فیما تملک المطلقہ وما یتصل بہ فصل فیما تملک المطلقہ۔ الخ)

لفظ ”ہاں“ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی | سوال :- میاں بیوی کے درمیان کسی بات پر کشیدگی پیدا ہو گئی، بیوی نے خاوند سے کہا

یہ غیرت مجھے طلاق دے دو، خاوند نے زمین سے پتھر اٹھا کر بیوی کی طرف پھینکتے ہوئے کہا ”ہاں“ کیا اس سے طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟

الجواب :- خاوند کے یہ الفاظ ”ہاں“ یا بیوی کی طرف پتھر پھینکنا نہ طلاقِ صریح ہے اور نہ طلاقِ کنایہ ہے، اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی الہندیۃ ، ولو قالت انا طالق فقال نعم طلقت ولو قالہ فی جواب طلقنی لا تطلق وان نوى۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۶ مطلب کبر الطلاق بالواو أو بغيرها ونوى بالتانی الاول)۔ الخ

طلاق کی حکایت کا بیان کرنا | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر اس طلاق کی حکایت کسی مجلس میں اس طرح بیان کیا کہ میں نے اس کو

طلاق دی ہے، کیا اس حکایت سے دوسری طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

لما قال العلامة مرغینانی: و اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجہا فی العدة وبعد انقضائها لاحل المحلیۃ باق۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۴۸ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة)

ومثله فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۲ کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فیما قبل۔ الخ
لما وقال الشیخ ابن البرزازی الکجدی: ولو قالت طلقنی فقال نعم لا وان نوى۔ (الفتاویٰ البرزازی علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۵۶)

کتاب الطلاق، تسعۃ فصول، الاول فی صریح الطلاق، نوع آخر فی الفاظہم

الجواب :- پہلی طلاق کی حکایت سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوتی صرف ایک طلاق متصور ہوگی ۔

لما فی الہندیۃ : رجل قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقتهما او قال قلت ہی طالق فہی واحدة فی القضاء کذا فی البدائع ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳۵۵ مطلب اذا کدر الطلاق علی المرأة المدخول بہا ونوی الاخبار) ۱۔

سوال :- ایک شخص نے قسم کھا کر کہا کہ اگر میں نے سگریٹ نوشی کی تو میری طلاق کی قسم کھانا بیوی کو طلاق ہوگی، تو اس طرح قسم کھانے کے بعد سگریٹ نوشی کرنے سے نکاح پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

الجواب :- مذکورہ قسم کھانے کی صورت میں حانت ہونے پر ایک طلاق واقع ہوگی لہذا سگریٹ نوشی کے بعد رجوع بالقول یا بالفعل کافی ہے۔

قال العلامة المرجینانی : قوله انت طالق ومطلق وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعی ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۳۳۸ کتاب الطلاق ، باب ایقاع الطلاق) ۲۔

سوال :- کوئی شخص اگر یہ کہے کہ میں نے فلاں مجھ پر بیوی ناجائز طلاق ہوگی سے طلاق کا حکم کام کیا تو میری بیوی مجھ پر ایسی طلاق ہوگی جو ناجائز ہو تو اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب :- حانت ہونے کی صورت میں اس شخص کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوگی جس میں رجوع بالفعل یا بالقول کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

قال العلامة سراج الدین : ولو قال انت طالق ما لا یجوز علیک من الطلاق

۱۔ قال العلامة السکاسانی رحمہ اللہ :- ولو قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقتهما الخ لان کلامہ انصرف الی الاخبار الخ ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۸۱ فصل ومنها النیۃ فی احد نوعی الطلاق)

۲۔ وفي الہندیۃ : ہو کانت طالق ومطلقة وطلقتك وتقع واحدة رجعیۃ ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۳۵۲ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق ، وفيہ سبعۃ فصول)

وَمِثْلُهُ فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۹ کتاب الطلاق ، باب الصبر بحر۔

طلقت واحدة۔ (الفتاویٰ السراجیة ۴۳ کتاب الطلاق، باب عدد الطلاق) لے
دو بیویوں میں سے ایک کو مہم طلاق دینا | سوال :- ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس نے اُن
 سے کہا تم میں سے ایک طلاق ہے، تو اس سے
 کون سی عورت مطلقہ متصور ہوگی ؟

الجواب :- طلاق کا وقوع یقینی ہے تاہم تعیین کا اختیار خاوند کو حاصل ہے کہ دونوں
 میں سے جس کو چاہے مطلقہ قرار دے۔

قال العلامة الحصكفیؒ: ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلاث تطلق واحدة
 منهن وله خيار التعيين۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۶ باب طلاق غیر
 المدخول بها، مطلب فيما لو قال امرأته طالق وله امرأتان او اكثر تطلق واحدة) لے

معاہدہ کی خلاف ورزی پر شروط طلاق کا حکم | سوال :- اگر چند افراد کسی معاہدہ پر پابندی
 کے لیے ایک تحریر لکھیں جس میں یہ ہو کہ
 ہم میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو اس کی بیوی اس پر تین طلاق سے طلاق ہو
 گی، بعد ازاں بعض لوگوں کے مشورہ سے طلاق کا لفظ ساقط کر دیا گیا اور دستخط کرتے وقت طلاق
 کی شرط معاہدہ میں شامل نہیں تھی، تو کیا معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں طلاق واقع
 ہوگی یا نہیں ؟

الجواب :- کسی معاہدہ پر پابندی کے لیے کوئی تحریر لکھنا درحقیقت ایک مشورہ ہے اسلئے

لے وفي الهندية: ولو قال لامرأته انت طالق مالا يجوز عليك من الطلاق او ما لا
 يقع لو على اتى بالخيار ثلاثة ايام تقع واحدة۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۳۴۲ الفصل
 الثالث في تشبيه الطلاق ووصفه)

وَمِثْلُهُ في فتح القدير ج ۳ ص ۳۹ کتاب الطلاق۔

لے وفي الهندية: ولو قال امرأته طالق وله امرأتان كلتا هما معروفتان كان له ان يصرف
 الطلاق الى ايتهما شاء۔ (الفتاویٰ الہندیة ج ۱ ص ۳۵۸ کتاب الطلاق، الباب الثاني
 في ايقاع الطلاق، فصل الاول في الطلاق الصريح)۔

وَمِثْلُهُ في خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۴۹ کتاب الطلاق، فصل اول، جنس آخر۔

صورتِ مسئلہ میں طلاق اس وقت نافذ عمل ہوگی جب اس پر دستخط ہو کر ثبت ہوں، اندریں صورت جب اصل معاہدہ میں طلاق کا ذکر نہیں تو خلاف ورزی کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال ابن عابدین: وان لم یقر انہ کتابہ ولم تقر بینہ لکنتہ وصف الامر علی وجہہ لا تطلق قضاء ولا دیانۃ وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق ما لم یقر انہ کتابہ۔ (رد المختار ج ۲ ص ۲۶۵ کتاب الطلاق۔ مطلب باعتبار عد الطلاق بالتشاقق بالکتابۃ)

سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو نکاح کے بعد قبل الدخول غیر مدخول بہا کو طلاق دینا طلاق دیدی ہو، بعد ازاں وہ اُسے پھر نکاح میں لانے کا خواہشمند ہو، تو ایسی صورت میں اسے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- طلاق کے وقوع کے لیے ملک نکاح ضروری ہے اس لیے قبل الدخول بھی طلاق واقع ہونے کے لیے کوئی امر مانع نہیں، تاہم اگر تین طلاق متفرق دی ہوں یا صرف ایک طلاق دی ہو تو ایسی حالت میں ایک طلاق سے منکوتہ جدا ہو کر دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کے لیے صرف تجدید نکاح کافی ہوگی، البتہ اگر یک وقت تین طلاق دی ہوں تو پھر منکوتہ مطلقہ کے حکم میں رہے گی۔

قال العلامة الحسینی: قال لزوجته غیر المدخول بہا انت طالق ثلاثاً. الخ وقعن والا فرقی بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ بخلاف الموطۃ۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۲ ص ۳۹۲ کتاب الطلاق، باب طلاق غیر مدخول بہا) ۱۰

سوال :- زید کی اپنی بیوی سے گھریلو تعلقات میں کشیدگی کی وجہ سے دونوں میں طلاق ثلاثہ کے بیک وقت واقع ہونے کی تحقیق

۱۔ وفق الہندیۃ: وکذا لکل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع بہ الطلاق۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق، باب الثانی، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ)
۲۔ وفق الہندیۃ: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بہا وقعن علیہا فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الطلاق، باب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ عَلَى صَدْرِ فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۳۹۱ کتاب الطلاق، فصل فی التشبیہ الطلاق ووصفه۔

کچھ بخش تھی، ایک روز ان کا چھوٹا لڑکا گھرا آیا اور اپنی والدہ سے باتوں باتوں میں گھر کے حالات پوچھے تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ گھر خرچ نہیں دیتا، اس پر لڑکے نے والدہ سے کہا کہ میری کچھ رقم آپ کے پاس موجود ہے آپ اس میں سے خرچ کیوں نہیں کر لیتیں، تو اس کی والدہ نے کہا کہ میں اس رقم کو ان کی امانت تصور کرتی ہوں، اسی دوران میں زید اور اس کا بڑا لڑکا بھی آگئے تو بڑے لڑکے نے کہا کہ ان دونوں کی بخش میں ۱۲ آنے میرے والد کا قصور ہے اور ہم آنے والدہ کا، نہ یہ بیٹے کی اس بات پر شغل ہو گیا اور اس نے کہا اگر تم سب ایسا سمجھتے ہو تو یہ میرے حق پر حرام حرام، اور اس سے کہو کہ چار دیواری چھوڑ کر باقی جو چیزیں بھی لے جانا چاہیے اجازت ہے اور جو رقم اس کے پاس موجود ہے اس میں سے اپنا حق المہر وصول کر لیوے اور جو باقی بچے وہ میں نے اس کو بخش دیا۔ ان الفاظ کے بعد جب زید کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو وہ پشیمان ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا، اب آنجناب قرآن و حدیث کی رو سے صحیح فتویٰ صادر فرمائیں۔

نوٹ :- اس استفتاء کے جواب میں ایک عالم صاحب نے درج ذیل جواب دیا ہے :-

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم، صورتِ مسئلہ میں حرام حرام حرام کے لفظ سے کہنے والے کی نیت مراد ہوگی، چنانچہ ہدایہ میں ہے: قال وبقية الكنايات اذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة. (ج ۲ ص ۲۸۹) اگر ان الفاظ سے طلاق ہی مراد لی جائے تو بیوی ایک طلاق پاؤں سے طلاق ہوگی اور وہ اس عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ صورتِ مسئلہ میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین بار طلاق کے لفظ سے یا حرام کے لفظ سے طلاق کہہ دیتا ہے تو یہ طلاق ایک طلاقِ رجعی شمار ہوگی اور ایسے شخص کو چاہیے کہ فوری طور پر اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور اپنے گھر میں بسائے، کیونکہ تین طلاق ایک با دیتا ویسے علی الاجماع بدعت ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ایسی طلاق کو ایک طلاق شمار کرتے ہیں، مدخلہ کے حق میں حدیث شریف میں وارد ہے کہ: عن محمود بن لبید قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً فتام غضيان ثم قال يلعب بكتاب الله تعالى وانا بيت اظهركم — سائل کی صورت دوسری حدیث میں اول دلیل موجود ہے: عن ابن عباس رضي الله عنهما قال طلق ابوركائة ام ركانة فقال النبي عليه الصلوة والسلام ارجع امرأتك فقال اني طلقته ثلاثا قال

قد علمت ارجعها۔ (رواہ ابو داؤد) اس حدیث میں ہے کہ ابو رکانہؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے اس کو (یعنی بیوی کو) تین بار اکٹھی طلاق دے دی ہے، حضورؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم رجوع کر لو۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں کچھ زائد الفاظ سے روایت فرمایا ہے کہ۔ طلق ابو رکانہ امرأتہ فی مجلس واحد ثلاثاً فحزن علیہا فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا واحدة۔ ابو رکانہ۔ چنانچہ ابو رکانہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر بیوی سے رجوع کر لیا۔ یہ مسئلہ بڑا طویل ہے، اس مسلک پر حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قائم ہیں اور تابعین و تبع تابعین میں سے حافظ قاسم، امام جعفر صادق، امام باقر، امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ ہیں۔

سائل پر واضح ہو کہ دین کے معاملہ میں تنگی نہیں، امام اعظمؒ کے مسلک میں یہ بات شامل ہے کہ کوئی شخص نقصان سے بچنے کے لیے دوسرے امام کے مسلک پر فتویٰ حاصل کر کے اس پر عمل کر سکتا ہے، چنانچہ ”سبل السلام“ ۲۷۳ پر علامہ صنعانیؒ نے طویل بحث فرمائی ہے، اس کی شرح کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، اس کا اختصار یہ ہے کہ مسئلہ درست ہے کہ اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو اس شخص پر کوئی امر مانع نہیں ہے کہ ان میں سے کس پر عمل کرے کوئی امر ممنوع نہیں ہے۔ اس لیے ان حالات میں سائل کو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ وہ حدیث شریف اور صحابہ کرامؓ و ائمہ عظامؒ کے اقوال کے مطابق اپنی بیوی سے دو گواہوں کے سامنے رجوع کرے اور اپنے گھر میں رہ جائے اور اسے بسائے۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہو کہ موجودہ عائلی قوانین کے مطابق ایسی صورت میں ہر سے طلاق واقع ہی نہیں ہوتی اس لیے فوری طور پر رجوع کر لیا جائے اور سائل دل میں ذرہ برابر بھی ملال پیدا نہ کرے۔ والسلام

یہاں تک تو اس عالم صاحب کا جواب تھا لیکن اس کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں جو کہ قابل توجہ ہیں:-

(۱) صورت مسئلہ میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟ وقوع طلاق ثلاثہ کے بارہ میں ائمہ اربعہؒ کا کیا مسلک ہے؟

(۲) حدیث شریف: عن محمود بن لبید قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجلٍ طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً (الحديث) کا محدثین کے نزدیک صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور

کیا اس حدیث سے عدم وقوع طلاق ثلاثہ کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟
(۳) مذکورہ جواب میں ابوداؤد شریف کی ابوہریرہ کی حدیث تحریر کی گئی ہے تو کیا یہ حدیث قابلِ حجت اور قابلِ عمل ہے یا نہیں؟

(۴) صورتِ مسئلہ کے مذکورہ جواب میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو چھوڑ کر شہوانی اور نضائی خواہشات کے لیے دوسرے امام کے مسلک پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) مذکورہ جواب میں مجیب نے موجودہ ملکی عائلی قوانین پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) امام نووی رحمہ اللہ کی تحقیق کے خلاف طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق شمار کرنے سے کیا تضلیل ائمہ اربعہ لازم آتی ہے یا نہیں؟

مذکورہ بالا سوالوں کے بالوضاحت جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب (من دارالافتاء دارالعلوم حقانیۃ)۔ ان امور کی طرف توجہ دینے سے قبل اصل مسئلہ کے بارے میں اتنا عرض ہے کہ حرام کا لفظ طلاق کنائی ہے اور کنائی طلاق سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، لہذا زید کی بیوی پر ایک طلاقِ بائن واقع ہو چکی ہے اگرچہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، علامہ شامیؒ نے ”بحث طلاق کنائی“ میں تصریح کی ہے کہ لفظ حرام عرفاً چونکہ طلاق ہی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس لیے مضتی بہ قول یہ ہے کہ اس سے عورت پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی اگرچہ اس میں نیت نہ بھی کی گئی ہو، اور دوسرا و تیسرا لفظ حرام لغو ہے کیونکہ بائن طلاق سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے، اور جب پہلی دفعہ حرام کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پھر حرام حرام کہنا لغو ہے اس سے زائد طلاق واقع نہ ہوگی، لہذا اس عورت کو عدت میں یا بعد از عدت دونوں حالتوں میں تجدیدِ نکاح کے ذریعہ سے دوبارہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور صرف رجوع ہی کافی نہیں ہے تاوقتیکہ بیوی کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح نہ کیا جائے، یہ اُس وقت کہ جب زید نے حرام کے لفظ سے تین طلاقوں کی نیت نہ کی ہو اور اگر اس نے تین طلاقوں کی نیت کر لی ہو تو اس صورت میں بیوی مغفلہ ہوگی جو حلالہ کے بغیر اس کے لیے ہرگز جائز نہ ہوگی۔ آپ نے جو چھ سوالات اٹھائے ہیں ان کے جوابات مختصر ادرج ذیل ہیں:-

(۱) صورتِ مسئلہ میں بائن طلاق واقع ہو گئی ہے نہ کہ رجعی، اور عورت کو دوبارہ نکاح میں لانے کے لیے رجوع کافی نہیں بلکہ تجدیدِ نکاح با رضاء ضروری ہوگی، طلاق ثلاثہ کے بارے

میں ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ خواہ دفعہ واحدہ دی جائیں یا متفرقاً ایک ہی طہر میں ہو یا متفرق اطہار میں تمام صورتوں میں تین طلاق ہی واقع ہوں گی نہ کہ ایک امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

(۲) حدیث مذکور کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق دینا خواہ متفرقاً تین دفعہ الفاظ طلاق کہہ دے یا ایک ہی دفعہ اَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا کہہ دے یہ سب بدعی طلاق ہیں اور اس طرح طلاق دینا گناہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاق واقع نہ ہوں گی بلکہ طلاق تو تین واقع ہوں گی اور چونکہ اس طرح طلاق دینا شرعی طریقہ طلاق کے خلاف ہے اس لیے اس طرح طلاق دینے والے گنہگار ہوں گے، اس کی نظیر وہ واقعہ ہے جو مسلم وغیرہ کتب حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس طرح طلاق دینے پر سرزنش کر کے رجوع کا حکم فرمایا لیکن طلاق کو معتبر قرار دیا (مسلم) اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اپنی بیوی کو معاً تین طلاق دے دی تو حضور انورؐ نے فرمایا، عصیت ربک و بانت منك امرأتک۔ (داد قلعی بحوالہ مشکوٰۃ) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل اگرچہ معصیت اور گناہ ہے مگر طلاق تین ہی واقع ہوں گی۔ جو لوگ محمود ابن لبیدؒ کی حدیث سے عدم وقوع طلاق پر استدلال کرتے ہیں ان کا یہ استدلال غلط ہے اور عدم وقوع طلاق کا ثبوت اس سے نہیں ملتا، اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاً تین طلاق دینا گناہ ضرور ہے لیکن گناہ سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی، نہ ہر کا پیالہ پینا گناہ ہے مگر موت کا اثر ضرور کرے گا، اسی طرح یہ طلاق اگرچہ بدعی ہے مگر ضرور واقع ہونگی۔

(۳) رکائے والی حدیث میں دو قسم کے الفاظ مروی ہیں، ایک یہ کہ ”طلق امرأتہ ثلاثاً“ دوسری قسم کے الفاظ یہ ہیں کہ ”انہ طالق امرأتہ البتہ فقال لہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ما اردت الا واحدة فقال اللہ ما اردت الا واحدة“ پہلی روایت کو جس میں طلق امرأتہ ثلاثاً کے الفاظ ہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں ”واما الروایۃ الی رواھا المغالون ان رکائے طلق ثلاثاً فجعلھا النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واحده فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجہولین“

واما الصیغ منہا ما قدمنا انہ طلقھا البتۃ (شرح نووی مسلم ص ۴۸) ابو داؤد نے بھی طلقھا البتۃ والی روایت کو طلقھا ثلاثاً کی روایت سے اصح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: وهذا اصح من حدیث ابن جریر ان رکاة طلق امرأته ثلاثاً ام۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ طلقھا البتۃ والی حدیث کے رواہ رکاتہ کے اہلبیت اور اولاد ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبی لوگوں کی نسبت رکاتہ کے واقعہ طلاق کا علم ان کے اہلبیت اور اولاد کو زیادہ ہوگا۔ فرماتے ہیں: وحدیث نافع ابی عجیر وعبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکاة عن ابیہ عن جدۃ ان رکاة طلق امرأته البتۃ فردھا التبی علیہ الصلوۃ والسلام اصح من حدیث ابن جریر لانہم ولد الرجل اوہل بیتہ وہم اعلم بہ۔ (ابو داؤد ج ۳) اس سے معلوم کہ رکاتہ نے انت طالق البتۃ کے الفاظ سے طلاق دی تھی نہ کہ انت طالق کے الفاظ سے اور چونکہ البتۃ کنائی طلاق کا لفظ ہے، اس میں تین کی نیت بھی صحیح ہے، تو خطرہ تھا کہ رکاتہ نے تین کی نیت سے یہ الفاظ کہہ دیئے ہوں اور اس تقدیر پر بیوی اس کے نکاح میں نہیں آسکتی تھی، اس لیے اس کی نیت کے بارے میں اطمینان حاصل کرنے کے لیے حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اللہ ما اردت الا واحدة، جب آپ کو رکاتہ کے جواب اللہ ما اردت الا واحدة سے اطمینان حاصل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جدید سے اس کو بیوی واپس کر دی۔ چنانچہ فردھا کے معنی بیان کرتے ہوئے محدثین لکھتے ہیں: قلت معنی قولہ فردھا الیہ یعنی بالنکاح لانہا مطلقة بتطليقة واحدة البتۃ ام (فتح القدیر) لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رکاتہ نے تین طلاق دی تھیں اور انہی کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک رجعی طلاق قرار دیا، یہ غلط محض ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

(۴) خواہشات نفسانی کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے امام کا، اس کا چھوڑنا گناہ عظیم اور خطرہ سلب ایمان ہے۔ کما صرح بہ العلماء قاطبۃ فی زہم و اسفارہم لان هذا ترک الدین لاجل ہوی النفس وهو مذموم جداً۔

(۵) عائلی قوانین میں جو دفعات نکاح و طلاق کے بارے میں رکھی گئی ہیں ان میں سے اکثر دفعات کو ہر مکتب فکر کے علماء نے قرآن و حدیث کے صریح خلاف قرار دیا ہے، لہذا انہیں

ایسی دفعات پر مشتمل عائلی قوانین پر لوگوں کو چلتے کی تلقین کر رہا ہے وہ لوگوں کو قرآن و حدیث کے خلاف ورزی کی تلقین کر رہا ہے جو کسی طرح بھی ایک عالم دین بلکہ ایک مومن کے شایان شان نہیں ہے، ایسے قوانین کے مصنفین اور واضعین کے بارے میں قرآن کریم کا فیصلہ یہ ہے: **فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا قَوْلُ اللَّهِ تَكْذِبُ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ** (سورۃ البقرۃ ۷۷) آج کل کے قانون سازوں کی حالت اُن لوگوں کی حالت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

(۶) طلاق ثلاثہ کو واحد شمار کر لینے سے اگر ائمہ اربعہ رحمہما اللہ کی تفصیل لازم نہ بھی آتی ہو مگر تخطیہ تو ضرور لازم آتا ہے اور یہ بھی کچھ کم درجہ کا جرم نہیں ہے، جن حضرات کی امامت اور پیشوائیت مذہبی پر اُمت کا سوادِ اعظم متفق ہو اُن کا تخطیہ کرنے والوں کو کس منطق کی رو سے حق بجانب تصور کیا جائے گا بحالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **اتبعوا السواحالا عظمیٰ**۔ (الحديث) نیز ان تمام ائمہ اربعہ کا فیصلہ اجماعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خلیفہ راشد کے فیصلہ پر مبنی ہے جس کے متعلق ارشاد نبویؐ یہی میں بصراحت یہ آچکا ہے کہ وہ ملہم او محدث فی ہذہ الائمۃ ہیں۔ یہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں جنہوں نے یکجائی طلاق ثلاثہ کو تین ہی شمار کیا ہے اور کسی صحابی یا تابعی نے ان کے اس فیصلہ کو خلاف رائے نہیں دی ہے، تو اُن کے اس فیصلہ کی حیثیت تو ایک گونہ اجماع کی ہے جس سے بعد میں آنے والوں کے لیے خلاف کرنے کا کوئی حق معقول سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسے فیصلوں کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيَيْنَ**۔

لہذا ائمہ اربعہ اور اُمت کے سوادِ اعظم کے اجماعی فیصلہ کے مقابلہ میں ایک یا دو عالم یا امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کی ذاتی رائے اور اجتہاد میں وہ وزن ہرگز نہیں ہو سکتا ہے جو ائمہ اربعہ رحمہما اللہ تعالیٰ اور اُمت کے سوادِ اعظم کے متفقہ فیصلہ میں ہے اور فیصلہ بھی وہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جیسے ملہم اور محدث خلیفہ راشد کے فیصلہ پر مبنی ہو۔

لے قد ذکرہ هذه المسئلة العلامة ابن الحمام الحنفی: وقد اثبت انه يقع ثلاثا تطليقات بلفظ واحد وهو يقول "وذهب جمهور اصحابنا والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث" وايضاً قال: وقد اثبتنا النقل عن اكثرهم صريحاً بايقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا اضلال وعن هذا قلنا لو حكم حاكم بان الثلاث بغير واحد واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف" (فتح القدير شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الطلاق)

حضرت ابن ہمامؒ کے مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ ایک لفظ سے تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اس سے خلاف کرنا جائز نہیں اور صحابہ کرامؓ کے اجماع پر عمل نہ کرنا گمراہی ہے۔

اور ملک العلماء امام کا سانی حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک لفظ سے تین طلاق واقع ہوتی ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں صرف شیعہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کیا ہے آپ کے ساتھ کسی صحابی نے اس فیصلہ میں اختلاف نہیں کیا ہے بلکہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں: واما حكم طلاق البدعة فهو انه واقع عند عامة العلماء وقال بعض الناس انه لا يقع وهو مذهب الشيعة - وقال هكذا - وروينا عن عمرو رضي الله تعالى عنه انه كان لا يؤتي برجل قد طلق امرأته ثلاثاً الا اوجعه ضرباً واجازة لك عليه وكانت قضاياه بحضور من الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجمعين فيكون اجماعاً منهم على ذلك۔

(بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۷ کتاب الطلاق)

بہر تقدیر یہ مسئلہ امت اسلامیہ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے سلف اور خلف جن میں جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین بھی ہیں، ان تمام کا اس بات پر اجماع کہ ایک لفظ "طلاق ثلاثہ" سے تین طلاق واقع ہوتی ہیں۔ اب ان کے اس اجماع سے ایک دو یا کچھ زائد افراد کا خلاف اس اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ قاضی شوکانیؒ نے یہ ہی فرمایا ہے کہ داؤد ظاہریؒ کی مخالفت سے اس مسئلہ میں اجماع پر کوئی تردد نہیں پڑتی۔ (دیکھئے شرح بلوغ المرام ص ۷۰)

اور علامہ احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین طلاقوں کو ایک سمجھنے والوں کے مذہب کے متعلق فرمایا ہے: "بانه مذهب شاذ فلا يعمل به اذ هو منكسر"

(ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۵ طبع فی المصر)

طلاق دیتے وقت منہ بند کرنے کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ایک دو تین "ان الفاظ کے کہنے کے بعد فوراً کسی

دوسرے شخص نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر منہ بند کر دیا اس کے بعد اس نے کسی چیز پر تلفظ نہیں کیا، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- صورتِ مسئلہ میں اس شخص کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی کیونکہ اس نے طلاق پر تلفظ نہیں کیا نہ صریح پر اور نہ کنائی پر بلکہ اس نے صرف عدد پر تلفظ کیا ہے اور صرف عدد نہ صریح طلاق ہے اور نہ کنائی، طلاق میں عدد کا وہاں اعتبار ہوگا جب طلاق کے بعد متصلاً ذکر کیا جائے۔
قال العلامة قاضی خان: قالت المرأة لزوجها طلقني فقال الزوج ان شئت الف مرة لا يقع شيء۔ (الخانية ج ۲ ص ۲۱۷ کتاب الطلاق) لہ

"میرے گھر سے نکل جاؤ" کے الفاظ کے طلاق پر اثرات | سوال :- اگر خاوند بیوی کو رانی جھگڑے کے وقت غصہ کی حالت میں یہ کہے کہ میرے

گھر سے نکل جاؤ اور یہ الفاظ وہ بار بار دہرائے تو اس سے بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوگی؟
الجواب :- یہ الفاظ طلاق کنایہ کے ہیں اس سے نیت یا دلالتِ حال کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی تاہم جھگڑے کے وقت چونکہ دلالتِ حال موجود ہے اس لیے بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگی جو تجدیدِ نکاح سے ختم ہو جائے گی۔

قال التمر تاشی، فتحو اخرجی واذہبی وقوی۔۔۔ ففی حالت الرضا تتوقف الاقسام علی نیتہ۔۔۔ الخ (تنویر کالبصار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵ باب الکنایات) لہ

ماں باپ کے پاس چلی جاؤ" کہنے سے نکاح پر اثرات کا حکم | سوال :- خاوند نے بیوی سے جھگڑے کے وقت غصہ کہے

حالت میں یہ کہا کہ "جاؤ! ماں باپ کے پاس چلی جاؤ" کیا اس سے نکاح متاثر ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- جب تک شوہر الفاظ طلاق نہ کہے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ رامداد المفتین ج ۲ ص ۶۲ کتاب الطلاق

لہ قال العلامة قاضی خان، قوی اخرجی واذہبی۔۔۔ لا يقع الطلاق الا بالنیة واذ

قال لمرانوی الطلاق کان مصداقاً۔۔۔ الخ (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۶۸)

فصل فی الکنایات والمدلولات)۔۔۔ ومثله فی الہندیہ ج ۱ الفصل الخامس فی الکنایات۔

الجواب۔ مذکورہ الفاظ کی عربی میں ”الحقی باہلک“ سے تعبیر کی جاتی ہے، فقہاء کرام کے تصریحات کی روشنی میں یہ طلاق کنائی ہے جس پر تلفظ کرتے وقت نیت کرنے سے طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں۔

قال العلامة قاضی خان: وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاملاہ: ”انہ الحق بہذہ الخمسة اربعة اخرى لا ملک لی علیک لا سبیل لی علیک خلعت سبیلک الحق باہلک۔ الخ (الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۴۶ فصل فی الکنایات والمدلولات) لہ

”میری بیوی نہیں“ کہنے سے طلاق نہیں ہوگی | سوال :- ایک شخص نے حاکم کے سامنے یہ کہہ کر ”میری بیوی نہیں ہے“ حالانکہ اس کے گھر میں اس کی بیوی ہے، کیا ان الفاظ سے اس شخص کا نکاح متاثر ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- چونکہ یہ الفاظ طلاق کے نہیں اس لیے ان سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال العلامة الحصکفی: ولو سئل الک امرأة فقال لا تطلق اتفاؤا وان نوى۔

والدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۱ باب البصریح) لہ

”بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کرے“ | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصد کیا لیکن اب تک زبانی کچھ نہیں کہا ہے لیکن اس نے ارادہ کے بعد یہ کہا کہ میری بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کرے، کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

لہ قال العلامة صدر الشریعہ: وکنايتہ ما لم یوضع لہ واحتملہ وغیرہ فلا تطلق الا بنیتہ اودلالة الحال وقیہ۔ الحق باہلک تقع واحدة بائنة ات نواھا۔ ملخصاً۔

(شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۲۷ کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق)

ومثله فی الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۲ تا ۵۰۴ باب الکنایات۔

لہ قال العلامة ابن نجیم المصری: وقوله لا عند سؤاله بقولک امرأة وقوله لا حاجة لی فیک، کما فی البدائع ففی ہذہ الالفاظ لا یقع وان نوى۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۳۵۵ باب الکنایات فی الطلاق)

ومثله فی فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۲ باب ایقاع الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول۔

الجواب :- صرف ارادۃ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی البتہ اس شخص نے جو یہ کہا ہے کہ میری بیوی کو اجازت ہے کہ وہ دوسرا خاوند کرے اس سے ایک طلاق بائن تب واقع ہوگی جب اس سے طلاق کی نیت ہو۔

قال العلامة الحسکفی: اذہی وتزوجی تقع واحدة۔ قال العلامة ابن عابدین: (تحت هذا القول) عن ان تزوجی کنایة مثل اذہی فیحتاج الی النیة۔

رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۲ باب الکنایات مطلب المصلحة بالنسبة امرأۃ من کل وجه

سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں، **حکم** ”مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں“ تو ان الفاظ سے

نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب :- فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ یہ الفاظ کنایات میں داخل کر کے اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہ کی ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: ولو قال لا حاجة لی فیک یتوی الطلاق فلیس بطلاق۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۵ الفصل الخامس فی الکنایات ص ۷

سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ”تو مجھ سے آزاد ہے“ سے طلاق کا حکم **حکم** ”آج سے تو مجھ سے آزاد ہے“ تو ان الفاظ سے

کون سی طلاق واقع ہوگی؟

لہ قال العلامة عالم بن علاء الانصاری: ولو قال لہا اذہی فتزوجی لا يقع الطلاق الا بالنیة واذا توی فہی واحدة واذا توی الثلاث فثلاث۔ (الفتاویٰ التاریخیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب الطلاق۔ باب الکنایات۔ نوع آخر فی قوله خلیۃ واشباہہا)

وَمِثْلُهُ فِي خلاصة الفتاوی ج ۲ ص ۹۸ الفصل الثانی فی الکنایات۔ جنس آخر فی الامر بالذہاب۔

لہ قال العلامة ابن نجیم: وقوله لا حاجة لی فیک لما فی ایدائع ففی هذه الا لفاصل لا یقع

وان توی۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۳۱۲ باب الکنایات فی الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۵ باب الکنایات۔

الجواب: بیوی سے یہ کہنا کہ ”تو مجھ سے آزاد ہے“ ان الفاظ کی عربی زبان میں ”سرحتک“ سے تعبیر کی جاتی ہے جو عرف میں طلاقِ رجعی میں استعمال ہوتے ہیں، اس لیے ان الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدینؒ : قاذ اقال سرحتک يقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً - (رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۵ باب الکنايات) ۱۷

سوال: ایک شخص نے غصہ کی حالت میں بیوی سے یہ ”تو مجھ سے جدا ہے“ کا حکم کہا کہ ”تو مجھ سے جدا ہے جیسا کہ یہ چیز میرے ہاتھ میں ہے“ اور اس چیز کو ہاتھ سے پھینک دے، اس سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟
الجواب: ”تو مجھ سے جدا ہے“ کے الفاظ عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں اس لیے ان سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔

لما فی الہندیۃ ، ولو قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن ، لا يقع الا طلاق واحدۃ بائنۃ لانه یمن جعلہ خبر عن الاول وهو صادق فیہ فلا حاجة الی جعلہ انشاء وفیہ۔
والحق ابو یوسف بخلیۃ وبریۃ ، خلیت سبیلک فارقتک۔

(افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۵ تا ۳۷۷ الفصل الخامس فی الکنايات) ۱۸

سوال: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں تین دفعہ ”تو مجھ پر حرام ہے“ کا حکم یہ کہہ دیا کہ ”وہ مجھ پر حرام ہے“ تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟
الجواب: منکوحہ کو یہ کہنا کہ ”تو مجھ پر حرام ہے“ طلاقِ کنائی ہے جس سے طلاق کا وقوع

۱۷ وفي الہندیۃ : ولو قال الرجل لامرأته تراچک بازداشتم او ہشتم او بیہ کردم ترا۔ فہذا کلہ تفسیر قولہ طلقنتک عرفاً حتی یکون رجعیاً ویقع بدون النیۃ۔

۱۸ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۷۹ - الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ)

ومثلہ فی خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۹۹ الفصل الثانی فی الکنايات جنس آخر وفي الفتاوی۔
۱۹ قال العلامة عالم رب العلاء الانصاریؒ : حتی ان الرجل لو اذاع لمرأۃ انت بائن ولم یقل متی یقع الطلاق اذا نوى۔ (افتاوی التاتاریخانیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب الطلاق۔
باب الکنايات، نوع منہ فی قولہ انت حرام علی)

نیت پر موقوف ہے، اس لیے اگر خاوند نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر تین کی نیت نہ ہو صرف یہ ارادہ ہو کہ اس بیوی کو ایک طلاق دیتا ہوں تو پھر طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر متعدد بار یہ لفظ استعمال کئے جائیں اور اس سے طلاق کی نیت ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہو کر دوسری دفعہ اور تیسری دفعہ اس کا ذکر لغو رہے گا کیونکہ عورت ایک دفعہ طلاق بائن سے جدا ہو جاتی ہے، دوسری یا تیسری دفعہ کے الفاظ کے لیے کوئی عمل باقی نہیں رہتا۔ بہر حال اس میں نیت یا مذکر طلاق کے بغیر طلاق کا وقوع ممکن نہیں۔

قال العلامة المحقق، لان البائن لا يلحق البائن۔ وايضا قال: قلت لكن عبارة البزازية لو قال امرأتيه انما على حرام ونوى الثلاث في احداهما والواحدة في الاخرى صحت نيته عند الامام وعليه الفتوى۔ (رد المحتار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۳ باب الكنايات) لہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے متعلق یہ کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، ان الفاظ سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب :- اپنی بیوی کے متعلق یوں کہنا کہ ”میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے“ یہ الفاظ طلاق کناہیہ کے ہیں، نیت کی موجودگی میں ان سے طلاق بائن واقع ہوگی، لیکن ابن عابدین ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرف کے حوالہ سے طلاق رجعی میں شمار کیا ہے جس سے نیت کے بغیر بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

قال ابن عابدین: فاذا قال سرحتك يقع به الرجعي مع ان اصله كناية۔ ايضاً الخ
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۳ باب الكنايات) ط

قال العلامة ابوالبركات النسفي: وفي الفتاوى اذا قال لامرأته انت على حرام والحرام عند طلاق ولكن لم ينو طلاقاً وقع الطلاق۔ (الكنز الدائق على هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۲۹۹ باب الكنايات في الطلاق) ومثله في البزازية على هامش الهندية ج ۲ ص ۱۸۵ الفصل الثاني في الكنايات وفيه اجناس الاول۔ لہ وفي الصندية: ولو قال الرجل لامرأته تراچنك بازداشتم او بهشتم او يله كردم ترا، فهذا الحلة تفسير قوله طلقك عرفاً حتى يكون رجعيًا ويكون بدون النية۔ (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۳۷۹ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية) ومثله في الفتاوى البزازية على هامش الهندية ج ۲ ص ۱۸۹ الفصل الثاني في الكنايات وفيه اجناس الاول۔

وہ مجھے نہیں چاہیے، کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال کر بعد
میں یہ کہا کہ ”وہ مجھے نہیں چاہیے، کیا ان الفاظ سے طلاق
واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے جائیں۔

لما فی الہندیۃ : ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۵ الفصل الخامس فی الکنایات) ۱۷

تم چاروں طرف جاسکتی ہو، سے طلاق کا حکم | سوال :- ایک شخص نے غصہ کی حالت
میں اپنی بیوی سے کہا ”تیرے لیے
چاروں راستے کھلے ہیں جس طرف چاہو جاسکتی ہو“ شریعت مقدسہ میں ان الفاظ کا کیا حکم ہے؟
الجواب :- یہ الفاظ طلاق کنائہ کے ہیں نیت کے ہوتے ہوئے اس سے طلاق واقع
ہوگی اور بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ : رجل قال لامرأته اربعة طرق عليك مفتوحة لا يقع
بهذا شیء وان نوى الا اذا قال خذی ای طریق شئت وقال تویت الطلاق۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۴۶ الفصل الخامس فی الکنایات) ۱۸

۱۷ وقال العلامة الکاسانی رحمہ اللہ : ولو قال لا حاجة لی فیک لا يقع الطلاق وان
نوی لان عدم الحاجة لا یدل علی عدم الزوجیۃ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۱۱،
فصل واما کنایات واما القسم الثالث)

وَمِثْلُهُ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۳۰۳ باب الکنایات فی الطلاق۔

۱۸ وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ : ولا يقع بأربعة طرق عليك مفتوحة وان
نوی ما لم یقتل خذی ای طریق شئت۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۱۵،

باب الکنایات)

وَمِثْلُهُ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۳۰۳ باب الکنایات فی الطلاق۔

اس کتیا کی سچی کو طلاق | سوال: اگر کوئی شخص گھر بیو تنازعہ میں اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ اس
 خنزیر کی بچی کو طلاق، اس کتیا کی بچی کو طلاق، اس کتیا کو طلاق، اور
 ساتھ ساتھ ہاتھ سے اشارہ بھی کرتا رہا، اس طریقہ سے کتنی طلاق واقع ہوں گی؟
 الجواب: طلاق میں بیوی کو متعین کرنے کے لیے نفس اشارہ کافی ہے باقی اس کے
 بعد ذکر شدہ صفات کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا صورت مسئلہ میں تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور
 عورت بغیر حلالہ شرعی کے شوہر کے لیے حلال نہیں۔

قال العلامة الحسکفی: قال لامرأته هذه كلمة طالق طلقت. قال ابن عابدین، لا تعتبر
 الصفة والتسمية مع الإشارة. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۹۳ فی اغرباب طلاق غیر المدخول بہا)۔

بلا قصد و ارادہ طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے | سوال: اگر کوئی شخص
 بلا قصد و ارادہ یہ الفاظ کہے

کہ میری بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق ہو، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
 الجواب: طلاق کے الفاظ نہ سچے ایسے اشارہ ہیں کہ اس میں ارادہ اور قصد کا کوئی
 ضرورت نہیں بلا ارادہ بھی واقع ہو جاتی ہے اگرچہ اس شخص کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو لہذا
 صورت مسئلہ میں اس شخص کی بیوی پر تین طلاق قضاء واقع ہو چکی ہو۔

قال العلامة الحسکفی: ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً او مکرهاً او
 ہازلہ۔۔۔۔۔ او محطاً بان ارد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق۔
 (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الطلاق، قبل مطلب طلاق المدخول بہ)

قال الحسکفی: قال لامرأته هذه الكلمة طالق طلقت. قال السيد احمد ططاوی تحت لفظ امرأته لو لم
 یشر واقعاً بالارادة لکن یشوہ لکن یشوہ بالعهد ووجه انہا لا تطلق

لکن الکلمة غیر محل للطلاق۔ (ططاوی حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۰ باب طلاق غیر المدخول بہا)
 قال العلامة طاهر بن عبد الرشید الانصاری رحمہ اللہ: وطلاق اللاعب والہازل
 وطلاق الرجل الذی ارد ان یتکلم فسبق لسانہ بالطلاق واقع۔ الخ
 (خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۵۷ کتاب الطلاق)

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۵۳ کتاب الطلاق فصل فین یقع طلاقہ وفین لا یقع طلاقہ۔

سوال :- جناب محترم مفتی صاحب! میرا سوال یہ ہے کہ میں نے اپنی زوجہ مسماۃ کلثوم جان دختر سراج احمد رکن آلوئی تحصیل و ضلع ہری پور کو مؤرخہ ۲۱/۳/۸۷ کو اس

طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں کہنے سے طلاق ثلاثہ واقع ہونے کا حکم

وقت تحریری طلاق روانہ کی جب وہ اپنی ایک عزیزہ کی فونیدگی پر تعزیت کے لیے کراچی گئی ہوئی تھی۔ معمولی سی بات پر میں نے وہ قدم اٹھایا جس سے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنی تحریر میں یہ الفاظ تحریر کئے کہ ”میں کلثوم جان دختر سراج احمد کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں“ اور ساتھ ہی میں نے حق مہر کا چیک بھی بذریعہ رجسٹری مسماۃ مذکورہ کو ارسال کر دیا۔

جناب محترم! بعد ازاں مجھے اس بات کا بے صاف فکس اور صدمہ ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا، اس دن سے آج تک سخت پریشان ہوں۔ جس وقت میں طلاق نامہ لکھ رہا تھا اس وقت میں کمرے میں بالکل تنہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے مندرجہ بالا الفاظ کیوں اور کیسے تحریر کئے اور میرا قلم رک کیوں نہیں گیا۔

جناب محترم! میں سمجھتا ہوں کہ طلاق دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے، لیکن سمجھنے کے باوجود نہ جانے ایسے کیوں ہو گیا، میں نے اپنی اس غلطی کی معافی اللہ تعالیٰ سے سر بسجود ہو کر طلب کی، امید ہے اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائیں گے۔

جناب محترم! میں نے حال ہی میں اپنے علاقہ کے علماء و دین سے رابطہ کیا کہ شاید اس مسئلہ کا کوئی مثبت حل قرآن و سنت اور احادیث نبوی کی روشنی میں بلا حلالہ و تجدید نکاح ہو سکے۔ علماء کرام نے میرے اس مسئلہ کا مثبت حل نکالا جس سے مجھے تسلی ہوئی۔ لیکن پھر بھی میں آپ جیسے عظیم مفکر اور عالم دین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مزید تسلی کے لیے آپ قرآن و سنت اور احادیث نبوی کی روشنی میں جواب سے جس قدر جلد ہو سکے نوادیں۔ شکریہ

علاقہ کے علماء کرام کے جواب اور تصدیق و تائید کو فوٹو کاپی بھی ارسال خدمت ہے۔
الجواب :- صورت مذکورہ میں از روئے قرآن و حدیث و اجماع امت تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں، اگرچہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا خلاف سنت اور گناہ ہے لیکن جب دے دیں تو تینوں طلاق کے واقع ہونے میں تمام اہلسنت و الجماعت کے نزدیک کوئی شبہ نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور تمام امت محمدیہ کا یہی مذہب ہے، اب بجز حلالہ شرعی کے کوئی چارہ کار نہیں، ارشاد قرآنی ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَكُحَّ زَوْجًا غَيْرَهُ - (الآية)

وقال الامام النووي في شرح مسلم: وقد اختلف العلماء فيمن قال لا مردته انت طالق ثلثا فقال الشافعي ومالك والوحيفة واحمد وجمهور العلماء من السلف والخلف يقع الثلث واحتج الجمهور لقوله تعالى: وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ تَفْسَةً - (الآية) لا تدري بعمل الله يحدث بعد ذلك امرًا قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لم يقع لم يقع طلاقه هذا ارجعيا فلا يندم -

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۸ کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث)

قال الشافعي: وذهب جمهور الصابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الثلاث - قال في المغنم بعد سوق الاحاديث الدالة عليه وهذا يعارض ما تقدم واما امضاء عمر الثلث عليهم مع عدم مخالفة الصابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلا يمكن الا وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال ومن هذا قلنا لو محكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه الخ - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب الطلاق)

قرآن و حدیث اور فقہاء کرام کی عبارتوں کی رو سے آپ کی منکوحہ مطلقہ ثلاثہ ہے بدون حلالہ آپ کے لیے حلال نہیں ہے۔ جن لوگوں نے حکم صحت رجعت کا عدت میں کیا یا وہ عدم وقوع طلاق کے قائل ہوئے وہ مخالف ہیں حکم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ آپ کی مطلقہ بعد گزارنے عدت تین حیض کے کسی اور شخص سے کفو میں نکاح کرے اور وہ شخص اس سے جماع کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے اور وہ اس کی عدت گزار کر خاوند اول کے نکاح میں آسکتی ہے۔ اور اگر اس بات کا خطرہ ہو کہ دوسرا خاوند طلاق نہ دے گا تو اس کا ایک جیلہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ عورت اس شرط پر اس سے نکاح کرے کہ اپنے اوپر طلاق واقع کرتے کا اس کو اختیار ہو ایس جب وہ خاوند ایک مرتبہ اس سے جماع کر چکے تو یہ عورت اپنے اوپر از خود طلاق واقع کر سکتی ہے اور بعد گزارنے عدت کے خاوند اول کے نکاح میں آسکتی ہے۔

اگر بالفرض حلالہ ساقط کرنے کے لیے آپ غیر مقلد بن جائیں تو بھی حلالہ ساقط نہیں ہو سکتی

اور بدون حلالہ کے شوہر اول مطلقہ ثلاثہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے،
ان الحكم المطلق باطل باجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً
وهو المختار في المذهب۔ (رجامہ)

اور اس غرض کے لیے غیر مقلد ہونے سے بجائے حلالہ ساقط ہونے کے ایک اور
بہت بڑا گناہ سرزد ہو جائے گا جس سے ذہاب ایمان کا بھی اندیشہ ہے۔

مما قال الجوزجانی: في رجل ترك مذهب أبي حنيفة لنكاح امرأة من اهل
الحديث فقال اخاف عليه ان يذهب ايمانه وقت النزاع لانه استخف بمذهبه
الذي هو حق عنده وتركه لاجل جيفه۔ (شامی ج ۳۹، ۴۰، امداد القنین ج ۱ ص ۱۹۸)
ایک، دو تین تم آزاد ہو کہنے سے طلاق واقع ہوئے حکم | سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی

ایک، دو تین تم آزاد ہو ان الفاظ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی؟ جبکہ عرف میں اس کو تین طلاقی
شمار کیا جاتا ہے، لوگ ان الفاظ "تم مجھ پر تین طلاق سے طلاق ہو" اور مذکورہ بالا الفاظ میں کوئی فرق نہیں
کرتے۔ ایک عالم دین نے بتایا ہے کہ ان الفاظ سے صرف ایک، طلاق بائن واقع ہوئی ہے۔ قرآن و سنت
کی روشنی میں مذکورہ بالا الفاظ کی شرعی حیثیت کی وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب: وقوع طلاق میں عرف کا بہت بڑا دخل ہے، اگر کسی جگہ صورت مسئلہ میں دُج شدہ
الفاظ عرف میں تین طلاق کیلئے استعمال ہوتے ہوں تو وہاں عرف کے مطابق تین طلاق مغلطہ شمار ہوں گی،
اسلئے کہ "تم آزاد ہو" کے الفاظ کو فقہاء نے عرف کی بنا پر طلاق صریح کے معنی میں لیا ہے۔ اگرچہ بظاہر مذکورہ
جملہ میں عدد اور معدد کا کوئی تعلق نہیں ہے، دونوں ایک دوسرے سے مغایر ہیں مگر عرف نے دونوں کو
ایک کر دیا ہے، اسی طرح آزاد اگرچہ الفاظ کنائی ہے مگر عرف نے ان کو الفاظ صریح میں استعمال کیا
ہے اس لیے مذکورہ الفاظ انت طالق ثلاثاً کی طرح ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین، وان كان الحرام في الأصل كناية يقع بها البائن لانه لما غلب استعماله في
الطلاق مبيقاً ثابتاً ولذا لم يتوقف على النية او دلالة الحال.... ثم فرق بينه وبين سرحتك فان
سرحتك كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح

مع ان اصله كناية ايضاً وما ذاك الا لانه غلب في عرف الفرس استعماله في طلاق وقد مر
ان الصريح ما لم يستعمل الا في الطلاق من اي لغة كانت۔ (رد المختار ج ۲ باب الكتابات، کتاب الطلاق)

کئی دفعہ یہ کہنا کہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ سے طلاقِ مغالطہ کا حکم | سوال: جنا

میں بہت آس اُمید لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں امید ہے آپ ضرور میری رہنمائی کریں گے۔ میری شادی کو ۱۵ سال ہو چکے ہیں، دو بیٹے ہیں جن کی عمریں بالترتیب چودہ اور تیرہ سال ہیں، میں یہاں ابوظہبی میں درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہوں، میرا مسئلہ کچھ اس طرح ہے کہ: (۱) شادی کے شروع سالوں میں ہی میرے شوہر نے مجھ پر پابندی لگائی کہ اگر تم نے اپنی ٹانگوں اور بازوؤں سے بال صاف کئے تو میری طرف سے تمہیں طلاق ہے، لیکن اس کے باوجود میں نے بہت دفعہ یہ بال صاف کئے کیونکہ مجھے یہ بال پسند نہیں ہیں۔

(۲) ۱۹۹۲ء میں میرے شوہر نے یہاں ایک فلپائنی عورت سے تعلق قائم کر لیا اور اس کی اکثر باتیں اُس عورت کے ساتھ گزرنے لگیں، مجھے جب پتہ چلا تو میں نے اس بات پر ان سے جھگڑا کیا، بہت زیادہ لڑائی ہوئی تو انہوں نے مجھے منہ پر کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔

(۳) ۱۹۹۳ء میں میرے شوہر کی یہاں سے نوکری ختم ہو گئی تو انہوں نے اس فلپائنی عورت کو ہمارے ساتھ ہی فلیٹ میں بلالیا اور اس کے ساتھ رہنے لگے، میں اور میرے بچے دوسرے کمرے میں ہوتے تھے اور وہ فلپائنی عورت جس کا نام میری وک (MERRY VICK) کیونکہ وہ کچن مٹی وہ لوگ بیڈروم میں ہوتے تھے، ہر عورت کی طرح یہ بات میرے لیے ناقابل برداشت تھی، اگرچہ ہمارے درمیان جسمانی تعلقات ختم ہو چکے تھے پھر بھی ذہن میں یہ بات تھی کہ رشتے کی ایک ڈور تو باقی ہے۔ ایک دن اسی عورت کی وجہ سے ہمارے درمیان پھر لڑائی ہوئی تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ نے اس عورت کو بغیر نکاح کے رکھا ہوا ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے اس انہوں نے کہا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، میں مرد ہوں جو چاہوں کروں تم کون ہوتی ہو مجھے منع کرنے یا روکنے والی؟ میں نے جواب دیا کہ آخر میں تمہاری بیوی ہوں میرا تم سے رشتہ ہے، اس نے کہا کہ اگر تم اس رشتے پر اڑتی ہو تو جاؤ میں اس رشتے کو ختم کرتا ہوں، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کئی لوگوں سے کہا کہ چونکہ میری بیوی میرے ذاتی معاملہ میں دخل دیتی ہے اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، وہ میرے ساتھ لڑائی کرتی ہے وغیرہ۔ (۴) اس لڑائی کے کچھ دنوں بعد میرا بیٹا بیمار ہو گیا تو میں نے اسے کہا کہ بچہ بیمار ہے اور اسے ہسپتال لے کر جاتا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ میں تمہارا کوئی رشتہ نہیں میری طرف سے تم

تم آزاد ہو جو چاہے کرو مجھے بچے کی پرواہ نہیں ہے، میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بچے میرے لیے زنجیر نہیں ہیں۔

جناب مفتی صاحب! ۱۹۹۳ء کے آخر میں اس کا ویزہ یہاں سے ختم ہو گیا اور وہ واپس پاکستان چلا گیا کیونکہ اس وقت تک فیضانی عورت میری وک سے بھی اس کا دل بھر چکا تھا، یہاں سے جانے کے بعد اُس نے ہم لوگوں سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھا لیکن ہمیں کہیں نہ کہیں سے خبر ملتی رہی کہ وہ پاکستان جا کر کسی اور عورت کی زلفوں کا اسیر ہو گیا ہے اور شادی کر رہا ہے، پھر شاید ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

اب تقریباً چھ سال کے بعد وہ لوٹ آیا ہے کیونکہ اسے کسی نے بھی قبول نہیں کیا، اب وہ یہاں آکر مجھے کہتا ہے کہ میں بچوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، کیونکہ ہمارا رشتہ ختم نہیں ہوا تم میرے بچوں کی ماں ہو، مجھے پاکستان میں ایک مولوی نے کہا ہے کہ تم اسی بیوی سے تجدید نکاح کر سکتے ہو، اس لیے اب تم میرے ساتھ ان بچوں کی خاطر بیوی بن کر رہو، میں تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

جناب مفتی صاحب! میں جانتی ہوں کہ یہ زندگی عارضی ہے اور میں اب کوئی غلط کام کر کے اپنی آخرت خراب کرنا نہیں چاہتی۔ اس لیے آپ سے رجوع کر رہی ہوں کہ اس مسئلے میں میری رہنمائی فرمائیے کہ شریعت مقدسہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی اپنا فیصلہ ایک الگ صفحے پر لکھ کر بھیجیں تاکہ میں اُس کے وکیل کو دکھا سکوں، خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے گا، میں جواب کی شدت سے منتظر رہوں گی۔ (بریشان حال، مسز شہناز چوہدری ابوظہبی)

الجواب: شریعت اسلامی میں حلال اور جائز اشیاء میں سے مبغوض ترین شے طلاق ہے اس سے وہ عظیم رشتہ جو میاں بیوی کے مابین ہوتا ہے ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں حقیقت و مذاق شرعاً دونوں برابر ہیں بلکہ ادھر شوہر کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا ہوتا ہے ادھر بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ الفاظ صریح (لفظ طلاق) بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس لیے شوہر کو ان الفاظ کے استعمال سے حتیٰ الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

صورتِ مسئلہ کے مطالعہ اور غور سے دیکھنے کے بعد دو قسم کی طلاق کا ثبوت ملتا ہے راہ طلاق معلق کا جو عہد شادی کے شروع سالوں میں... کہ اگر تم نے اپنی ٹانگوں اور بازوؤں سے بال صاف کیے تو تمہیں طلاق ہے۔ سے معلوم ہوتا ہے۔ ایسی طلاق کا حکم یہ ہے کہ

جس شرط کے ساتھ اس طلاق کو معلق کیا گیا ہو اس کے پورا ہونے کے بعد بیوی پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہاں یہ شرط پوری ہو چکی ہے جس پر آپ کے یہ الفاظ ”لیکن اس کے باوجود میں نے بہت دفعہ یہ بال صاف کئے“ دلالت کرتے ہیں، لہذا آپ پر ایک طلاق ربی واقع ہو چکی ہے۔

(۲) دوسری ”طلاق مؤجّز“ ایک طلاق مؤجّز تو رقم ۱ کے ان الفاظ ”کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ سے معلوم ہوتا ہے اور دوسرے رقم ۳ کے الفاظ ”میں اس رشتے کو ختم کرتا ہوں“ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ سے معلوم ہوتا۔ اس دوسری قسم کی دو طلاق بھی مرتب ہیں اس لیے واقع ہو چکی ہیں۔ لہذا اگر صورت مسئلہ کے مطابق تمام واقعات درست ہوں اور شوہر نے وہ الفاظ بعینہ اسی طرح کہے ہوں جو آپ کے خط میں تفصیلاً مذکور ہیں تو بناء بریں آپ کا خاوند بیوی کا رشتہ طلاق مغلطہ کے ساتھ ختم ہو چکا ہے، اب آپ اس کی بیوی نہیں رہیں اگرچہ بچوں کہاں ضرور ہیں لیکن ایک بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ اکٹھے رہنا بغیر حلالہ شرعی کے ناجائز و حرام ہے۔ اور اگر کسی مولوی صاحب نے آپ کے شوہر کو بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کا کہا ہو تو یہ شرعاً غلط ہے اُس کے قول پر عمل کرتا آپ کے لیے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: الطَّلَاقُ مَرْثُوبٌ لِّمَنْ سَأَلَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْوِئَةٍ يَأْخُذْ حَسَنًا وَلَا يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ عَشْيَ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (البقرة آیت ۲۲۰) لہ

تمہاری بیوی پر طلاق ہو، کے جواب میں ”ہاں“ کہنے کا حکم | سوال: جناب مفتی صاحب! کسی دوست کے

ساتھ کسی موضوع پر میری بات چیت ہو رہی تھی، اس نے باتوں کے درمیان مجھے کسی بات کے متعلق پوچھا اور کہا کہ آپ پر آپ کی بیوی تین طلاق پر طلاق ہو کہ جھوٹ نہ بولو گے۔ جواب میں میں نے صرف ہاں کہا، اور پھر میں نے وہ جھوٹ بات کہہ دی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح میری پر تین طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟ تفصیل سے مجھے سمجھائیں تاکہ

لہذا فی الہندیۃ، من قال لا مؤلّتہ ان دخلت الدار فانت طالق یتعلق الطلاق بالدخول۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۱ کتاب الطلاق)

میرے دل سے شک و شبہ نکل جائے ؟

الجواب :- عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جب اپنے دوست کے خط کشیدہ الفاظ کہنے پر ”ہاں“ کہا تو سائل ہی عالف بن گیا یعنی اس نے اپنی بیوی پر تین طلاق واقع ہونے کو جھوٹ کہنے سے مشروط کر دیا اور جب اس نے گفتگو میں جھوٹی بات کہی تو اس کی بیوی پر شرط موجود ہونے کی وجہ سے تین طلاق واقع ہو کر مطلقہ معتقلہ ہو چکی ہے اور اب وہ ملاح شرعی کے بغیر اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔

در مختار میں ہے، ولو قال عليك عهد الله إن فعلت كذا فقال نعم فالخالف المجيب۔ (الدر المختار علی هامش رد المختار جلد ۳ ص ۱۵۲ کتاب الطلاق)

وفي الشامية: ولا يمين على المبتدئ وإن نوى اليمين خانية وفتح اه
أي الاسنادة الخلف إلى المتخاطب فلا يمكن أن يكون الخالف غيرة۔ (جلد ۳ ص ۱۵۲)

وفي الدر المختار: قيل له إن كنت فعلت كذا فامرأتك طالق فقال نعم
وقد كان فعل طلقت۔ وفي الاشباه القاعدة الحادية عشر السؤل معاد
في الجواب، قال امرأة زيد طالق أو عبدة حر أو عليه المشي لبیت الله
إن فعل كذا وقال زيد نعم كان خالفاً۔ (الآخر)

(الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۳ ص ۱۵۲ کتاب الطلاق)

باب تعلیق و فَوَیض الطَّلَاق

(طلاق معلق و فَوَیض کے مسائل و احکام)

سوال :- اگر کسی شخص نے اس طرح قسم کھائی کہ اگر میں گھر جانے سے پہلے مکہ مکرمہ نہ جاؤں تو مجھ پر بیوی طلاق ہے، پھر وہ

شخص مکہ مکرمہ جانے سے پہلے ہی گھر چلا گیا، تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

الجواب :- صورت مرقومہ میں گھر کو مکہ مکرمہ جانے پر موقوف کر کے قسم اٹھائی گئی لہذا جب یہ شخص مکہ جانے سے پہلے گھر چلا جائے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگی، چونکہ مکہ مکرمہ جانا ممکن ہے اس لیے مالی وسائل کے فقدان کی وجہ سے حنت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی الہندیۃ : و اذا اضافہ الی الشرط وقع عقیبہ اتفاقاً۔ الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۲۲۲

الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان و اذا و غیرھا) لہ

سوال :- ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ اگر میں نے تم کو کسی کو قتل کرنے پر طلاق معلق کرنا قتل نہ کیا تو میری بیوی پر طلاق ہوگی، بعد میں اس شخص نے

قتل سے اجتناب کیا ہے، اندریں صورت اس کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کو عدم قتل سے معلق کرنا ممکن الوقوع ہے اس لیے یہ قسم اپنی جگہ میں منعقد ہے تاہم اس شخص پر علی الفور حنت لازم نہیں جس سے اس شخص پر بیوی طلاق ہو، البتہ اگر متعلقہ شخص

اپنی موت جائے یا قسم کھانے والا اس کو قتل کرنے کے بغیر جائے تو ایسی حالت میں اس کی بیوی اس پر طلاق ہوگی، بنظر الفاظ قسم میں طلاق کی تعداد کا ذکر نہیں اس لیے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ : لو حلف لیفعلنہ بتریمرة۔ وقال العلامة

ابن عابدین : تحت هذا القول، و اذا لم یفعل لا یحکم بوقوع الحنت حتی یفعل الناس

لہ قال العلامة برهان الدین المرغینانی : و اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ باب الایمان فی الطلاق)

و مثله فی یدائع الصنائع ج ۳ ص ۳ کتاب الایمان۔

عن الفعل وذلك بموت الخالف او بفوت محل الفعل۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۲۸)
باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك

سوال :- ایک شخص نے جان کی خلاصی کے لیے
جان بچانے کے لیے طلاق پر تھوٹی قسم کھانا
طلاق پر تھوٹی قسم اٹھائی اور یوں کہا کہ طلاق پر
قسم ہے میں سچ کہہ رہا ہوں، جبکہ حقیقت میں وہ سچا نہیں، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- ایسے الفاظ عرف میں طلاق کے لیے استعمال نہیں ہوتے اس لیے ان سے
طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ ان الفاظ سے قسم منعقد ہوتی ہے۔

ما فی الہندیۃ : وفي الفتاویٰ لوقال سوگند خورم بطلاق لیس بتطليقة لان الناس
لم يتعارفوه يمينًا بالطلاق۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۵۸) ایاب الثانی فیما یكون یمينًا وما لا یكون یمينًا۔
الفصل الاول فی تحلیف الظلمة وفيما یمنون الخالف غیر ما یمنون المستحلف

سوال :- کسی لڑکے کے لیے اس کے والدین نے ایک گھر میں
نکاح سے قبل طلاق معلق کا حکم
رشتہ کرنا چاہا لیکن لڑکی والوں کے ناجائز مطالبات کی وجہ سے
لڑکے نے کہا کہ اگر اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا تو یہ مجھ پر طلاق ہوگی۔ تو کیا نکاح ہونے کے بعد
یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا اس پر طلاق واقع ہوگی؟

الجواب :- صورت مرقومہ میں چونکہ طلاق کو نکاح سے معلق کیا گیا ہے اس لیے نکاح ہو جانے
کے بعد لڑکی پر طلاق واقع ہوگی لیکن قسم میں طلاق کا چونکہ ایک دفعہ ذکر ہے اس لیے دوسری دفعہ
نکاح کرنے کے بعد لڑکی اس کے نکاح میں آ سکتی ہے، تاہم اگر ایجاب و قبول دوبارہ یا سہ بارہ ہو تو

لے قال العلامة المرغینانی : وان حلف ليقعلن كذا ففعله مرة واحدة بتر في يمينه لان المتنم فعل
واحد غیر عین اذا لمقام مقام الاثبات قباي فعل فعله وانما یحدث لوقوع الیاس عنه وذلك بموته
اوبفوت محل الفعل۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۱۲۹) باب اليمين فی تقاضی الدراهم

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْهَنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۱۲۹ اباب الحادی عشر فی اليمين فی الضرب۔
قال العلامة قاضي خان : ولو قال سوگند خورم بطلاق کہ این کارکنم لا یكون یمينًا۔
الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۲ ص ۱۲۹ فصل فی الفاظ اليمين بالفارسیۃ
وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْبَزْازِيَّةِ عَلَى هَامِشِ الْهَنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۶۴ کتاب الايمان۔ نوع الثانی فیما یكون یمينًا

پہلی بار ایجاب سے نکاح ہو کر طلاق واقع ہوگی دوسری یا تیسری بار ایجاب و قبول سے دوبارہ نکاح منعقد ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي، شرطه الملك او الاضافة اليه كان نكحتك فانت طالق۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۳۷ باب التعلیق) ۱۷

طلاق معلق سے بچنے کا حیلہ | سوال :- ایک شخص نے کسی کام کے کرنے سے تین طلاق

معلق کی ہیں ابھی تک توحنت کا موقع نہیں آیا ممکن ہے کسی وقت حنت واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ بن جائے، ایسی حالت میں اس خطرہ سے بچنے کیلئے اس شخص کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے ؟

الجواب :- طلاق معلق کی صورت میں شرط کی موجودگی میں طلاق کا واقع ہونا ایک ضروری امر ہے تاہم اس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ شخص بیوی کو طلاق بائن دے کر فارغ کرے، عدت گزارنے کے بعد یہ عورت اس کے نکاح سے نکل جائے تو آزادی کی حالت میں شخص وہ کام کرے جس سے طلاق معلق کی ہے، چونکہ اس وقت عورت اس کی ملک میں نہ ہونے کی وجہ سے طلاق غیر مؤثر رہے گی، اور ایک دفعہ حانت ہونے سے یمن پورا ہو کر دوبارہ کرنے سے حنت لازم نہیں آتا اس لیے جب دوبارہ نکاح کرے تو ابھی متعلقہ کام کرنے سے حنت لازم نہیں آئے گا۔

قال ابن عابدین، لو حلفت لا یخرج امرأتہ الا باذنه فخرجت بعد طلاق وانقضت العدة لم یحنت وبطلت الیمین بالبینونة حتی لو تزوجها ثانیاً ثم غرت بلا ذک لم یحنت۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۳۷ باب التعلیق مطلب الملک) ۱۸

۱۷: قال العلامة المرقيني، واذا اضاف الطلاق الى النكاح وقع عقيب النكاح مثل ان يقول لامرأة ان تزوجتك فانت طالق او كل امرأة تزوجها فهي طالق۔

(الهداية ج ۲ ص ۳۸۵ باب الايمان في الطلاق) ۱۹

وَمِثْلُهُ فِي السُّنَنِ فِي السُّنَنِ ج ۱ ص ۲۲ الفصل الثالث في تعلیق الطلاق بكلمة ان واذا وغيرها۔
 ۱۸: قال العلامة الحصكفي رحمه الله، فعليه من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتدخل اليمين فينكحها۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار

جلد ۲ ص ۵۳۵ باب التعلیق۔ مطلب اختلاف الزوجين في وجود الشرط) ۲۰

وَمِثْلُهُ فِي السُّنَنِ ج ۱ ص ۲۱ الباب الرابع في طلاق بالشرط، الفصل الاول في الفاظ الشرط۔

طلاق کلمہ کی حقیقت | سوال :- ایک شخص نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے طلاق کلمہ دیا ہے ، اس سے کون سی طلاق واقع ہوگی ؟

الجواب :- طلاق کلمہ کی حقیقت حروفِ شرط کے ساتھ ذکر ہو کر خاص الفاظ ہیں، ویسے یہ عنوان معنوں کے وجود کے لیے لازم نہیں، اس لیے صرف عنوان ذکر کرنے سے اس کی کوئی حقیقت نہیں پائی جاتی۔

قال العلامة ابن عابدین: ناقلًا عن البرزازیة انه قد اشتهر فی رسالتی شروان
ان من قال جعلت کلها او علی کلها انه طلاق ثلاث معلق وهذا باطل من هذیانات
العوام - رد المحتار حاشیه الذر المختار ج ۲ ص ۲۶۵ باب الصریح له

کلمہ طلاق کے وقوع سے بچنے کی صورت | سوال :- ایک شخص نے کسی کام سے اجتناب اور پرہیز کرنے کے لیے بڑی تاکید کرتے ہوئے کہا: اگر میں نے فلاں کام کیا تو جب بھی میں نکاح کروں وہ بیوی مجھ پر طلاق ہوگی۔ ایسے شخص کو طلاق سے بچانے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے؟

الجواب :- ایسی طلاق فقہاء کی اصطلاح میں "طلاق کلمات" کے عنوان سے معنون ہے جس میں شخص مذکور اگر متعلقہ کام کرنے کے بعد اصالتاً یا وکالتاً نکاح کرے تو بیوی اس پر طلاق ہو گئی، کیونکہ نکاح کے وکیل کے تصرفات کی نسبت بھی مؤکل کی طرف ہوتی ہے۔ تاہم فقہاء نے اس سے بچنے کے لیے ایک حیلہ تجویز کیا ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی بن جانے کی توقع کی جاسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص اپنی حالت کسی ایسے عالم کے سامنے بیان کرے جو اس کی ضروریات کو جان کر اس کے لیے بحیثیت فضولی نکاح کرے اور شخص مذکور کسی توکیل یا زبان سے ایجاب و قبول کے بجائے عملی طور پر اجازت دے دے جس سے نکاح متصور ہوگا۔

قال ابن بدين: حيلة فيه أن يجرى فيه فضاء ويجوز بالفعل كقول الواجب اليها. (رد المحتار ج ٢ باب التعليق) ٥٣٤

له وقال ابن البراء: والله ما رأيت من قبله من هذا. (الفناوى) بيزانية على هامش الهندية ج ٣٢٤ ندرج في تعليقه بالملك

المهر ونحوه لا تطلق - (الفتاوى الهندية ج ١٩) الفصل الثاني في تعليق الطلاق بكلمة كل وكلمها

وَمَثَلُهُ فِي الْبَزَائِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ٢ م ٢٥٣ نَوْعٌ فِي تَعْلِيْقِهِ بِالْمَلِكِ -

سوال :- ایک شخص نے بیوی سے کہا اگر میں گھرا یا تو تجھے میں گھرا یا تو تجھے طلاق ہوگی۔ اب وہ خود تو گھر نہیں گیا لیکن کسی دوسرے شخص نے اسے اٹھا کر جبراً گھر میں داخل کر دیا، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- شخص مذکور کی مرضی کے بغیر اسے اٹھا کر جبراً گھر میں لانے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الہندیۃ: فان احتملہ نیرہ فادخلہ بغیر امرہ لم یحنت سوا مکان راضیاً
 بذلک بقلبہ او ساخطاً وسوا مکان قادراً علی الامتناع اولہ یکن۔
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲۷ باب الثالث فی الیمین علی الدخول والسکني) ۲۸

سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کے گھر جانے سے منع کرنے کیلئے طلاق پر قسم کھانا کو کسی کے گھر جانے سے منع کرنے کے لیے کہا کہ اگر تو اس وقت فلاں کے گھر گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے، اب اگر اس کی بیوی اسی وقت یا اس کے بعد اس گھر گئی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- صورت مسئلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کا قول اسی مجلس سے خاص ہے اگر بیوی اس مجلس سے اٹھ کر فلاں کے گھر چلی گئی تو طلاق ہے اور اگر اس مجلس کے بعد اس گھر گئی تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال المرغینانی: ولو ارادت المرأة الخروج فقال ان خرجت فانت طالق فجلست ثم خرجت لم یحنت وكذلك ان اراد ضرب عبده فقال له اخرج ان ضربته فعبدي حر فتركه ثم ضربته وهذه تسمى یمین
 فوردت ابو حنیفۃ باظهاره الخ۔ (الہدایۃ ج ۲۸۶ باب الیمین فی الخروج والاتیان والوکوف وغیر ذلک)
 لہ قال قاضیخان، ولو حلف ان لا یدخل... وان احتملہ انسان فادخلہ فیہا فان کان الحالف لا یقدر علی الامتناع لا یحنت
 فی قولہم ان کان یقدر ولم یمتنع وهو راض بقلبہ اختلفوا فیہ والصیح لہ لا یحنت۔ (فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۳۱۸)
 فصل فی الدخول، کتاب الیمان)۔ ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲، الفصل السابع عشر فی الیمین فی الدخول۔

قال ابن نجیم: امرأة تہیات للخروج فحلف لا یخرج فاذا جلست ساء ثم خرجت لا یحنت لان قصدہ ان یمنعہا من الخروج
 الذی تہیات لہ فکانہ قال ان خرجت ای الساعة ومنہ من اراد ان یضرب عبداً فحلف علیہ لا یضربہ فاذا
 ترکہ ساعة بیث ینہب قورہ ذلک ثم ضربہ لا یحنت۔ (المحررات شرح کثر اللائق ج ۲ باب الیمین فی الدخول والخروج
 والسکني والاتیان وغیر ذلک)۔ ومثله فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ کتاب الیمان الفصل الثامن عشر فی الخروج والاتیان

طلاق کے ساتھ متصل انشاء اللہ کہنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے کر ساتھ ہی متصلاً یہ کہے "انشاء اللہ تعالیٰ"۔

کیا اس طرح یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب طلاق دینے کے بعد متصلاً انشاء اللہ تعالیٰ کہا جائے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: وإذا قال الرجل لامرأته انت طالق انشاء اللہ متصلًا لم يقع الطلاق۔ (الهدایة علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶ کتاب الیمان فی الطلاق)۔

اگر فلاں کا کیا تو طلاق ہوں گا | سوال :- کسی شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے یوں کہا: اگر اس نے فلاں کا کیا تو طلاق ہوں گا، کیا اس کا کہنے پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق عرف میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے بیوی کو طلاق دیدی ہو، اس لیے مذکورہ الفاظ کہنے کے بارے میں متقل جزیئہ نہیں ملا لیکن عام قواعد سے اندازہ ہوتا ہے کہ حائث ہونے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔

لما قال العلامة ابن عابدین: وقد تعورف فی عرفنا فی الحلف اطلاق يلزمني لا افعل كذا يريد ان فعلته لزم اطلاق ووقع فيجب ان يجري عليهم لانه صار بمنزلة قوله ان فعلت فانت طالق، وكذا تعارف اهل الارياق الحلف بقوله على الطلاق لا افعل۔ الخ رد المحتار علی الدر المنثور ج ۲ ص ۲۶۹ باب الصبریم م ۲

طلاق کے لیے کسی اور کو حق دینا | سوال :- اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے والد کو اس طرح دیا کہ میں مرد بن مرد بقائم ہوش و حواس

لہ قال العلامة التمرتاشی: قال لها انت طالق انشاء اللہ تعالیٰ متصلًا مسموعًا لا يقع۔

(تنویر الابصار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۲ باب التعليق)

وَمِثْلُهُ فِي كُنْزِ الدَّقَائِقِ ج ۱ ص ۱۲۳ باب التعليق۔

لہ وقال العلامة ابن نجيم: وفي فتح القدیر وقد تعورف فی عرفنا فی الحلف الطلاق يلزمني لا افعل كذا يريد ان فعلته لزم اطلاق ووقع فوجب ان يجري عليهم۔ الخ

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ۳ ص ۲۵۲ باب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۳ ص ۲۶ کتاب الیمان فی الطلاق۔

برٹما اور رغبت بلا کسی تہر و اکراہ کے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق اپنے والد کو تفویض کرتا ہوں ، اس پر اس کے دستخط اور گواہ بھی موجود ہوں ، کیا اس کے بعد والد بیٹے کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- طلاق میں مطلقاً توکیل درست ہے ، اس لیے اگر بیٹے نے باپ کو طلاق دینے کے اختیارات دیئے ہوں تو والد کسی وقت بھی ان اختیارات کو استعمال کر کے اپنے بیٹے کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے ، تاہم بیٹا کسی وقت بھی اس سے رجوع کر سکتا ہے جس کے بعد والد کو طلاق دینے کا حق باقی نہیں رہے گا ۔

قال العلامة الحصكفي: وأما في طلق فمركب اد قوله لأجنبي طلق امرأتی فیصح رجوعه منه ولحق
يعقيد بالمجلس لانه توکیل محض (الدر المختار ج ۳ ص ۳۳۱ باب تفویض الطلاق) لہ
بیوی کو طلاق کا حق دینا | **سوال :-** ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق کا حق سونپتے ہوئے کہا
طلق نفسك، تو کیا اس اختیار سے عورت تین طلاق بھی استعمال کر سکتی
ہے ، کیا اس سے تین طلاق واقع ہوں گی ؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں چونکہ شوہر کی طرف سے بیوی کو اختیارِ کل حاصل ہے
لہذا اگر عورت تین طلاق استعمال کرنی چاہے تو بھی درست ہے بشرطیکہ شوہر نے تین کی
نیت کی ہو ورنہ ایک طلاق کا اختیار تو عورت کو حاصل ہے ہی ۔

لما قال العلامة الحصكفي: قال لها طلق نفسك هذا تفویض بالصريح ولا يحتاج
الى النية والواقع به رجعي وتصح فيه نية الثلاث - (الدر المختار علی هامش رد المحتار
ج ۲ ص ۵۱۵ باب تفویض الطلاق) لہ

لہ قال العلامة طاہر بن عبد الرشید انصاری: ما يدل علی جواز الوکالت فی الطلاق
وصحته مانصہ - وفي المحيط: سئل شمس الاسلام عن قال لغيره طلق امرأتک
فقال ذلک الغير الحکم لک فقال ان کان الحکم لی طلقته... الخ

(خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۸۹ کتاب الطلاق، جنس آخر فی التوکیل..... الخ)

لہ وفي الہندیۃ: قال لها طلق نفسك سوا... لہذا انصحہ... ان تعلق
نفسها - (الفتاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۸ الفصل الاول فی المشیئة)

بَابُ تَفْرِيقِ مَفْقُودِ الْخَبَرِ وَخَوْدِهِ

(مفقود الخبر وغیره کی تفریق کے مسائل)

سوال :- ایک بالغ لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا گیا، ابھی نچستی عمل میں نہیں آئی کہ اس کا خاوند لاپتہ ہو یا جس پر آٹھ سال گزر گئے ہیں، تمام ذرائع ابلاغ اور دستیاب وسائل سے اس کی تلاش کی گئی تاہم اس کی موت و حیات کا پتہ نہ چل سکا، لڑکی جوان ہے اور اس کی کوئی سرپرست بھی نہیں کیا شریعت میں اس کیلئے قبیح نکاح کی کوئی صورت ہے تاکہ وہ کسی دوسری جگہ نکاح کرے۔

الجواب :- زوجہ مفقودہ خبر کے بارے میں فقہ حنفی کی جزئیات پر عمل کرنا مشکل ہے، کیونکہ مدت دراز تک بیوی کیلئے خاوند کا انتظار کرنا متعدد معاشی اور اخلاقی مسائل کا موجب بن سکتا ہے۔ اس لیے فقہاء کرام نے امام مالک کے مذہب کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ آسانی کی صورت پیدا کی ہے کیونکہ بوقت ضرورت دوسرے فقہاء کے مذہب پر عمل کرنا مقرر ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: وقد كان بعض اصحابنا يفتون بقول مالك في هذه المسئلة للضرورة ثم رأيت ما بعثته بعينته - ذكره محشي مسكين عن السيد المحمدي وسيأتي نظير هذه المسئلة في زوجة المفقود حيث قيل انه يفتي بقول مالك انها تعتد عدة الوفاة بعد مضي اربع سنين - (رد المحتار على الدر المختار ج ۳ ص ۵۹ باب العدة) وقال في موضع اخر: وذكر الفقيه ابوالليث في تأسيس النظائر انه اذا لم يوجد في مذهب الامام قول في مسئلة يرجع الى مذهب مالك لانه اقرب المذاهب اليه - (رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۸۴)

وقال في مذهب مالك زوجة المفقود: وقال في الدر المنتقى بأولي لقول القهستاني لو اُفتي به في موضع الضرورة لا بأس به على ما اظن (الى ان قال) وقد قال في البرزانية الفتاوى في زماننا على قول مالك - (رد المحتار جلد ۴ ص ۲۹۵)

کتاب المفقود، مطلب فی الافتاء، مذهب مالک فی زوجة المفقود، ایلیے ایسی حالت میں امام مالک کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، چونکہ فقہاء احناف

نے اس پر عمل کی گنجائش پیدا کی ہے اس لیے یہ فقہ حنفی ہی کا حکم شمار ہوگا۔
پس جس عورت کا خاوند لا پتہ ہو اور چار سال اس کے لا پتہ ہونے پر گزر جائیں اور
اس کی حیات و ممات کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہوں تو اب اگر عورت خاوند کے انتظار
میں بیٹھی رہے تو اس کو نان و نفقہ کا مسئلہ درپیش ہوگا، اگر اخراجات کا مسئلہ کہیں سے حل
ہو جائے لیکن بغیر خاوند کے بیٹھنے میں کسی بے راہروی کے شکار ہونے کا اندیشہ ہو تو اس
حالت میں اپنے آپ کو کسی امتحان میں ڈالتے کے بجائے غلامی کی صورت تلاش کرنا زیادہ
مناسب ہے تاکہ عورت اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

ایسی عورت کو علماء کرام یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ چار سال تک انتظار کرنے کے بعد
کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں اپنا معاملہ لے جائے، عدالت ایک سال تک ممکنہ ذرائع
سے اس کے خاوند کو تلاش کرے، اگر خاوند نہیں مل جائے یا اس کی موت قطعی اور یقینی
طور پر ثابت ہو تو قبہا و نعمت ورنہ ایک سال کی تحقیق کے بعد متعلقہ عدالت خاوند کی
عورت کو فسخ نکاح کی ڈگری صادر کرے گی جو عورت کے حق میں طلاق بائن شما
ہوگی جس کی رو سے عدالت گناہ کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح، اسی حالت میں اگر
خاوند کہیں سے آجائے تو عدالت کا فیصلہ اس کے آنے سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ بیوی
دوسرے خاوند کے پاس رہے گی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس مسئلہ کے بارے میں یوں روشنی ڈالتے ہیں: ”مفقود
کو باتفاق ائمہ مجتہدین اپنے مال کے بارے میں اُس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جب تک
اسکے ہم عمر وہم قرن لوگ زندہ پائے جائیں، جس وقت بستی میں اُسکے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں
اُس وقت اُس کی موت کا حکم کیا جاتا ہے یعنی قاضی اس کی موت کا حکم دیدیتا ہے اور اس
کی میراث وغیرہ تقسیم کرنے کی اجازت ہو جاتی ہے، اس پر ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ،
امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا اتفاق ہے۔ کہا ہو مصرح فی کتبہم اور امام اعظم
اور امام شافعیؒ کو بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجہ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ
جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں اُس وقت تک وہ زندہ ہے اور حسب قاعدہ اس کی
بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک زوجہ مفقود الخبر کو
اسکے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جبکہ

اس مفقود کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت و موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو مرکز جنگ میں گم ہو گیا یا ایسے مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے یا سمندر میں سفر کیا ہو اور ساحل پر پہنچنے کا پتہ نہ چلا ہو) اس قسم کی صورتوں میں اتنا انتظار کر کے موت کا حکم دے دیا جاوے گا کہ جس میں حاکم کو مفقود کے فوت ہو جانے کا غلبہ ظن ہو جاوے اور اس حکم بالموت کے بعد اس کی عورت کو عدت و فوات گزار کر نکاح کر لیتا جائز ہوگا۔

کافی الشامیۃ تحت قول الدر۔ (واختار الزیلعی تفویضہ الی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی۔ المصلحة حکم بموته (الی ان قال) ومقتضاه انه یجتهد ویحکم بالقرائن الظاهرة الدالة علی موته وعلی هذا یبتنی ما فی الجامع الفتاویٰ حیث قال واذ اُفقد فی المہلکة فموتہ غالب فی حکم بہ کما اذا اُفقد فی وقت الملاقات مع العدو او قطاع الطريق او سافر علی المرض الغالب ہلاکہ او کان سفرہ فی البحر وما شہد ذلک حکم بموتہ لانه الغالب فی ہذہ الحکالات وان کان احتمالین واحتمال۔ موتہ ناشئ عن دلیل لا احتمال حیاتہ لان ہذا الاحتمال کا احتمال ما اذا بلغ المفقود مقدار ما لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقدار نقل عن الغنیۃ انتہی ما فی جامع الفتاویٰ وافتی بہ بعض مشائخنا و قال انه افتی بہ قاضی زادہ صاحب بحر الفتاویٰ لکن لا ینحی انہ لا بد من مضي مدة طويلة حتی یغلب علی الظن موته لا بمجرد فقده عند ملاقات العدو او سفر البحر ونحوہ۔

رہدالمختار ۳۶۳ ج ۳ مطلب فی الافتاء بمذہب مالک فی زوجۃ المفقود

اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں زوجہ مفقود کے واسطے اس کے سوا کوئی گناہش نہیں کہ مفقود کے ہم قرن لوگوں کے ختم ہونے پر قاضی اس کی موت کا حکم کر دے اور بعد ازاں عورت عدت و فوات گزار کر نکاح کرے۔

لیکن امام مالکؒ نے چند شرائط کے ساتھ رجن کی تفصیل عنقریب آتی ہے) ہر حال میں (یعنی ہلاک مٹنوں ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حکم حاکم کے بعد چار سال انتظار کر کے عدت گزارنے پر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے اور امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے۔ (کافی المغنی ج ۹ ص ۱۲۳)

اور ہر چند کہ حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل نہایت قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے مگر فقہاء حنفیہ میں سے بعض متأخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں امام مالکؒ

کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ اور منتقیؒ نے قہستانیؒ کا رجوعِ فتویٰ صدی ہجری کے مشائخ حنفیہ میں ہیں) کا قول نقل کیا ہے: لو افقی یہ فی موضع الضرر فجازہ (ج ۳ ص ۳۶۲ مطلب قضاء القاضی علی ثلاثہ اقسام) اور ایک غرض سے اباب فتویٰ اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اسی قول پر فتویٰ دینا اختیار کر لیا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا ہے، لیکن جب تک عورت صبر کر کے اس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے، ہاں بوقت ضرورت شریعوں کے مثلاً خرچ کا انتظام نہ ہو سکے یا بوجہ خوف معصیت کے بیٹھنا مناسب نہ ہو سکے تو اس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ایسے ہی مواقع کے لیے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے، مگر کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرطیں ہوں ان سب کی رعایت کی جاوے۔ لمانی الدر المنعتمد من ان الحكم الملق بباطل بالاجماع قال الشامي تحتہ مثاله متوضی سال من بدنه دم ولس امرأة ثم صلی فان صحت هذه الصلوة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي والتلفيق باطل فمحتہ منتفیة ۱۰۰۔ وایضاً قال الشامي عن الشرنبلالی تحت قول الدر وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل۔ اتفاقاً وانہ يجوز له العمل بما يخالف ما عملہ علی مذہبہ مقلداً فیہ غیر ما مستجماً شرطہ۔ رجاء مطلبیہ۔ ہذا مسئلہ مفقود الخبر میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا اور شامیؒ و دیگر علماء نے اس کے متعلق جو مذہب مالکیہ نقل کیا ہے وہ محض اجمال تھا اور مسئلہ کی پوری تیقح اور اس کے تمام قیود و شرائط علما مالکیہ ہی سے معلوم ہو سکتے تھے اس لیے اس ضرورت کا احساس کر کے مالکی الذہب اباب فتویٰ کی خدمت میں مدینہ طیبہ رزادھا اشد شرفاً و توراً مفصل استفتاء بھیجا گیا، وہاں کے متعدد علمائے محققین نے نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے، لیکن پھر ان میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس لیے مکران حضرات کو تکلیف دی گئی کہ مکرر جوابات کے بعد بھی کچھ اور سوالات کی ضرورت ہوئی تو سہ بارہ ان کی خدمت میں سوالات بھیج کر جوابات حاصل کئے، تسلیم مراسلت کتب خانہ مدرسہ امداد العلوم نقانہ بھون میں محفوظ ہے اور ان فتاویٰ کا مجموعہ آخر سالہ میں ملحق کر دیا گیا ہے، ان فتاویٰ کی جس جس عبارت سے ہمارے سوالات کا جواب ملتا ہے ان سب پر الفاظ سے نمبر شمار ڈال دیئے گئے ہیں اور جوابات مندرجہ ذیل ہیں، ان عبارات کے صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہل علم اس نمبر کے حوالہ سے آخر سالہ میں

استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں، اب سوالات اور جوابات اردو میں یہاں درج کیے جاتے ہیں:-

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے مالکیہ مسائل ذیل میں کہ:-

(اول) جو شخص مفقود (اللبیۃ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا کیا اس کی زوجہ کے لیے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے، اگر یہ حق ہے تو کیا اس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اس کو اختیار دے دیا جائے گا؟

(دوم) اگر مہلت دی جاوے گی تو اس کی ابتداء کب سے شمار ہوگی؟ مرقعہ اور خاصہ کے وقت سے یا تم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے؟

(سوم) کیا زوجہ مفقود فسخ نکاح میں خود مختار ہے یا قضاء قاضی شرط ہے اور صورت فسخ کی کیا ہوگی؟

(چہارم) اگر قفلے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اس کو مایوسی ہو جائے اس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اس کے اولیاء کا تلاش کر لینا کافی ہے؟

(پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ تو وہاں اسکی کیا صورت کی جائے؟
(ششم) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں یکساں ہے یا مختلف؟ اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دارالاسلام سمجھے جاویں گے یا دارالحرب؟ (اعینونا اعانکم اللہ تعالیٰ)

جوابات

(جواب سوال اول) زوجہ مفقود کے لیے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے

کی دارالاسلام میں صورت یہ ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرقعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے یعنی شہرت عام کی بناء پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے۔ کما فی المنتقی

للہاجی المالکی ص ۲۳ ج ۵ کتاب الاقضية (فروع) واما النکاح ففي العتية عن سحنون قال جل اصحابنا يقولون في النکاح اذا استنشر خبره في الجيران ان فلانا تزوج فلانة

وسمع الزفات فله ان يشهد ان فلانة زوجة فلان الخ) اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود
 والا پتہ ہوتا ثابت کرے بعد ازاں قاضی خود بھی اس مفقود کی تفتیش و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے
 مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود
 کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا، اور نیز ان چار سال کے
 ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت و فاقہ گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار
 ہوگا۔ اور اب چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدت و فاقہ
 کے لیے حکم حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قضاے قاضی صرف اول بار بوقت ماجل
 ضروری ہے۔ کما صرح بذلك في شرح الدرر۔ (فتا ج ۱) حیث قال الخلیل فیئوجل
 الحرار یع سنین (الی قولہ) ثم اعتدت عدت الوفاة وسقطت بهما النفقة ولا یحتاج
 فیہا الاذن، وقال الدرر یرتحتہ لاذن من الحاکم لان اذنه حصل بضرب الاجل
 اولاً م۔ ویأتی فی الروایة السالعة من فتوی العلامة محمد طیب بن اسحق مفتی
 المالکیة بالمدينة المنورة۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کیے
 تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے تاکہ مذہب
 حنفیہ کی حتی التوسع رعایت ہو جائے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کو دوبارہ مرافعہ دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ
 دشوار ہو وہاں بغیر مرافعہ ثانی کے ہی عمل کرنے میں مضائقہ نہیں۔

یہ حکم مذکور تو دارالاسلام میں تھا اور دارالحرب میں زوجہ مفقود کا جہور مالکیہ کے نزدیک

عہ کیونکہ ان کے نزدیک مفقود کے تمام اہم امور واد کے ختم ہو جانے پر بھی حکم بالموت حاصل کرنا شرط ہے۔ کافی
 شرح الدرر عن القیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فمال ینضم الیہ القضاء کا
 یكون حجة اور معتضد قاعدہ احتیاط ہونے کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ عورت کی
 دوبارہ درخواست پر موت مفقود کا حکم کر کے عدت و فاقہ گزارنے کا حکم دیا تھا۔ اور مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے
 مذہب کی اصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کا فیصلہ ہے پھر نہ معلوم اس جزو میں کیوں خلاف کرتے ہیں۔
 خیز عین کو قاضی کی طرف سے سال بھر کی مہلت ملنے کے باوجود بھی زوجہ عین کو اس سال کے گزر
 جانے پر دوبارہ درخواست دینی پڑتی ہے اس میں حنفیہ کے ساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں پس نہ معلوم
 انہوں نے عین اور مفقود میں کیا فرق سمجھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

تو وہی حکم ہے جو خفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کے لیے اس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ کافی الروایۃ الثالثة من فتویٰ العلامة سعید بن صدیق مفتی المالکۃ بالمدينة الطاهرة زادها الله تعالى شرفا واجلالاً۔ (اور بعض حضرات نے اس کی مدت طبعی عمر کے لحاظ پر متعین بھی کر دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں، بعض کے نزدیک نوے برس، بعض کے نزدیک پچیس برس بعض کے نزدیک ستر برس وغیرہ)۔ (ولکن الاولى ان يفوض الى رأي اهل الخبرة واهل العلم بحالہ من صحته وسقمه وقوته وضعفه) مگر اشہب نے جو کہ امام مالک کے متنازعہ کردوں میں سے ہیں اور فقہاء مالکیہ میں بلند پایہ مقام رکھتے ہیں (دار الحرب میں بھی زوجہ مفقودہ الخیر کا وہی حکم رکھا ہے جو دارالاسلام میں گزر چکا ہے۔ کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مدنہ ۱۵ ج ۲) حیث قال واما المفقود فی بلاد الحرب فتحکمہ حکم الاسیر لا تنزوح امرأته ولا تقسم ماله حتی یعلم مرتہ او یأتی علیہ من الزمان مالا یحییٰ الی مثلہ فی قول اصحابنا کلہم حاشا اشہب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجة جميعاً ۱۰۰۔

(جواب سوال دوم) حاکم جو چار سال انتظار کے لیے مقرر کرے گا اس کی ابتداء اس وقت سے کی جاوے گی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ کافی اول الفتویٰ من العلامة سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ با وضوح وجہ ما فی الروایۃ العشرين من العلامة الموصوف۔

(جواب سوال سوم) زوجہ مفقود کسی صورت میں اس کے نکاح سے خارج ہوئے خود مختار نہیں بلکہ ہر حال میں قضائے قاضی شرط ہے۔ کما ہو مصرح فی الروایۃ العشرين من الامام مالک رحمہ اللہ، اور صورت مرافعہ اور فسخ کی سوال اول کے جواب میں گزر چکی ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اسکے اویا کی تفتیش اور ان کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود قاضی بھی تلاش کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی و حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے۔ کافی شرح الدرر ۳۹۹ من حین العجز عن خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التي یظن ذهابہ الیہا من البلدان بان یورسل الحاکم رسولا بکتاب الحاکم تلك الاماکن مشتمل علی صفة الرجل وحرفته

ونسبہ یافتہ عنہ فیہا ۱۰۰ اور جس جگہ جانے کا گمان غالب نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیجو تحقیق کرے اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملتے کی امید ہو تو یہ بھی کرے، الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور خیر تبلیغ کرے کما لا ینغنیٰ اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے اس وقت مذکورہ الصراطین پر چار سال مزید انتظار کا حکم کرے۔ کافی الروایۃ العشرین من فتویٰ العلامة سعید بن صدیق مفتی المالکیۃ بالمدينة المنورہ (رنادھا اللہ شرفاً) اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا کہ بیت المال کے ذمہ ہے، اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اس کے ذمہ ہوں گے، کافی الروایۃ الخامس عشر من فتویٰ العلامة الفاضل شمس اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ، اگر ان مواقع میں حکومت مصارف برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے۔

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کے تہذیب کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو ان کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کا قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ اس جز (دوم) کے مقدمہ میں مفصل گزر چکا ہے، اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کر کے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہو جائے گا لیکن پنچایت کا ان شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گزر چکی ہیں ہاں دیکھ لیا جائے۔

تمتہ ہذا الجواب | اگر زوجہ منفقہ ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور وہ اس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اس کا فیصلہ بھی زوجہ منفقہ کے لیے کافی ہے۔ فانہا اذا دخلت فی بلد القاضی دخلت

عہ و ہذا القول الثالث اعدل الاقاویل عندنا، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ من
عہ افسوس ہے کہ علامہ موصوف اس فتوے کی اشاعت سے قبل ہی رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ
وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ۱۲ من

تحت ولايته واما المفقود فالولاية عليه ليس بشرط كماله يخفى، لكن اگر زوجہ مفقود یا زوجہ عنین تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ بخون و عنین بھی اُس قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

عہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ مفقود الخبر جس جگہ کا باشندہ ہے وہاں کے قاضی کی ولایت گو اس وقت تو اس پر ثابت نہیں مگر پیشتر اس کے اس پر ولایت تھی اس واسطے ولایت اصلہ کی بناء پر وہاں کے قاضی کی قضاء نافذ ہو سکتی ہے اور جس قاضی کی ولایت میں اول ہی سے نہ تھا اس کی قضاء نافذ نہ ہونا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفاذ قضاء کے لیے ولایت مال شرط ہے ولایت سابقہ معتبر نہیں، پس سب جگہ کے قاضی مفقود کے بارے میں یکساں شمار ہوں گے۔ وھذا لما فی رد المختار ج ۲ ص ۵۵ باب الولی۔ مطلب لا یصح تولید الصغیر شیخا علی الصغیرات ص ۳۱۲ المجلد الشانی مطبع دراجیاء ثراث العربی) تحت قول الدر صغیرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاکم ثمة توقف و نفذ باجارتها بعد بلوغها لان له مجیزاً وهو السلطان۔ قوله ولا حاکم ثمة ای فی موضع العقد قوله توقف لهذا مبني على كفاية ذلك المكان تحت ولایت السلطان وان لم يكن تحت ولاية قاضٍ وعليه فبطلان العقد يتصور فيما اذا كان في دار الحرب او البحر او المفانة ونحو ذلك بخلاف القرى والامصار ويدل عليه ما في الفتح في فصل الوكالة بالسكاح حيث قال وما لا يجيز له ای ما ليس له من يقدر على الاجازة يبطل كما اذا كانت تحت حرة فزوجها الفضولي امته او اخت امرأته او خامسة او زوجة معتدة او مجنونة او صغیرة او یتیمہ فی دار الحرب او اذا العرین سلطان ولا قاض لعدم من يقدر على الامضاء حالة العقد فوقع باطلاً۔ ۱۰۔ چونکہ اس روایت میں مجنونة او صغیرة فی دار الحرب عام ہے اس کو کہ وہ مجنونة یا صغیرہ اول ہی سے دار الحرب میں ہو یا پیشتر دارالاسلام میں تھی اور اب دار الحرب میں چلی گئی، اس عموم کی وجہ سے ثابت ہوگا کہ ولایت سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اس مجنونة و صغیرہ کا بودارالاسلام سے گئی ہو اعتبار ہوتا۔ ونیز قول الشانی ای فی موضع العقد اور ذلك المكان تحت ولایت السلطان کے لفظ سے واضح ہے کہ ولایت کے لیے سلطان و قاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے، اور مالک نے تو اس کی صاف تصریح کی ہے، چنانچہ شرح دررد میں ہے (ولا یزوج) (القاضی) (امراة) ای لایتولی عقد نکاحها حیث لا ولی لها الا الحاکم (لیست بولاية) بان کانت خارجة عنها اذا لا ولاية علیها وان کان اصلها من اهلها۔ ۱۱ (ص ۲۹۹ جلد ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ منہ (ماخوذ از حیلۃ ناجزہ از ص ۵۹ تا ص ۶۶)

(جواب سوال ششم) منقود کا حکم دار الحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اول کے جواب میں مفصل گزر چکا ہے۔

مگر علمائے مالکیہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان و مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں باوجود حکومت کافر مسلط ہو جانے کے شعائر اسلام ہنوز قائم ہیں ان سب میں منقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے بلکہ جس دار الحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اس دار الحرب میں بھی منقود کا وہی حکم ہے جو دارالاسلام میں ہے پس اصل بنیاد امکان تفتیش ہے۔ اس لیے ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اُس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور زوجہ منقود کو ان ممالک میں چار سال کی مہلت کے بعد عدتِ دفات گزار کر نکاحِ ثانی کا اختیار دیدیا جاوے گا کافی الروایۃ الخامسة للعلامة الفاضل شمس احمد۔ والخامسة والعشرون للعلامة الطيب رحمه الله۔

سوال :- ایک شخص نے کسی عورت سے باقاعدہ نامرد شخص کی بیوی کی علیحدگی کا مسئلہ نکاح کر لیا، نخصتی کے بعد عورت کو معلوم ہوا کہ خاوند حقوق زوجیت کی ادائیگی پر قادر نہیں، اب یہ عورت اگر خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے تو از روئے شرع اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب :- جس عورت کا خاوند پیدائشی طور پر یا کسی ضعف و کمزوری یا کسی بیماری کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہو فقہاء کی اصطلاح میں اس شخص کو عنین کہا جاتا ہے ایسے شخص کیلئے بہتر یہی ہے کہ جب اس کو اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے، یہاں تک کہ کہیں ایک دفعہ بھی جماع پر اس کو قدرت حاصل نہ رہی ہو، علاج و معالجہ سے بھی اس کو قوت کی بحالی ممکن نظر نہیں آتی ہو تو یہ شخص خود عورت کو طلاق دے کر فارغ کر دے تاکہ عورت عدت گزارنے کے بعد باقاعدہ دوسری جگہ نکاح کر کے سکون و اطمینان کی زندگی گزار سکے، اسی حالت میں اگر ایک دفعہ بھی خلوت صحیح ہوئی ہو تو خاوند کو حق مہر بھی ادا کرنا ہوگا۔

اگر خاوند باعزت طریقہ سے عورت کو آزاد کرنے پر تیار نہ ہو تو پھر عورت مجبور ہو کر اپنا مقدمہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں لے جاسکتی ہے، حاکم وقت تحقیق کے بعد اپنے صواب دیدی اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے عورت کو فیخ نکاح کی ڈگری دے سکتا

ہے جو عورت کے حق میں طلاق بائن متصور ہوگی اور وہ عدت طلاق گزارنے کے بعد آزاد ہو کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن یہ اقدام بھی چند شرائط پر مبنی ہے، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ان شرائط کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اس وقت علم تھا اور باوجود معلوم ہونے کے نکاح کیا ہے تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔ لما فی الہندیۃ : ان علمت المرأة وقت النکاح انہ عنین لا یصل الی النساء لا یكون لها حق الخصومة۔ وفي الدر المختار، تزوج الاولى او امرأة اخرى عالمة بحاله لا خيار لها على المذهب المفتى به۔ بحرن المحيط خلافاً لتصحيح الخانية۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۵۲۴ الباب الثانی عشر فی العین)

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ جماع کر چکا ہے اور پھر عنین ہو گیا تو عورت فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔ لما فی الدر المختار، فلو جبت بعد الوصول اليها۔ (ج ۲ ص ۶ ص باب العین) مرة قال الشامي: قوله مرة وما زاد عليها فهو مستحق ديانة لا قضاء بحر عن جامع قاضخان ويا نثم اذا ترك الديانة متعتا مع القدرة على الوطى۔ (باب العین ج ۲ ص ۶۳ مطلب باب العین وغیرہ)

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کے ساتھ زندگی بسر کروں گی کیونکہ اگر وہ اپنی رضا کسے تصریح کر چکی ہو تو پھر اس کو مطابقت تفریق کا حق نہیں رہتا ہاں محض سکوت سے اس جگہ رضا نہ

عہ یعنی زبان سے کہہ دیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے۔ کما یدل علیہ اطلاق ما لم تقل فی الروایۃ الاتیہ۔ اور تا جیل سے پیشتر بعد از تا جیل کما ہوا المصرح فی البدائع ونصہ ہذا فالنص هو تصریح اسقاط الخيار وما یجری مجراہ سواء کان ذلك بعد تخيير القاضی اوقبلہ ۱۰ مختصراً ۱۲ منہ

عہ بلکہ تقبیل و مضاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں۔ کما ہوا المصرح فی الدر عن الخانیۃ ۱۲ منہ

سمجھی جائے گی۔ لما فی الدر المختار: فلو وجدته عینا او محبوبا ولم تخصم زمانا لم يبطل حقها۔ قال الشامي قوله لم يبطل ای ما لم تقل رضیت بالمقام معه كذا قيده في التاتارخانية عن المحيط۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۲۸۱ باب العین وغیره۔ مطلب فی طبائع فصول النية الرابع)

پوچھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اُسی مجلس میں تفریق کا اختیار حاصل کرے، پس اگر اس مجلس میں اُس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخاست ہو گئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اب اُس کا اختیار باطل ہو گیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہو سکتی۔

لما فی الہندیۃ: فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خيارها وكذا فی المحيط۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۲۵ باب الثاني عشر فی العین)۔

و نیز مجلس برخاست ہونے اور عورت کے اٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے، مثلاً عورت کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی، وغیرہ ذلك مما يدل على الاعراض، اور تبدل مجلس شامی باب تفویض الطلاق سے معلوم ہو سکتی ہے۔ والدلیل علی ان بطلان الخیار لا يختص بقیامها و قیام القاضی بل کل ما يدل على الاعراض يبطل الخیار۔ قول الدر حیث قال لو وجد منهما دليل اعراض بان قامت الخ۔ لان هذا يدل على ان القيام ذكر حیث ذکر تمثیلاً والمراد مطلق الاعراض، هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ عین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گزرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا ذکر اوپر مفصل ہو چکا قضائے قاضی کے محتاج ہیں بِن حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔ کما فی رد المحتار تحت قول الدر، ولا عبرة بتأجيل غير قاضی البلدة لان هذا مقدمة امر لا يكون الا عند القاضی وهو الفرقة فكذا مقدمة۔ والواجبة۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ باب العین وغیرہ مطلب فی عطف الخاص علی (الحلیۃ الناجزة ص ۱۲۹ تا ص ۱۳۹)

سزا یافتہ قیدی کی بیوی کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص کو کسی جرم کی پاداش میں عدالت کی طرف سے عمر قید کی سزا ہو جائے تو اس

کی بیوی کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب، ایسے شخص کی بیوی تاحیات صبر کرے گی، اس لیے کہ اس شخص پر مفقود کی تعریف صادق نہیں آتی اس لیے کہ یہ مفقود کے حکم میں نہیں۔

لما قال الشيخ ظفر احمد العثماني رحمه الله: يشخص مفقود نہیں کیونکہ مفقود وہ ہے جس کی موت اور حیات کا علم نہ ہو اور اس شخص کی جگہ بھی معلوم ہے، حیات بھی معلوم ہے، لہذا یہ مفقود نہیں بلکہ بتحیتہ ضار ہے۔۔۔۔۔ اس صورت میں امام مالکؒ کے نزدیک بھی وسعت نہیں، لہذا زید کی بیوی بدون زید کی طلاق یا موت کے کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ (امداد الاحکام جلد ۲ ص ۲۸۱ کتاب الطلاق باب التفریق) لے

مُرتد کی بیوی کا حکم | سوال :- اگر ایک مسلمان شخص دشمنان اسلام کے جال میں پھنس کر مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) تو ایسی حالت میں اس کی بیوی کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- خاوند کے مُرتد ہو جانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے لہذا عورت عدت گزارنے کے بعد آزاد ہو کر باقاعدہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

لما فی الہندیۃ: ارتداد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۳۹ الباب العاشر فی نکاح الکفار) لے

لے قال الشيخ المفتی عزیر الرحمن: مفقود الخبر کا حکم دوسرا ہے اور جس کو سزا دیائے شور دی گئی وہ مفقود الخبر نہیں اور اس کی زوجہ دوسرا عقد شوہر کی زندگی میں نہیں کر سکتی، اور مفقود الخبر وہ ہے جس کا نشان و پتہ اور موت و حیات کچھ معلوم نہ ہو اس کو ایک وقت مقرر پر شرعاً موت کا حکم دے دیا جاتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۷۹ کتاب الطلاق)

لے قال العلامة المحقق: وارتداد احد الزوجین فسخ فلا ينقص عدد عاقل بلا قضاء۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۵ باب نکاح الکافر۔ مطلب القبی والمجنون لہا باہل یقاع طلائل للوقع) ومثله فی الہدیۃ ج ۲ ص ۳۲۴ باب نکاح اهل الشرك۔

متعنت کی زوجہ کا حکم | سوال: جناب مفتی صاحب امیرانکاح آج سے چھ سال قبل ہوا تھا دو تین سال گزرنے کے بعد ہمارے گھر بوجہ حالات خراب ہو گئے اور میرے شوہر نے مجھے میرے والدین کے گھر بھیج دیا اور آج تک میری خبر نہیں لی، میں اس مصیبت سے کیسے خلاصی حاصل کر سکتی ہوں؟

الجواب:- متقدمین علماء کے ہاں تو اس قسم کے عوارضات کی وجہ سے عدالت یا مسلمان حاکم نکاح فسخ کرنے کا مجاز نہیں لیکن متاخرین علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عورت شرعی عدالت کی طرف رجوع کرے وہ اس کا حل نکالے گی۔

قال الشیخ مولانا شرف علی تھانویؒ: صورت بالامین زوج کی حیثیت متعنت کی ہے جس کے بارے میں حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:- الجواب:- زوجہ متعنت کو اول تولد ہے کہ کسی طرح خاوند سے طلع وغیرہ حاصل کرے لیکن اگر باوجود کوشش کے (خلاصی کی) کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور بصورت نہ ہونے حاکم کے جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، پھر تحقیق کے بعد شرعی شہادت سے جب عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو ورنہ تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ خاوند کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے، اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی ضرورت نہیں۔

(الحیلۃ الناجزہ مکہ حکم زوجۃ متعنت فی النفقة) ۱۷

دیوث سے بیوی کی نجات کا طریقہ | سوال:- اگر کوئی شخص دیوث ہو اور وہ اپنی بیوی سے زبردستی زنا کرواتا ہو تو

۱۷ قال المفتی عزیز الرحمنؒ و مفتی ظفر الدینؒ: ایسی صورت میں کہ شوہر حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا اور نفقہ نہیں دیتا اس کو لازم ہے کہ زوجہ کو طلاق دیدے، پس اس کو مجبور کیا جائے اور کرایا جائے کہ جس طرح ہو وہ طلاق دے دے، بدون طلاق کے عند الخفیہ نفقہ وغیرہ نہ دینے کی وجہ سے زوجین میں تفریق نہیں ہو سکتی..... بعد کے علماء نے تفریق کی صورت نکالی ہے جو قاضی شریعت یا شرعی پنچایت کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ (ظفر)۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۰ ص ۲۲۶ کتاب الطلاق)

اس عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ کس طرح خاوند سے نجات حاصل کرے؟
 الجواب: ویسے تو ایک مرتبہ نکاح ہو جانے کے بعد عورت بدون طلاق کے شوہر
 سے آزاد نہ ہوگی لیکن صورت مسئلہ میں یہ عورت شرعی عدالت سے اس بارے میں رجوع
 کرے یا شرعی پنچایت کے پاس اپنا مقدمہ دائر کرے، عدالت زبردستی شوہر سے
 طلاق دلوائے گی یا خود نکاح فسخ کرے گی۔

لما قال الشیخ مفتی عزیز الرحمن و مفتی ظفر الدین: اس صورت میں جب تک اس
 لڑکی کا شوہر طلاق نہ دیوے اور عدت نہ گزر جائے اس وقت تک اس لڑکی کا دوسری
 جگہ نکاح کرنا شرعاً درست نہیں ہے، دارالقضاء اور شرعی پنچایت کے ذریعے اس
 طرح کے مصائب سے عورت کو نکالا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۲۳۲ باب التفریق)۔

مجنون کی بیوی کے فسخ نکاح کا حکم | سوال: ایک شخص نکاح کرنے کے چند سال بعد
 پاگل ہو گیا، علاج و معالجہ سے بھی کوئی فرق نہیں
 آیا، حالت جنون میں وہ بہت کچھ کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی بیوی کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو جاتا
 ہے، تو کیا یہ عورت اپنے مجنون خاوند سے اپنا نکاح بذریعہ عدالت فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟
 الجواب: بشرط صدق و صحت سوال اگر اس عورت کا شوہر واقعی مجنون (پاگل) ہو
 اور وہ اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتا ہو اور جنون بھی اس حد تک ہو کہ بیوی کا اس کے
 ساتھ رہنا ممکن نہ ہو اور علاج و معالجہ سے بھی بات نہیں بنتی ہو تو اس عورت کو شرعاً اجازت
 ہے کہ اگر وہ اپنا نکاح شوہر سے فسخ کروانا چاہتی ہو تو عدالت کی طرف رجوع کرے،
 عدالت مکمل تحقیقات کے بعد اس کو فسخ نکاح کی ڈگری جاری کر سکتی ہے جو اس کے لیے
 کارآمد ہوگی۔

لما قال الشیخ اشرف علی التھانوی: امام محمدؒ کے نزدیک اس کو حق حاصل ہے
 کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت
 سے علیحدہ کرا لے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو
 مثلاً اس سے قتل کا اندیشہ ہو الخ۔ (حیلة الناجزة ص ۵۲، ۵۳ حکم زوجہ مجنون)



باب الايلاء

(ايلاء کے مسائل و احکام)

بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا لیکن چند دن کے بعد یہ شخص اپنی اس بات پر پشیمان ہوا، اب اس کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- اگر یہ شخص چار ماہ تک اپنی قسم پر قائم رہتے ہوئے بیوی کے قریب نہ جائے تو بیوی خود بخود علیحدہ ہو جائے گی جس کی تحلیل کیلئے تجدد نکاح ضروری ہے، لیکن اگر اس مدت کے دوران بیوی کے قریب چلا جائے تو اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

لما قال العلامة المحقق: فمن القربى لوقال والله لا اقربك - قال ابن عابدین؛
ای بلا بیان مدة اشارة الى انه كالموقت بمدة الايلاء لان الاطلاق كالتأبید
(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۳ باب الايلاء) لہ

بیوی کے قریب نہ جانے کی مشروط قسم کھانا | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم نے اپنی سوکن کو راضی نہ کیا تو خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسی حالت میں اگر کئی سال گزر جائیں اور وہ شخص عورت کے قریب نہ جائے اور نہ اس کی بیوی اپنی سوکن کو راضی کرے تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں یہ قسم ایلاء کے حکم میں ہے، اگر شرط کی موجودگی کے بغیر خاوند بیوی کے قریب گیا تو حائض ہو کر کفارہ قسم ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر اس قسم پر چار مہینے گزر گئے اور خاوند اپنی قسم پر قائم رہا تو عورت بوجہ ایلاء طلاق بائن سے جدا ہو جائے گی،

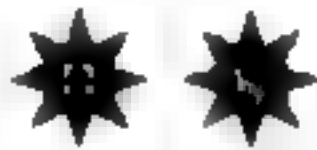
لہ فی الہندیۃ: الايلاء منع النفس عن قربان النكحة منعاً مؤكداً باليمين بالله مطلقاً
او مؤقتاً بأربعة اشهر - (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۷۶ الباب السابع فی الايلاء)
وَمِثْلُهُ فِي السَّهْدَايَةِ ج ۲ ص ۹۷۹ باب الايلاء۔

جس میں دوبارہ تحلیل اور تجدیدِ نکاح کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: والمدّة اقلها للحرّة اربعة اشهر ثم قال ففى الحلف بالله وجبت الكفارة وفى غيره وجب الجزاء وسقط الايلاء لانتهاء اليمين والايقربها بانّت بواحدة انتهى وقال العلامة ابن عايدى: تحت هذا القول فلو مضت اربعة اشهر لا يقع الطلاق لانّ حال اليمين بالحنث سواء حلف على اربعة اشهر او اطلق او على الابد وقال كذا لك بانّت بواحدة لاحاجة الى انتشار تطبيق او الحكم بالتفريق (رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۵۹۳ باب الايلاء) لہ
ایلاء میں رجوع کیلئے بیوی کا انکار کرنا سوال :- اگر خاوند ایلاء میں مدت کے اندر رجوع کرنا چاہتا ہو لیکن بیوی اس سے انکار کر رہی ہو تو خاوند کو کیا کرنا چاہیے تاکہ اس کا نکاح بحال رہے؟

الجواب :- ایلاء کی مدت کے دوران منکومہ خاوند کے نکاح میں رہتی ہے ایسی حالت میں اگر خاوند رجوع کرنا چاہے اور عورت انکار کر رہی ہو تو منکومہ ناشزہ، نافرمان کے حکم میں ہے تاہم اس کے انکار سے نکاح پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اگر خاوند عملی طور پر رجوع سے قاصر ہو تو زبانی طور پر ہی اس کا رجوع کافی ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وكذا حبسها ونشوزها ففیئوة قوله بلسانہ فئت اليها۔
 رالد المحتار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۹ باب الايلاء) لہ



لہ وفي الهندية: فان قربها في المدّة حنث وتجب الكفارة في الحلف بالله۔۔۔ وان لم يقربها في المدّة بانّت بواحدة۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۴۶۶ الباب السابع في الايلاء)
 لہ وفي الهندية: ولو عجز عن جماعها لرتقها او لكونها مستنعة او كانت في مكان لا يعرفها وهي ناشزة ففیئوه باللسان بان يقول فئت اليها۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۴۸۵ الباب السابع في الايلاء۔ ثم الايلاء على اربعة اوجه)
 ومثله في تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق ج ۲ ص ۲۵۱ باب الرجعة۔

باب اللعان

(لعان کے احکام و مسائل)

لعان کا حکم | سوال :- ایک شخص نے بیوی پر زنا کا الزام لگا کر والدین کے گھر بھیج دیا، عورت نے فیمنہ... ۔ تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لی، کیا اس کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- از روئے مخرج بیوی پر زنا کی نہمت لگانے میں خاوند کیلئے چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے ورنہ اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ تاہم ایسی حالت میں شریعت میں اس کے لیے خصوصی طور پر جو متانوں موجود ہے اس کو لعان کہا جاتا ہے جس میں خاوند قاضی کی عدالت میں چار بار قسم کھا کر اپنی صداقت ثابت کرے گا اور پانچویں باریوں کہے گا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو اس کے بعد پھر عورت بھی چار بار قسم کھا کر خاوند کی تکذیب اور اپنی صداقت ثابت کرے گی اور پانچویں باریوں کہے گی کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کا قہر و غضب ہو اس سے لعان مکمل ہو جائے گا اور قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔

اگر عدالتی فیصلہ اس حقیقت کا حامل ہو تو اس سے عورت کو آزادی مل سکتی ہے ورنہ صرف زنا کے تہمت لگنے سے عورت اپنی ناراضگی کی وجہ سے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے سے آزادی حاصل نہیں کر سکتی ہے۔

لما فی الہندیۃ : اذا قال لہا یا زانیۃ اوانت زنیۃ اورایتک تنزف فانہ یجب اللعان۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵ کتاب الطلاق ابواب الحادی عشر فی اللعان)
وقال اللہ تعالیٰ : وَالَّذِينَ يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدٍ اَرْبَعٌ شَهَدَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنْ لَّعْنَتِ اللّٰهُ عَلَیْہِ اِنْ كَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَیَذَرُوْا عَنْهَا الْعَذَابَ اِنْ تَشْہَدُ اَرْبَعٌ شَهَدَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّہٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنْ غَضَبَ اللّٰهُ عَلَیْہَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

رپا، سورۃ النور آیت ۶، ۷، ۸، ۹

وفی الہندیۃ : واذا التعنّا فرق الحاکم بینہما ولا تقع الفرقة حتیٰ یقضیٰ بالفرقة

علی الزوج فیفارقتها بالطلاق۔ (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۶ کتاب الطلاق۔ ابواب الحادی عشر فی اللعان) لے
لعان کے بعد دوبارہ نکاح کرنا | سوال :- لعان کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جانے
 کے بعد بغیر حلالہ کے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم
 ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- لعان کی صورت میں چونکہ تفریق قاضی کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے ان دونوں کے
 درمیان دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا، البتہ یہ کہ خاوند اپنے آپ کو جھوٹا کہے تو اسے حد قذف لگا کر پھر
 ان دونوں کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے۔

قال العلامة المرغینانی: وتتشكون الفرقة تطليقة بائنة عند أبي حنيفة ومحمد
 رحمهما الله لان فعل القاضى انتسب اليه كما فى العنين وهو خاطب اذا كذب به نفسه. الخ
 (الهداية ج ۲ ص ۲۹۴ کتاب الطلاق۔ باب اللعان) لے

لعان کے بعد عدالت کا میاں بیوی میں تفریق کرنا | سوال :- جب میاں بیوی
 آپس میں لعان کر لیں تو کیا

دونوں کا نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا یا حاکم وقت ان میں تفریق کرے گا؟
 الجواب :- اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگا دے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں
 تو عند المطالبہ دونوں کا آپس میں لعان ضروری ہے، دونوں کا نکاح بسبب لعان خود بخود
 ختم نہیں ہوگا بلکہ حاکم وقت، قاضی دونوں میں تفریق کرے گا اگرچہ دونوں اس پر

لے قال العلامة المرغینانی: واذا اتعالا تقع الفرقة حتى يفرق القاضى بينهما۔

(الهداية ج ۲ ص ۳۹۴ کتاب الطلاق۔ باب اللعان)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۶۳۹ باب اللعان قِيلَ مُطْلَبٌ فِي الدَّعَاءِ بِاللَّعْنِ عَلَى مَعِينٍ۔

لے وفي الہندیۃ ۰ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ الفرقة الواقعة فی اللعان فرقة

بتطليقة بائنة فيزول ملك السكاح ونثبت حرمة الاجتماع والتزوج ماداما

على حالة اللعان۔ (افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۶، ۵۱۵ کتاب الطلاق۔ ابواب الحادی عشر فی اللعان)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۶۳۹ باب اللعان قِيلَ مُطْلَبٌ فِي

الدَّعَاءِ بِاللَّعْنِ عَلَى مَعِينٍ۔

راضی نہ ہوں۔

لما قال العلامة الحصكفي: وصفته ما نطق النص الشرعي به من كتاب وسنة فان
التعنا ولو اكثره بانت بتفريق الحاكم فيتوان ثان قبل تفريقه الذي وقع اللعان
عنده ويفرق وان لم يرضيا بالفرقة۔ (الدر المختار على مدرر المختار ج ۳ ص ۲۸۸ باب اللعان) ۱

سوال :- اگر عورت کسی کے کہنے پر اپنے
شوہر کا بیوی پر تہمت زنا سے انکار کرنا

کہ میرا شوہر مجھ پر زنا کی تہمت لگا تا ہے جبکہ شوہر اس بات کا انکار کرتا ہو تو میں نے کسی کو بھی
کوئی ایسی بات نہیں کہی، تو کیا اس صورت میں دونوں کے درمیان لعان ہو گا یا نہیں؟

الجواب :- شرعاً لعان اُسے کہا جاتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر ایسی تہمت لگے جو کسی
غیر منکوحہ میں موجب حد زنا ہو، چونکہ صورت مسورہ میں لعان کی تعریف صادق نہیں آتی اور
نہ اس میں شرائط لعان موجود ہیں اس لیے اس میں لعان نہیں ہو گا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وسببه قذف الرجل زوجته قذفاً يوجب الحد
في الأجنبية ... فمن قذف بصریح الزنا في دار الاسلام زوجته الحجة بنكاح صحيح۔

(الدر المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۸۰۶-۸۰۷ باب اللعان) ۲

سوال :- اگر کوئی شخص دار الکفر
دار الکفر میں بیوی پر تہمت زنا سے لعان لازم نہیں آتا

مثلاً امریکہ یا لندن میں اپنی بیوی

لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قوله وصفته ما نطق به النص فان
التعنا بانت بتفريق الحاكم ولا تبين قبله! اي الحاكم الذي
وقع اللعان عنده لو لم يفرق الحاكم حتى عزل او مات فالحاكم
الثاني يستقبل اللعان عندهما۔ (ابحار الرائق ج ۲ ص ۱۱۱ باب اللعان)

وَمِثْلُهُ فِي الْأَحْوَالِ الشَّخْصِيَّةِ ص ۳۴۴ باب اللعان۔

۲ قال المفتي عزيز الرحمن بر قسم ایک سوال آپ بھی کیا تو فرمایا: ”حکم لعان دین صورت حالت موجودہ بلا تحقیق شرائط لعان کردن

درست نیست و حکم تفریق نافذ نیست و اگر کے فتویٰ دارہ است آن صیح نیست برو عمل نباید کرد۔“

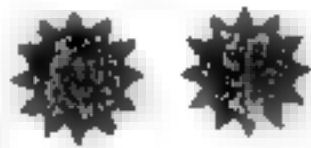
رفقاوی دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۱۹۷ باب یازم لعان)

ہر زنا کی تہمت لگائے اور عورت بھی شوہر سے جدا ہونا چاہتی ہو تو کیا وہ بذریعہ لعان جدا کی اختیار کر سکتی ہے؟
الجواب:- فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ زنا کی تہمت لگانے کا یہ معاملہ دارالاسلام میں ہو دارالکفر میں ایسا نہ ہوگا، چونکہ صورتِ مسئلہ میں تہمتِ زنا کا معاملہ دارالکفر میں پیش آیا ہے اس لیے یہاں لعان نہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفي: ويشترط... كون القذف بصريح الزنا كونه في دار الاسلام. قال العلامة
 ابن عابدین: تحت قوله دار الاسلام، اخبرني دار الحرب - (رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶) باب اللعان ہلہ
 شبہ زنا موجب لعان نہیں | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا شبہ ظاہر کرے
 پورے یقین سے نہیں کہتا ہو تو کیا عورت کے مطالبے پر
 لعان ہوگا یا نہیں؟

الجواب:- لعان تب ہوگا جب شوہر بیوی پر مرتجح الفاظ سے زنا کی تہمت لگائے
 صرف شبہ کی صورت میں لعان نہیں اس لیے صورتِ مسئلہ میں صرف عورت کے مطالبے پر
 لعان نہیں کرایا جائے گا۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فمن قذف بصريح الزنا في دار الاسلام -
 (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶) باب اللعان ہلہ



۱۔ قال المفتي عزيز الرحمن: (اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا) 'لعان کھیلے چونکہ دارالاسلام کا ہونا بھی شرط ہے، لہذا صریح بدعتی
 کتب الفقہ - لہذا اس ملک میں لعان کی کوئی صورت نہیں ہے' اور جبکہ لعان نہیں ہے تو تفریق بھی نہ ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۰ ص ۱۹۹) باب یازدہم - لعان

۲۔ وفي الهندية: سببه قذف الرجل امرأته قذفاً يوجب الحد لا جانب فيجب به اللعان بين الزوجين
 كذا في النهاية: وإذا قال لها يا زانية وانت زينة وأريتك تزنين فإنه يجب اللعان -

(افتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۱۵) الباب الحادی عشر فی اللعان

وَمُسْتَلْذَنَ فِي فَتَاوَى دَارِ الْعُلُومِ دِيُوبَنْدِ ج ۱۰ ص ۱۹۸) باب اللعان -

باب الظہار

(ظہار کے مسائل)

سوال :- ایک شخص کا کسی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا تو اس نے ظہار میں تشبیہ ضروری ہے | بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”میری ماں خاموش ہو جاؤ“ تو ان الفاظ سے اس شخص کے نکاح پر کیا اثر پڑ سکتا ہے ؟

الجواب :- بیوی کو ”ماں“ جیسے الفاظ سے مخاطب کرنا بذاتِ خود سے بغاوت کے مترادف ہے اس لیے یہ الفاظ فقہاء کے نزدیک مکروہ ہیں، تاہم ادا بت تشبیہ نہ ہونے کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی الہندیۃ : ولو قال لہانت اُمتی لایکون مظاهراً وینبغی ان یکون مکروہاً الخ

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۵۰ کتاب الطلاق۔ الباب التاسع فی الظہار ص ۱۷

سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ کو یہ کہہ دیا کہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ اور پھر متصل یہ بھی کہا کہ ”اگر میں نے تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا یا چائے پی لی تو تو میری بہن ہے“ کیا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- ظہار کے مسئلہ میں ادا بت تشبیہ کا ہونا لازمی ہے، چونکہ صورتِ مسئلہ میں کوئی حرف تشبیہ نہیں ہے اس لیے ”تو میری بہن ہے“ کہنے سے نکاح پر کوئی بُرا اثر مرتب نہیں ہوگا تاہم ایسے الفاظ کہنا کراہت سے خالی نہیں، البتہ یہ کہنا کہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی جس میں رجوع بالقول یا بالفعل کافی ہے۔

لما قال الحنفیُّ : وان نوى بانت على مثل اُمتی براً او ظهاراً او طلاقاً صححت نيته ووقع مانوی وان

لم ينوشيداً او حذف الکاف لغواً (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ باب الظہار۔ مطلب بلاغ محمد بن محمد بن مسند) ص ۲

قال ابن نجيم : فعلم انه لا بد في كونه ظهاراً من التصريح باداة التشبيه شرعاً (بحر الرائق ج ۳ ص ۹۸ باب الظہار۔ کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ باب الظہار۔ مطلب بلاغات محمد -

لما قال المرغینانی : ولو قال انت على حرام کأُمتی ونوى ظهاراً او طلاقاً فهو على مانوی۔ (المہدیہ ج ۲ ص ۲۸۹ باب الظہار)

وَمِثْلُهُ فِي الہندیۃ ج ۵ ص ۵۰ کتاب الطلاق۔ الباب التاسع فی الظہار۔

نہار میں عقل و بلوغ شرط ہے | سوال :- کیا طلاق کی طرح نہار میں بھی منہ کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے یا کہ عیبی اور مجنون کا نہار بھی درست ہوگا؟

الجواب :- قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر تصرف کیلئے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے تو طلاق کی طرح نہار میں بھی منہ کا عاقل بالغ ہونا لازمی ہے۔

وفي الهندية: من الشرائط ان لا يكون معتوها ولا مدهوشا ولا مبرسما ومغفل عليه ولا نائما فلا يصح تطهاره ولا - الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۸ الباب التاسع في التطهار

نہار میں بطور کفارہ کیا واجب ہوتا ہے | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی منکوتہ نہار کرے تو اس پر بطور کفارہ کیا اور کتنا لازم ہوگا؟

الجواب :- نہار کرنے سے بیوی شوہر پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جس وقت تک وہ کفارہ ادا نہ کرے، جس کے لیے دو ماہ مسلسل روزے رکھنا یا عدم استطاعت کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلاتا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جس کے بعد بیوی اس کے لیے حلال ہو جائے گی۔

وفي الهندية: وحكم التطهار حرمة الوطء والدواعي الى غاية الكفارة -

الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۸ باب التطهار

لہ قال العلامة ابو بکر الکاسانی: منها ان يكون عاقلًا اما حقيقة او تقديرًا فلا يصح تطهار المجنون والقصبي الذي لا يعقل لان حكم الحرمة وخطاب التحريم لا يتناول من لا يعقل - (ردائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳ فصل الشرائط فانواع بعضها)

لہ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: تحريم الوطء بالاتفاق قبل التكفير كذا عند الجمهور غير الشافعية تحريم جميع انواع الاستمتاع الكفارة كما دل القرآن والسنة النبوية فيما سبق انواع ثلاثة (۱) عتق رقبة سالمة من العيوب صغيرة او كبيرة ذكر امام انشي (۲) صيام شهرين متتابعين (۳) اطعام ستين مسكينًا يومًا واحدًا (۴) وعشرون عند الحنفية -

النقہ الاسلامی وادلتہ ج ۷ ص ۶۰۴ ۶۰۵ المطلب الثالث
اثر التطهار - المطلب الرابع كفارة التطهار

تیرے قریب آؤں تو اپنی ماں کے قریب آؤں | سوال :- ایک شخص نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے قریب آیا

تو گویا میں اپنی ماں کے قریب آیا تو کیا ان الفاظ سے ظہار واقع ہوگا یا طلاق؟
الجواب :- ظہار میں اداۃ تشبیہ ضروری ہے اور طلاق مزیل نکاح کے الفاظ کہنا لازمی ہے، صورت مسئلہ میں چونکہ یہ الفاظ ان دونوں میں داخل نہیں اس لیے ظہار یا طلاق واقع نہیں ہوگا۔

وفي الهندية : ولو قال ان وطئتك وطئت أختي فلا شيء عليه -

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۰۰ باب التاسع في الظهار) ۱۰

اگر میں گھر واپس آؤں تو گویا ماں کے ساتھ زنا کروں | سوال :- میاں بیوی کے مابین کسی بات پر تنازعہ ہوا تو شوہر نے

چادر اٹھا کر کہا کہ اگر میں اس گھر میں واپس آؤں تو گویا میں اپنی ماں بہن سے زنا کروں۔
مشرعاً ان الفاظ کا کیا حکم ہے؟ یہ شخص منظر ہر شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ ظہار میں اداۃ تشبیہ ہونا ضروری ہے بغیر اس کے ظہار نہیں ہوگا۔ چونکہ صورت مسئلہ میں اداۃ تشبیہ نہیں لہذا اس سے نہ ظہار واقع ہوگا نہ طلاق۔

قال العلامة الحصكفي : تعريفه شرعاً تشبيه المسلم زوجته بمحرم عليه

تأبيداً - (الذم المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۹۲ باب الظهار) ۱۰

۱۰ قال المفتي عزيز الرحمن : سوال :- زید نے اپنی منکوحہ کو لڑائی اور غصہ کی حالت میں کہہ دیا کہ اگر میں تجھ سے جماع کروں تو گویا اپنی ماں یا بہن سے کروں، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا ظہار؟

الجواب :- عالمگیریہ میں ہے : ولو قال ان وطئتک وطئت أختي فلا شيء

عليه - الخ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں طلاق و ظہار کچھ نہیں ہوا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۱۲ کتاب الطلاق)

۲۰ قال المفتي عزيز الرحمن : اگر یہ کہا زوجہ کو کہ اگر میں تیرے گھر میں گھسوں تو اپنی ماں سے بد فعل کروں

تو یہ بھی لغو ہے، نہ ظہار ہے نہ طلاق۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۱۳ باب الظهار)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۲۹ کتاب الظهار۔

بیوی کا خاوند کو بھائی کہنے سے ظہار لازم نہیں آتا | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک دن ٹی وی پر ہم نے ”دین و دنیا“ پروگرام میں ایک ڈاکٹر صاحب سے یہ سنا کہ اگر عورت اپنے شوہر سے یہ کہہ دے کہ تو میرا بھائی ہے تو اس سے ظہار واقع ہو جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی شرعاً عورت کے ان الفاظ سے ظہار لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- شریعت اسلامی میں ظہار کا تعلق مرد سے ہے، عورت کے ایسے الفاظ کہنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اس سے کچھ نہیں ہوتا۔

قال الشيخ المفتي عزيز الرحمن رحمه الله: اس صورت میں نکاح قائم ہے عورت کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۰ ص ۲۱۱ باب الظہار۔
بار بار ظہار کے الفاظ منہ سے نکالنے کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے ابھی کفارہ ادا نہیں کیا تھا کہ پھر اس قسم کے الفاظ منہ سے نکالے پھر تیسری بار بھی اسی طرح کیا اس شخص پر تین دفعہ کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا یا ایک بار ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا؟

الجواب :- اگر کسی نے اپنی بیوی سے کئی بار ظہار کے الفاظ کہے اور اس دوران کوئی کفارہ ادا نہیں کیا ہو تو ایک بار کفارہ ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا، اور اگر ایک بار ظہار کر کے کفارہ ادا کر دیا پھر ظہار کیا تو دوبارہ کفارہ ادا کرنا ہوگا اس سے پہلے ادا کیا گیا کفارہ کفایت نہیں کرے گا۔

لما قال الشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي: واذا كرر الظهار من زوجة واحدة فعليه كفارة واحدة الا ان ظاهر ثم كفر ثم ظاهر بعدا لكفارة فعليه كفارة اخرى۔ (الفتاوى المرافعة المسلمة ج ۲ ص ۸۲ باب الظهار)

لما قال الامام ابو بكر الجصاص الرازي، قال اصحابنا لا يصح ظهار المرأة من زوجها وملكه والتوى والليت والشافعي۔ (احكام القرآن للجصاص ج ۵ ص ۳۱ في ظهار المرأة من زوجها) ومثله في احكام القرآن للحنافى ج ۵ ص ۸۱ المسئلة الرابعة۔

”اگر تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں“ کہنے سے طلاق کا حکم | سوال :- اگر کسی نے اپنی بیوی سے رکھوں کیا ایسے الفاظ کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- چونکہ ان الفاظ میں اداۃ تشبیہ نہیں ہے لہذا صورت مرقومہ میں ظہار نہیں اور طلاق یا قسم کا ہونا غاوند کی نیت پر موقوف ہے، اگر اس نے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہو کر تجدید نکاح کافی ہے، اور اگر قسم کی نیت تھی تو یہ الفاظ ایلا میں شمار ہو کر اس میں بھی تجدید نکاح کافی ہے۔ قال العلامة ابن نجیم المعری رحمہ اللہ : فعلم انه لا بد في كونه ظهاراً من

التصريح باداة التشبيه شرعاً۔ (البحر الرائق ج ۴ ص ۹۸ باب الظہار) | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تم میرے دس مرتبہ ظہار سے کفارہ کا حکم | اوپر میری ماں کی طرح دس مرتبہ ہو تو کیا یہ شخص ایک مرتبہ

کفارہ دے گا یا دس مرتبہ کفارہ دے گا ؟

الجواب :- کسی بھی لفظ کی تعداد ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسا اتنی بار اس نے اس لفظ پر تلفظ کیا ہو، جیسے کوئی شخص طلاق دیتے وقت لفظ طلاق عدد کا ذکر کرے تو اتنی طلاق واقع ہو جاتی ہیں، لہذا یہاں (صوت مستولہ میں) بھی دس مرتبہ ظہار واقع ہو چکا ہے، اس لیے یہ شخص دس بار کفارہ دے گا۔

قال العلامة الحسکفی : لو قال ان تزوجتك فانت على كظهرای مائة مرة فعليه لكل مرة كفارة۔ (الدر المختار علی صمد رد المحتار ج ۳ ص ۲۶۷ باب الظہار)



لہ وقال العلامة ابن الہمام رحمہ اللہ : فعلم انه لا بد في كونه ظهاراً من التصريح باداة التشبيه شرعاً ومثله ان يقول لها يا بنتي او يا ائمتي ونحوه وفي مثل ائمتي اوصحامي يتنوي فان كان ينوي الطلاق وقع بائناً۔ (فتح القدير شرح الهداية ج ۴ ص ۹۱ کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة۔ باب الايلاء)

ومثله في الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۶ کتاب الطلاق۔ باب الايلاء۔

باب الخلع

(خلع کے مسائل و احکام)

سوال :- ایک شخص اگر جرگہ رنجیت کے سامنے وعدہ کرے کہ میں فلاں تاریخ تک بیوی سے اتنی رقم لے کر اس کو آزاد کر دوں گا، لیکن اب وہ شخص وعدہ پورا نہیں کر رہا، کیا اس کا وعدہ خلع متصور ہو کر عورت آزاد ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- خلع میں میاں بیوی کے درمیان باقاعدہ ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے صرف خلع کے وعدہ سے عورت کو آزادی نہیں ملتی کیونکہ خلع ایک عقد اور انشاء کا نام ہے۔

قال ابن عابدين: يقال خالعت امرأة زوجها خالعة اذا افتدت منه فخلعها۔

رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۴ باب الخلع ہامہ

سوال :- اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ خلع کرنے پر آمادہ ہو اور اس کے پاس بدل خلع نہ ہو اور کوئی دوسرا

شخص جو اس عورت کے ساتھ آزادی کے بعد نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ بدل خلع کی ذمہ داری سے اٹھائے تو کیا اس شخص پر بدل خلع کی ادائیگی لازم ہے یا نہیں؟

الجواب :- بدل خلع کی ادائیگی کی ذمہ داری اگر کوئی اجنبی شخص اٹھائے تو خلع واقع ہو کر عورت بائن ہو جاتی ہے اور اجنبی شخص پر بدل خلع کی ادائیگی لازم ہے تاہم اس کے بعد اس عورت سے نکاح کرنا الگ معاملہ ہے جس کے وجود یا عدم وجود پر خلع کا وجود موقوف نہیں۔

لہ وفي الهندية: وكذا لو قالت طلقني بكذا فقال نعم فليس بشئ لانه وعد۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الثامن في الخلع وما في حكمه)

وقال ابن نجيم: وشرعاً على ما اخترناه ازالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها

يلتزم الخلع اوما في معناه۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۴۰۰ باب الخلع)

ومثله في بدائع الصنائع ج ۳ فصل ۱۵۲ واما اطلاق على مال فهو في احكامه كالخلع۔

قال العلامة الحسكفي: فان خالعهما الاب على مال ضامن له — وقال: كالمخلع مع الاجنبي۔
 قال ابن عابدین: تموت هذا بقول، وحاصل الامر فيه انه اذا خاطب الزوج فان اضاف
 البذل الى نفسه يفيد ضمانه له، او ملكه اياه كاخضاعها باللف على او على اتى ضامن
 صمم والبذل عليه۔ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۱۵ باب المخلع، مطلب في خلع الفضولي م ۱)

نافرمان عورت سے خلع کرنا | سوال :- اگر کسی شخص کی بیوی نافرمان ہو اور والدین
 کے گھرمند توں بلا وجہ بیٹھی رہتی ہو، خاوند کے بار بار
 مطالبہ پر اس کے پاس نہ آتی ہو۔ تو اگر خاوند ایسی نافرمان عورت سے خلع کر کے کچھ رقم وصول
 کرے تو کیا خاوند کے لیے اس رقم کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر عورت کی نافرمانی بلا وجہ ہو اور خاوند اس میں قصور وار نہ ہو تو خاوند کے
 لیے خلع کر کے رقم لینے میں کوئی حرج نہیں، اس حالت میں حق مہر سے زیادہ رقم بھی خلع میں وصول کی جاسکتی
 ہے، البتہ اگر خاوند کی کسی کمزوری کی وجہ سے بیوی نافرمان ہو تو خاوند کے لیے حق مہر سے زائد رقم لینا
 اگرچہ قضاء جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں۔

قال العلامة الحسكفي: وكره تعديماً اخذ شيء ويلحق به الابراء عملها
 عليه ان نشز وان نشزت لا ولومنه نشوز۔ ايضاً ولو باكثر مما
 اعطاها على الاوجه فتح وصح الشئ كراهة الزيادة وتعبير الملتقى
 لا بأس به يفيد انها تنزيهية۔ (الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۴۴۵ باب المخلع م ۲)

له قال العلامة ابن نجيم المصري: وفي البزازية الكبيرة اذا خلعها ابوها واجنبي باذنهما جاز
 وامان عليها۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۹۱ باب المخلع)
 ومثله في فتم القدير ج ۲ ص ۴۹ باب المخلع

له قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قوله وكره له اخذ شيء ان نشز
 ان نشزت لا اي لا يكره له الاخذ اذا كانت هي الكراهة اطلقه فشمّل القليل
 والكثير وان كان اكثر مما اعطاها وهو المذكور في جامع الصغير والمذكور في الاصل كراهة
 الزيادة على ما اعطاها ينبغي حمله على خلاف الاولى۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۴۹ باب المخلع)

خاوند کی رضامندی کے بغیر قاضی کو خلع کرانے کا حق نہیں | سوال :- ایک شخص صحت و مال کے اعتبار سے نیز دیگر اعتبارات

سے بھی معیوب نہیں لیکن اس کی بیوی نے عدالت میں اس کے خلاف خلع کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے جبکہ خاوند تفریق پر راضی نہیں، تو کیا قاضی خاوند کی رضامندی کے بغیر تفریق یا خلع کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب خاوند بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا، ہو تو اس صورت میں خاوند کی رضامندی کے بغیر قاضی کو خلع و تفریق کرانے کا حق نہیں، کیونکہ طلاق اور خلع یہ سے رضاء زوج شرط ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول۔

ردائع الصنائع ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب طلاق۔ فصل في الخلع

وقال الامام السرخسي رحمه الله: والخلع جائز عند السلطان وغيره لانه عقد يعتمد التراضي كاتر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض وللزوج ولاية ايقاع الطلاق ولها ولاية الالتزام بعوض۔ (المبسوط ملتئم الاثمة السرخسي ج ۴ ص ۱۲۳ باب الخلع)۔

بدل خلع کی مقدار | سوال :- کیا بدل خلع کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ اگر حق مہر سے زائد مال سے خلع کیا جائے تو خاوند کے لیے اس زائد مال کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بدل خلع کے لیے کوئی خاص مقدار متعین نہیں، مياں بیوی کی باہمی رضامندی سے جس مقدار پر بھی اتفاق ہو تو خلع سے بیوی آزاد ہو جائے گی، تاہم اگر اس طرح سے باہمی جدائی کا سبب خاوند کا معاندانہ رویہ اور انسانیت سوز سلوک ہو تو خاوند کے لیے حق مہر سے زائد رقم لینا مکروہ ہے ورنہ بسورت دیگر ناشزہ (نافرمان) عورت سے حق نکاح کے عوض جو مقدار بھی مقرر ہو خاوند کے لئے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما في الهداية: وان كان النشون منها كرهت له ان يأخذ منها أكثر مما

هوف المندية: وشرطه (راي الخلع) شرط الطلاق۔ الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸

باب الثامن في الخلع وصافي حكمه۔ الفصل لا قول في شراء الخلع وحكمه وما يتعلق.

ومثله في الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۶ باب الخلع۔

اعطاها... ولواخذ الزيادة جازقتماء. (الهداية ج ٢ ص ٣٨٣ باب الخلع) له

سوال :- اگر میاں بیوی کی طبیعتوں میں ایک دوسرے سے ناچاکی کی صورت میں خلع بہتر ہے

نہ رکھنے کا قوی اندیشہ ہو، اس صورت میں اگر عودت خلع کرنا چاہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- جب طبائع میں ایک دوسرے سے ہم آہنگی کے بجائے آپس میں نفرت پیدا ہو رہی ہو اور اس سے مختلف معاشرتی اور اخلاقی مسائل پیدا ہو رہے ہوں تو ان حالات میں اکٹھا رہنے کی بجائے بذریعہ خلع علیحدہ ہو جانا بہتر ہے۔

قال الله تبارك وتعالى : فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا يَفْقَهُمَا حَدُّوْهُمَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْهَا
اِفْتَدَتْ بِهِ (البقرة آيت ٢٤٥)

سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی کو کسی رقم کے عوض طلاق دینے پر آمادہ ہو تو اس کے نافذ ہونے

کے لیے کن شرائط کی رعایت ضروری ہے؟

الجواب :- کسی نقد رقم یا جائیداد تنخواہ حق مہر، ہو یا اس سے زائد پر خاوند بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس صورت میں چونکہ عورت مقررہ مال کی خاوند کو ادائیگی کی پابند ہوتی ہے اس لیے اس کی صحت عورت کی قبول پر موقوف ہے، عورت اگر قبول نہ کرے تو خاوند اس سے جبری طور پر مطالبہ نہیں کر سکتا اور نہ عورت خاوند کو مال کے عوض طلاق دینے پر مجبور کر سکتی ہے، ایسی طلاق بالمال خلع کے نام سے موسوم ہے جس میں اگر خاوند تین طلاق اکٹھی دے دے تو منکوحہ مُطلقہ مغلظہ کے حکم میں ہوگی ورنہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

له وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله : نعم يكون اخذ الزيادة خلاف الاولى -

(رة المختار على الذر المختار ج ٢ ملت ٦٠ باب الخلع)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ١ ص ٤٣٥ بَابُ الْخَلْعِ -

۲۷ قال المرفیانی: واذ الشقاق الزوجان وخافان لا یقیما حدودا لله فلا بأس بان تفتدی نفسها

منه يمال يخلعها به - والهداية ج ٢ م ٣٨٣ كتاب الطلاق باب الخلع ،

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَاهِمِ خِتَارٌ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْخِتَارِ ج ٢ ص ٦٠٤ - بَابُ الْخَلْعِ -

لما قال العلامة ابن عابدینؒ : وما رکتہ فهو کما فی البدائع اذا کان بعوض الذی یجاب

والقبول۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۶-۶۰۵ باب الخلع ۱۱۱

سوال :- ایک نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا بیٹے کی طرف سے باپ خلع نہیں کر سکتا | نکاح دونوں کے والدین نے بچپن میں کر دیا تھا

اب جبکہ لڑکی بالغ ہو گئی ہے اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے، دونوں میں ناچاتی پیدا ہو کر لڑکی باپ کے گھر چلی گئی ہے، بعد میں لڑکے کے والد نے لڑکی والوں سے بدل خلع تین سو روپے لیکر خلع کر لیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا نابالغ لڑکے کی طرف سے باپ کا کیا گیا خلع درست ہے؟ اور لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- نابالغ نہ خود خلع کا اہل ہے اور نہ ہی والد اس کی طرف سے خلع کر سکتا ہے لڑکی تا حال لڑکے کے نکاح میں ہے اور کسی دوسری جگہ اس کا نکاح جائز نہیں، لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد صحیح صورت حال سامنے آ سکتی ہے۔

لما فی الہندیۃ : اذا خلع الاب علی ابنہ الصغیر لا یصح ولا یتوقف علی اجازتہ۔ کذا فی فتاویٰ قاضیخان، خلع السكران والمکرہ جائز و خلع التبت یا طل۔
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۴۲ الفصل الثالث فی الطلاق بالمال) ۱۱۱

۱۱۱ وفي الہندیۃ : ولوراد الزوج علی حرف الجواب فقال طلقته ثلاثاً باللف عندی حنیفۃ یتوقف علی قبولہا فان قبلت یقع الثلاث ویلزمها ألف وان لم تقبل بطل و علی قولہما یقع للثلاث بألف قبلت ۱۱۱ لا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔

{ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۲۹۶ }
{ الباب الثامن فی الخلع }

۲۔ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : وقیل بالانثیٰ ای فی متن الکنز لانه لو خلع نہ الصغیر لا یصح ولا یتوقف خلع الصغیر علی اجازة الولی۔
(البحر الرائق شرح الکنز الدقائق ج ۲ ص ۹۱ باب الخلع)
وَمَثَلُهُ فِي فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۶ باب الخلع۔

خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! خلع فقہاء احناف کے ہاں طلاق ہے یا فسخ نکاح؟

الجواب :- اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، احناف کثر اللہ سوادہم کے نزدیک خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے جبکہ شوافع اس کو فسخ نکاح میں شمار کرتے ہیں۔

قال العلامة الحصکفی: وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی فی غیرہ وقوعاً۔
قال العلامة ابن عابدین: تحت قوله ربائن فی الخلع (لانه من الکنايات الدالة علی قطع الوصلة فكان الواقع به بائناً۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۹ باب الخلع) لہ

ایجاب خلع کے بعد شوہر کا رجوع صحیح نہیں | سوال :- خلع میں شوہر نے ایجاب کیا، ابھی عورت نے قبول نہیں کیا تھا کہ شوہر نے رجوع کے الفاظ کہے مگر اس کے باوجود بھی عورت نے خلع قبول کر لیا تو کیا اس سے خلع لازم ہوگا یا شوہر کا رجوع صحیح ہے؟

الجواب :- خلع چونکہ مرد کی جانب سے یمن ہے اور یمن میں شرط رجوع نہیں کیا جاسکتا، اس لیے صورتِ مسئلہ میں شوہر کا رجوع کرنا درست نہیں بلکہ عورت کے قبول کر لینے سے خلع نافذ العمل ہوگا، البتہ اگر ایجاب عورت کی طرف سے ہو تو شوہر کا رجوع کرنا صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی: هو یمن فی جانبہ لانہ تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولها ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسه ویقتصر قبولها علی مجلس علمها وفي جانبها معاوضة بمال فصح رجوع قبل قبوله وصح شرط الخیار لها۔ (الدر المختار ج ۲ ص ۶۰۹ باب الخلع) لہ

لہ قال الشیخ وھبہ الزحیل: یقع به طلاق بائنة ولو بدون عوض اونیة فی رأى الحنفیة والمالکیة والشافعیة فی الرابعہ واحمد فی رواية۔ (الفقہ الاسلامی وادلہ ج ۲ ص ۵۴۲ البحت الخامس آثار الخلع) وشرائط الیھندیة ج ۱ ص ۴۸۸ الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ۔

لہ قال الشیخ وھبہ الزحیل: وذهب ابو حنیفۃؒ الی ان الخلع قبل قبول المرأة یمین من جانب الزوج فلا یصح الرجوع عنہ لانه علق طلاقها علی قبول المال والتعلیق یمین اصطلاحاً ویعتبر معاوضة بمال من جانب الزوجة لانہا التزمت بالمال فی مقابل اقتداء نفسها وخلصها من الزوج۔

(الفقہ الاسلامی وادلہ ج ۲ ص ۴۸۸ البحت الثانی، صفحہ الخلع۔

خلع کے بعد تجدید نکاح صحیح ہے | سوال :- ایک شخص نے بیوی کے ساتھ خلع کیا، اب وہ دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا

ہے، تو کیا شرعاً تجدید نکاح سے نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟
الجواب :- احناف کے ہاں چونکہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور طلاق بائن کے بعد تجدید نکاح سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے، لہذا اگر صورت مسئلہ میں صرف خلع ہوا ہو تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

قال العلامة الحنفی: الواقع ولو بلامال (روى بالطلاق) الصريح على مال طلاق بائن۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۰۸ باب الخلع (۱) لہ

بھی و مجنون کا خلع نافذ العمل نہیں | سوال :- کیا بھمی و مجنون وغیرہ کا خلع صحیح ہے جب وہ اپنی بیوی سے بھمی حق مہر یا دیگر اموال کے بدلے

خلع کرے؟
الجواب :- خلع ایک قسم کی طلاق ہے اس میں ہر اس شرط کا ہونا ضروری ہے جو طلاق کیلئے ضروری ہو چو نکہ بھمی و مجنون اور معتوہ کی طلاق شرعاً صحیح نہیں اسیلئے ان کا خلع کرا بھی درست نہیں۔
وفي الهندية: وخلع القبيى باطلٌ والمعتوة والمغنى عليه ومن مرض بنزلة القبيى في ذلك هكذا في المبسوط۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الثامن في الخلع) لہ



لہ وفي الهندية: وحكمه وقوع الطلاق البائن كذا في التبيين۔
(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۸۸ الباب الثامن في الخلع وما حكمه)

وَمِثْلُهُ فِي تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ۲ ص ۲۶۷ باب الخلع۔

لہ قال الشیخ الدكتور وهبة الزحيلي: يشترط في الخلع ما يأتى (أهلية الزوج لا يقع الطلاق بان يزوج باعنا عاقلًا في رأى الجمهور)۔۔۔۔۔ فكل من لا يصح خلعه كالقبيى والمجنون والمعتوه ومن أفل عقله لمرض أو كبر سن۔
(المفرد لاسلامی وادلته ج ۱ ص ۴۹: بحث الثالث، شروط الخلع)

باب العنین

(نامرد کے مسائل و احکام)

زوجہ عنین کا حکم | سوال :- ایک لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا گیا، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکا تو عنین نامرد ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا، علاج و معالجہ سے بھی کوئی افاقہ نہیں ہوا، لڑکی جو ان سے شرعاً اس مسئلہ میں کیا حکم ہے ؟

الجواب :- اگر خاوند کے عنین ہونے کا علم نکاح سے قبل منکوحہ کو ہو نیز عورت نے اس کے نامرد ہونے پر علم حاصل ہونے کے بعد اس کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو اور خاوند نے اس کے ساتھ ایک دفعہ بھی جماع نہ کیا ہو تو پھر قاضی یا مسلمان حاکم کے حکم سے خاوند کو علاج معالجہ کیلئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی، ایک سال میں اگر وہ صحیاب نہ ہو سکا تو عورت کے مطالبہ پر قاضی یا مسلمان حاکم دونوں کے درمیان تفریق کر کے نکاح فسخ کر دے گا، اور اگر قاضی یا حاکم فسخ نکاح کے لیے میسر نہ ہوں تو عورت خود بھی اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے جب وہ اپنے نفس کو اس کے نکاح سے علیحدہ کرنے کے لیے اختیار حاصل کرے۔

لما قال ابن عابدین: ويكفي اختيار نفسه ما ولا يحتاج الى القضاء كخيار القيل وهو الاصل. كما في غاية البيان وفي البدائع عن شرح مختصر الطحاوي ان الثاني اى عدم الاحتياج الى القضاء ظاهر الرواية. (رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۶۴۶ باب العنین، مطلب في طبائع فصول السنة الرابع)۔ یہاں یہ یاد رہے کہ علاج معالجہ کیلئے ایک سال کی مہلت قاضی یا حاکم ہی کے حکم سے جھگڑنے کے وقت سے مقرر کی جائے گی، کسی دوسرے شخص کے کہنے سے قبل از خصومت و تنازع تقرر کا اعتبار نہ ہوگا۔

قال ابن عابدین: وعقد يتأجل غير مضي البلد الواجبة ولا يعتبر تأجيل غير الحاکم كائناً من كان۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۴۶ باب العنین، مطلب في طبائع فصول السنة الرابع)۔ (ج ۲ ص ۶۴۶ باب العنین) لہ

لہ قال المرغینانی: وإذا كان الزوج عیناً أجل الحاکم سنة فان وصل إليها فبها والافرق بينهما اذا طلبت المرأة ذلك۔ (الهدایة ج ۳ ص ۳۹۹ باب العنین وغیرہ) ومثله فی الہندیة ج ۱ ص ۵۲۳ الباب الثاني فی العنین۔

ابتداء اور رضا مندگی سے خیار باطل ہو جاتا ہے | سوال :- اگر کوئی عورت ابتداء

آبادگی ظاہر کرے اور سال دو سال بعد شوہر سے الگ ہونے کا دعویٰ عدالت میں دائر کر دے تو کیا اس عورت کو شوہر سے الگ ہونے کا شرعاً حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر کوئی عورت تشادی کے بعد اپنے شوہر کو عینین پائے تو اس کو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر جب وہ ایسے شوہر کے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کر دے تو پھر اس کو تفریق یعنی فسخ نکاح کا حق باقی نہیں رہتا۔

قال الشيخ وهبة الزحيلي : اشترط الفقهاء وشرطين لثبوت الحق في طلب التفریق بالعيب وهما..... (۲) الا يرضى بالعيب بعد العقد فان كان طالب التفریق جاهلاً بالعيب ثم علم به بعد ابدام العقد ورضى به سقط حقه في طلب التفریق - (الفقه الاسلامي وادلتها ج ۵، ص ۵۲) شروط التفریق بالعيب :-

خیار فسخ کے ختم ہونے کی شرائط | سوال :- اگر ایک عورت کو کسی طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جماع پر قادر نہیں اس کے باوجود وہ اس کے ظاہری حسن و جمال یا اس کے مال و دولت کے لالچ کی وجہ سے اس سے نکاح کرے اور کچھ عرصہ کے بعد اس بناء پر تفریق کا مطالبہ کرے کہ شخص جماع پر قادر نہیں ہے تو کیا اس عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- علماء احناف کے ہاں شوہر میں عیب کی وجہ سے فسخ نکاح کیلئے چند شرائط ہیں۔ (۱) یہ کہ اس عورت کو شوہر کے اس عیب کا علم نکاح سے قبل ہو۔ (۲) یہ کہ اس عورت کو شوہر کا یہ عیب نکاح سے پہلے معلوم ہو اور اس کے باوجود وہ اس سے نکاح کر لے تو پھر اس کو طلب تفریق (یعنی نکاح فسخ کرنے) کا کوئی حق نہیں۔ اسی طرح صورتِ مشولہ

لہ قال العلامة ابن نجيم : وان اختارته بطل حقه..... اشار بطلانه باختياره الى انه فوق بينهما ثم تزوجها. ثانياً لم يكن لها خيار لرضاها بحاله كما لو تزوجته عالمة بحالة على الفقه به - (البحر الرائق ج ۴ ص ۱۲۵ باب العتین)

ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۱۲۵ باب العتین -

میں بھی اس عورت کو فریخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے۔

لما قال الشيخ أبو زهرة: وليست شرط للتفريق في العنة والجب والخصاء ثلاثة شروط (اولاً) - تكون عانته بذلك عند العقد فان علمت به عند العقد ورضيت فانه ليس لها الحق في طلب التفريق بسببه -

(الاحوال الشخصية ص ۲۵۶ التفريق للغيب) ۱۷

نحقی اور عنین کا حکم ایک ہی ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! جس طرح عنین کے لیے بغرض علاج معالجہ ایک سال کی مہلت ہے تو کیا نحقی کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی یا بغیر مہلت کے ہی میاں بیوی میں تفریق کی جائے گی؟

الجواب :- عنین اور نحقی دونوں کو قاضی علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے گا تاکہ وہ اس مدت میں اپنا علاج کرا کے جماع کے قابل ہو سکے، اور اگر اس کے باوجود وہ جماع کے قابل نہ ہو سکے تو ایک سال کے بعد دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔

لما قال الشيخ الامام أبو زهرة: أما العنة والخصاء فلا يحكم القاضي بالتفريق فيهما بمجرد طلبها وثبوت عدم قبولها بل لا بد من تأجيلها سنة وثبتت انہ لم يقربها وذلك لان عمر رضى الله عنه أجل التفريق سنة عندما طليت امرأة التفريق لأن زوجها لم يقربها - (الاحوال الشخصية ص ۲۵۷ التفريق للغيب) ۱۸

۱۷ قال الشيخ وهبة الزحيلي: اشترط الفقهاء شرطين لثبوت الحق في طلب التفريق بالغيب وهما (۱) الا يكون طالب التفريق عالماً بالغيب وقت العقد فان علم به في العقد وعقد الزواج لم يحق له طلب التفريق لأن قبوله التعاقد مع علمه بالغيب رضا منه بالغيب - (الفقه الاسلامي وادلته ج ۷ ص ۵۲۱ شروط التفريق بالغيب)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ دَرِّ الْمَخْتَارِ ج ۳ م ۳۵ باب العنّين -

۱۸ قال العلامة ابن نجيم المصنّف: وأجل سنة لوعنينا أو خصياً وهو من نزع خصيتاه وبقي ذكره - (البحر الرائق ج ۴ ص ۱۲۲ باب العنّين)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ عَلَى صَدْرِهِ دَرِّ الْمَخْتَارِ ج ۳ ص ۲۹۶ باب العنّين -

مقطوع الذکر کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص محبوب ہو (یعنی جس کا آلہ تناسل بالکل نہ ہو) تو کیا اسے بھی ایک سال کی مہلت دی جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد اگر کسی عورت کا شوہر محبوب یا مقطوع الذکر ہو جائے تو اس کو مہلت دینے میں چونکہ کوئی فائدہ نہیں اور نہ وہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے جو مہلت دینے سے مقصود ہوتا ہے اس لیے محبوب کو مہلت دینے پر دونوں کے درمیان قاضی یا جج تفریق کر دے گا۔

قال العلامة ابن نجيم المصري : وجدت زوجها محبوباً فرق في الحال وهو من استوصل ذكره وخصيته وانما لصريث وجل لعدم الفائدة .

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲ باب العین وغیرہ) لے

عقیم مرد سے فسخ نکاح کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شخص جماع پر تو قادر ہے لیکن ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق اس کے مادہ منویہ میں اولاد پیدا کرنے والے جراثیم ختم ہو چکے ہیں جبکہ اس کی بیوی تندرست اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو کیا عورت نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی کو اولاد دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے بچے عنایت فرمائے اور جسے چاہے نہ دے، جراثیم کا ختم ہونا کوئی عیب نہیں اور نہ ڈاکٹری رپورٹ حکم قطعی ہے، لہذا جب کسی عورت کا خاوند نفس جماع پر قادر ہو تو اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنا نکاح بذریعہ عدالت فسخ کر لے۔

لما قال العلامة المرغینانی : اذا كان الزوج عتياً اجل الحاكم سنة فان وصل اليها قبلها والافرق بينهما اذا طلبت المرأة ذلك . (الهداية ج ۲ ص ۳۹۹ باب العین)

لے قال العلامة علاؤ الدین الحسینی رحمہ اللہ : اذا وجدت المرأة زوجها محبوباً او مقطوع الذکر فقط او صغيره جداً كالزیر فرق الحاكم بطلبها بينهما في الحال ولو المحبوب صغيراً لعدم فائدة التأجيل .

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۴ باب العین)

باب العدة

(عدت کے مسائل)

سوال :- جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کو دوسرا نکاح کرنے کے لیے کتنی مدت انتظار کرنا پڑے گا؟ کیا حمل کی وجہ سے عتہ میں کمی بیشی ممکن ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لیے چار ماہ دس دن عتہ گزارنا ضروری ہے، عتہ کے دوران دوسرا نکاح یا اس کی دیگر سرگرمیوں میں وابستہ رہنا ناجائز اور حرام ہے۔ اور جو عورت حاملہ ہو اس کی عتہ وضع حمل پر موقوف ہے، چاہے ایک گھنٹہ بعد ہو یا نوچھینے لگ جائیں۔

وقال الله تبارك وتعالى: وَأَقْلَاتُ الْأَحْصَالَ أَنْ يَجْلِهِنَّ أَنْ يَفْعُنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۴) وايضاً قال عز وجل: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ أَنْزَلْنَا بِتَرْبِصِنَ أَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (سورة البقرة آیت ۲۳۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَحْدِثَ عَلَى مِيتَةٍ فَوْقَ ثَلَاثِ أَكْوَاعٍ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۴) باب وجوب الاحد في عدة الوفاة وتحريمه في غير ذلك الا ثلاثاً اي وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت قول الحنفی، وضع جميع حملها ای بلا تقدیر بمدة سواء ولدت بعد الطلاق او الموت بيوم او اقل۔
رد المحتار ج ۲ ص ۶۵۶ باب العدة ۱۷

۱۷ قال العلامة قاضي خان رحمه الله: فان مكنت المعتدة عن الطلاق والمواحماً لا فعدتها بوضع الحمل۔ وفيه ايضاً وعدة الوفاة على الحرة اربعة اشهر وعشراً۔
(الفتاوى قاضي خان علي هامش الهندية ج ۱ ص ۵۵) باب العدة
ومثله في الهندية ج ۱ ص ۵۲۸-۵۳۳ الباب الثالث العشر في العدة۔

مطلقہ قبل الدخول کی عدت | سوال :- اگر ایک شخص نے قبل الدخول اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو کیا ایسی حالت میں مطلقہ پر عدت

گزارنا ضروری ہے؟

الجواب :- ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دینے کی صورت میں مطلقہ کے ذمہ عدت گزارنا واجب نہیں، لہذا طلاق سے جدا ہو کر اس کے فوراً بعد یا تاخیر سے بغیر کسی تحدید مدت کے دوسری جگہ نکاح کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لما قال الله عز وجل: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّتٍ تَعْتَدُ لِهِنَّ۔ (سورة الاحزاب آیت ۴۹) ۱۔

سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی نابالغ بیوی کو ہمبستری کے بعد طلاق نابالغہ کی عدت دی ہو تو اس کی عدت کیا ہوگی؟

الجواب :- نابالغ عورت حیض نہ ہونے کی وجہ سے مہینوں کے اعتبار سے عدت گزارے گی لہذا تین ماہ گزر جانے کے بعد مطلقہ آزاد ہوگی، تاہم اگر دوران عدت حیض کا خون آنا شروع ہو گیا تو پھر عدت مہینوں کے بجائے حیض سے شمار ہوگی۔ قال الله تعالى: وَاللَّائِي يُمْسِنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (سورة الطلاق آیت ۴) وفي الهندية، والعدة لمن لم تحض لصغرا وكبرا وبلغت بالثت ولم تحض ثلاثة اشهر كذا في النقاية، وكذا الوراث دماً يوم اثمر لم ترفع عدتها بالشهور وهو الصيغ ولو رأت ثلاثة دماً ثوراً انقطع فعدتها بالحیض۔ الخ (الفادوی الہندیہ ج ۱ ص ۵۲۶ باب العدة) ۲۔

۱۔ لما قال العلامة الكاساني رحمه الله: وشرط وجوبها رאי العدة)۔۔۔۔۔ الدخول وما يجري مجرا لدخول وهو الخلوة الصحيحة۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۱ باب العدة۔ فصل ومنها ان يكون النكاح الثاني صحيحاً)

وَمِثْلُهُ فِي الْهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۵۲۶ الباب الثالث عشر في العدة۔

۲۔ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: وان كانت ممن لا تحيض من صغرا وكبرا فعدتها ثلاثة اشهر۔ (الهداية ج ۲ ص ۴۱۴ باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۳۱ باب العدة۔

معتدة عدت کہاں گزارے گی | سوال :- عدت گزارنے والی عورت کیلئے عدت کے دوران خاوند کے گھر کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ

رہائش اختیار کرنا کیسا ہے ؟

الجواب :- معتدة کے لیے خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں جس گھر میں اس کو طلاق ملی ہو یا خاوند وفات پا گیا ہو عورت وہاں پر ہی عدت گزارے گی، اس لیے کہ جس عورت کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں اس کے لیے خاوند کے گھر سے کسی وقت نکلنا جائز نہیں ہے۔ البتہ متوفی عنہا زوجہا کے لیے دن میں اتنی ضرورت کے لیے نکلنا مرنقص ہے کہ جتنے وقت میں اپنی دنیاوی ضرورت پوری کرے لیکن رات کو لازمی طور پر شوہر کے گھر آنا ضروری ہوگا، تاہم اگر مکان کرایہ کا ہو اور بیوہ کے لیے کرایہ کا انتظام مشکل ہو تو پھر اس ضرورت کے تحت والدین کے گھر ایام عدت گزار سکتی ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تخاف انه داه او تخاف تلف مالها او لا تجد كوار البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع اليه۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۲ باب العدة) لے

دوران عدت خاوند کے گھر رہنا ضروری ہے | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی، اب دونوں دوبارہ آبادی کیلئے

حلالہ پر راضی ہیں لیکن عورت چونکہ حاملہ ہے جس کے لیے وضع حمل کے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، اس صورت میں یہ عورت کہاں سکونت اختیار کرے گی؟ کیا خاوند کے ہاں رہ سکتی ہے؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق اس عورت کے لیے دوران عدت خاوند کے گھر رہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے، تاہم اگر نکاح سے قبل خاوند کی طرف سے کسی فسق و فجور کا خطرہ ہو تو

لے وفي الهندية: على المعتدة ان تعتد في المنزل الذي يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفرقة او الموت، وفيه۔ وان اضطرت الى الخروج من بيتها.... في عدة الوفاة فلا بأس عند ذلك

ان تنتقل... الخ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۳۵ الباب الرابع عشر في الحدود)

ومثله في البعر الرائق ج ۲ ص ۱۵۴ فصل في الاحداد۔

اس کے انسداد کے لیے خلوت سے اجتناب کرنا یا دیگر احتیاطی تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ زنا وغیرہ کے ارتکاب سے بچا جاسکے۔

قال العلامة الحصكفي: لهما ان يسكنا بعد الثلث في بيت واحد، اذا لم يلتقيا التقاء الاذواج ولهم ان فيه خوف فتنة وفيه عن المجتبی الا فصل الحیلولة بستر ولو فاسقا فبمراة الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۵ باب العدة) له

زنا کے ارتکاب سے عدت متاثر نہیں ہوتی | سوال :- اگر مطلقہ مغلظہ سے خاوند باوجود اقرارِ حرمت کے دورانِ عدت زنا کرے تو کیا اس سے عدت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟
الجواب :- مطلقہ مغلظہ سے اگر خاوند دورانِ عدت زنا کا ارتکاب کرے تو عدت جاری رہے گی اس سے عدت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی السہندیۃ: واما المطلقة ثلاثا اذا جامعها زوجها فی العدة مع علمہ انہا حرام علیہ ومع اقرارہ بالحرمة لاستأنق العدة۔

والفتاوی السہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۲ الباب الثالث عشر فی العدة) ۲

عورت کا خاوند کے گھر میں عدت گزارنے کی وجہ | سوال :- طلاق ہو جانے کے بعد عورت کو خاوند کے گھر میں عدت گزارنے کا پابندیوں کیلئے؟ جبکہ عورت کسی دوسری جگہ بھی عدت گزار سکتی ہے؟
الجواب :- اگرچہ عورت پر یہ لازم نہیں کہ وہ طلاق سے معتدہ ہونے کی صورت میں خاوند کے

له قال ابن نجيم، فلا بأس بان يسكن في بيت واحد اذا كان عدسا أو اطلاق رجيا أو بائنا أو ثلثا ولا فضل ان يحال بينهما في البيت أو بستر الا ان يكون الزوج فاسقا فمحال مراة ثقة تقدر على الحيلولة بينهما۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۲ باب العدة فصل في الاحداد)

ومثله في السہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۵ الباب الرابع عشر في الاحداد۔

له قال العلامة ابن عايدین: لو طأها بعد الثلاث في العدة بلاكاح عالما بحرمتها لا تجب عدة اخرى لانه زنا۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۱ باب العدة)

ومثله في الخانية علی هامش السہندیۃ ج ۱ ص ۵۵۳ فصل في انتقال العدة۔

گھر میں رہے، لیکن عدت کے دوران چونکہ اس کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہو سکتا، اس لیے شریعت نے اس کے اخراجات کا متبادل انتظام نہ ہونے تک (خاوند کو ذمہ دار قرار دیا ہے، مزید برآں یہ بھی ممکن ہے کہ عورت حاملہ ہو اور بچہ کی ولادت تک عورت خاوند کے حق میں مجبوس رہے گی، اس لیے عورت کے لیے خاوند کے گھر کے علاوہ کوئی اور بہتر جگہ میسر نہیں اور طلاق رجعی کی صورت ممکن ہے کہ عورت کا خاوند کے گھر میں رہنا دوبارہ تعلقات کی بحالی کا ذریعہ ثابت ہو۔

قال العلامة الامام الكاساني: وانما تجب هذه العدة اى عدة الاقراء لاستبراد الرحم فوجبت العدة ليعلم بها فراغ الرحم وشغلها. وايضا قال: وانها تجب لاطهار العز وبعوت نعمة النكاح. (ردائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۱، ۱۹۲ کتاب الطلاق فصل واما العدة بالاشهر فروعاً وفي فصل قبله

عدت کی کم از کم مدت | سوال :- غیر حاملہ عورت طلاق کے بعد دعویٰ کرے کہ میری عدت گزر گئی ہے تو کتنی مدت میں اس کے قول کو اعتبار دیا جائے گا؟

الجواب :- صاحبین کے نزدیک ایسے دعویٰ کے لیے کم از کم ۳۹ دن کا ہونا ضروری ہے کیونکہ کم از کم تین حیض کے لیے نو دن اور دو طہر کے لیے تین ایام درکار ہوں گے تاہم عورت کی عادت کو مد نظر رکھتے ہوئے ۳۹ سے زائد ایام کے وقت فیصلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي: قالت مضت عدتي والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها والاعتمله المدة لا. وقال العلامة ابن عابدین: في هذا المقام وعندهما اقل مدة تصدق فيها الحرة تسعة وثلاثون يوماً ثلاث حيض بتسعة ايام وطهران بثلاثين -
(رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۵ باب العدة - مطلب في وطئ المعتدة بشبهة) ۲

۱۔ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: "في بيان وجه العدة" براءة الرحم وصون النسب واعطاء الفرصة الكافية للزوج بعد الطلاق ليعود لزوجته المطلقة -
(الفقه الاسلامي وادلته ج ۷ ص ۶۲۷ باب العدة)

۲۔ قال العلامة برهان الدين المرغيناني رحمه الله: واذا قالت المعتدة انقضت عدتي وكذبها الزوج كان القول قولها مع اليمين -

(الهداية ج ۲ ص ۶۷ کتاب الطلاق - باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۴ ص ۱۵۶ باب العدة - كتاب الطلاق -

باہمی تعلقات منقطع ہونے کے باوجود مطلقہ کیلئے عدت ضروری ہے | سوال :- اگر ایک سے بھاگ کر کسی اور شخص کے پاس مدت دراز تک غیر شرعی سرگرمیوں میں ملوث رہی اور کئی سالوں تک اس کا خاوند سے رابطہ نہیں رہا، اسی حالت میں اگر خاوند اس کو طلاق دیدے تو کیا اس عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب تک منکوحہ کو خاوند سے طلاق نہ ملے تو میاں بیوی کی عرصہ دراز تک باہمی جدائی سے نکاح متاثر نہیں ہوتا، نکاح کی موجودگی میں عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہو تو بوجہ نکاح خاوند سے اس کا نسب ثابت ہوگا، اس حالت میں نسب کا انتفاء لعان پر موقوف ہے۔ بایں وجہ جب تک نکاح کی بقا زوال پر منتج نہ ہو تو عورت کے لیے عدت ضروری ہوگی، اگرچہ عرصہ دراز تک میاں بیوی کا رابطہ منقطع رہا ہو۔

قال الله تبارك وتعالى: وَالْمُطَلَّقاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (سورة البقرة آیت ۲۳۸)
وقال النبي عليه الصلوة والسلام: "الولد للفراش" (رواه ابو داود ج ۳ ص ۳۱۷) عن عروة
عن عائشة رضي الله تعالى عنها -

عدت کی ابتداء زوال نکاح سے شمار ہوگی | سوال :- ایک عورت اپنے خاوند سے چار سال تک جدا رہی اور ایک دوسرے سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی، اب جبکہ خاوند نے خلع کر دیا ہے تو کیا اس عورت پر عدت ہوگی یا نہیں؟
الجواب :- صورت مرقومہ کے مطابق میاں بیوی کے ایک عرصہ تک علیحدہ رہنے کے باوجود ان کا نکاح باقی ہے، زوال نکاح چونکہ خلع کرنے یا طلاق دینے سے آتا ہے اس لیے یہ عدت زوال نکاح سے شروع ہو کر عورت پر عدت لازم ہے۔

لما قال ملائد بن الحنفی، ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور۔

رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۲ باب العدة - مطلب فی وطئ المعتدة بشبهة (۲)
قال المرغینانی: ويثبت نسب لد المطلقه الزوجية إذا جاء نسنتين أو أكثر ما لم تقربا نقضاء عدتها۔
الهدية ج ۲ ص ۴۹۹ كتاب الطلاق - باب العدة - ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۶۶۲ باب العدة - فصل في ثبوت النسب -
قال المرغینانی: وأبدا العدة في الطلاق عقيب الطلاق - (الهدية ج ۲ ص ۴۹۹ كتاب الطلاق - باب العدة)
ومثله في السهدية ج ۱ ص ۵۳۱ كتاب الطلاق، في أبواب الثالث عشر في العدة -

عَدَّت کے اندر رجوع بالقول کافی ہے | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی لیکن بعد ازاں عدت کے آخری ایام میں رجوع کا ارادہ کیا، باہمی تعلقات کا سہارا لینے کی بجائے صرف دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا ہے، تو کیا شخص مذکور اب عورت کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- عدت گزرنے سے قبل خاوند کا رجوع معتبر ہے، عدت کے دوران رجوع کے لیے کسی عملی اقدام کی بجائے رجوع بالقول ہی کافی ہے، اس لیے دو گواہوں کے سامنے اس کے رجوع کو اعتبار دے کر دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں۔

لما فی الہندیۃ : فالرجعة ان یراجعہا بالقول ویشهد علی رجعتہا شاہدین - الخ
رافعاوی الہندیۃ ج ۱ ص ۲۶۸ کتاب الطلاق، البنا اساس فی الرجعة و فیما تحل بہ المطلقة و ما یصل بہ

عدت کے دوران عورت کے جملہ اخراجات کا خاوند ذمہ دار ہے | سوال :- اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر

فارغ کر دیا ہو، اب جبکہ خاوند اور مطلقہ کے باہمی تعلقات مراجعت یا تجدید نکاح سے نہیں بنتے ہوں تو عدت کے دوران مطلقہ کے اخراجات کا کون ذمہ دار ہوگا؟

الجواب :- مطلقہ مغلطہ ہو یا بائنہ، عدت کے دوران اس کی خوراک، پوشاک اور رہائش کے جملہ اخراجات خاوند کے ذمہ ہیں، اگر خاوند باہمی رضامندی سے ان اخراجات کی ادائیگی کیلئے تیار نہ ہو تو عورت حاکم وقت یا قاضی کے ذریعہ اس سے ان حقوق کے حاصل کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

قال المرغینانی: واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنی فی عدتہا رجعیاً کان اوبائناً۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الطلاق - باب النفقة) ۱

۱۔ قال المرغینانی: والرجعة ان یقول رجعتک ارجعت امرأتی۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الطلاق، باب الرجعة) ومثله فی رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۳ کتاب الطلاق، باب الرجعة۔

۲۔ قال ابن عابدین: تحت قول المصنف: "وتجب لمطلقة الرجعی البائن"۔ لان النفقة تابعة للعقد وقید بالرجعی والبائن احتراز عما لو اعتق ام ولده۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۶ باب النفقة - مطلب فی نفقة المطلقة.....)

ومثله فی الہندیۃ، ج ۱ ص ۵۵۵ کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة۔

عَدَّتِ وفات میں عورت کا نان و نفقہ کس کے ذمہ ہے | سوال :- عَدَّتِ وفات میں جہاں بیوہ کو عَدَّتِ گزارا لازم ہے اس کے اخراجات کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے؟

الجواب :- محکوم کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں لیکن خاوند کی وفات سے باہمی تعلق منقطع ہونے کی وجہ سے خاوند سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے، چنانچہ ورثاء سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، عورت کو اپنے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے۔ تاہم جہاں کہیں عورت اخراجات پورا کرنے سے قاصر ہو تو پھر عصبہ (رشتہ داروں) پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

قال برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ : ولا نفقة للمتوفی عنها زوجها۔

الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الطلاق۔ باب النفقة

وقال ایضاً : والنفقة لكل ذي رحم محرماً إذا كان صغيراً فقيراً أو كانت امرأة بالغة فقيرة۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۵ کتاب الطلاق۔ باب النفقة) ۱

ایام عَدَّتِ میں عورت کا پنشن کیلئے جانا | سوال :- میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور مجھے ہر ماہ اپنی پنشن کے لیے اپنے متعلقہ دفتر جانا پڑتا ہے جبکہ دفتر والے میرے بغیر کسی اور کو پنشن نہیں دیتے، غربت و افلاس کی یہ حالت ہے کہ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا، تو کیا میں دورانِ عَدَّتِ پنشن لینے کے لیے گھر سے باہر جاسکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ عورت کے لیے دورانِ عَدَّتِ گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے مگر ضرورتِ شدیدہ کو شریعتِ مطہرہ نے مستثنیٰ کیا ہے، اس لیے اگر آپ کا بغیر پنشن کے گزارہ نہیں ہوتا، ہو تو آپ اس مجبوری کی وجہ سے پنشن لینے کے لیے جاسکتی ہیں

۱۔ قال المحقق : لا نفقة لاحد عشرًا وعد منها معتد موت۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳)

باب النفقة، مطلب لانجیب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغير

ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵۸ کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات وفيہ ستة

فصول، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة۔

مگر ضرورت پورا ہوتے ہی فوراً واپس آنا ضروری ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وتعدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت
فیه ولا ینخرجان منه الا ان یتخرج او یتهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها
اولا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع
الیہ۔ (الدر المختار علی صدد المختار ج ۳ ص ۵۳۶ فصل فی الحداد) ۱۷

دورانِ عدت عورت کا ویزہ کے حصول کیلئے نکلنا | سوال ۱۔ اگر غریب الوطنی

میں کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور دورانِ عدت عورت کو ویزہ لگوانے کی ضرورت پڑ جائے اور عورت کے جائے بغیر ویزہ لگوانا ممکن نہ ہو تو کیا یہ عورت دورانِ عدت ویزہ لگوانے کیلئے متعلقہ دفتر جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: عدت طلاق کی ہو یا وفات کی دونوں کے دوران عورت کا بلا ضرورت شرعی کے گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر ضرورت اتنی شدید ہو کہ اُس کے جائے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو اس مجبوری کی خاطر عورت گھر سے نکل سکتی ہے مگر رات کو گھر واپس آنا بہر حال ضروری ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں عورت ویزہ کے لیے دورانِ عدت جاسکتی ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وتعدان ای معتدة طلاق وموت
فی بیت وجبت فیه ولا ینخرجان منه الا ان یتخرج او یتهدم المنزل
او تخاف انهدامه او تلف مالها أو لا تجد كراء البيت ونحو ذلك من
الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیه۔ (الدر المختار علی صدد المختار
ج ۳ ص ۵۳۶ فصل فی الحداد) ۱۸

۱۷ قال العلامة ابن نجيم المصری رحمه الله: فقالوا لا تخرج المعتدة
عن طلاق او موت الا لضرورة لأن المطلقة تخرج للضرورة
بحسبها ليلاً كان او نهاراً والمعتدة عن موت كذلك۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۳ فصل فی الحداد)

۱۸ ایضاً دحوالہ مذکورہ بالا)

دارالحرب میں نو مسلم عورت کی عدت کا حکم | سوال :- اگر کوئی غیر مسلم شادی شدہ عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے تو کیا یہ عورت عدت گزار کر کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہے تو عدت گزارنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب :- جب کوئی غیر مسلم عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے اور وہاں تاسنی شرعی نہ ہو تو اولاً تین حیض عدد گزار کر پہلے شوہر سے آزاد ہو جائے گی اور پھر تین حیض عدت گزارنے کے بعد کسی مسلمان مرد سے اس کا نکاح صحیح اور درست ہے۔

لما قال العلامة الحصكفي: ولو اسلم احد حوائمه لم تبين حتى تعيض ثلاثاً وتمضي ثلثة شهر قبل اسلام الآخر۔ قال ابن عابدین: وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة۔ رد المحتار ج ۲ ص ۶۲ باب نکاح الکافر۔

عدت وقات کے دوران حج کے لیے جانا | سوال :- جناب مفتی صاحب! میں اپنے بھائی کے ساتھ حج کے لیے داخلہ

کیا ہے اور منظوری بھی ہو چکی ہے کہ اس دوران میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میں اس حالت میں عدت کے دوران حج کی ادائیگی کے لیے جا سکتی ہوں؟
الجواب :- بیوہ عورت کا عدت کے دوران شرعاً بلا ضرورت شدید کے گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ جہاں جان و مال یا کسی اندام کے تلف ہونے کا خطرہ ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے نکلنا مخصص ہے۔ حج اگرچہ اسلامی فریضہ ہے مگر علی الفور نہیں، لہذا اگر داخلہ کرنے اور منظوری ہو جانے کے بعد رقم واپس مل سکتی ہو تو حج یا دیگر کسی بھی سفر کیلئے نکلنا جائز نہیں اور اگر رقم واپس ملنے کا امکان نہ ہو تو پھر مجبوراً سفر حج پر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین الحصكفي رحمه الله: لا يخرج من بيتها الا ان

لما قال العلامة المرغيناني رحمه الله: واذا اسلمت المرأة في دار الحرب وزوجها كافراً واسلم الحرب، وانحنه مجوسية لم يقع الفرقة عليها حتى تعيض ثلث حيض ثم تبين من زوجها

(الهداية ج ۲ ص ۲۲۱ باب نکاح اهل الشرك)

فمثلة في شرح الوقاية ج ۲ ص ۲۱۱ باب نکاح الرقيق والكافر۔

تخرج او ينهدم المنزل فتخرج لا قرب موضع اليه .

(الدر المختار على صدر رد المحتار ج ۳ ص ۵۳۶ باب الحداد) لہ

حیض نہ آنے کی صورت میں مُطلقہ کی عدت کا حکم | سوال :- اگر کسی عورت کو شوہر طلاق دیدے اور کئی ماہ سے اس کو حیض بھی

نہیں آ رہا ہو جبکہ عورت کی عمر بھی تقریباً ۲۵، ۲۶ سال ہے، تو اس عورت کی عدت کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا یہ عورت حیض آنے تک انتظار کرے یا تین ماہ بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟
الجواب :- حنفیہ کے نزدیک مُطلقہ کی عدت اصل بالا حیاض ہے، عدت بالاشہر ایسیہ کے اور صغیرہ کے ساتھ قاص ہے، اس لیے یہ عورت عدت ایساں تک انتظار کرے گی۔ مگر آج کل مجبوری کی وجہ سے متاخرین فقہاء نے امام ماکٹ کے قول "ایک سال تک انتظار کر کے دوسرا نکاح کرنے پر فتویٰ دیا ہے تاہم اس قول پر عمل تب ہوگا جب علاج معالجہ کے بعد بھی حیض نہ آئے اور یہ دوسرا نکاح بھی باجائز قاضی و حاکم ہو۔

قال الشيخ اشرف على النعماني رحمه الله حنفية کے نزدیک تو عدت ایساں تک انتظار حیض ضروری ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتد ایک سال وقت طلاق سے عدت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب الطلاق، فصل في العدة والرجعة) لہ

عدت طلاق کے دوران شوہر کا انتقال ہو جانا | سوال :- کسی عورت کو شوہر نے دو طلاقیں دیں، عدت کے دوران ہی

لہ قال الشيخ صدر الشريعة رحمه الله : وتخرج معتدة بالموت في المذکورين رای آئیل والنهار وتبيت في منزلها اذا لا تقع لها فتحتاج الى الخروج وتعتد في منزلها وقت لفرقة والموت والطلاق الا ان تخرج او خافت تلف مالها والا نهدام.....

(شرح الوقاية ج ۲ ص ۱۵۳ باب العدة كتاب النكاح)

وَمِثْلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۱۲۳ باب العدة كتاب النكاح .

لہ قال الشيخ وهبة الزحيلي : سنة كاملة لممتدة الطهر التي لم يجئها الحيض او جاءها ثم انقطع ولم يبلغ سن اليأس . (الفقه الاسلامي وادلته ج ۶ الفصل الرابع في العدة والاستبراء)

اس کا انتقال ہو گیا، تو اب یہ عورت کون سی عدت گزارے گی، عدت وفات یا عدت طلاق؟
الجواب :- اس مسئلہ میں علماء اُمت کا اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی عدت کے دوران انتقال کر جائے کہ اس کی مطلقہ بیوی کی عدت، عدت طلاق سے عدت وفات میں تبدیل ہو جائے گی، لہذا یہ عورت عدت طلاق کی بجائے عدت وفات (چار ماہ دس دن) گزارے گی بشرطیکہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو۔

قَالَ الشَّيْخُ وَهْبَةُ الزَّحِيلِي : إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ فِي أَشْنَاءِ عِدَّةِ زَوْجَتِهِ الَّتِي طَلَّقَهَا طَلَقًا رَجْعِيًّا انْتَقَلَتْ بِالْإِجْمَاعِ مِنْ عِدَّتِهَا بِالْأَقْرَاءِ إِلَى أَشْهُرِ إِلَى عِدَّةِ وَفَاةٍ وَهِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرَةٌ أَيَّامٍ سِوَا مَا كَانَ الطَّلَاقُ فِي حَالِ الصَّحَّةِ أَوْ فِي حَالِ مَرَضِ الْمَوْتِ لِأَنَّ الْمَطْلُوقَةَ رَجْعِيًّا تَعِدُّ زَوْجَتَهُ مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ وَمَوْتُ الزَّوْجِ يُوجِبُ عَلَى زَوْجَتِهِ عِدَّةَ الْوَفَاةِ۔ (الفقه الاسلامي وادلتہ ج ۶، الفصل الرابع في العدة والاستبراء)

سوال :- اگر کوئی عورت زنا کی مرتکب ہو اور وہ اس حاملہ من الزنا عورت کی عدت

وضع حمل کا انتظار کرے گی یا نہیں؟ اور اگر حمل نہ ہو تو کیا اس عورت پر عدت ہے یا نہیں؟
الجواب :- عدت کی مشروعیت ایک مقدس رشتے کے انقطاع کی صورت میں ہوتی ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ میں مشروعیت نہیں لہذا حاملہ من الزنا کیلئے کوئی عدت نہیں مگر شوہر جماع کرنے کے لیے ایک حیض تک انتظار کرے کہ کہیں حاملہ نہ ہو، اگر ہو تو وضع حمل تک جماع کرنا جائز نہیں۔

قَالَ الْكَاسَانِيُّ: وَلَا تَجِبُ عَلَى الْحَامِلِ بِالنِّزَالِ الزَّانَا لِأَنَّ عِدَّةَ الزَّانَا لَا تَزُوجُ امْرَأَةً وَهِيَ حَامِلَةٌ مِنَ الزَّانَا جَازَ النِّكَاحُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَحَمْدٍ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَطَّاهَا مَا لَمْ تَضَعْ لَيْسَ يَصِيرُ سَاقِيًا مَادَّةَ زَرْعٍ غَيْرَةٍ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۳ فصل واما عِدَّةُ الْحَبْلِ ۱۷۷)

اَقَالَ الْمَرْغِينَانِيُّ: أَمَّا إِذَا كَانَ رَجْعِيًّا فَعَلَيْهَا عِدَّةُ الْوَفَا بِالْإِجْمَاعِ۔ (المهذبة ج ۲ ص ۲۱۲ باب العدة)

وَمِثْلُهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۳ ص ۲۱۲ فَصْلُ فِي بَيَانِ انْتِقَالِ الْعِدَّةِ وَتَغْيِيرِهَا۔

۲ قَالَ ابْنُ نَجِيمٍ: وَقَدْ مَنَّانِ الْحَامِلِ مِنَ الزَّانَا لَعِدَّتِهَا عِنْدَ وَلَدِهَا صَحَّاحًا لِكَاحِهَا لِغَيْرِ الزَّانِي وَإِنْ حَرَّمَ الْوَطَنُ وَمَا الْكَلَامُ فِيمَا إِذَا تَزَوَّجَتْ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَحَمْدٍ وَهِيَ حَامِلَةٌ مِنَ الزَّانَا ثُمَّ طَلَّقَهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا فَانْهَاقَتْ بِوَضْعِ الْحَمْلِ۔ (المهر لرفق ج ۲ ص ۱۲۳ باب العدة) وَمِثْلُهُ فِي أَمْدَادِ الْأَحْكَامِ ج ۲ ص ۸۷۶ بَابُ الْعِدَّةِ۔

عدتِ وفات شوہر کے گھر گزارنا لازمی ہے | سوال :- اگر کوئی عورت گھریلو ناچاقی کی وجہ سے میکے والدین کے گھر چلی جائے

اور وہاں وہ کئی سالوں تک ناراض بیٹھی رہے کہ اچانک اس کا شوہر فوت ہو جائے تو اب یہ عورت عدتِ وفات کہاں گزارے گی؟ والدین کے گھر میں یا شوہر کے گھر میں؟

الجواب :- عدتِ وفات ایک قسم کا سوگ ہے جو کہ شرعاً شوہر کے گھر میں گزارنا لازمی ہے، شوہر کا گھر عورت کا اپنا گھر ہے، میکے میں جانا اس کا اتفاقی حادثہ ہے لہذا یہ عورت عدتِ وفات شوہر کے گھر گزارے گی، تاہم اگر اس کا شوہر کے گھر رہنا باعثِ فتنہ و فساد ہو تو پھر اس مجبوری کی خاطر والدین کے گھر میں بھی عدتِ وفات گزارنا مخصص ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: تعتد فی المنزل یضاف الیہا بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت ولہذا لو زارت اہلہا وطلقہا زوجها کان علیہا ان تعود لی منزلہا فتعتد فیہ۔ (المہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۱ ص ۱۶۶ باب العدۃ) لہ

عدتِ وفات کے دوران عورت کا بیماری کی وجہ سے والدین کے گھر جانا | سوال :- اگر کوئی عورت

عدتِ وفات کے دوران بیمار ہو جائے اور شوہر کے گھر میں اس کی تیمارداری کے لیے کوئی نہ ہو تو کیا اس مجبوری کی وجہ سے اس کے والدین علاجِ معالجہ کے لیے اسے اپنے گھر لاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- عدتِ وفات کے دوران اگرچہ عورت کے لیے شرعاً شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں مگر اس میں ضروریاتِ مستثنیٰ ہیں، انہی ضروریات میں بیماری بھی داخل ہے، اس لیے اس مجبوری کی وجہ سے بیوہ عورت کے والدین کا اسے علاج کی غرض سے اپنے گھر لانا جائز ہے۔

لہ وفقی المہندیۃ: علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیہا بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت.... ولو كانت زائرة اہلہا أو كانت فی غیر بیتہا لمرحین وقوع الطلاق انتقلت الی بیت سکنہا بلا تاخیر۔ (الفتاویٰ المہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۵ فصل فی الحداد)

وَمِثْلُہُ فی البحر الرائق ج ۲ ص ۵۴۱ فصل فی الحداد۔

قال العلامة الحصكفي: وتعتد ان في بيت وجبت فيه الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تغاف انهدامه او تلف ما لهما ولا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورة -
 (الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۳ ص ۵۲۶ باب الحداد) لہ

سوال: ہر بیوی کے لیے عدت و فوات اپنے اپنے گھر میں گزارنا لازمی ہے کسی شخص کی

کی دو بیویاں ہوں اور ہر ایک کا مکان الگ الگ ہو اور شوہر کسی ایک بیوی کے مکان میں وفات پا جائے تو دوسری بیوی عدت و فوات کہاں گزارے؟

الجواب:۔ عورت جس گھر میں رہتی ہو وہ اسی گھر میں ہی عدت و فوات و طلاق گزارے، حتیٰ کہ اگر یہ عورت اپنی سوکن کے ہاں اظہار تعزیت کے لیے گئی ہو تو واپس آکر عدت کے ایام اپنے ہی گھر میں گزارے۔

قال العلامة علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ: طلقت اومات وہی زائرة فی غیر مسکنها عادت الیہ فوراً لوجوبہ علیہا وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا یخرجان منہ الا ان تخرج۔

(الدر المختار على هامش رد المحتار ج ۳ ص ۵۲۶ بالعودة فصل في الحداد) لہ

لہ قال العلامة ابن نجیم: (تحت قوله وتعتدان في بيت وجبت فيه الا ان تخرج او ينهدم) ای معتدة الطلاق والموت تعتدان في المنزل المضافات اليهما بالسكنى وقدت الطلاق والموت ولا يخرجان منہ الا لضرورة لما تلونا من الآية -

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۲ فصل في الحداد)

وَمِثْلُهُ فِي اَمَدَادِ الْفَتَاوَى ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب الطلاق، باب العدة۔

۔ قال في الهندية: على المعتدة ان تعتد في المنزل الذي يضاف اليه بالسكنى حال وقوع الفرقة واموت كذا في الكافي: لو كانت زائرة اهلها او كانت في غير بيتها لا مرجع وقوع الطلاق انتقلت الى بيت سكناها بلا تاخير۔

(الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۳۵ الباب الرابع عشر في الحداد)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۱۵۲ فصل في الاحداد۔

حیض والی عورت کی عدت حیض سے ہے | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو حالتِ رضاعت میں طلاق دی ہے جبکہ اس عورت کو رضاعت کی وجہ سے دو یا اس سے زائد ماہ تک حیض منقطع ہوتا ہے، اب اس عورت کے لیے عدت کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا تین ماہ عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جن مستورات کو حیض تو آتا ہو مگر کسی عارضی وجہ سے بند ہو تو ان کے ذمے عدت بالا حیض ہے اگرچہ تین چار سالوں میں پوری ہو جائے، چونکہ صورتِ مسئلہ میں رضاعت کی وجہ سے حیض عارضی طور پر بند ہے اس لیے اس عورت کو تین حیض آتے تک انتظار کرنا پڑے گا یہی اس کی شرعی عدت ہے۔

قال العلامة الحسکفی: وہی فی حق حرۃ ولو کتابیۃ تحت مسلم تحيض لطلاق ولورجعیۃ اذ فسخ بجمع اسبابہ بعد الدخول حقیقۃ اذ حکما۔۔۔ ثلاث حیض کوامل الخ۔ (الدر المختار علی مدردہ الجمار ج ۳ ص ۵۱۰ باب الفسخ) لہ

شوہر مرزائی یا عیسائی ہو جائے تو عورت پر عدت واجب ہے | سوال :- اگر کسی عورت

کا شوہر عیسائی، قادیانی یا یہودی ہو جائے جس کی وجہ سے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا ایسی عورت پر عدت واجب ہے یا نہیں؟

الجواب :- شریعتِ اسلامی میں ہر اس جدائی پر عدت واجب ہے جو میاں بیوی کے مابین کسی وجہ سے آجائے، صورتِ مسئلہ میں چونکہ خاوند کے بوجہ غیر مسلم ہو جانے کے دونوں کے درمیان جدائی خود بخود آگئی لہذا اس عورت پر عدت لازمی ہے۔

قال فی الہندیۃ: وان اُخبرت المرأة ان زوجها قد رتد لہا ان تتزوج باخر بعد انقضاء العدة فی رواية الاستحسان وفي رواية السير

لہ قال العلامة برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: وہی حرۃ وہی تحيض فعدتہا ثلاثۃ اقراء، لقولہ تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَ قُرُوءٍ۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۱۱۱ باب العدة)

وَمِثْلُہُ فی شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۱۲۲ باب العدة۔

یس لها ان تتزوج قال شمس الأئمة السرخسی الاصحح رواية الاستحسان .

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۲۷ الباب النکاح الکافر) ۱۷

خلوت صحیحہ کے بعد عدت طلاق کا حکم | سوال :- والدین نے ایک جگہ اپنے بیٹے کی شادی کر دی مگر بیٹا وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ تھا صرف ایک رات بیوی کے پاس چلا گیا اور بغیر جماع کے صبح باہر آ کر گواہوں کے سامنے منکوحہ کو طلاق دے دی کیا اس عورت پر عدت واجب ہے یا نہیں؟
الجواب :- خلوت صحیحہ (یعنی شوہر اور بیوی کا ایک کمرہ میں بلا کسی رکاوٹ و ممانعت کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنا) ایک قسم کا جماع ہے اس لیے صورت مسئلہ میں اس مطلقہ کے ذمے عدت طلاق گزارنا لازمی ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: والخلو بلا مانع حی شرعی صالوطی ولو کان الزوج مجبوراً أو عنیناً أو خصیاً أو غشیاً إن اظهر حاله فی ثبوت النسب وتأکید المهر والنفقة والسكنی والعدۃ. (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۲ مطلب حکم الخلوۃ) ۱۸

شادی شدہ حاملہ من الزنا کی عدت | سوال :- اگر ایک شخص اپنی بیوی کو اس بات پر طلاق دے کہ وہ بدکردار ہے جبکہ یہ عورت زنا سے حاملہ بھی ہو تو اب یہ عورت تین حیض عدت گزارے گی یا وضع حمل تک انتظار کرے گی؟
الجواب :- شریعت اسلامی نے عدت کی دو قسمیں مقرر کی ہیں (۱) جو عورت حاملہ نہ ہو

۱۹ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ثم إن کان الزوج هو المرتد فلها حلق المهر إن دخل بها ونصف المهر إن لم یدخل بها۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۴۳ فی فصل نکاح اہل الشریک)

وَمِثْلُهُ فی شرح الوقایۃ ج ۲ ص ۶۲ فی باب نکاح اہل الرقیق۔

۲۰ قال فقیر الدین قاضی خان: المهریتا کد بثلاث بالوطء ومواحد الزوجین وبالخلوۃ الصمیحة والخلوۃ الصمیحة ان یجتمعا فی مکان لیس هناك مانع یمنعه عن الوطی حساً أو شرعاً أو طبعاً۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹۶ فصل الخلوۃ وتأکید المهر) ۲۱
وَمِثْلُهُ فی الہندیۃ ج ۱ ص ۳۹۶ الفصل الثانی فیما یتاکد به المهر والمتعة۔

تو اس کی عدت بالا قراء ہے۔ (۲) جو عورت حاملہ ہو اس بات سے قطع نظر کہ یہ حمل شوہر سے ہے یا کسی غیر سے (تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے، لہذا صورتِ مشولہ میں یہ عورت وضع حمل تک انتظار کرے گی۔

قال العلامة الحصکفی: والحامل مطلقاً ولو امة او کتابیة او من زنا تعد بالوضع۔
قال ابن عابدین: اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی به العدة سواء کان من المطلق او من زنا۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۶۱۰ باب العدة) ۱۰

عدت وفات میں جوؤں کی تلفی کیلئے شیمپو استعمال کرنا سوال۔ جناب مفتی صاحب! میرے شوہر کی وفات کو

تقریباً دو ماہ ہو گئے ہیں اور مجھے سر میں جوؤں کی سخت شکایت ہے، کیا از روئے شرع جوؤں کی تلفی کے لیے ملنے والا شیمپو استعمال کر سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب: اگرچہ عدت وفات کے دوران معتدہ کے لیے زیب و زینت کرنا جائز نہیں مگر بعض حالات ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں جن میں ایک بیماری بھی ہے اس لیے آپ جوؤں کو ختم کرنے کے لیے ایسی ادویات استعمال کر سکتی ہیں جن میں خوشبو نہ ہو، چونکہ جوؤں کی تلفی کے لیے ملنے والے شیمپو میں خوشبو ہوتی ہے اس لیے اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں، تاہم اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو بغیر خوشبو کے ہو تو اس کا استعمال مرنخص ہے۔

قال الحصکفی: والذہن ولو بلا طیب کزیت خالص۔۔۔ الا بعد مراجع للجمع اذا للضرورات تبیح المحظورات۔ قال ابن عابدین: وتشتکی رأسها فتدھن وتمشط بالاسنان لغلیظة المتباعدة من غیر ارادة الزينة لان هذا تداء ولا زينة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۱ فصل فی الحداد) ۱۱

۱۲ قال ابن نجیم: قوله فللمحامل وضعه ای عدة الحامل وضع الحمل لقوله تعالى: واولا الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن اطلقها فشمّل الحرة والامة المسلمة وکتابیة مطلقہ او متارکة فی النکاح لفا او طی بشبهة والمتوفی عنها زوجها لا طلاق الیہ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۳ باب العدة)

ومثله فی امداد الاحکام ج ۲ ص ۸۲۱ باب العدة۔
۱۳ قال ابن نجیم: قوله الا بعد مرتبط بالجميع لا بالذهن وحده فلها یسل لمحریح العدة والقمل ولها الا کتعال للضرورة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ فصل فی الحداد)

ومثله فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۵۱۱ باب العدة والحداد۔

عدتِ وفات میں پوڑیاں پہننا | سوال :- کیا وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو وہ اس کے ہاتھوں میں ہوں تو ان کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کے لیے چار ماہ دس دن زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کرنا حرام ہے اس قسم کے مجملہ امور کو ترک کرنا ضروری ہے، چونکہ پوڑیاں پہننا بھی زینت ہی کی ایک قسم ہے اسلئے عدتِ وفات میں ان کو پہننا جائز نہیں اور اگر پہلے سے ہاتھوں میں ہوں تو ان کا اتارنا لازمی ہے۔

قال العلامة الحصكفي: بترك الزينة بحلی. قال ابن عابدین: ای جمیع انواعه من فضة وذهب و جواهر بحر. قال القهستاني: والزينة ما تتزين به المرأة من حلی اوكل. (رد المحتار ج ۲ ص ۶۱ فصل فی الحداد) لے

دیور کے خوف سے شوہر کا گھر چھوڑنے کا حکم | سوال :- اگر کوئی معتدہ الوداع اور اس کا نوجوان دیور دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہوں اور وہ کئی بار اس کی عصمت دری کی کوشش کر چکا ہو تو کیا یہ معتدہ شوہر کا گھر چھوڑ کر اپنے والدین کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اپنی عصمت کی حفاظت کرنا ہر مسلمان عورت پر فرض ہے، اگر کسی عہدہ کو اپنی عصمت دری کا خوف ہو تو وہ اپنی عزت بچانے کیلئے مجبوراً شوہر کا گھر چھوڑ کر اپنے والدین کے ہاں جاسکتی ہے، لہذا صورتِ مسئلہ کے مطابق اگر معتدہ کیلئے دیور سے بچنے کا کوئی طریقہ ممکن نہ ہو تو اس کا اپنے والدین کے گھر جانا مخلص ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: والافضل ان يحال بينهما في البيتوتة لسترالا ان يكون فاسقاً فيحال بأمرأة ثقة وان تعذر فلتخرج هي خروجہ. (رد المحتار ج ۲ ص ۶۴۵ باب البقرة)

لے قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وشمل لبس الحرير وجميع انواعه والوانه ولو اسود وجميع انواع الحلی من ذهب وفضة وجواهر زاد في التتارخانية القصب۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۵۱۵ فصل فی الاحداد)۔

ومثله في امداد الفتاوى ج ۲ ص ۵۱۲ كتاب الطلاق۔

باب الحلالة

(حلالہ کے احکام و مسائل)

سوال :- مطلقہ منغلظہ سے دوبارہ صحبت کے لیے حلالہ کا سہارا لیا جانا ہے، شریعت طہرہ کی رو سے یہ کہاں تک جائز ہے۔

الجواب :- طلاق ثلاثہ پر اقدام کرنا کسی ناقابل مصالحت حالات کی نشاندہی کرتا ہے اس لیے شریعت نے ایسے خط ناک اقدام پر میاں بیوی کے لیے آپس میں دوبارہ جمع ہونے کی تہاڑ میں مسدود رکھیں **إلا یہ کہ وہ عورت کسی دوسرے خاوند سے جدا ہو کر اپنے روتہ پر نظر ثانی کر کے سابقہ خاوند کے ساتھ رہنے پر راضی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔** (البقرہ آیت ۲۲۱) ایسے حالات میں میاں و بیویوں سے حلالہ پر اقدام کرنا مقصود نہیں اور نہ شریعت اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **لعن الله المحلل والمحلل له۔**

تاہم کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے عورت خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہے اس کے اندر یہ حالت اگر کوئی راہ تلاش کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسی حالت میں حلالہ کے بعد میاں بیوی دوبارہ نکاح کر کے نئی زندگی اختیار کر سکتے ہیں تاہم اس میں صرف نکاح کافی نہیں جب تک دوسرا خاوند بیوی سے ہمبستری نہ کرے۔

ماروی نا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: لا تحل للاول حتى تذوق عسيلة، لا خدر یذوق عسيلة۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۳ کتاب الطلاق، باب المبتوتۃ لا یرمیہا لیہا زوجہا، غ)

الحکم قال المروغینا فی رد المحتار ثلاثا فی الحرۃ او ثنتين فی الامۃ لو تحلل لہ حتی تنکح رجاء یرہ نکاحا صحیحاً ویدخل بہا ثم یطلقها او یموت عتھا۔

(الہدایۃ ج ۲ ص ۳۹۹ باب الرجعة کتاب الملاق)

ومثله فی رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۹ باب الرجعة، مطلب فی العتار فی المیانہ۔

حلالہ کے نکاح میں وطی کے بغیر عورت شوہر اول کیلئے حلال نہیں ہو سکتی | سوال :- اگر مطلقہ عورت

کسی مرد کے ساتھ نکاح کرے مگر وطی سے قبل اس کی وفات ہو جائے تو کیا یہ عورت شوہر اول کے ساتھ تجدید نکاح کر کے اس کے لیے حلال ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- حنفیہ کے نزدیک حلالہ کے نکاح میں وطی کرنا ضروری ہے بغیر وطی کے یہ عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی، چونکہ موت قائم مقام وطی نہیں اس لیے شوہر ثانی کی وفات سے عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہو سکتی ۔

قال العلامة ابن عابدین: لو مات عنها قبل الوطء لا يحل لها الاول.... لان الشرط هنا الوطء۔ (رد المحتار جلد ۲ ص ۵۳۹ کتاب الطلاق - باب الرجعة) ۱۷

حلالہ کے نکاح میں جماع کے لیے کنڈوم (ساقی) استعمال کرنا | سوال :- اگر حلالہ کے نکاح میں وطی کے دوران

کنڈوم استعمال کیا جائے اور اس کے ساتھ مباشرت ہو تو کیا اس طریقے سے عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب :- حلالہ کے نکاح میں مشتبہ مرد کا ادخال ذکر ضروری ہے تاکہ دونوں کو کچھ لذت حاصل ہو انزال کرنا ضروری نہیں، لہذا اگر کنڈوم کے ساتھ وہی لذت حاصل ہوتی ہو تو یہ وطی (جماع) پہلے شوہر کے لیے محلل بن سکتی ہے ورنہ نہیں ۔

وفي الهندية: اذا لم يذكره بخرقه وادخل فرجها فان وجد الحرارة تحل والا فلا۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۲۲ الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به) ۱۸

۱۷ قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: والموت لا يقوم مقام الدخول في حق التحليل۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۶ کتاب الطلاق)

۱۸ قال العلامة طاهري عبد الرشيد الانصاري رحمه الله: اذا لم يذكره بخرقه وادخل فرجها فان وجد الحرارة تحل والا فلا۔ (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۱۲۱ المجلس الثاني في المحلل)

حلالہ کے نکاح میں بوقت جماع انزال کرنے یا نہ کرنے کا حکم | سوال :- ایک شخص مشدداً زبردستی اپنی بیوی کو تین طلاق

دیدہ ہے اب وہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کے لیے حلالہ شرعی کروانا چاہتا ہے تو جس شخص سے وہ حلالہ کرواتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جماع کرتے وقت انزال کرے یا بغیر انزال کے بھی حلالہ ہو جائے گا کیونکہ وہ شخص حمل سے ڈرتا ہے؟ لہذا اس بارے میں شرعی حکم کی وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب :- حلالہ شرعی میں ایلاج دخول حشفہ ضروری ہے اور وہ بھی منتشر حالت میں ہوتا کہ محل کو کچھ لذت بھی حاصل ہو جائے، البتہ انزال ضروری نہیں جس شخص سے بھی حلالہ کرایا جائے اور وہ جماع کرتے وقت نفس دخول حشفہ کر کے بغیر انزال کے جماع ختم کر دے اور عورت کو طلاق دے دے تو اب یہ عورت عدت طلاق گزارنے کے بعد پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگی۔

لما قال العلامة الحصكفي: وان لم ينزل لان الشرط الزوق لا الشيع قلت
وفي المجتبى الصواب حلها بدخول الحشفة مطلقاً - (الدر المختار على هامش دالمختار
جلد ۲ صفحہ ۵۴۵ کتاب الطلاق - باب الرجعة) لہ

نابالغ سے حلالہ کرانے کا شرعی حکم | سوال :- ایک نابالغ لڑکا جس کی عمر ابھی ۱۳، ۱۴ سال ہے لیکن وہ جماع کرنے پر قادر ہے

تو کیا اس کے حلالہ سے عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟
الجواب :- حلالہ کے لیے محل دخول حشفہ کرنے والے کا نابالغ ہونا ضروری نہیں صرف جماع کرنے پر قادر ہونا ضروری ہے اس لیے فقہاء کرام نے مراہق (قریب البلوغ لڑکے) کو جو جماع کرنے پر قادر ہو نابالغ کے حکم میں داخل کیا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر یہ نابالغ جماع پر قادر ہے تو اس کا حلالہ کرنا صحیح ہے۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله: وسواء كان الزوج شافياً باغاً أو

لہ وفي الہندیۃ: اما الانزال فلیس بشرط للاحلال -

والفتاویٰ الہندیۃ جلد ۱ صفحہ ۴۷۳ کتاب الطلاق فصل فیما تحل بہ المطلقۃ -

صبيّاً بجامع فجاء معها او مجنوناً فجاء معها لقوله تعالى : حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ۔
من غير فصل بيت زوج و زوج ولانه الصبي والمجنون يتعلق به احكام
النكاح من المهر والتحریم كوطي البالغ العاقل۔

ر بدائع الصنائع ج ۳ ص ۸۹ فصل في ان يكون النكاح الثاني صحيحاً له

دُبر میں جماع کرنے سے حلالہ کا حکم | سوال :- اگر کوئی شخص حلالہ کے نکاح میں بیوی
کے ساتھ قوم بوط والا عمل کرے (یعنی دُبر میں جماع

کرے) تو کیا اس سے یہ عورت زوج اول کے لیے حلال ہوگی یا نہیں ؟

الجواب :- حلالہ شرعی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں جماع فی القبل ہو، دُبر میں جماع
کرنا حلالہ کے لیے کافی نہیں، اور ویسے بھی یہ عمل کبیرہ گناہ ہے۔

کما فی الفتاوی القنیة : اذا اتاها فی دبرها لا تحل للاول۔

ر الفتاوی القنیة ص ۳ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة

موت قائم مقام وطی نہیں | سوال :- جناب مفتی صاحب ! ایک عورت
نے زوج ثانی سے نکاح کیا جبکہ زوج اول

اس کو طلاق مغلظہ دے چکا تھا، نکاح کے بعد زوج ثانی حقوق زوجیت ادا کئے بغیر
فوت ہو گیا ہے، اب یہ عورت زوج اول سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا اسے
یہ حق حاصل ہے اور یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں ؟

الجواب :- حلالہ کے نکاح میں شوہر ثانی کا اپنی منکوحہ سے جماع کرنا ضروری
ہے صورت مسئلہ کے مطابق بدون جماع کئے موت وطی کا قائم مقام نہیں بن سکتی اسلئے
یہ عورت زوج اول کے لیے حلال نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصرى رحمه الله : والموت لا يقو مقام الدخول

له وفي الهندية : وفي الانفع الصبي المراهق في التحليل كالبالغ۔۔۔۔۔ فسر المراهق في الجامع
الغیر فقال غلام لم يبلغ ومثله بجامع جامع امرأته وجب الغسل عليها واحلها
على الزوج الاول ومعنى هذا الكلام ان تتحرك اليه وليستهي۔ (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۴۳)
ومثله في مجموعة الفتاوى دقاری ج ۲ ص ۱۲ کتاب الطلاق

فی حق التحلیل۔ (البحر الرائق ج ۴ ص ۵۶ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة) لے
 عورت کا قول کہ میں حلالہ کر چکی ہوں۔۔۔۔۔ | سوال :- طلاقِ ثانیہ کے بعد ایک عورت
 اپنے میکے چلی گئی اور ایک سال کے بعد پہلے شوہر کو پیغام دیا کہ میں حلالہ کر چکی ہوں لہذا میں آپ سے دوبارہ نکاح کرنا
 چاہتی ہوں، تو کیا عورت کے اس طرح کہنے سے زوجِ اول کے لیے اس سے دوبارہ نکاح
 کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- عورت کا صرف یہ کہنا کہ میں حلالہ کر چکی ہوں زوجِ اول سے دوبارہ
 نکاح کی حلت کے لیے کافی نہیں، بلکہ زوجِ اول کو چاہیے کہ عورت کی بات کی خوب تحقیق کرے
 اور اس سے جملہ کیفیات اور حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرے، اگر وہ صحیح
 معلومات دیا کرے اور وہ حلالہ کے لیے کارآمد بھی ہوں تو پھر اس صورت میں دوبارہ
 اس عورت سے نکاح کرنا صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

لما فی القنیۃ، لو قالت حللت لك اذ قال حلاله کرم لا یحل له التزوج
 ما لم یفسرها لاختلاف الناس فی کیفیۃ التحلیل وهو الصواب۔
 (القنیۃ ص ۸۲ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة)

سوال :- کیا حلالہ کیلئے
 حلالہ کے نکاح میں دوسرے خاوند سے ہمبستری ضروری ہے | کی گئی شادی میں دوسرے
 شوہر سے ہمبستری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ہمبستری نہ کی جائے تو کیا عورت پہلے شوہر کے
 لیے حلال ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب :- حلالہ کی شادی میں دوسرے شوہر سے ہمبستری کرنا شرط ہے، بغیر ہمبستری
 کے یہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔
 مکذافی الہدایۃ ج ۲ ص ۹۲ فصل فیما تحل بہ المطلقة۔ کتاب الطلاق۔

لے قال العلامة ابن عابدین: ولومات عنها قبل الوط لا یحلها
 لا اول۔۔۔۔۔ لات الشرط هنا الوط۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۹ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة)
 ومثله فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۴ کتاب الطلاق۔ فصل فیما یتعلق بہ المطلقة۔

باب ثبوت النسب

(ثبوت نسب کے مسائل و احکام)

قبل از وقت پیدا ہونے والے بچے کے ثابت النسب ہونے کا حکم | سوال :- اگر کسی کے ہاں شادی کے

چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو وہ ثابت النسب شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- شادی کے چھ ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب شمار ہوگا البتہ چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب شمار نہیں ہوگا۔

قال في الهندية : و اذا تزوج الرجل فجاءت بالولد الاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه وان جاءت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه اعترف به الزوج أو سكت۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۳۶) باب الخامس عشر في ثبوت النسب (۱)

مانع حمل ادویات کے استعمال کا حکم | سوال :- مانع حمل ادویات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن حالات اور صورتوں میں ایسی ادویات استعمال کی جاسکتی ہیں؟

الجواب :- نکاح سے مقصد اولاد پیدا کرنا ہے اس لیے مانع حمل ادویات و آلات کا استعمال بعض جزئی صورتوں کے علاوہ شرعاً جائز نہیں اور خصوصاً رزق و وسائل معاش کے خوف کی وجہ سے تحدید نسل اسلامی احکامات سے متصادم ہے تاہم اگر بعض حالات میں عورت کو حمل کی وجہ سے بیماری یا غیر قطری طریقہ ولادت (آپریشن وغیرہ) کی ضرورت پڑتی ہو یا اس کے مثل دیگر ضروریات شدیدہ کی صورت میں مانع حمل ادویات و آلات کا استعمال جائز ہے یہاں تک کہ

۱۔ قال المحقق : اکثر مدّة الحمل سنتان لخبر عائشة رضي الله عنها كما مروى عند الأئمة الثلاثة أربع سنين وأقلها ستة اشهر إجماعاً۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۵۴۲ فصل في ثبوت النسب) ومثله في البحر الرائق ج ۴ ص ۱۵۱ باب النسب۔

بعض ہلک بیماریوں کی صورت میں انقطاع رحم بھی مریض ہے۔

وفی الفتاویٰ الاسلامیۃ.... بتحدید النسل محرم مطلقاً لما جاء فی الشریعة الغراء من النهی عن القتل والتشدید فی ذلک والترغیب فی التزوج بالولود والودود فیکون حیوہ منع الحمل محرماً إلا فی حالات فردیۃ نادرة لا عموم لها کما فی حالة النتی تدعو الحامل إلی ولادة غیر عادیة ویضطر معها إلی إجراء عملیة جراحیة لإخراج الولد وفی حالة ما إذا کان علی المرأة خطر من الحمل لمرض ونحوہ وهذا لا ینطبق علی حالة المرأة۔ (الفتاویٰ الاسلامیۃ کبار العلماء بالعربیۃ السعودیۃ ج ۲ ص ۳۷۷)۔

اسقاط حمل کے جواز کا حکم | سوال :- وہ کون سے اعذار و وجوہات ہیں جن کی بناء پر اسقاط حمل جائز ہو جاتا ہے؟

الجواب :- حمل کے چار مہینے پورے ہونے سے پہلے پہلے بعض اعذار معتبر فی الشرع کے ہوتے ہوئے اسقاط حمل جائز ہے اور اعذار نہ ہونے کے وقت جائز نہیں، اعذار معتبرہ جیسے ظہور حمل کے بعد دودھ منقطع ہو جائے اور خاوند دائیہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا عورت پر شدید بیماری کا غلبہ ہو یا غیر عادی طریقہ ولادت پیش آتا ہو، تاہم بعض اشد صورتوں میں جن میں ہلاکت یقینی ہو تو پھر چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل کی گنجائش ہے۔

قال فی الہندیۃ، امرأة مرضعة ظہر بہا جمل وانقطع لبنہا وتخاف علی ولدہا الملاك ولبس لابی هذا الولد سعة حتی یستأجر النطری یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم ما دام نطفة او مضغة أو علقۃ لم یخلق لہ عضو۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۶) الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات ص ۷۷

۱۔ قال ابن بادین: وبکہ أن تسقی لإسقاط حملہا وجاز بعدہا المرصعة إذا ظہر بہا الجمل وانقطع لبنہا ولبس لابی الصبی ما یستأجر بہ النطری وتخاف هلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقۃ ولم یخلق عضو وقد روا تلك المدة بمائة و عشرين یوماً وجاز لأنه لبس بادی و فیہ صیانة الآدمی۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۷ کتاب الکراہیۃ) ومثله فی الہندیۃ ج ۵ ص ۳۵۶ الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات۔

۲۔ ایضاً (حوالہ مذکورہ بالا)

ومثله فی الفقہ الا سلامی وأدلتہ ج ۷ ص ۱۸۸ کتاب النکاح۔ الاستقاط۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت | سوال : آجکل ایک خاص انجکشن کے ذریعے مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اولاد کے حصول کیلئے اس طریقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

الجواب : سوال میں ذکر شدہ طریقہ بت ٹیسٹ ٹیوب بے بی یا تلقیح صناعی جی کہتے ہیں مفاسد کثیرہ پیش نظر ہونے اور فحاشی و بے دینی کا ذریعہ بننے کی وجہ سے باتفاق علماء ریاض نہیں، تاہم اگر کسی میاں بیوی کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوتی ہو اور دونوں میں اولاد کیلئے مطلوبہ صلاحیت موجود ہو لیکن خاوند کسی وجہ سے اپنا مادہ منویہ بیوی کے رحم میں پہنچانے پر قادر نہ ہو یا عورت کے رحم میں اساک واستقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے کی پیدائش ممکن نہ ہے تو اس صورت میں مصنوعی نسل کشی کا یہ طریقہ جائز رہے گا بشرطیکہ مادہ منویہ عورت کے اپنے خاوند کا ہی ہو اور دونوں کی رضامندی ہو اور دونوں کے سامنے یہ عمل قرار پارہا ہو اور مستند مسلمان ڈاکٹر یہ طریقہ تجویز کرے۔

قال فی سئلونک فی الدین والحیاة : وقد قرر الفقہاء ان حمل المرأة بهذه الطریقۃ الصناعیۃ يعد جرمیۃ خلقیۃ واجتماعیۃ وجنایۃ شرعیۃ.... بل هناك من الفقہاء من قرر ان هذه العلمیۃ فی معنی الزنی وتستوجب التعزیر والتادیب ولو لا صورۃ الجرمیۃ فیہا مستورۃ بعض الشئ لکان حکمها الجلد الذی شرعه اللہ للزانی اما اذا کانت هناك امرأة متزوجة برجل وهي صالحة للإنجاب وهو کرم صالح للإنجاب ومن هذا الزوج لا یستطیع بسبب ما أن یدخل مادته التناسلیۃ وتحقن فی رحم زوجته هو ورأى الطب المستقیم أن هذا هو طریق الوحید والأیسر للحمل فلا مانع شرعاً من ذلك... وهذا مما ینظر لظرة التریعیۃ الی التلقیح صناعی بین الزوجین کما یصلح بهای علاج الأمراض والعلل ونظر تداویم استبعاد العثرة الزوجیۃ الطیبۃ بین هذین الزوجین۔

ریسئلونک فی الدین والحیاة ج ۱ صفحہ ۱۷۵

۱۔ وقال الشیخ الوہبۃ لزحیل : لتلقیح صناعی هو استدخال المنی إلی رحم المرأة بدون جماع فإن کان بماء الرجل لزوجته جازاً شرعاً إذ لا محذور فیہ... وأما ان کان بماء رجل اجنبی عن المرأة لازواج بیتہما فهو حرام لأنه بمعنی الزنا لدی هو إيقار ماء رجل فی رحم امرأة لیس بینہما رابطۃ زوجیۃ ویعد هذا العمل یضامناً فیاً للمستوی الإنسانی ومضارفاً للتلقیح فی دائرة انبیاء و حیوان۔ (الفقہ الاسلامی وأدلئہ ج ۳ ص ۵۵۹ المبحث الرابع۔ التلقیح صناعی)

جماع کے وقت کنڈوم (ساتھی) کا استعمال کرنا | سوال :- کیا شادی شدہ آدمی کیلئے
بوقت جماع کنڈوم (ساتھی) استعمال

کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- کنڈوم (ساتھی) کا حکم عزل کی طرح ہے اس لیے فی نفسہ جماع کے وقت
کنڈوم کا استعمال مباح ہے مگر بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے بدون بیوی کی اجازت کے
مکروہ ہے، تاہم اگر کوئی شرعی عذر ہو تو بلا اجازت عزل کرنے یا کنڈوم استعمال کرنے میں
کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: ويعزل عن المحرة باذنها لكن في الخائنة انه يباح في
زماننا لفساده قال الكمال فليعتبر عذراً مسقطاً لاذنهما۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ باب نکاح الرقيق) ۱۷

عزل کرنے کی شرعی حیثیت | سوال :- جناب مفتی صاحب! ایک شادی شدہ آدمی کے
لیے عزل کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- عزل کرنا اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر اس میں آزاد عورت و بیوی سے اجازت
لینا ضروری ہے، بغیر اجازت کے عزل کرنا مکروہ ہے۔

قال العلامة الحصكفي: ويعزل عن المحرة باذنها لكن في الخائنة انه يباح في زماننا لفساده
قال الكمال فليعتبر عذراً مسقطاً لاذنهما۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ باب نکاح الرقيق) ۱۷

خاوند کے مادہ تولید کا کسی اجنبیہ کے رحم میں نشوونما پانا | سوال :- جدید طریقہ تولید میں کبھی
ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے مادہ

منویہ کو ملا کر بیوب کے ذریعہ کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے اور یہ مادہ اس کے جسم میں

۱۷ و ۱۸ قال العلامة ابن نجيم المصني: لان العزل جائز عن امه نفسه بغير اذنها
والاذن في العزل عن المحرة لها ولا يباح بغيره لانه حقهها. وفي الخائنة ذكر
في كتاب انه لا يباح بغير اذنهما وقالوا في زماننا يباح سوء الزمان۔ الخ

(البحر الرائق ج ۳ متن ۳ کتاب النکاح، باب نکاح الرقيق)

ومثله في الهداية ج ۲ ۳۱ باب نکاح الرقيق۔

نشوونما پانچ بن کر پیدا ہوتا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ اس بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور اس اجنبیہ کی کیا حیثیت ہوگی؟

الجواب :- ثبوت نسب کے لیے ابتدائی وقت سے میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط ہونا کافی ہے، چونکہ صورت مسئلہ میں جدید طریقہ تولید میں ابتداء میاں بیوی کا نطفہ مختلط ہوتا ہے اور اس اختلاط سے وہ ایک علقہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور پھر کسی اجنبیہ کے رحم میں رکھا جاتا ہے، تو ثبوت نسب کے لیے اختلاط کی صورت تک یعنی علقہ بننے تک کا زمانہ کافی ہے، باقی یہ اجنبیہ ہونے والے بچے کے لیے بمنزلہ مرضعہ کے ہوگی، اس کے حقیقی ماں باپ وہی میاں بیوی ہیں جن کا یہ نطفہ تھا۔

لما قال العلامة ابوبکر البکاسانی رحمہ اللہ : النسب الثابت بالانکاح لا ينقطع الا باللعان ۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۲۲۲ باب النسب)

جدید نظام تولید کا شرعی حکم | سوال :- بعض یورپی ممالک میں جدید نظام تولید کے لیے اجنبیہ خواتین کے ارحام کو بطور اجارہ لیتے

ہیں، یعنی میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط کے بعد جب اس کی نشوونما کا مرحلہ آتا ہے تو بجائے بیوی کے رحم میں رکھنے کے کسی اجنبی عورت کو معاوضہ دے کر نشوونما کے لیے اس کے رحم کو استعمال کیا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگرچہ اس طریقہ سے ہونے والا بچہ اصحاب نطفہ سے منسوب ہوگا مگر اس ثبوت سے کسی اجنبیہ کے رحم کو بطور اجارہ لینا جائز نہیں ہوتا بلکہ شریعت مقدسہ میں اس قسم کی اشیاء صرف اپنے خاوندوں کے استعمال کے لیے جائز ہیں دوسروں کے لیے ان کا استعمال کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

لما قال اللہ تبارک و تعالیٰ : نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ۔ (سورة البقرة آیت ۲۲۳) لہ

لہ روی العلامة جلال الدین السیوطی : عن ابن سیرین و حسن بن زیاد لا یعد الفوج ۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۵ سورة الشوری)

وَمِثْلُهُ فِي جَوَاهِرِ الْفَتَاوَى ج ۱ ص ۲۰ یسٹ ٹیوب بی بی کی شرعی حیثیت

طلاقِ رجعی کے دو سال بعد پیدا ہونے والے بچے کا ثابت النسب ہونا | سوال :- زید نے اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دے دیا

طلاق کے دو سال بعد بچہ پیدا ہوا، جب زید کو بچہ پیدا ہونے کی خبر پہنچی تو زید نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرا نہیں ہے، تو کیا یہ بچہ زید سے ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- طلاقِ رجعی کے بعد اگر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار کیا ہو اور اس کے بعد بچہ پیدا ہو تو اس بچے کا نسب زید سے ثابت نہیں ہوگا، البتہ اگر عورت نے قبل از ولادت عدت گزر جانے کا اقرار نہیں کیا ہو تو بچہ زید سے ثابت النسب تسلیم کیا جائے گا۔

لما قال العلامة التمر تاشی :- رفیثت نسب (ولد معتدة الرجعی وان ولدت لأكثر من سنتين مالم تقر بمضي العدة والمدة تحمله وكانت الولدة رجعة لوفی الاكثر) (تمویر البصار علی ہاشم رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۶ فصل فی ثبوت نسب المتبذیہ)۔

باپ کا بچے کے نسب سے انکار کرنا | سوال :- کوئی شخص اپنی منکوحہ کے اولاد سے انکار کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو اولاد کا نسب اس سے ثابت ہوگا یا کسی اور سے؟
الجواب :- منکوحہ سے اولاد کا نسب قوی ہے، اس کے ثبوت کے لیے نہ تو کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ خاوند کے انکار سے اس کی نفی ہو سکتی ہے، جو بچہ بھی منکوحہ سے پیدا ہو وہ خاوند سے ثابت النسب ہوگا، تاہم اگر خاوند بیوی کے پیدا ہونے والے کسی بچہ سے انکار کر کے لعان کرے تو پھر خاوند سے اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا لیکن بعد ازاں میاں بیوی کی حیثیت سے دونوں کا اکٹھا رہنا مشکل ہے جس کیلئے یا تو خاوند بیوی کو طلاق دے گا یا پھر قاضی کو دونوں کے درمیان تفریق کرنی پڑے گی۔

لما قال العلامة ابن عابدین :- حیث قسم الفراش الی قوله وقوی وهو فراش

لما قال ابن الہمام :- ویثبت نسب ولد المطلقة الرجعة اذا جادت بلم لسنتين أو اکثر مالم تقر یا نقضاً عدتها۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۷۱ باب الحضاة)

ومثله فی کنز الدقائق علی ہاشم البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ باب ثبوت النسب۔

السنکوحة ومعتدة الرجعی فانه فیہ لا ینتفی الا باللعان - (رد المحتار ج ۲ مک ۶۸۲ باب الثبوت النسب، کتاب الطلاق، مطلب الفرائض علی اربع مراتب) لہ

سوال :- جو بچہ زنا سے پیدا ہو اس کا نسب کس سے ثابت ہو **ولد الزنا کا نسب** گا؟ کیا زانی اس کو اپنا بیٹا کہہ کر پکار سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا زانی سے نسب ثابت ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی زانی اس کو بیٹا کہہ سکتا ہے۔ اگر مزنیہ کسی کے نکاح میں ہو تو زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب مزنیہ کے خاوند سے ثابت ہوگا اور اگر کسی غیر شادی شدہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کی نسبت والدہ (مزنیہ) کی طرف ہوگی۔

لقوله عليه الصلوة والسلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

رمسکوة ج ۱ مک ۲۸۱ باب اللعان۔ کتاب النکاح۔ فصل الاول، لہ

سوال :- ایک شخص نے آزاد عورت سے زنا کیا، حاملہ ہونے کے بعد

اس شخص نے مزنیہ سے نکاح کر کے معاملہ کو دبا دیا، لیکن زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اور شخص مذکور یہ قرار دے کہ یہ بچہ میری نطفہ سے ہے تو کیا اس سے نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ **الجواب :-** زنا سے نسب کبھی ثابت نہیں ہوتا، مذکورہ شخص کا دعویٰ نسب قابل انتفات

لہ قال فی الہندیۃ :- قال اصحابنا لثبوت النسب ثلاث مراتب الاول انکاح العییم وما ہو فی معناه من النکاح الفاسد والحکم فیہ انه یثبت النسب من غیر دعوة ولا ینتفی بمجرد التقی وانما ینتفی باللغان فان کان من اللعان بینہما لا ینتفی نسب الولد۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ مک ۵۳۶، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّائِيَةِ ج ۲ مک ۷۸ باب الثبوت النسب، کتاب الطلاق۔

لہ قال فی الہندیۃ: اذا زنی رجل بامرأة فجاءت بولد فادعاه الزانی لم یثبت نسب منہ واما المرأة فیثبت نسب منہا۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ مک ۱۲ فی الفصل الثامن فی دعوة الولد من الزنا وما فی حکمہ۔ کتاب الدعوی)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى التَّائِيَةِ ج ۱ مک ۵ فی الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، کتاب الطلاق۔

معواذہ فلم یعتقد اصلاً۔ (رد المحتار ج ۲ منہ باب المحرمات۔ کتاب النکاح) لہ
 گھر سے نکال جانے کے بعد منکوحہ غیر مطلقہ | سوال ۱۔ زید نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے بغیر
 کے ہاں پیدا ہونے والے بچہ کا حکم | طلاق دیتے اپنے گھر سے نکال دیا، دو سال
 بعد اس مذکورہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا،
 خاوند نے اطلاع ملتے ہی انکار کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، کیا اس کا یہ انکار شرعاً درست
 ہے یا نہیں؟

الجواب: منکوحہ غیر مطلقہ کے ہاں نکاح کے چھ ماہ پورے ہونے کے بعد جو بچہ
 پیدا ہو خواہ زوج اس کا اعتراف کرے یا خاموشی اختیار کرے ہر حالت میں بچہ اس سے
 ثابت النسب ہوگا، گویا گھر سے نکالے جانے کے بعد جب تک اس کے نکاح میں رہی
 اس عرصہ میں پیدا ہونے والا بچہ خاوند سے ثابت النسب ہوگا تاہم اگر اس کو واقعی بچے
 سے انکار کرنا مقصود ہو تو لعان کا طریقہ اختیار کر سکتا ہے جو اس کے لیے نسبت کے
 انکار کے لیے مفید رہے گا۔

لما قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت
 بولد لاقل من سنة اشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبہ... وان جاءت به
 لسنة اشهر فصاعداً يثبت منه اعتراف الزوج او سكت... فان وجد الولادة يثبت
 بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة حتى لو نفاه الزوج يلاعن لان نسب يثبت
 بالفراش القائم۔ (الهداية ج ۲ منہ باب ثبوت النسب) لہ

لہ وقال امام فقہ الدین حسن بن منصور رحمہ اللہ: الا وزجندی ولا يجوز نكاح
 منكوحه الغير عند الكل۔ (فتاویٰ حانیہ علی ما سن الہندیہ ج ۱ فی باب المحرمات۔ کتاب النکاح)
 وَمِنْهُ فِي ابْنِ عَرَبٍ الرَّائِقُ ج ۳ منہ باب المحرمات۔ کتاب النکاح۔

لہ قال فی الہندیۃ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لاقل من سنة اشهر منذ
 تزوجها لم يثبت نسبہ وان جاءت به لسنة اشهر فصاعداً يثبت نسبہ منه اعتراف
 به، تزوج او سكت۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ منہ ۵۳۶ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب)
 وَمِنْهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ منہ ۶۷۷ فصل فی ثبوت النسب۔ ابنا الخامس عشر فی ثبوت النسب۔

خاوند کی طویل غیر حاضری میں بیوی کا حاملہ ہونا | سوال :- اگر ایک شخص چند سالوں سے سفر میں ہو اس کی غیر حاضری میں

اس کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا نسب ثابت ہو گا یا نہیں؟

الجواب: نسب کے ثبوت کے لیے نکاح اہم سبب ہے، اس لیے نکاح کے موجودگی میں جو بچہ پیدا ہو تو وہ ثابت النسب ہوگا، صورت مرقومہ کے مطابق اگر خاوند کی طویل غیر حاضری میں بچہ پیدا ہوا ہو تو خاوند نفی کے لیے لعان کا طریقہ اپنا سکتا ہے۔

لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸۴ باب اللعان۔ کتاب النکاح) ۱۔

سوال :- بچہ زیادہ سے زیادہ کتنی مدت تک ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے اور کم از کم کتنی مدت ماں کے پیٹ میں رہ کر صحیح و سالم پیدا ہو سکتا ہے؟

الجواب: حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس، یعنی کم سے کم چھ ماہ بچہ ماں کے پیٹ میں رہ کر صحیح و سالم پیدا ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے، فقہ حنفی کی رو سے مدت حمل دو سال سے زائد نہیں ہو سکتی۔

لما قال العلامة المرفیانی: وأكثر مدة الحمل سنتان۔ لقول عائشة: الولد لا یبقی فی البطن

أكثر من سنتین ولو بطل مغزل وأقله ستة أشهر۔ لقوله تعالى: وحمله وفصاله ثلاثون شهراً ثم قال وفصاله فی عامین فبقی للحمل ستة أشهر۔ (الہدایہ ج ۲ ص ۲۱۱ باب ثبوت النسب) ۲۔

کم از کم مدت حمل سے پہلے پیدا ہونی والے بچے کے نسب کا حکم | سوال :- ایک شخص نے کسی مطلقہ عورت سے نکاح کیا

۱۔ وقال ابن عابدین: حیث قسم الفراش علی أربع مراتب وقوی وهو فراش المنکوحۃ ومعدۃ الوحی فانہ

فیہ لا ینتفی إلا باللعان۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۲ مطلب الفراش علی أربع مراتب)

ومیشد فی السہندیۃ ج ۱ ص ۵۲۶ ابواب الخامس عشر فی ثبوت النسب۔

۲۔ وقال شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمریاشی: وأكثر مدة الحمل سنتان لخبر عائشہ رضی اللہ

عنہا۔۔۔۔۔ وأقلها ستة أشهر إجماعاً۔ (تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۲ فصل فی ثبوت النسب)

ومثله فی الكنز الدقائق علی ہامش البحر الرائق ج ۴ ص ۱۶۳ باب ثبوت النسب۔

عورت نے نکاح کے وقت اطمینان دلایا تھا کہ میرا حمل نہیں ہے اور میری عدت گزر چکی ہے، اس شخص نے عورت کے قول پر اعتماد کیا، اب صورتحال یہ ہے کہ نکاح کے پانچ ماہ بعد اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا، ایسی حالت میں یہ بچہ پہلے خاوند کا شمار ہوگا یا دوسرے کا؟

الجواب:- نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کا پیدا ہونا اس شخص سے ممکن نہیں، جب اس عورت کے ہاں اقل مدت حمل سے قبل بچہ پیدا ہو تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ عورت نے کذب بیانی کا سہارا لے کر دوسرے شخص کے ساتھ دھوکہ سے نکاح کیا ہے اس لیے اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں اور بچہ پہلے خاوند سے ثابت النسب ہوگا، اور یہ شخص بچہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کر کے اس عورت کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

لانی الہندیۃ: و اذا تزوجت المعتدة بزواج آخر ثم جاءت بولد ان جاءت به لاقل من سنتين منذ طلقها الاقل او مات ولاقل من ستة اشهر منذ تزوجها الثاني فالولد الاول۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۵۳۸ ابواب الخامس عشر فی ثبوت النسب)۔

سوال:- اگر ایک شخص کے ہاں شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو **حمل کی کم از کم مدت** تو کیا یہ بچہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر والد اس کے نسب سے انکاری ہو تو اس سے بچے کے نسب کی نفی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:- نکاح کے بعد اقل مدت حمل یعنی چھ ماہ کے بعد جو بچہ پیدا ہو اس کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور اس کے لیے انکار کرنے کی گنجائش نہیں، نسب سے انکار کیلئے لعان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ مفید اور بہتر نہیں۔

لانی الہندیۃ: و اذا تزوج الرجل امرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔ و اذا تزوجت المرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔ و اذا تزوجت المرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔ و اذا تزوجت المرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔

لانی الہندیۃ: و اذا تزوجت المرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔ و اذا تزوجت المرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔ و اذا تزوجت المرأة فجاء بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه۔

۲۔ قال الترمذی: و اقلها ستة اشهر اجماعاً فیثبت نسب۔ (توضیح البصار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۲ باب ثبوت النسب)۔ و مثله فی کنز الدقائق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۳ باب ثبوت النسب۔

ثبوت النسب کے لیے مدت کا اعتبار وقت نکاح سے ہے | سوال ایک
رہا جس کا نکاح

اپریل ۱۹۸۸ء میں ہوا اور لڑکی کی رخصتی ۸ جولائی ۱۹۸۸ء کی ہوئی، رخصتی کے تقریباً تین ماہ بعد لڑکی کے ہاں سسرال میں بچہ پیدا ہوا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس بچے کا نسب اس لڑکی سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ جبکہ لڑکی اور لڑکا آپس میں خالہ زاد ہیں اور ان کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی تھا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں اگر نکاح واقعی اپریل ۱۹۸۸ء میں ہی ہوا ہو اور رخصتی جولائی ۱۹۸۸ء میں ہوئی ہو اور پھر جولائی سے تین ماہ بعد ستمبر میں بچہ پیدا ہو جائے تو اندریں صورت ثبوت النسب کے لیے مدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا رخصتی کے وقت سے نہیں۔ لہذا اگر نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا ہو تو یہ بچہ اس خاوند سے ثابت النسب ہوگا تاہم اگر خاوند اس سے انکار کرے تو اس کے لیے لعان کا ذریعہ اختیار کرنا ضروری ہے اور پھر ماہ سے کم مدت کی صورت میں بچہ ثابت النسب ہوگا۔

لما فی الہندیۃ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولید لاقل من ستۃ اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبہ وان جاءت بہ ستۃ اشهر فصاعداً یثبت نسبہ الخ وفيہ بعد اسطر:
ولو جاءت لاقل من ستۃ اشهر من وقت النکاح لا یثبت الخ
(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۶، ۵۳۷) الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب) لہ

لہ قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ: واذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولید لاقل من ستۃ اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبہ لان العلوق سابق علی النکاح فلا یکون منه وان جاءت بہ ستۃ اشهر فصاعداً یثبت نسبہ منه..... لان القریش قائم والمدة تامة الخ

(الہدایۃ ج ۲ ص ۱۱۱ باب ثبوت النسب)

وَمِثْلُهُ فِي فَتَاوَى قَاضِيَانِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۵ ص ۵۵ فصل فی النسب۔

سادات کا نسب اور سیدہ فاطمہؓ کی فضیلت | سوال :- جناب مفتی صاحب اکی دنوں سے

نسبت تو باپ کی طرف ہوتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترینا اولاد نہیں تھی تو سادات کا نسب کیسے باقی رہا؟ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خود سید نہ تھے؟

الجواب :- یہ ٹھیک ہے کہ اسلام میں اولاد کا نسب باپ کی طرف ثابت ہوتا ہے، مگر سیدہ حضرت فاطمہؓ ازہرا رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی اولاد کی نسبت آپ کی طرف ہے اور آپ کے واسطے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، آپ کے علاوہ کسی بھی عورت کو یہ شرف حاصل نہیں، اسی لیے آج سادات کا سلسلہ نسب دنیا میں قائم ہے۔

روی الحاکم عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کل بنی امی ینتمون الی عصبة الاولاد فاطمة فانا ولیہم

عصبتہم۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۲ رقم حدیث ۱۵۰۱۳، کتاب الناقب، الباب ۱۲) لہ

تین سال بعد پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم | سوال :- اگر کسی شخص کے انتقال کے تین سال بعد

اس کی بیوہ کے ہاں بچہ ہو جبکہ اس نے دوسری شادی بھی نہ کی ہو تو اس بچے کے نسب کے بارے میں شریعت متدرجہ کیا حکم ہے؟ کیا یہ بچہ میت کی طرف منسوب ہوگا نہیں؟

الجواب :- مفتی بہ رائے کے مطابق حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے

زیادہ دو سال ہے، اس دوران جو بچہ پیدا ہو وہ ثابت النسب ہوگا، لیکن جو بچہ کسی

کے انتقال کے دو سال بعد پیدا ہو جبکہ اس کی بیوہ نے دوسری شادی بھی نہ کی ہو تو وہ

باپ سے ثابت النسب نہیں ہوگا، اس لیے صورت مشولہ میں جو بچہ باپ کے مرنے

کے تین سال بعد پیدا ہوا ہے وہ باپ سے غیر ثابت النسب ہے اس کو سرف ماں

لہ قال الشیخ المفتی عزیز الرحمن: روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گونب باپ کی طرف سے ثابت ہوتا ہے

لیکن بنی فاطمہ اس سے مستثنیٰ ہیں، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کا نسب حضرت فاطمہؓ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔۔۔۔۔ آئندہ کسی عورت کی جانب سے خواہ وہ سیدہ ہی کیوں نہ ہو نسب ثابت نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱۱ ص ۵۷ باب ثبوت النسب)

کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

لما فی الہندیۃ : ولوفات عنہا قبل الدخول او بعدہ ثم جارت بولد من وقت
الوفاۃ الی سنتین یثبت النسب منہ وان جارت بہ لاکثر من سنتین من وقت
الوفاۃ لایثبت النسب۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۵۵ الباب الخامس عشر
فی ثبوت النسب)۔

سوال :- جناب مفتی صاحب! یہاں بارہ سال کے لڑکے سے ثبوت نسب کا مسئلہ علاقہ غیر میں لوگ اپنے بچوں کی شادیاں بہت کم سنی میں کر دیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کسی لڑکے کی عمر ۱۲، ۱۳ سال ہو اور اس کی بیوی کو حمل ہو جائے تو کیا حمل کا نسب اس لڑکے سے ہو گا یا نہیں؟

الجواب :- اگر لڑکا مراہق یعنی قریب البلوغ ہو جس کی ادنیٰ مدت عمر لڑکے کے لیے ۱۲ سال اور لڑکی کے لیے ۹ سال ہے تو اس سے حمل کا نسب ثابت ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، لہذا صورت مسئلہ کے مطابق اس حمل کا نسب اس لڑکے سے ہو گا۔

قال الحنفی: ولا نسب فی حالیه اذ لاماء للصبی نعم ینبغی ثبوته من المراهق احتیاطاً۔ قال ابن عابدین: (قوله اذ لاماء للصبی) ای فلا یتصور منه العلوق وانما ثبت نسب ولد المشرقی من مغربیۃ اقامۃ للعقد مقام العلوق لتصورہ حقیقۃ بخلاف الصبی کما فی البحر قوله نعم ینبغی) عبارة القحّ ثمر یجب کون ذلک الصبی غیر المراهق ما المراهق فیحجب ان یثبت النسب منہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۸۳۲ باب العقد)

وقال ایضاً: واد فی مدته ای البلوغ له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنین فان رآه قبان بلغا هذا السن۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۲ فصل فی بلوغ الغلام)۔



لہ قال الشیخ: (ما ابو زھرۃ: سرطانات) ان یسب۔ روج یتدر منہ حمل فان بہن صغیراً لا یتصور
الحمل لابل سب ان ہذا قریبہ فی طعۃ حمل ان حمل لیس منہ وقد اتفق علی ذلک الائمۃ۔

(الاحوال الشفعیۃ ص ۳۸۶ القسم الرابع ثبوت النسب)

بغیر حلالہ کے نکاح ثانی سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں

دیدیں پھر چند دنوں کے بعد دوبارہ بغیر حلالہ شرعی کے اس سے نکاح کر لیا، اس لیے کہ اس کو ایک غیر مقلد عالم دین نے تجدید نکاح کا فتویٰ دیا تھا، جبکہ یہ شخص تنفی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نکاح ثانی سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے اس کے نسب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق یہ نکاح ثانی شرعاً فاسد ہے، بغیر کسی تاخیر کے ان دونوں کو جدا ہو جانا چاہیے، البتہ بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے۔

لما فی الہندیۃ: ولو طلقها ثلاثاً ثم تزوجها قبل ان تکحل زوجاً غیرہ فجاءت منه بولید ولا یعلمان بفساد النکاح فالنسب ثابت وان کان یعلمان بفساد النکاح یتثبت النسب ایضاً عند ابی حنیفۃ، کذا فی التاتاریخانیۃ۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱۵ الباب الخامس فی ثبوت النسب)

عدت کے دوران سالی سے نکاح کرنا اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی

بیوی کو طلاق دیدی، طلاق کی وجہ یہ تھی کہ موصوف کی بیوی کو شک تھا کہ اس کے سالی سے ناجائز تعلقات ہیں اور اسی وجہ سے دونوں اکثر اوقات خلوت میں رہتے ہیں۔ اب یہ عورت حاملہ ہے اور اس کا شوہر سالی سے نکاح کر کے فرار ہو گیا ہے اور ان کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ تو کیا اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئلہ کے مطابق دوران عدت سالی کے ساتھ نکاح جائز نہیں، اگر کر لیا جائے تو نکاح فاسد ہوگا جو واجب الفسخ ہے۔ جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح فاسد سے پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوتا ہے اس لیے اس بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے۔ امام ان دونوں کے لیے زوجہ اول مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح

لما قال العلامة عالم بن العلامة تصدی، ولو طلقها ثلاثاً ثم تزوجها قبل ان تکحل زوجاً غیرہ فجاءت منه بولید ولا یعلمان بفساد النکاح فالنسب ثابت وان کان یعلمان بفساد النکاح یتثبت النسب ایضاً عند ابی حنیفۃ۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ ج ۱۵ کتاب الطلاق)۔ الفصل التاسع والعشرون باب ثبوت النسب

کرنا ضروری ہے بدو ان اس کے دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

لما قال العلامة النكاساني: ان تزوج احدهما بعد الاخرى جاز نكاح الاولى وفسد نكاح الثانية۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶ کتاب النکاح)

وقال ايضاً: واما نكاح الفاسد فلا حكم له قبل الدخول واما بعد الدخول فيتعلق به احكام منها ثبوت النسب۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۲۵ باب ثبوت النسب)

ساس سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کے نسب کا حکم | سوال :- ایک شخص نے اپنی منکوحہ کے انتقال کے بعد ساس

سے شادی کر لی، کئی سال تک دونوں غائب رہے اس دوران ان کے ہاں چار بچے بھی پیدا ہوئے، اب اس شخص کا انتقال ہو گیا ہے تو کیا وہ بچے ثابت النسب ہو کر موصوف کے ترکہ میں میراث کے حقدار ہیں یا نہیں؟ جبکہ مرحوم کی پہلی بیوی سے ہونیوالے بچے ان بچوں کو اپنے بہن بھائی نہیں مانتے اور باپ کے ترکہ سے ان کے حقہ میراث کو تسلیم نہیں کرتے۔ مہربانی فرما کر قرآن و سنت کے روشنی میں اس نزاع کو ختم فرمائیں؟

الجواب :- ساس سے نکاح کرنا شرعاً ناجائز ہے اور اگر کر لیا جائے تو نکاح فاسد ہے جبکہ نکاح فاسد سے عدت اور ثبوت النسب کے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگرچہ ساس سے نکاح فاسد اور واجب الفسخ تھا مگر پیدا شدہ بچوں کا نسب باپ سے شرعاً ثابت ہے اور یہ بچے باپ کے مرنے کے بعد دیگر بھائی بہنوں کی طرح ترکہ میراث میں برابر کے حقدار ہونگے، کوئی بھی شخص ان کو اپنے حقہ میراث سے منع نہیں کر سکتا اور نہ ہی منع کرنے کا کسی کو اختیار ہے۔

لما في الهندية: رجل مسلم تزوج بمحارمه فجنن باولاد يثبت نسب الاولاد منه عند ابى حنيفة خلافاً لهما بناء على ان النكاح فاسد عند ابى حنيفة باطل عندهما۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۵۷۵ باب ثبوت النسب)

لما في الهندية: وان تزوجهما في عقدتين فنكاح الاخيرة فاسد يجب عليه ان يفارقها..... يجب الاقل من المسمى ومن مهر المثل وعليها العدة و يثبت النسب ويعتزل عن امراته حتى تنقضي عدة اختها۔

والفتاوى الهندية ج ۱ ص ۲۴۸/۲۴۹ کتاب النکاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع

سوال :- ایک آدمی کے کسی عورت سے
 مزنیہ کی بیٹی سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والی بچی کے نسب کا حکم
 ایسے عرصہ تک اس عورت کی لڑکی سے سادی کرتی اس کے بعد بھی ان کے تعلقات اسی طرح قائم رہے، دو سال بعد
 اس نے ایک اور عورت سے نکاح کیا، اب سوال یہ ہے کہ اس بچی کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟ کیونکہ علاقے کے علماء
 نے سو سوسے لہا تھا کہ اس لڑکی سے تمہارا نکاح صحیح نہیں لیکن پھر بھی اس نے نکاح کر لیا اور یہ بچی پیدا ہوئی؟
الجواب :- بشرط صحت سوال نہایت قبیح اور ناجائز تعلقات کے باعث اس عورت کی بیٹی اس مرد پر
 اپنی بیٹیوں کی طرح حرام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر محارم کے ساتھ نکاح کر لیا جائے تو وہ ولجب الفسخ
 ہے مگر فاسد ہونے کے باوجود اولاد کا نسب باپ سے ہی ثابت ہوگا۔ اور عوام و خواص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ
 ان دونوں کو الگ کر دیں۔

معافی السہندیۃ: رجل مسلم تزوج بمحارمہ فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد
 منه عند ابی حنیفۃؒ خلا قالہما بناء علی ان النکاح فاسد عند ابی حنیفۃؒ باطل
 عندہما۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۷۷ باب ثبوت النسب)۔

سوال :- ذات دشجرہ نسب (بدلتا یا کسی دوسری قوم کی طرف اپنی
 نسبت کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟)

الجواب :- ایک مسلمان کیلئے اپنی ذات دشجرہ نسب، بدلتا یا کسی دوسری قوم کی طرف
 اپنی نسبت کرنا شریعت کی رو سے حرام اور گناہ ہے، حدیث شریف میں اس پر بڑی وعید
 آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نسب بدلنے والے آدمی پر جنت حرام ہے۔
 عن سعد قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعی الی غیر ابیہ
 وہو یعلم انه غیر ابیہ فالجنتہ علیہ حرام۔ (مجمع البحاری ج ۱ ص ۱۷۱ کتاب الفرائض)

لے قال العلامة ابن عابدینؒ نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عندہ خلافاً
 لہما۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۵۹ باب العدة۔ مطلب عدة المنکوحۃ فاسداً)
 وقال ایضاً: قوله لانه نکاح باطل ای فالوطئ فیہ ذنا لا یثبت بہ النسب بخلاف
 الفاسد فانه وطئ بشبهة فیثبت بہ النسب ولا تكون بالفاسد فراشاً لا
 بالبطل۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۶۸۷ باب ثبوت النسب قبل باب الحضائنة)

غیر کی منی کا انجکشن لگوانے سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم | سوال :- ہمارے

آزاد کشمیر میں ایک آدمی ہے جس کی شادی ہوئے پندرہ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن وہ خدا کی قدرت سے ابھی تک اولاد جیسی نعمت سے محروم ہے، اس نے اپنی جائیداد کا وارث بنانے کے لیے ایک کھیل کھیلا کہ شاید اس طرح میرے ہاں بیٹا پیدا ہو جائے، اس طرح اس نے اپنی بیوی کو کسی نامعلوم شخص کی منی کا ٹیکہ لگوا دیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی، مقررہ مدت کے بعد اس کے ہاں بچی پیدا ہوئی جو کہ قدرتی نشوونما سے محروم اور ہر وقت بیمار رہتی ہے، اس کا قدر بڑھنے کا عمل بہت سست ہے، بچی کی شکل بھی اس کے خاندان کے کسی فرد سے معمولی مشابہت بھی نہیں رکھتی اس بچی کی پیدائش کے بعد پچھ سال تک اس کے ہاں کوئی بچی بچہ نہیں ہوا، واضح ہو کہ اس شخص کا باپ اپنے آپ کو اسلام کا بہت بڑا عویدار سمجھتا ہے اور کسی کا حق دبانے میں خدا برابر فرق نہیں کرتا، بینک کے سودی معاملات میں بڑی گہری دلچسپی رکھتا ہے، اُسے بھی اپنے بیٹے کی اس گناہ و نی حرکت کا بخوبی علم ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کا اسلام میں کوئی مقام ہے؟ اگر ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں؟ اور اگر وہ اسلامی حدود و قیود سے تجاوز کا مرتکب ہوا ہے تو قرآن و سنت کا اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ امید ہے کہ آپ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

الجواب :- مذکورہ بالا طریقہ رائج کشتن کے ذریعے سے اولاد حاصل کرنا حرام اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہے تاہم اگر اس طرح تولید کا عمل مکمل کر لیا جائے تو نسب ثابت ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: الولد للفراش وللعاهر الحجر (الحديث) تو اس آدمی سے اس بچے کا نسب ثابت ہوگا اور وراثت اور رضاعت وغیرہ کے احکام جاری ہوں گے۔ ثبوت نسب کے لیے وطی کی فطری صورت ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی اگر کسی طرح خاوند کا مادہ منویہ عورت کے رحم میں پہنچ جائے تو نسب ثابت ہو جائے گا، فقہاء کرام کی بعض عبارتوں سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: البکر اذا جمعت فی مادون الفرج فحملت بان دخل الملقق فرجها فلما قرب اوان ولادتها نزال عزرتها ببیضۃ او بعرف درہم۔ (ج ۴ ص ۱۱۷) ”کنواری لڑکی سے شرمگاہ کے باہر ہمبستری کی جائے پھر وہ حاملہ ہو جائے یا اس طور کہ مرد کا مادہ منویہ اس کی شرمگاہ میں

داخل ہو جائے اور جب ولادت کا وقت آئے تو اندھے یا دہم کے کوئول کے ذریعے اس کا پردہ بکارت (کنواپن) چاک کر دیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حرمت نسب کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا یعنی مال باپ دادا دادی وغیرہ کا سلسلہ نسب ٹھیک اسی طرح حرام ہو جائے جس طرح فطری توالد و تناسل کی وجہ سے ہوتا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ صورت عملاً زنا ہوگی اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد ولد الزنا، البتہ اس پر اسلامی ممالک میں زنا کی شرعی موانع نہیں کی جاسکتی، اس لیے کہ یہ سزا صرف ناجائز حمل پر ہی نہیں ہے بلکہ باہم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے پر ہے۔ (صدیقہ فقہی مسائل جلد ۱۵۲)

مذکورہ بالا صورت میں اس آدمی کا کیا ہوا عمل جائز نہیں بلکہ حرام ہے، البتہ اس پر نسب وغیرہ کے احکام سب ثابت ہوتے ہیں، خواہ اس نجی کی شکل و صورت اس خاندان کے افراد مشابہ ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم

چودہ پندرہ سال جدائی کے باوجود بچہ ثابت النسب ہے | سوال :- ایک صاحب ۱۹۷۱ء کی

کئی سال تک اس کی موت و حیات کا کوئی اتہ پتہ نہ چل سکا، اب اس کے لاپتہ ہونے کے تقریباً چودہ پندرہ سال بعد اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا، ہر رائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- اسلام نے ہر ممکن حد تک بچے کا نسب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ صورت مسئلہ میں اگرچہ بظاہر شوہر سے اثبات نسب مشکل نظر آتا ہے، مگر شریعت مطہرہ نے اس بچے کے نسب کو بھی ثابت کر دیا ہے اور اس کے لیے ایک قانونی دفعہ چھوڑی ہے کہ "الوالد للفراش والعاہر الحجو" (بخاری شریف) بچہ فراش کا تابع ہوگا اور زانی کے لیے صرف پتھر ہے۔ اسی قانون کے تحت صورت مسئلہ میں بھی اس بچے کا نسب اپنے باپ سے ثابت ہے اگرچہ وہ حقیقتاً نہیں ہے، اس کا نسب علاوہ لعان کے ختم نہیں ہوگا۔

لما فی الہندیۃ: والحکم فیہ انہ یثبت النسب من غیر دعوی لا ینتفی بمجرد النفی وانما ینتفی باللعان۔ (افتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۱۶۳ باب ثبوت النسب)

مسائل شتی

(طلاق کے متفرق مسائل)

سوال :- جناب مفتی صاحب! میری اور میرے بھائی کے درمیان کچھ ناراضگی تھی، اب ہماری صلح ہو چکی ہے اور صلح کے وقت میں نے بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں نے فلاں شخص کے ساتھ تعلقات رکھے تو میری بیوی کو تین طلاق ہو، اب جرگہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اس شخص کے ساتھ بول چال شروع کر دوں کیونکہ یہ شخص میرا قریبی رشتہ دار بھی ہے، اب اذروٹے شرع مجھے کیا کرنا چاہیے؟ مجھے کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ ہماری بول چال بھی شروع ہو جائے اور بیوی پر طلاق بھی نہ پڑے؟

الجواب :- ویسے تو صورت مسئلہ میں تین طلاق مشروط بشرط ہیں، جب بھی شرط پوری ہو جائے تو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ اب اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اولاً آپ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر جدا کر دیں اور جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو آپ اس شخص سے بول چال شروع کر دیں اور پھر دوبارہ عورت سے نکاح کر لیں، صرف اس صورت میں آپ کی بیوی طلاق مغلظہ کے وقوع سے بچ سکتی ہے ورنہ شخص مذکور کے ساتھ بول چال اور تعلقات شروع کرتے ہی آپ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔

قال العلامة الحنفی، فحيلة من علق الثلاث بدخول الداد ان يطلقها واحدة
تربعد العدة تدخلها فتحل البیمن فينكحها۔ (الذرا المختار علی هامش رد المحتار
ج ۲ ص ۵۲۵ قبل مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط)

سوال :- اگر کسی عورت سے کوئی غلط کام ہو جائے مضارع کے صیغہ سے طلاق کا حکم اور اس کا شوہر بطور تنبیہ کے اسے یہ کہے کہ اگر تم نے آئندہ یہ کام کیا تو میں تجھے طلاق دے دوں گا، چند دنوں بعد اس عورت سے وہی کام سرزد ہو گیا تو کیا اس عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- اگر ائمہ کے اصول کے مطابق مضارع کے صیغے دو طرح کے ہیں، بعض ایسے صیغے ہیں جو حال کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور بعض صیغے مستقبل کے لیے استعمال ہوتے

ہیں، چونکہ صورتِ اولیٰ میں انشاء فی الحال اور انشاء فی الماضی ہے لہذا مضارع کے ان صیغوں کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی اور صورتِ ثانیہ میں چونکہ اظہارِ ارادہ ہوتا ہے لہذا اس میں بغیر انشاء طلاق واقع نہ ہوگی۔ چونکہ صورتِ مسئلہ میں فقط اظہارِ ارادہ ہے اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین: صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق الا اذا غلب في الحال، كما صرح به الكمال ابن السهمام - (تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۳۸ کتاب الطلاق)۔

بلا نیت طلاق بیوی کو ”دوسرا خاوند تلاش کر لو“ کے الفاظ کہنا **سوال :-** اگر کوئی شخص بیوی سے رضائی جھگڑے کے دوران یہ کہے کہ ”جاؤ دوسرا خاوند تلاش کر لو“ مگر اس میں اس کی نیت طلاق کی نہ ہو تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- ”جاؤ دوسرا خاوند تلاش کر لو“ یہ طلاق کنائی کے الفاظ ہیں جو وقوعِ طلاق میں نیت یا دلالتِ حال و قرینہ و قیاس کے محتاج ہیں۔ چونکہ صورتِ مسئلہ میں اس آدمی کی نیت طلاق کی نہیں اس لیے طلاق واقع نہ ہوگی ورنہ بصورتِ نیت بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

وفي الهندية: وباتتعي الا زواج تقع واحدة بائنة ان نواها او اثنتين وثلاث ان نواها۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۳۵ الفصل الخامس في الكنايات)۔
اور طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر یا عدت گزر جانے کے بعد تجدیدِ نکاح سے بیوی خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی حلالہ کی ضرورت نہیں۔

۱۔ قال الشيخ طهراحمدا لعماني: صيغة مضارع هي اود مضارع من وقوع طلاق نہیں ہوتا مگر جب مضارع بمعنی حال غالب ہو جائے تو فقہاء نے اس سے وقوعِ طلاق کی تصریح کی ہے۔ (امداد الاحکام جلد ۲ ص ۳۸ کتاب الطلاق)
۲۔ قال العلامة ابوالبركات النسفي رحمه الله: وغيرها بائنة وان نوى ثنتين وتصح نية الثلاث وهي بائن بئنة بئنة حرام۔۔۔۔۔ قوی ابتغى الا زواج۔
(کنز الدقائق علی هامش البحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۲ باب الكنايات)

نافرمان بیوی کو طلاق دینا مستحب ہے | سوال :- ایک شخص کی بیوی فاحشہ اور دیدے تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب :- جو عورت اپنے شوہر کی نافرمان ہو اور اس کے حقوق میں کوتاہی کرتی ہو اور مرد و بشرعی کو بھی پامال کرتی ہو تو اس کو طلاق دینے سے شوہر گنہگار نہ ہوگا بلکہ ایسی عورت سے غلطی حاصل کرنا مستحب امر ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وإيقاعه مباح وقيل الأصح خطره إلا الحاجة كريمة و كبر.... بل يستحب لو مؤذية أو تاركة صلوة غاية ومفاده أن لا اثم بمعاشرة من لا تصلى ويجب لوفات الامساك بالمعروف۔ قال ابن عابدین: تحت قوله و مؤذية) اطلاقه فشمّل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها۔ الخ رد المحتار ج ۲ ص ۲۵ کتاب الطلاق (۱) لہ

لڑکی پسند نہ آنے کی صورت میں طلاق دینے کا حکم | سوال :- والدین نے ایک جگہ میری شادی کر دی، رخصتی کے بعد مجھے لڑکی پسند نہیں، تو کیا اب میں اس کو طلاق دے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب :- طلاق دینا شوہر کی ملکیت ہے وہ جس وقت چاہے طلاق دے سکتا ہے مگر بلا عذر شرعی طلاق دینا کراہت سے خالی نہیں۔ صورت مسئلہ میں چونکہ طلاق کی صورت میں والدین کی نافرمانی بھی لازم آتی ہے اس لیے حتی الامکان طلاق دینے سے گریز کیا جائے، اور اگر باوجود کوشش کے نباہ ممکن نہ رہے تو پھر طلاق دینا مباح ہے۔

قال العلامة الحصکفی: وإيقاعه مباح عند العامة لا طلاق لئلا اكل وقيل قائله الكمال الأصح خطره ای معه إلا الحاجة كريمة وكبر۔ (رد المحتار علی ہامش رد المحتار ج ۲ کتاب الطلاق) لہ

لہ و لہ قال الشیخ و ہبۃ الزحیل: ذهب الحنفیۃ علی المذہب الی أن إیقاع الطلاق مباح لا طلاق الآیات..... قال کمال بن الہمام الأصح خطرا لطلاق ای منعه إلا الحاجة کريمة و کبر و ربح۔ قال ابن عابدین: هذا الرأي وليست الحاجة مختصة بالكبر والرغبة بل هي اعم۔ رالفقه الاسلامی وادلتہ ج ۷ ص ۳۶۲ البحث الاول..... حکم الطلاق

صرف طلاق کا خیال آنے سے طلاق نہیں ہوتی | سوال :- اگر کسی شخص کے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہو کہ میری بیوی مجھ پر طلاق ہے جبکہ ابھی تک اُس نے زبان سے یہ الفاظ ادا نہیں کیے ہیں، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کے وقوع کے لیے الفاظ طلاق کا زبان سے ادا کرنا لازمی اور ضروری ہے، نفس طلاق کا خیال آنے سے طلاق نہیں ہوتی۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: فقد افاد ان ركنه اى التطلاق اللفظ الدال على ازالة حل المحلقة - (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۲ کتاب الطلاق) لہ

شک کی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی | سوال :- اگر کسی شخص کو طلاق کی تعداد میں شک کی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی | میں شک پڑ جائے کہ اُس نے بیوی کو ایک طلاق دی ہے یا دو یا تین، تو اس صورت میں اس شخص کی بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

الجواب :- تعداد طلاق میں شک پڑ جانے چونکہ عدد اقل متیقن ہوتا ہے وہی واقع ہوگا حتیٰ کہ اس کو اکثر کا یقین ہو جائے، لہذا صورت مسئلہ میں بصورت شک دو طلاق واقع ہوں گی، تاہم اگر تین طلاق کا گمان زیادہ ہو تو تین ہی واقع ہوں گی۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: رجل حلف بالطلاق وشك لرجل انه طلق واحدة او ثلاثا فهي واحدة حتى يتيقن او يكون اكثر ظنه على خلافه - (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۱۲ کتاب الطلاق) لہ

لہ قال الشيخ وهبة الزحيلي: يشترط بالاتفاق القصد في الطلاق وهو ارادة التلفظ به ولو لم ينوہ - (الفتاوى الاسلامی وادلته ج ۷ ص ۳۶۸ البحث

ما يشترط في الركن الثاني للطلاق القصد)

لہ قال الشيخ الدكتور وهبة الزحيلي: ومن شك في صفة الطلاق: انه طلقها رجعية أو بائنة يحكم بالرجعية لانها اضعف طلاقين فكانت متيقنا به۔

(الفقه الاسلامی وادلته ج ۷ ص ۳۵۷ البحث السادس في الطلاق)

سوال :- ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں بیوی کو طلاق دی، اسکے چند دن بعد وہ اس بیماری سے فوت ہو گیا تو کیا اس مطلقہ عورت کو خاوند کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب :- مرض الوفات میں طلاق دینے سے خاوند کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید اس نے بیوی کو میراث سے محروم کرنے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہو، اس لیے از روئے شرع مرض الموت میں طلاق دینے سے عورت کا حق میراث ختم نہیں ہوتا۔

لما في الهندية : الرجل اذا طلق امرأته طلاقاً رجعيّاً في حال صحته او في حال مرضه برضاها او بغير رضاها تمّ مات وهي في العدة فانهما يتوارثان بالاجماع -
(الفتاوى الهندية ج ١ ص ٢٦٢ الباب الخامس في طلاق المريض) له

فاحشہ عورت کو طلاق واجب نہیں مستحب ہے | سوال :- اگر ایک شخص کی بیوی آوارہ پھرتی رہتی ہو اور خاوند کی طرف سے

پابندی کو ایک بوجھ سمجھ کر ہمیشہ اس کی خلاف ورزی کرتی، ہو یہاں تک کہ اس سے فسق و فجور میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی ہو تو ایسی حالت میں عورت کو طلاق دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب :- قاحشہ اور فاسقہ عورت کے بارے میں اس کے خاوند کو فکر مند ہونا چاہیئے
اولین فرصت میں اس کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے، ممکن ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر کے
فسق و فجور سے باز آجائے، لیکن اگر خاوند تمام تر کوشش کے باوجود اس کی اصلاح سے کبھی طور
پر نہ اُمید ہو جائے تو پھر ایسی عورت کو طلاق دینا مستحب ہے تاہم واجب نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله : بل يستحب (إلى الطلاق) تؤمؤذية
أو تاركه صلوة - قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : أطلقه فشمّل المؤذية أو
لغيره بقولها - رَدِّ المختار ج ٢ م ٢٥١ كتاب الطلاق) ٢

له قال العلامة ابن عايدين: الطلاق اذا كان رجعيًا فانها تترد وكذا يرثها لو ماتت في العدة - (رد المحتار ج ٢ ص ٥٦٤ باب طلاق المريض)

وَمِثْلُهُ فِي كَنْزِ الدَّقَائِقِ عَلَى هَامِشِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ٢٢ م ٢٢٢ بَابُ طَلَاقِ الْمَرِيضِ -

وفيه كذا في موضع آخر لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة المختار على ما مشرد المختار
ج ۲ ص ۳۱۸ - فصل في المحرمات، مطلب فيما لو زوج المولى أمة له

سوال :- کن صورتوں میں خاوند پر جبر و اکراه
طلاق کے لیے خاوند پر جبر کرنے کا حکم | کر کے طلاق حاصل کی جاسکتی ہے؟

الجواب :- طلاق میں خاوند مستقل ہے، طلاق حاصل کرنے کے لیے اس پر جبر کرنا اس
کے حقوق میں دخل اندازی کے مترادف ہے، تاہم لعان کی صورت میں جب خاوند طلاق نہ دے
تو قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر سکتا ہے، ایسے ہی ظہار میں کفارہ کی ادائیگی یا طلاق دینے
پر مجبور کر سکتا ہے۔

لما في الهندية، المظاهر اذا لم يكفر ورفع امره الى القاضي بحبسه القاضي حتى يكفر
او يطلق - (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۵۰۰ الباب التاسع في الظهار) ۲

والدین کی رضامندی کے لیے بیوی کو طلاق دینا | **سوال :-** ایک شخص کی بیوی میں کوئی
شرعی نقص نہیں کہ جس کی وجہ سے اسے
طلاق دیدی جائے لیکن خاوند کے والدین اور بیوی کا آپس میں اٹھارہنا مشکل ہے، ایسی حالت
میں کیا یہ شخص محض والدین کی رضامندی کے لیے بیوی کو طلاق دے سکتا ہے؟

الجواب :- والدین کی رضامندی کے لیے بیوی کو قربان کرنا اگرچہ بیٹے کی فرمانبرداری کا
اعلیٰ نمونہ ہے، لیکن ایسی حالت میں جبکہ عورت کا کوئی جرم بھی نہ ہو ایک عورت کی زندگی سے کھیلنا

له قال ابن نجيم المصري: وفي غاية البيان يستعيب طلاقها اذا كانت سليطة مؤذية
او تاركة للصلاة - الخ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۴ کتاب الطلاق)

وفيه هكذا - وفي المجتبى من آخر الحظر والا با حجة لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة
ولا عليها تسريح الفاجر - (البحر الرائق ج ۳ ص ۱ کتاب النكاح فصل في المحرمات)

۲ له وقال العلامة الحصكفي رحمه الله، وعليها ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر
وعلى القاضي ان يراه به بالتكفير دفعا للضرر عنها، بحسب او ضرب الى ان يكفر او يطلق -

(الدر المختار على هامش رد المختار ج ۲ ص ۶۲۶ باب الظهار)

ومثله في الفتاوى الحنفية على هامش الهندية ج ۵ ص ۵۲۴ بالظهار - مطلب بلاغات محمد مسند

اور اس کو جدائی کی وادی میں دھکیلنا یا اپنے آپ کو جدائی کے ناقابل برداشت بوجھ کے نیچے دبانا کسی بڑے امتحان سے کم نہیں، عام معاشرہ میں حضرت عمرؓ جیسے والد کس کو نصیب ہوتے ہیں کہ جس سے ابن عمرؓ کے کردار کی توقع رکھی جاسکے، اس لیے والدین کی رضامندی کے لیے طلاق دینا اگرچہ جائز ہے لیکن حالات پر نظر رکھنے کے بغیر یہ اقدام کرنا کسی مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔

قال الله تبارك وتعالى: فَلَا تَيْبِلُوا هَاكُلَ الْمَيْلِ فَذَرُّوْهَا كَمَا لَمْ تَعْلَقْهُ (النساء آیت ۱۲۹)
وايضاً قال: وَلَا تُسَبِّكُوا هُنَّ ضَرْارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا
آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا (سورة البقرة آیت ۲۲۱) ۱۷

مطلقہ کی میراث کا حکم | سوال :- اگر عدت کے دوران مطلقہ کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو کیا مطلقہ معتدہ کو خاوند کی جائیداد میں ارث کا حق

مل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر عورت کے مطالبہ پر خاوند نے طلاق ہو تو ایسی حالت میں مطلقہ حق وراثت سے محروم رہے گی اسکے علاوہ چونکہ معتدہ خاوند کے نکاح میں پابند رہتی ہے اس لیے اس کو میراث سے حصہ ملے گا اگرچہ عورت مطلقہ مغفلہ ہی کیوں نہ ہو۔

لما في الهندية: الرجل اذا طلق امرأته طلاق رجعيًا في حال صحته وفي حال مرضها او بفيد رضاها ثم مات وهي في العدة فانهما يتوارثان.... ولو طلقها طلاقًا بائنًا او ثلاثًا ثم مات وهي في العدة فكذلك عندنا توارث، الخ۔ (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۴۶۲) الباب الخامس في طلاق المريض ۱۸

۱۷ وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه: قال كانت تحتی امرأة اجتہا وكان عمر یکرہها فقال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم طلقها۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۱ کتاب الطلاق)

وقال الشيخ عید الحق فی شرح هذا الحديث: ان كان الحق في جانب الوالدین فطلاقها واجب للزوم العقوق وان كان في جانب المرأة فان طلقها لرضا الوالدین فهو جائز۔ (المعاني شرح مشکوٰۃ)

۱۸ قال العلامة عالم بن العلامة الانصاری: اذا طلق المريض امرأته طلاقًا رجعيًا ورثت مادامت العدة وفيه۔ ولو طلقها بائنًا او ثلاثًا ثم مات وهي في العدة فكذلك عندنا توارث۔

(الفتاوى التاتارخانية ج ۳ ص ۵۷۷ الفصل العشرون في طلاق المريض کتاب الطلاق)
ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۵۶۷ باب طلاق المريض۔

بغیر رجوع کیے عدت گزرنے پر عورت جدا ہوگی | سوال :- ایک شخص نے بیوی سے غصہ کی حالت میں کہا کہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ جبکہ اس وقت طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا لیکن عورت کو ناچاقی کی وجہ سے کہہ دیا، اس کے بعد عورت والدین کے گھر چلی گئی، پانچ سال تک ان کے باہمی تعلقات نہیں رہے، اب وہ دونوں دوبارہ نکاح بحال کرنا چاہتے ہیں تو انہیں شرعاً کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب :- تو مجھ پر طلاق ہے“ کے الفاظ صریح ہیں، ایسے الفاظ میں نیت و ارادہ کی ضرورت نہیں اس کے بغیر بھی طلاق ہو جاتی ہے، صورت مذکورہ میں چونکہ ایک طلاق واقع ہو کر عدت گزر گئی ہے، اگرچہ عدت کے دوران خاوند کیلئے رجوع بالقول یا بالفعل کافی تھا لیکن رجوع کے بغیر عدت گزرنے سے عورت جدا ہو گئی ہے، اب دونوں باہمی رضامندی سے تجدید نکاح کے ذریعے دوبارہ اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: والرجعی لا یزیل الملك الا بعد مضي العدة۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۷۶ کتاب الطلاق، باب الرجعة)۔

مطلقة مغلظہ کا خاوند کے گھر رہنا | سوال :- ایک شخص نے بیوی کو طلاق مغلظہ سے کر فارغ کر دیا ہے، حلالہ کے لیے تیار نہ ہونے کی وجہ سے اگر یہ عورت خاوند کے گھر میں بطور خادمہ کے رہے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب :- اگر خاوند فاسق فاجر نہ ہو اور اس سے زنا کا خطرہ نہ ہو تو مطلقہ مغلظہ کا بطور خادمہ خاوند کے گھر میں رہنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم پھر بھی احتیاط ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی بے راہروی میں مبتلا نہ ہو۔

لما قال العلامة الحصکفی: سئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا وکل منهما ستون سنة وبنهما اولاد تتعذر علیهما مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان

لما قال العلامة اکل الدین الباری: فما دامت العدة باقية كانت ولاية الرجعة باقية واذ انقضت من غیر رجعة بانت۔ (العناية شرح الہدایة علی هامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۲ باب ایقاع الطلاق، کتاب الطلاق)

وَمِثْلُهُ فِي الْجَعْرِ الرَّائِقِ شَرْحُ كَنْزِ الدَّقَائِقِ ج ۳ ص ۲۵۶ باب الطلاق۔

فی فراش ولا يلتقيان التقاء الا زواج هل لهما ذلك قال نعم ۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۷۵ باب العدة - کتاب الطلاق) لہ

عدت گذرنے میں عورت کے بیان پر اعتماد کرنا | سوال :- اگر کسی عورت نے یہ کہا کہ
کے بعد میری عدت گذر گئی ہے، تو کیا اس کے بیان کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس سے نکاح
کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر عورت کا بیان غلط نظر کا مفید ہو اور اس کے بیان میں سچائی کی طرف میلان
زیادہ ہو تو اس سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم بہتر یہ ہوگا کہ عورت کے بیان کو معاشرہ
کے حالات کے مطابق پرکھا جائے، قرآن خارجہ کا سہارا لیے بغیر شاید صرف اس عورت کا بیان
ظن کے لیے مفید نہ بن سکے۔

لسا فی الہندیۃ : ولوان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلاثاً وانقضت عدتی فان
کانت عادلة وسعه ان یتزوجہا وان کانت فاسقة تحری وعمل بما وقع علیہ تحریرہ
کذا فی الذخیرۃ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۳۱۳ کتاب الطلاق - باب الثالث عشر فی العدة) لہ
نفاسہ کی عدت طلاق | سوال :- ایک آدمی نے حالت نفاس میں اپنی بیوی کو طلاق
دے دی، اب یہ عورت عدت گزارنے کے بغیر دوسری جگہ
نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر عورت حیض کے آنے سے نا امید نہ ہو چکی ہو تو اس صورت میں اس پر

لہ فی الہندیۃ : اذا طلقها ثلاثاً او واحدة بائنة و لیس لہ الا بیت واحد قینبی
لہ ان یجعل بینہما حجاباً حتی لا تقع الخلوة بیتہ و بیت الاجنبیۃ ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۳۵ کتاب الطلاق - باب الثالث عشر فی العدة)

وَمِثْلُهُ فِي الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الِهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۵۳۵ کتاب الطلاق - باب الرابع عشر فی الحداد
لہ قال العلامة الحصکفی : وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت
امة فلان واعتقنی ۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۹۸ کتاب الطلاق - باب العدة)
وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الِهِنْدِيَةِ ج ۱ ص ۲۲۱ کتاب الطلاق باب العدة ۔

نہیں صیغہ گزارنا لازم ہیں اور اگر سن ایسا کو پہنچنے کی وجہ سے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہو تو اس صورت میں تین ماہ کی عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، بہر حال عدت گزارنا ضروری ہے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی: واذا طلق الرجل امرأته وهي حادثة من حیض فعدتها ثلاثة اقراء۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب الطلاق۔ باب العدۃ) ۱۷

سوال:- اگر ایک عورت اسلام سے مشرف ہو جائے تو مسلم عورت کی عدت کا حکم اور اس کا خاوند اسلام قبول کرنے پر تیار نہ ہو تو یہ عورت اگر کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟

الجواب:- مسلمان عورت کا خاوند اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر رہا ہو تو یہ عورت کسی غیر مسلم شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، اس لیے مسلمان حاکم یا قاضی خاوند کے اسلام لانے سے انکار کے بعد دونوں کے درمیان جدائی کا حکم صادر کرے گا جو عورت کے حق میں طلاق شمار ہوگی، ایک اسلامی ملک اور معاشرہ میں رہائش رکھتے ہوئے عورت کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرے۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمہ اللہ: واذا اسلمت المرأة وزوجها كافر عرض عليه الاسلام فان اسلم فهي امرأته وان ابى فرق القاضی بينهما و كان ذلك طلاقاً عند ابی حنیفة و عند رحمہما اللہ تعالیٰ۔

(الہدایۃ علی ص ۲۸۸ فتح القدیر ج ۳ کتاب النکاح۔ باب نکاح اہل الشک) ۱۷

۱۷ وفي الہندیۃ: واذا طلق الرجل امرأته.... وهي من حیض فعدتها ثلاثة اقراء۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ ص ۵۲۶ کتاب الطلاق۔ باب الثالث عشر فی العدۃ)

وَمِثْلُهُ فِي الدَّرَالْمُخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۲ ص ۶۵ کتاب الطلاق، باب العدۃ۔

۱۸ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امرأة الکتابی عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فیہا والا بان ابی اوسکت فرق بينهما۔

(الدرا المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۲ باب نکاح الکافر)

وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۳ ص ۲۱۲ باب نکاح الکافر۔

تجھے طلاق دی دی دی سے تین طلاق کا حکم اس سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے

دی تو کیا اس سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ جبکہ اس کی نیت بھی تین ہی کی ہو؟
الجواب:- جب کسی آدمی کی نیت ایسے الفاظ سے تین طلاق کی ہو تو اس سے
 تین طلاق واقع ہوں گی اور بدون حلالہ شرعی کے میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے حلال
 نہیں ہو سکتے۔

لما فی الہندیۃ، ولو قالت مرطالق کُن، مرطالق کُن، فقال کُرم،
 کُرم، کُرم، تطلق ثلاثا وهو الاصح۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۳۸۴ کتاب الطلاق) لے
سوال: ایک شخص نے کئی آدمیوں کے سامنے
”نیت فلاں کو طلاق ہو“ کا شرعی کلمہ یہ کہا کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو فلاں کی بیٹی

اپنے سر کا نام لیا، کو طلاق ہو، چند دنوں بعد ہی اس نے وہ کام کر لیا، اب وہ شخص یہ
 کہتا ہے کہ ان الفاظ میں میں نے اپنی سالی کی نیت کی تھی بیوی کی نہیں، تو کیا شریعت
 مقدسہ کی رو سے موصوف کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟
الجواب:- سورت مسورہ کے مطابق موصوف کا متعلقہ کام سرانجام دینے کے
 بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، قضاۃ اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں،
 دیا نٹا اور معاملہ ہے۔

لما قال العلامة قاضی خان: وكذا قال بنت فلاں طالق ذکر اسم الاب
 ولحمید ذکر اسم المرأة وامرأته بنت فلاں فقال لمارأته امرأتی لا
 یصدق قضاء وتطلق امرأته۔ (الفتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۵ کتاب الطلاق)

لے لما قال العلامة اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ، **الجواب:** یہ زبان سے کہا
 ہے کہ میں نے فلاں دے دی، دے دی، دے دی اگر وہ میرا کچھ کرتا ہو الخ دیکھا یا
 گا کہ اس کا مطلب کیا تھا، اگر مطلب یہ تھا کہ گواہ تک نہ دی تھی مگر اب دے دی
 تب تو تین طلاق واقع ہو گئیں بدون حلالہ تجدید نکاح درست نہیں۔ الخ
 (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳ کتاب الطلاق)

لفظ تلاق سے طلاق کے وقوع کا حکم | سوال :- ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے طلاق دیدی ہے جبکہ اس کے شوہر کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی بلکہ صرف یہ کہاہے کہ میری بیوی کو تلاق ہو یعنی تار کے لفظ کہاہے طاء کے ساتھ نہیں، تو کیا لفظ تلاق سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- طلاق کے معاملہ میں اگر قایا لام کے کلمات کو کچھ تبدیل کر دیا جائے اور لام کا کلمہ اپنی حالت پر رہے تو اس سے قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح صورت مسئلہ میں بھی تلاق کے لفظ سے طلاق واقع ہو گئی ہے اور عورت کا دعویٰ صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکئی: ویقع بہا ان بہذہ اللفاظ ما بہنا ہامن اسیریح دیدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلائ۔ قال ابن عابدین: ومنہ اللفاظ المصحفة وہی خمسة فزاد علی ما ہنا تلاق۔ (الدر المختار علی مصدر المختار ج ۳ ص ۲۲۸ کتاب الطلاق، باب المخرج) لہ

طلاق نامہ میں بیوی کے باپ کا نام غلط لکھنا مانع وقوع طلاق نہیں | سوال :- ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ ارسال کیا جس کا متن یہ ہے، کہ من مستی محمد عمران بن محمد سلطان نے اپنی بیوی

سعیدہ بنت سعید الرحمن کو تین طلاق دیدی ہے، جبکہ سعیدہ کے والد کا عبدالرحمن ہے، تو کیا اس طلاق نامہ سے سعیدہ پر طلاق واقع ہو چکی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جب طلاق میں کسی انسانیت سے اپنی منکوحہ کا قصد ارادہ ہو تو باپ کا نام غلط لکھا جانا مانع وقوع طلاق نہیں، اس لیے صورت مسئلہ میں محمد عمران کی بیوی سعیدہ تین طلاق مطلقہ غلیظہ ہو چکی ہے جو بدون حلالہ شرعی کے موصوف کے لیے حلال نہیں۔

لما فی الہندیۃ: قال امرأتہ عمرۃ بنت صبیح طالق وامراتہ عمرۃ بنت حفص

لہ قال العلامة ابن نجیم: ومنہ اللفاظ المصحفة وہی خمسة تلاق وتلاغ وتلائی

وتلائی فیقع قضاء ولا یصدق الا اذا اشید علی ذلک قبل التکلم۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۲ کتاب الطلاق، باب المخرج)

ورائیة له لا تطلق..... وان نوى امرأته في هذه الوجوه طلقت امرأته في
القضاء وفيما بينه وبين الله كذا في خزانة المفتين۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۳۶۳ الفصل الاول فی الطلاق المکرر، مطلب اذ شک انہ طلق الخ)۔
کسی جاہل سے امرأتی طالق کے الفاظ کہلوانے کا حکم | سوال: ایک جاہل سے

کہا کہ تم یہ الفاظ کہو کہ امرأتی طالق، تو اس نے یہ الفاظ کہہ دیئے، حالانکہ یہ الفاظ کہنے والا
نہ تو ان کے معانی کو جانتا ہے اور نہ اس کی نیت طلاق کی تھی، تو کیا اس سے طلاق
واقع ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:- الفاظ صریح میں اگرچہ نیت کی ضرورت نہیں تاہم وقوع طلاق کیلئے
ضروری ہے کہ طلاق کی اضاقت میں بیوی کا قصد وارادہ ہو، اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو طلاق
واقع نہ ہوگی، لہذا بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع
نہیں ہوئی۔

لما قال العلامة ابن عابدین، ولكن لا بد في وقوعه قضاء وديانة من قصد اضافة
لفظ الطلاق اليها عالماً بمعناه ولم يصرفه الى ما يحتمله كما افاده في الفتح وحقيقته
في التهرار احتراماً لوعا لو كرم مسائل الطلاق بحضورتها او كتب ناقل من كتاب
امراتي طالق مع التلفظ او حكى يمين غيره فانه لا يقع اصلاً ما لم يقصد
زوجته وعمالو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غير عالٍ بمعناه فلا يقع
اصلاً على ما افق به مشائخ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۳ كتاب الطلاق)

تیرا میرا معاملہ ختم کہنے کے نکاح پر اثرات | سوال:- میاں بیوی کے مابین
کسی وجہ سے تلخ کلامی پیدا ہو گئی
تو شوہر نے بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اسلئے کہ میرا اور تیرا معاملہ ختم

لما قال العلامة ابن نجيم، وكذا لو قال بنت فلان طالق ذكر اسم الاب والحري ذكر اسم
المرأة وامراته بنت فلان وقال لحرأ عن امرأتى لا يصدق قضاء وتطلق امرأته۔
(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۳، كتاب الطلاق، باب الصريح)

ہو چکا ہے تو کیا ان دونوں کا نکاح برقرار ہے یا ختم ہو چکا ہے؟
 الجواب :- میرا تیرا معاملہ ختم ہو چکا ہے، یہ الفاظ طلاق نہ ہیں، اگر شوہر نے
 اس سے طلاق کی نیت کی ہو تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی۔ یہی درنہ الفاظ لغو ہیں۔
 ما فی الہندیۃ : لم یبق بینہ و بینک عمل دنوی یقع ۔

والفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی انکاحات
اثبات طلاق کے لیے باپ کی گواہی کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب ایک
 مسئلہ درپیش ہے کہ ایک عورت نے یہ
 دعویٰ کیا ہے کہ اس کے خاوند نے اسے تین طلاق دی ہیں جبکہ اس کا خاوند اس بات کا
 منکر ہے، عورت گواہی میں اپنے باپ اور ایک ہمراہ کو پیش کرتی ہے، کیا اس گواہی
 سے عورت کا دعویٰ طلاق درست ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- دعویٰ طلاق کے اثبات کے لیے دیگر مقدمات کی طرف دو گواہوں کا
 ہونا ضروری ہے بشرطیکہ گواہوں میں کوئی ایسا گواہ نہ ہو جس کی گواہی سے اقربا پروری کی
 تہمت لگ سکتی ہو۔ چونکہ صورت مسئلہ میں اثبات طلاق کا ایک گواہ عورت کا باپ ہے
 جس کی گواہی اس دعویٰ طلاق کے اثبات کے لیے شرعاً درست نہیں، لہذا ایک گواہ سے
 دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اس لیے عورت پر وقوع طلاق کا فیصلہ کرتا مشکل ہے، تاہم
 اگر واقعاً ایسا معاملہ ہو چکا ہو تو عورت کسی اور ذریعہ رخلع سے شوہر سے جدائی اختیار
 کر سکتی ہے۔

ما فی الہندیۃ : لا تجوز شہادۃ الوالدین لولدینہما۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۱ باب الشہادۃ) ۲۶۹
تعدد طلاق میں شک ہو تو | سوال :- اگر کسی شخص کو یہ شک پڑ جائے کہ اس نے
 بیوی کو دو طلاق دی ہیں یا تین، تو کیا یہ شخص بیوی سے

رجوع کر سکتا ہے یا یہ کہ حلالہ شرعی لازمی ہے؟
 الجواب :- اگر کسی شخص کو تعدد طلاق میں شک پڑ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ
 لا قال المرغینانی؛ ولا شہادۃ الوالد لولدہ و ولد ولدہ ولا شہادۃ الولد
 لا بویہ ولا جدادہ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام لا یقبل شہادۃ الولد لولدہ
 ولا الوالد لولدہ ولا الخواتم لزوجہا الخ۔ (الہدایۃ ج ۳ کتاب الشہادۃ، فصل من یقبل شہادۃ من یقبل)

کم عدد پر عمل کرے اس لیے کہ وہ یقینی ہے اس لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق عورت پر دو طلاق واقع ہو چکی ہیں اور طلاقِ رجعی ہونے کی بناء پر آدمی رجوع کر سکتا ہے۔
لما قال العلامة الحصكفي، ولو شاء اطلق واحدة او اكثر منى على الاقل۔

رد المحتار علی صدر رد المحتار ج ۳ ص ۳۸۳ باب الصترک

رجوع میں بیوی کی رضا مندی شرط نہیں | سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی طلاقِ رجعی دے دی، اب وہ اپنے اس اقدام پر نادم اور پشیمان ہے، گواہوں کے سامنے اس نے رجوع کا اعلان کیا ہے لیکن بیوی نہیں مانتی وہ کہتی ہے کہ مجھے رجوع قبول نہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا عورت کی رضا مندی کے بغیر خاوند رجوع کر سکتا ہے؟

الجواب:۔ فقہ حنفی کی رو سے طلاقِ رجعی میں نکاح زائل نہیں ہوتا صرف عدویں کی آتی ہے اس لیے خاوند کے رجوع کرنے کے لیے بیوی کی رضا مندی شرط نہیں، منکوحہ راضی ہو یا نہ ہو لیکن جب خاوند باقاعدہ رجوع کرے تو دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

لما فی السہندیۃ: واذا اطلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت بذلك او لم ترض۔ (انفاذی الہندیہ ج ۱ کتاب الطلاق۔ الباب السادس فی الرجعة) ۲



لما في السہندیۃ: عن محمد اذا اشك في انه طلق واحدة او اثنتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت او ينفذ الخ۔ (انفاذی الہندیہ ج ۱ کتاب الطلاق۔ الباب السادس فی الرجعة) ۳

الفصل الثاني فی طلاق الصریح
۲ قال الحصكفي: وتصبر الرجعة بتزوجها في العدة۔ وفيه: ان لم يطلق بائناً فان ابابها فلا وان أبت۔ قال ابن عابدین: ای سواد رضیت بعد علمها او أبت۔

رد المحتار ج ۲ ص ۳۵ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة

ومثله في فتح القدير ج ۴ ص ۳۱ کتاب الطلاق۔ باب الرجعة۔

موجودہ نج قاضی شرعی کے قائم مقام ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب ایک عورت

بعد شوہر نے بیوی کو نان و نفقہ دینا پھوڑ دیا، کئی بار علاقائی جرگوں کے ذریعے اُسے سمجھانے کے باوجود وہ لیت و لعل سے کام لیتا رہا، آخر کار عورت نے مجبور ہو کر عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا، عدالتی حکم پر شوہر صرف ایک بار عدالت میں حاضر ہوا، اس کے بعد عدالتی اطلاع اور سمن کے باوجود عدالت میں حاضر نہ ہوا۔ آخر کار عدالت نے عورت کے حق میں تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ :-

- (۱) کیا موجودہ عدالتوں کے نج صاحبان قاضی شرعی کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟
- (۲) کیا ان عدالتوں کے نج صاحبان بیوی کو نان و نفقہ نہ دینے والے شوہر کی بیوی کی درخواست پر اس کا نکاح فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- پاکستان کے فیملی لاء میں سے بعض کا تعلق قضاء قاضی کے ساتھ ہے بغیر اس کے وہ حکم تمام نہیں ہوتا، مگر قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ گورنمنٹ یعنی حاکم وقت کا مقرر کردہ ہو، بغیر حاکم کی اجازت کے کوئی شخص قاضی یا نج نہیں بن سکتا۔

قال الامام ما وردی: والثانی لان التقليد لا یصح الا من جہتہ وایضاً فتقلید القضاء من جہتہ فرض یتعین علیہ۔ (ادب القاضی ج ۱ ص ۱۳۷)

اگرچہ حکومت کسی فاسق و فاجر یا کافر کی ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ طہر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: فیہ دلیل علی جواز التقليد من الکافر المسلم الباطل بالاولی۔ (اعلاء السنن ج ۱۵ ص ۵۴ کتاب القضاء، باب صحت تقلد القضاۃ ص ۱۲۱)

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ، ”جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قائدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔“ (جیلہ ناجزہ ص ۱۲۸ المرقومات للمنظومات)

اس لیے موجودہ نج و مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے ان احکامات کے اجراء کیلئے مقرر ہوں قاضی شرعی کے قائم مقام ہیں بشرطیکہ فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہو۔

اسی طرح جو شخص بیوی کو باوجود وسعت کے نان و نفقہ نہ دیتا ہو اور نہ ہی اسے طلاق دینے پر آمادہ ہو اور نہ خلع کرنا چاہتا ہو تو اگرچہ حنفیہ کے ہاں عورت کو نکاح کی تنسیخ کی

اجازت نہیں مگر بناء بر مجبوری متاخرین علماء نے مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے بشرطیکہ شوہر طلاق یا خلع سے بھی انکاری ہو اور نان و نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور عورت کے نان و نفقہ کا کوئی متبادل انتظام بھی نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ صورت مسئلہ میں مذکور ہے کہ بار بار سمجھانے اور وسعت کے باوجود شوہر بیوی کو نان و نفقہ نہیں دیتا اور طلاق وغیرہ سے کنارہ کشی کر رہا ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اس مسئلہ کے حل کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔

اب اگر عدالت تحقق حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے عورت کو نسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دے تو یہ عورت شوہر کے نکاح سے آزاد ہو جائے گی اور عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

لما قال الشيخ وهبة الزحيلي : لا يجوز في مذهب الحنفية والامامية التفريق لعدم الانفاق، اجاز الائمة الثلاثة التفريق لعدم الانفاق والواجح لدى رأى الجمهور لقوة ادلتهم ودفعاً للضرر عن المرأة ولا ضرر ولا ضرار في الاسلام۔ (الفقه الاسلامي وادلته ج ۷ ص ۵۱۲ کتاب الطلاق)

(وهكذا في الحيلة الناجزة ص ۳۷ حكم ذو وجه متعنت)

برطانیہ میں شریعت کونسل کی طرف سے فسخ نکاح کے فیصلے کی شرعی حیثیت | سوال: جناب مفتی صاحب!

یہاں برطانیہ کی شریعت کونسل نے ایک مقدمہ میں مدعیہ کے حق میں فسخ نکاح کی ڈگری جاری کی ہے، اب آنجناب سے عرض ہے کہ قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت سے آگاہ فرمائیں، اس مقدمہ کا پس منظر یہ ہے کہ:-

مستی صفر زمان نے ۱۹۸۳ء دسمبر میں بی بی فاطمہ سے پاکستان میں شادی کی اور کچھ عرصہ بعد انگلینڈ آگئے، پانچ سال تک اچھے تعلقات رہے، اس کے بعد اُس نے ظلمانی بی بی فاطمہ کو گھر سے نکال دیا اور وہ اس وقت سے اب تک (تقریباً بارہ سال سے) بہن کے گھر بیٹھی ہوئی ہے، کوئی بھی اسے منانے نہیں آیا، اس دوران صفر زمان نے دوسری شادی کر لی جس سے اس کی چار بیچیاں بھی ہو گئی ہیں، چونکہ صفر زمان نے تو بی بی فاطمہ کو طلاق دینے پر تیار تھا اور نہ آباد کرنے کے لیے، مجبوراً بی بی فاطمہ نے شرعی کونسل برطانیہ میں دعویٰ دائر کر دیا، ایک سال تک کیس چلتا رہا، اس کے بعد شریعت کونسل نے بی بی فاطمہ کے حق میں فسخ نکاح کی ڈگری جاری

کر دی اور رکھ دیا کہ بی بی فاطمہ عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔

شریعت کونسل برطانیہ کے چیئرمین مفتی محمد اسلم صاحب ہیں، دیگر ممبران مہنرات بھی علماء کرام ہیں، مفتی صاحب جمیعۃ علماء برطانیہ کے جنرل سیکریٹری بھی ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا محمد امداد اللہ قاسمی صاحب خطیب مسجد حمزہ برنگھم فاضل بنوری ٹاؤن کراچی، مولانا حافظ محمد نیکین صاحب خطیب جامعہ مسیحی سینٹ ابن شاگرد حضرت غورخشتیؒ، مولانا محمد زمان صاحب فاضل جامعہ اشاعت القرآن حضور ضلع انگ بھی شریعت کونسل کے ممبر ہیں۔
فیخ نکاح کے فیصلہ نقل حاضر خدمت ہے۔

(بی بی فاطمہ - یو کے - انگلینڈ)

الجواب :- اسلام نے کسی کو بھی دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کا کوئی حق نہیں دیا ہے چاہے وہ اس کا مملوک ہو یا منگوا ہو بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اور ہر وقت بیوی کو بلاوجہ زد و کوب کرتا رہتا ہو، سب و شتم سے اس کا جینا دُوبھر کر رکھا ہو، نان و نفقہ سے بھی پہلو تہی کرتا ہو، بیوی کو نہ تو اچھے طریقہ سے آباد کرنا ہو اور نہ اس کو چھوڑتا ہو۔ تو مذہب مالکیہ کے مطابق ایسی مجبور عورت اپنی گلو خلاصی کے لیے عدالت میں دعویٰ کرنے کا حق رکھتی ہے اور عدالت اپنی تحقیقات اور کوشش کے بعد صلح نہ ہونے کی صورت میں عورت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرنے کی مجاز ہے۔ تنسیخ نکاح کی ڈگری ملنے کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر کہیں شرعی عدالت نہ ہو یا دارالحرب ہو تو وہاں عہد کو بیچایت رکھ کر جو کہ دیندار مسلمان ممبران پر مشتمل ہو، سنبھال سکتی ہے اور اس کی طرف سے جاری کی گئی تنسیخ نکاح کی ڈگری شرعی قوا کے مطابق مقبول ہوگی اور اس کا بھی وہی مقام ہے جو کسی شرعی عدالت کے فیصلے کا ہوتا ہے۔ فقہ حنفی میں بھی بناء بر ضرورت شدیدہ دوسرے مذہب پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ کے مطابق برطانیہ میں شرعی عدالت کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہاں کی شریعت کونسل (جو ایک گونہ بیچایت ہے) اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کی حق دار ہے اور اس فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔ چونکہ بی بی فاطمہ کے نکاح کی فیخ کا فیصلہ بھی اس ضرورت شدیدہ کے تحت ہوا ہے کہ اس کا شوہر سچی صفر زمان نہ تو نعل کے لیے تیار تھا اور نہ طلاق دینے پر آمادہ تھا، اور نہ اس کو اچھی طرح آباد کرنے کے لیے تیار تھا، اس لیے شریعت کونسل کا تنسیخ کا یہ فیصلہ شرعاً

درست اور صحیح ہے، بی بی فاطمہ عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اس کا نکاح شوہر اول سے ختم ہو چکا ہے۔

۱) لما قوله تعالى: وَلَا تَمْسِكُوهُنَّ ضَرَارًا لِتَعْتَدُوا۔ (الآیہ) وقال الله تعالى: فَاِمْسَاكُكُمْ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحُكُمْ بِإِحْسَانٍ (الآیہ) وان البقاء مع عدم الانفاق ضراره وامساك بغير معروف وكان حقا عليه ان يطلق زوجة ولما لم يقم بذلك وقد تعين عليه قام القاضي مقامه فيه۔

قال صلى الله عليه وسلم لا ضرر ولا ضرار وان الامساك مع عدم الانفاق ضراره وان الامساك مع عدم الانفاق مضارة وعلى القاضي ان يزيل الضرر بفك تلك العقد الى اصبحت ضررا لفصلته فيما۔ (الاحوال الشخصية لابی زهری ص ۲۴۹) (۲) في مقدمات لابن رشد: ان تبين ان الضرر من قبل الزوج فرق بينهما بغير عدم تغريمه المرأة۔ (الاحوال الشخصية ص ۳۶۳) التفريق للضرر

(۳) واجاز المالكية التفريق للشقاق او للضرر منعا للنزاع وحتى لا تصبح الحياة الزوجية جحيما وبلا۔ ولقولهم عليه السلام لا ضرر ولا ضرار و بناء عليه ترفع السدأة امرها للقاضي فان اثبت الضرر او صحة دعواها طلقها۔ (الفقه الاسلامي وادلتها ج ۲، المبحث الثالث التفريق للشقاق۔ الم ۴) (۴) اگر کسی جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس وقت مذہب امام مالک کے موافق جس کا اختیار کرنا بضرورت شدیدہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے، مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس کی صعوبت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے دہدار اور با اثر مسلمانوں کی ایک جماعت جس کا عدوکم از کم تین ہوں گے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت اس معاملے کی تحقیق کر کے شریعت کے مطابق فیصلہ کر دے۔

(حیلة ناجزة ص ۱۴۸-۳۴) المرقوم للمطلوب و تفريق بين الزوجين لحكم حاکم

وهكذا في اسلام كامل نظام طلاق ص ۲۰۹ تا ۲۱۱۔



ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

ہر دور میں سائنسی ایجادات نے کوٹھ نہ کوٹھ نیا مسئلہ پیدا کیا ہے علماء اُمت اور مفتیانہ کرام نے شرع نقطہ نظر سے انہ ایجادات پر بحث و تحقیق کرتے ہوئے قرآن و سنت کے دلائل و شواہد کے ذریعے انہ مسائل کو حل کرنے کے لئے پرمغز مقالے، مضامین اور کتابیں تحریر فرمائیں جنہ کو اپنے اور بیگانے سب نے تسلیم کیا۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی بھی انہ ہے سائنسی ایجادات کہہ کر شرمہ ساز ہے ہے جسے میں انسانے تولید کے جدید (مگر حیا سوز اور اخلاق باختہ) طریقے وضع کئے گئے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے نائب مفتی حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب نے اسے کہ جملہ پہلوئیں پر سیر حاصلے بحث کہے ہے جسے کو دارالعلوم کے ترجمانے ماہنامہ الحق نے اپنے اشاعت کے زینت بنایا۔ فتاویٰ اور فقہیہ مباحث کے مناسبت سے افادہ عام کئے فتاویٰ دارالعلوم حقانیہ میں شاملے کیا جاتا ہے۔ (از مرتب)

ٹیسٹ ٹیوب بی کی شرعی حیثیت

نیک اور صالح اولاد انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی اور گراماں مایہ سرمایہ ہے، اولاد والدین کے لیے صرف دنیاوی عزت و افتخار کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ آخروی سعادت اور نجات کیلئے بھی بہترین توشہ ہے، اسلام میں اولاد کی زیادتی بہر کوئی پابندی نہیں، افرادی قوت کے اضافہ کے لیے اسلامی تعلیمات میں نکاح کی بار بار ترغیب دلائی گئی ہے، پھر ایسی عورت سے نکاح کرنے کو ترجیح دی گئی ہے جو زیادہ بچے جننے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

”تَزَوَّجُوا الْوُدَّ وَالْوُدَّ فِي مَكَاتِرِكُمُ الْأُمَمَ۔ (ابوداؤد، نسائی)
(ترجمہ) ”تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو جو زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔“

یہی وجہ ہے کہ جب ضبط تولید (FAMILY PLANNING) کی تحریک چلی تو علماء حق نے اس بے مقصد اور بے فائدہ تحریک کی شدید مخالفت کی، بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا عقیدہ ہے کہ اولاد کا دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اسباب اور وسائل اور ذرائع کا حصول اور استعمال اپنی جگہ ضروری اور مسنون ہے مگر اولاد جیسی نعمت غنمی کے حصول کا توقف اور دار و مدار مشیت الہی پر موقوف ہے، قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے :-

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ مَنْ يَشَآءُ اُنْثٰى وَ يَهَبُ
مَنْ يَشَآءُ الذَّكَوْرَ اَوْ يَزْوِجُهُمْ ذَكَرًا وَّ اُنْثٰى وَ يَجْعَلُ مَنْ يَشَآءُ عَقِيْمًا
اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۲۹)

(ترجمہ) ”اللہ ہی کی ہے سب سلطنت آسمانوں کی اور زمینوں کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے اور

یا ان کو جمع کر دیتا ہے یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونوں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، بیشک وہ بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ کے مطابق اولاد کے اعتبار سے افراد انسانی چند اقسام میں منقسم ہیں۔
(ا) ایسے افراد جن کو اللہ تعالیٰ بیٹیاں دیتا ہے جیسا کہ انبیاء کرامؑ میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صرف بیٹیاں تھیں، ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا، حضرت لوط علیہ السلام کی تین یا دو بیٹیاں (زینب اور زعمرا) اور حضرت شعیب علیہ السلام کی دو (ریا، منویا) بیٹیاں تھیں۔

(ب) ایسے افراد جن کو بیٹے دے کر بیٹیوں سے محروم کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف بیٹے دیئے تھے، آپ کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے اسماعیل، اسحاق، مدین، مدائن، نعلشان، زمان، معشوق اور شیوخ۔

(ج) ایسے افراد جن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دے کر دونوں نعمتوں سے نوازتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور تین یا چار بیٹے بھی عطا فرمائے، قاسمؓ، طاہرؓ و طیبؓ اور ابراہیمؓ۔

(د) آخر الذکر وہ قسم ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہر دو نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے انبیاء ہیں جو اولاد سے محروم رہے۔

اگرچہ نوع انسانی کی یہ تمام اقسام معاشرہ کے عام افراد میں پائی جاتی ہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرہ سے مقصد یہ ہے کہ نبی ہونے کے باوجود بیٹے یا بیٹی سے محروم ہونے میں یہ سبق ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بیٹوں کے دائرے میں محبوس کر دیتا ہے تو وہ بیٹی کے لیے ترستا ہے اور کسی کی زندگی بھر میں صرف ایک بیٹی ہوتی ہے اور وہ بیٹے کے حصول کے لیے سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہوتا ہے لیکن مرتے دم تک اس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی، عربی میں اسے ”عقیم“ اور اردو میں ”بانجھ“ کہتے ہیں۔

بانجھ پن کے اسباب | مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانے کے باوجود اولاد کا نہ ہونا مشیت الہی

کا نتیجہ ہے، ممکن ہے کہ مہیاں اور ہیوی میں ہر لحاظ سے نیچے کی پیدائش کی صلاحیت موجود ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ ہی نہ چاہے تو دنیا بھر میں گھومنے اور بہتر سے بہتر علاج کرانے کے باوجود محروم ہمیشہ کے لیے محروم ہی رہتا ہے۔

اس باطنی اور حقیقی سبب کے علاوہ ”اہل طبائع“ کے نزدیک کچھ ظاہری اسباب اور عوامل کا بھی اثر رہتا ہے، اگرچہ امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اس کا سختی سے انکار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کے نطفہ میں نیچے کی پیدائش کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا نتیجہ ہے طبعی اسباب کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، لیکن زیرِ نظر مسئلہ پر بحث کرنے کے لیے ہمیں ان طبعی اسباب کو بغیرِ نظر رکھنا ہو گا تاکہ اصل مسئلہ کے فہم و ادراک میں کوئی دشواری نہ رہے جملہ ضروری اور موقوف علیہ امور اور وسائل و ذرائع کے اختیار کر لینے کے باوجود اولاد نہ ہونے کے چند عوارض ہو سکتے ہیں، مثلاً:-

(ا) ممکن ہے کہ مرد کے مادہ تولید یعنی نطفہ میں وہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ جس سے بچہ پیدا ہو۔
(ب) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصور عورت کی طرف سے ہو، عورت میں قصور ہونے کے مختلف اسباب ہیں، کبھی مادہ تولید میں صلاحیت نہیں ہوتی اور بعض اوقات مادہ تولید میں صلاحیت تو موجود ہوتی ہے لیکن ”رحم“ میں استقرار کی طاقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے نطفہ مقررہ مدت تک ”رحم مادر“ میں نہیں رہ سکتا۔ انفرادی نقصان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس بوٹے کے درمیان جدائی ہو جائے تو کسی ایک طرف کے ذی صلاحیت ہونے کی صورت میں کسی دوسرے ذی صلاحیت فرد سے رشتہ ہو جانے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ پہچان لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعہ آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(ج) ممکن ہے کہ دونوں جانب قصور کی وجہ سے یہ جوڑا عمر بھر بچے کی نعمت سے محروم رہے، بوٹے کی تبدیلی کے باوجود کسی ایک طرف سے ثمر آور ہونے کی اُمیدیں بہت کم ہوتی ہیں۔

بانجھ پن کے علاج کی ممکنہ صورتیں | بانجھ پن کے علاج کی جدید صورت ”ٹیسٹ ٹیوب بے بی“ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ اس سے بانجھ پن کی تمام

صورتوں کا علاج ممکن ہے کیونکہ اس طریقہ علاج کے باوجود کئی محروم جوڑوں کی ناامیدی غلط ثابت کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں سب سے پہلے یہ تجربہ کیا رہیوں مرتبہ کامیاب ہوا ہے۔ گویا متعلقہ ڈاکٹروں کی شبانہ روز کوششوں کے باوجود اگر شواہد بیماروں کا علاج کیا گیا ہے تو ان میں صرف دس افراد کے

بارے میں کامیابی ہوئی ہے اور باقی نوے فیصد کے بارے میں ناکامی ہوئی۔ اس قلیل اندازے میں کامیابی سے یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ بانجھ پن کی بعض صورتیں ابھی تک لا علاج ہیں۔ بہر حال مرد یا عورت کی جانب سے قصور کی صورت میں علاج کی چند صورتیں ہیں :-

(ا) مرد کے مادہ تولید میں ضعف کا علاج ہو جائے یا متضاد مادہ کی علیحدگی کے لیے علاج کیا جائے تاکہ اصلاح کے بعد اس سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں، از روئے شرع یہ عام علاجوں کی طرح ایک علاج ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(ب) ایسا ہی عورت کے قصور کی صورت میں اگر مادہ تولید میں کوئی نقص ہو تو اس کی اصلاح کیلئے کوئی دوائی کھانا یا کھلانا جائز اور مشروع ہے۔

(ج) لیکن عورت میں نقص کی صورت میں اگر یہ نقص ”رحم“ میں ہو یعنی ”رحم مادر“ میں استقرار کی صلاحیت موجود نہ ہو تو اس صورت میں بھی اگر عورت کوئی ایسی دوائی کھائے جس سے رحم میں امساک اور استقرار کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بظاہر یہ علاج بھی ممنوع نہیں بلکہ دوسری بیماریوں کے علاج کی طرح یہ بھی مشروع ہے۔

ٹیٹس ٹیوب بے بی کا طریقہ علاج | ”ٹیٹس ٹیوب بے بی“ کے ذریعہ آخر الذکر بیماری کا علاج دریافت کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مادہ تولید میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہو لیکن ”رحم مادر“ میں امساک اور استقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچہ پیدا نہ ہوتا ہو تو جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ طریقہ علاج ایجاد کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مادہ تولید کو ملا کر ایک خاص ترتیب کے بعد عورت کے بیٹ میں ایک خالی جگہ میں معمولی اپریشن کرنے کے بعد رکھ دیا جاتا ہے اور متعلقہ ضروریات پہنچانے کے بعد مقررہ مدت میں یہ مادہ تدریجی ادوار طے کرنے کے بعد مکمل بچہ بن جاتا ہے۔

روزنامہ مشرق کے میگزین ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کے ایک جائزہ کی ”تجرباتی رپورٹ“ سے اس طریقہ علاج کی نشاندہی ہوتی ہے جیسا کہ اخبار لکھتا ہے :-

”آج سے آٹھ سال قبل نیوزی لینڈ کی ایک ۲۷ سالہ عورت مارگریٹ نے مئی ۱۹۷۹ء میں پانچ پونڈ کی ایک تندرست بچی کو جنم دیا، اس بچی کی پیدائش معمول کے مطابق نہ تھی، چونکہ اس عورت کا جسمانی نظام بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے عاری تھا اس لیے

اس کے شوہر کے نطفہ کو لیبارٹری میں ”ٹی بیٹری ڈش“ تکنیک کے ذریعہ ”امبریو“ کی شکل دے کر اس کی پرورش اس کے بطن میں کی گئی جہاں اس بچے نے بغیر ”یوٹرس“ کی مدد کے تمام غذائیت حاصل کی اور پروان چڑھ کر اپنے دن پورے کیے، بچے کی پیدائش اپریشن کے ذریعہ ہوئی تھی۔“

یہ طریقہ علاج دن بدن متعارف ہو رہا ہے، ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں تین ہزار بچے ایسے ہیں جو اس جدید طریقہ تولید کی برکت سے پیدا ہوئے ہیں اور اب پاکستان بھی ان ممالک کی صف میں شامل ہو گیا ہے جو اس طریقہ تولید کے مطابق صفِ اول میں ہیں۔

بعض سادہ لوح اجداب بھی عجلت پسندی میں بغیر کسی تحقیق کے حکم لگانے کے قائل ہیں، چنانچہ ہمارے چند معزز ڈاکٹروں کے حوالے سے چند روز قبل یہ خبر شائع ہوئی کہ :-

”ٹیسٹ ٹیوب بے بی کسی مرتبان یا ٹیسٹ ٹیوب میں نہیں بلکہ ماں کے جسم میں ہی پروان چڑھتی ہے اور اس کا نام ٹیسٹ ٹیوب نہیں ہونا چاہیے، یہ ایک جدید طریقہ علاج ہے اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر یوں شہر بے مہار کی طرح علاج کو بھی چھوڑ دیا جائے تو معلوم نہیں فائدے کی جگہ اس کے نقصان کیا ہوں گے؟“

اگرچہ تجربہ کی رو سے اس جدید عمل تولید میں میاں بیوی کے مادہ تولید سے کام لیا گیا ہے لیکن کیا اس بات کی کوئی ضمانت موجود ہے کہ آئندہ بھی یہ عمل صرف میاں بیوی تک ہی محدود رہے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ بطور ترقی کے اس تجربہ کو اور بھی وسعت دی گئی ہے جس میں اب میاں بیوی کی نیز باقی نہیں رہی بلکہ عمدہ اور حسین نسل کے تخم حاصل کئے جا رہے ہیں اور معلوم نہیں کہ آئندہ اس کو کہاں تک بچانے کا امکان ہے (العیاذ باللہ) اور اگر امکانی صورتوں کو مد نظر رکھ کر اس عمل کو دیکھا جائے تو اس کے بہت سے خطرناک نتائج کی نشاندہی بھی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نتائج کسی وقت بھی محض امکان کی جگہ ایک حقیقت واقعہ کی صورت اختیار کر لیں۔ اب اصل مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے قبل ایک مقدمہ بطور تہیہ پیش خدمت ہے :-

سَدِّ ذرائع اور اسلام | اسلامی نقطہ نظر سے کسی شے کے حکم میں اس کے اسباب و عوامل، طریقہ کار یا نتائج کا بہت زیادہ اثر رہتا ہے، اسلام کسی شے کی عارضی اور وقتی مصلحت کو دیکھ کر عجلت پسندی کے فیصلے کا حامی نہیں۔ اسلام چونکہ ابدی اور دائمی دین ہے اس لئے

اس میں موجودہ اور آئندہ ہر دور میں ہر حالت کی امکانی صورتوں کو مد نظر رکھ کر حکم دیا جاتا ہے، ممکن ہے کہ بہت سے امور بظاہر اچھے اور خوبصورت ہوں، ان میں کوئی قصور اور نقص نہ ہو لیکن اس ظاہری حسن کے باوجود اگر کوئی شے کسی دوسرے ناجائز کام کے لیے مقدمہ اور پیش خیمہ ہو تو شریعت میں ناجائز کام کے لیے ذریعہ ہونے کی حیثیت سے اس کام کا درجہ بھی ناجائز کام کا ہو جاتا ہے، اس دوسرے ناجائز فعل کی وجہ سے اس ذریعہ اور مقدمہ کو بھی حرام کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے فقہاء کرام کے ہاں یہ حکم ”سد الذرائع“ کے نام سے متعارف ہے، علماء کرام کے ہاں یہ معتبر ہے، خاص کر حنابلہ اور مالکیہ اس کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، قرآن و حدیث کی رو سے اس قاعدہ کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔

قرآن کریم کی رو سے قاعدہ کی وضاحت | مثلاً صحابہ کرامؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت اور نوبہ دلتے وقت

”رَاعِنَا“ کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کا مقصد واضح تھا کہ یا رسول اللہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے، اس میں کوئی بے ادبی نہیں تھی، لیکن یہود اور منافقین اس لفظ کو بول کر اس سے ایسا معنی مراد لیتے تھے جو منصب نبوت کے مناسب نہیں تھا اور اس سے یہودیوں کو شرارت کے لیے ایک موقع ملتا تھا، اللہ تعالیٰ نے شرارت اور فساد کا پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے اس جائز لفظ کے کہنے پر پابندی لگا کر متبادل لفظ تجویز فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا - (سورة البقرة مائتا)
(ترجمہ) ”اے ایمان والو! تم رَاعِنَا کا لفظ مت کہنا اور اس کی جگہ لفظ انْظُرْنَا کہہ دیا کرو“

حدیث سے قاعدہ کی وضاحت | ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ کے تعمیر کردہ بیت اللہ میں متعدد نقائص نظر آئے، آپ کو محسوس ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں قریش مکہ نے اختیاری یا غیر اختیاری اسباب کی وجہ سے ایسے نفرتات کئے ہیں جو بنیاد ابراہیمی کے خلاف ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا،

”میرا دل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے اسے بالکل بنیاد ابراہیمی کی مطابق بنا دوں لیکن اس سے ناواقف عوام کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، اس لیے سر دست اس کو اسی حال پر چھوڑتا ہوں“

ظاہر ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا لیکن ناجائز امور یعنی فتنہ و فساد کے لیے پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے آپ نے قریش مکہ کی تعمیر کو اسی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس قاعدہ کے ذہن نشین ہونے کے بعد اب ہم ”ٹیسٹ ٹیوب بے بی“ کے طریقہ علاج کے نتائج پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس طریقہ علاج کے معاشرہ پر مذہبی، اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے کیا اثرات پڑتے ہیں؟ اس سے معاشرہ کس حد تک متاثر ہوتا ہے؟ تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ نسب محفوظ نہیں رہتا | اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو انسانیت کے لیے سب سے اہم مسئلہ تحفظ نسب

کہا ہے، دنیا باوجود ترقی کے آج اس میدان میں حیران ہے اور غیر ثابت النسب بچوں کی تعلیم و تربیت موجودہ دنیا کے لیے ایک عظیم مسئلہ ہے۔ اسلام ہی وہ واحد دین اور مذہب ہے جس میں تحفظ نسب کی مکمل ضمانت موجود ہے۔ زنا اور دواغی زنا کی حرمت اور مانعت سے وہ تمام راستے مسدود ہو گئے ہیں جس سے نسب متاثر ہوتا ہو، لیکن مذکورہ طریقہ علاج کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں انسان کا نسب محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس عمل کا تجربہ اگرچہ ایک میاں بیوی کے مادہ تولید سے کیا گیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کو صرف میاں بیوی تک محدود رکھا جائے گا۔ کیونکہ ایک خاوند کے نطفہ میں جب خود صلاحیت موجود نہ ہو اور مذکورہ طریقہ علاج میسر ہو تو اس میں مانع کیا چیز ہے؟ کہ ایک غیر شخص کے ذی استعداد نطفہ سے یہ کام لیا جائے اور یا ایک عورت کو یہ معلوم ہو کہ میرا خاوند ناقابل اور نالائق ہے تو ممکن ہے کہ اس کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ بھی باپ کی طرح نالائق اور ناقابل ہو اور عورت بہ نفس نفیس یا خاوند کے مشورہ سے حسین، قابل اور ماہر شخص کے نطفہ سے یہ مسئلہ حل کر سکتی ہے تاکہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ قابل اور ذہین ثابت ہو۔ چنانچہ اس اس تجربہ سے کامیابی کے بعد ایک اخباری اطلاع ملاحظہ فرمائیے۔

”آجکل امریکن کیلی فورنیا کے علاقہ ”سکوڈیلو“ میں سو برٹ گراہم نے عالی ظرف نطفوں کا ایک بینک قائم کیا ہے جس میں بڑے بڑے فنکار، سائنسدان، موسیقار، فلسفی، اور بیشمار اعلیٰ صلاحیت کے حامل لوگوں کو تنخواہ پر بستہ کر کے محفوظ رکھ لیا گیا ہے اور ان نطفوں کی تفصیل کٹیلاگ شائع کی جاتی ہے اور وہ ایسی ماؤں کی تلاش میں رہتے ہیں جن نطفوں کے لیے مختلف خصوصیات کی حامل ہوں جو ”امبریو“ سے اولاد پیدا کر کے اعلیٰ عقل و خرد کے لوگوں کی آبادی میں اضافہ کر سکیں۔“

ظاہر ہے کہ غیر کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ اگرچہ قضاء و الولد للفراس وللعاهر جس سے باپ کا بیٹا کہلائے گا لیکن خود جب اس بچے کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں اس شخص کے نطفہ سے نہیں ہوں میری پیدائش کے لیے مادہ تولید کسی غیر شخص سے حاصل کیا گیا ہے، تو یہ بچہ بھی اس کو باپ تسلیم نہیں کرے گا اور نہ دیا نہ یہ شخص باپ کہلانے کا مستحق ہے۔

مادہ تولید کا مذموم کاروبار روزمرہ کا معمول بن جائے گا | اگر اس عمل کو جاری رکھا گیا اور ان عالی ظرف نطفوں سے بچوں

کی پیدائش کے اس طریقہ کو آگے بڑھا دیا گیا تو ظاہر ہے کہ عوام الناس کے رجحان کو دیکھ کر نطفوں کا باقاعدہ کاروبار شروع ہو جائے گا، کیونکہ بغیر قیمت کے میسر نہ ہونے کی صورت میں خواہ مخواہ خرید کی ضرورت ہوگی، شریعت میں مال نہ ہونے کی وجہ سے بیع باطل ہے، لیکن عام انسان بھی طبعی طور پر اس مذموم کاروبار سے متنفر ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ خون کی خرید و فروخت کی طرح اس کو بھی بعض لوگ آمدنی کا ذریعہ بنالیں۔

معاشرہ میں نکاح کی اہمیت ختم ہو جائے گی | موجودہ دور میں ہر ایک معاشرہ کے اندر نکاح کے لیے خاص صورتیں موجود ہیں

زنا سے نفرت کے لیے مذہب، قانون یا فطرت ایک اہم سبب ہے۔ اگرچہ یورپی درندوں کے ہاں اخلاق سوز برائیوں کو قانونی تحفظ حاصل ہے لیکن پھر بھی زنا سے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہوں گے۔ لیکن زیر نظر طریقہ علاج اپنانے سے نکاح کی یہ وقعت بھی ختم ہو جائے گی اور ایک نوجوان عورت کیلئے اس میں کون سی رکاوٹ ہے کہ وہ بغیر خاوند کے کسی غیر شخص کے نطفہ سے حاملہ ہو کر ماں بن جائے، بغیر خاوند کے حاصل ہونے والے بچے کو کنواری ماں اپنا بچہ سمجھے گی، اور بہ بچہ کل بڑا ہو کر اپنی پہچان کے لیے صرف ماں کی طرف نسبت پر اکتفا کرے گا، یوں اس کی بچے کی خواہش تو پوری ہو جائے گی جبکہ طبعی خواہشات کی تکمیل کے لیے غیر شرعی اور غیر فطری طریقے اپنائے جائیں گے اور نکاح کو زائد از ضرورت چیز سمجھا جائے گا۔

افزائش نسل انسانی کے فارم | جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ ایک مرد کے نطفہ سے متعدد عورتیں حاملہ ہو سکتی ہوں تو پھر جس ملک کو افرادی

قوت کی ضرورت ہوگی اور جہاں افزائش نسل پر متعلقہ جوڑوں کو انعام دیا جاتا ہے وہاں اس ضرورت کی تکمیل کے لیے ایک آسان نسخہ ہاتھ آجائے گا کہ اعلیٰ ظرف اشخاص کے نطفوں کو اکٹھا کر کے

ذی استعداد عورتوں کے مرغیوں، کائے اور بھیڑ بکریوں کی طرح فارم بنا کر بچے پیدا کر لئے جائیں گے، ایک ہی انجکشن سے نامعلوم کتنے بچے پیدا ہوں گے؟ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان فارمی نوزائیدہ بچوں سے قوم و ملک اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے کیا امید کی جاسکتی ہے؟ جبکہ ایسے بچوں کا مستقبل تو درکنار خود افزائش نسل کا یہ طریقہ ایک قبیح حرکت ہے۔

ممکن ہے کہ اس سفر کی انتہا یہ نہ ہو بلکہ اس کے بعد ان فارموں کے لیے ذی استعداد عورتوں کی ضرورت ہوگی اور اس مقصد کے لیے رضا کار عورتوں کے میسر نہ ہونے کی صورت میں مطلوبہ عورتوں کو قیثا خریدنا پڑے گا۔ چنانچہ عورتوں کی خرید و فروخت کا ایک مذموم کاروبار شروع ہو کر مانہ جالت کی یاد تازہ ہوگی۔

مرد بھی بچے پیدا کر سکیں گے | جب ایک نطفہ بغیر رحم مادر کے تولیدی ادوار طے کر کے بچہ بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور عورت کے پیٹ کے

ایک خالی حصہ سے یہ مقصد پورا ہوتا ہو تو پھر ممکن ہے کہ آئندہ اس عمل کا عورت کے پیٹ سے کوئی تعلق نہ رہے بلکہ مرد کے پیٹ میں بھی اس عمل کو جاری رکھ کر بچہ پیدا کیا جاسکے گا جیسا کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے، تو مرد کے ماں بن جانے کی صورت میں دوسرے مسائل تو درکنار خود مرد کیلئے بھی یہ ذلت اور رسوائی کا مقام ہے۔ مزید برآں عورت طبعی طور پر بچے کی تربیت اور پرورش کی صلاحیت رکھتی ہے، ایک عورت بچے کی جو تربیت کر سکتی ہے مرد میں اس ذمہ داری اور بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے یا نکاح قائم رہے حق حضانت یعنی بچوں کی تربیت کا حق عورت کو ہی حاصل ہے گا۔

فتاویٰ مالکسری جلد ام۔ میں ہے کہ میاں بیوی میں جدائی کے بعد بھی بچے کے لیے سات یا نو سال تک اور بڑے کیلئے تا بلوغ حق حضانت والدہ کو حاصل ہے۔ جبکہ مرد کے ماں بن جانے کے بعد دوسرے مسائل کے علاوہ ماں کی شفقت اور اس کے حق تربیت سے محروم رہ جائیں گے۔

زنا کاری کا بند نہ ہونے والا دروازہ کھل جائے گا | جب مرد خود بچے پیدا کرنے کا بوجھ اپنے کندھوں پر ڈالے تو اس کو عورت کس

ضرورت ہی کیا ہے گی، ایسے ہی جب ایک عورت خاوند کے بغیر بچے کو جنم دے سکتی ہے تو ایسی حالت میں وہ شادی کی ضرورت محسوس نہیں کرے گی، مرد اور عورت الگ الگ بچے پیدا کر لیں گے تو طبعی اور فطری خواہشات کی تکمیل کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے اور پھر زنا اور لوالت کا ایک بند نہ ہونے والا دروازہ

کھل جائے گا جس سے پوری انسانیت کی ہلاکت اور بربادی یقینی ہے۔

انسان کا رشتہ بندروں اور کتوں سے جڑ جائے گا | جب اس جدید طریقہ تولید کو جاری رکھا گیا اور تحقیق و ریسرچ کسی خاص حد تک

منتہی نہ ہوئی تو میں ممکن ہے کہ انسانی مادہ تولید کسی بندریہ یا کتیکے پیٹ کی خالی جگہ میں رکھ کر اس عمل کو پورا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ انسانی نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ انسان ہی شمار ہوگا لیکن مانتا کا یہ پیارا رشتہ پھر بندروں اور کتوں کی نوع سے منسلک ہو جائے گا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ یہ ترقی ہے یا تنزلی! کہ اشرف المخلوقات اور مخدوم عالم کسی کتیا یا بندریہ کا بچہ کہلائے۔

ان متعدد ناجائز اور غیر شرعی امور کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولیدی عمل از روئے شرع ناجائز ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں لوگ اسے علمی اور سائنسی ترقی سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں رسوائی اور تباہی کا پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے آئندہ اس پر کنٹرول کرنا ایک مشکل مسئلہ ہوگا۔



خاندانی منصوبہ بندی

ماہم کفر مسلمانوں کے ایمان قوت کے ساتھ ساتھ ان کے افرادی قوت سے بھی خائف ہے، انہ دونوں کو ختم کرنے کے لیے یورپ نے خاندانی منصوبہ بندی کا غیر فطری طریقہ ایجاد کیا، اور اپنے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے اس نے سبز باغ کے طوطے پر دھات کے کمرے، مذقے کے تنگ، صحیح تعلیم و تربیت خصوصاً عورتوں کے محبت وغیرہ کا نعرہ لگایا، جبکہ اسے دلفریب نعرہ کے آڑ میں یہود و ہنود کا اصل مقصد مسلمانوں میں جنسی اختلاط کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان و افرادی قوت کو ختم کرنا ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خاندانی منصوبہ بندی کے خطرات اور نتائج پر انوکھے انداز میں روشنی ڈالی ہے، مولانا صاحب کے اس مضمون کو افادہ عام کے لیے فتاویٰ حقانیہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (مرتبہ)

خانہ الی منصفہ پربندی

خط راستہ و خستہ

ایک منبر کے روبرو رہا جس پر خانہ الی منصفہ کے نام سے ایک عمارت تھی۔ یہ عمارت وہیں اپنے منصفی امور کے لیے ایک ایسا ہی محل بن گیا تھا جہاں پر منصفہ کے امور دیئے گئے۔ وہ خانہ الی منصفہ پربندی (خط ولادت) کی تحریک کو عوام میں پوری طرح مقبول کرانیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس بات کو ہم پر ناموش نہیں رہ سکتے۔ خط ولادت کی تحریک پر ملک کے جیدہ علمی و دینی شخصیات نے ابتداء ہی سے اظہار تائید و تصدیق کر رہے ہیں اور برابر اس تحریک کی مقررہ پر معاشی، اخلاقی، شرعی و عقلی ہر پہلو سے روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اب تک ڈالی جا رہی ہے۔ تاویل شایعات و خبریات کی روشنی میں مرتب کردہ اس تحریک کے عقلی و شرعی تجزیہ سے ہمیں کئی اتفاق ہے کہ اس نہم کا براہ راست اثر ہماری معاشرتی زندگی کی قدروں پر ہوگا۔ لذت پرستی اور مینسی بے راہ روی کی ساری رکاوٹیں ختم ہو کر ایک اسلامی ملک میں اخلاقی و مالی فحاشی بے حیائی اور زنا کاری کا شجرہ خبیثہ خوب پر دان چڑھے گا۔ ضبط ولادت کی غیر نظری کوششوں سے عورت و مرد کی جسمانی اور نفسیاتی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ خانگی ذمہ داریوں اور اولاد کی تعلیم و تربیت سے سکدوشی کے احساس سے نہ صرف شہوانی جذبات میں اضافہ ہوگا بلکہ پورا معاشرہ جو خاندان کے معنوی و مستحکم رشتوں پر استوار ہوتا ہے بکڑ جائے گا۔ گھر بیوی فرانسز جن کے نیا بنے پر اولاد ہی ایک فرد کو مجبور کر سکتی ہے اس سے فرار بہت آسان ہو کر معاشرہ باہمی حقوق سے گریز طلاق اور سناچائی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

قومی خودکشی

ان لازمی نتائج و نظرات کے علاوہ ایک ایسا منصوبہ جو ہمارے مسلم معاشرہ کے شرعی و معاشی اور اخلاقی اقدار کے کسی پہلو سے بھی جوڑ نہیں کھارہا موجودہ سنگین حالات میں جو بھارت جیسے غیارِ مامراج کے مقابلہ کی شکل ہمارے سامنے ہے ضروری ہے کہ اس منصوبہ کے اس ہیکل پہلو پر بھی توجہ کی جائے جس کا خمیازہ ساری قوم و ملت کو بھگتنے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت جب کہ ظاہری اسباب میں ہماری کامیابی کا تمام تردد و مدار اس ملک کی عدوی قوت اور افرادی اختلاف پر ایسی سکیموں کو زیر بحث لانا بھی قومی خودکشی کے مترادف ہے جن سے متحدہ نسل یا نسل کشی کی حوصلہ افزائی ہو۔

افراد کی قوت اور یورپ | یورپ نے جو اس لعنت کا اولین سرچشمہ اور داعی ہے انیسویں صدی کے آغاز سے اس تحریک کو اپنا یا مگر بالآخر اس زوال پذیر تہذیب پر عیاں ہوا کہ قلت آبادی کی اس تحریک نے اگر ایک طرف اسے اخلاق و شرافت سے عاری بنا دیا تو دوسری طرف اس پر واضح ہوا کہ قلت آبادی کے یہی ماسعی اس کی اجتماعی قوت کے انحلال اور سیاسی طاقت کے انحطاط کا باعث بن رہے ہیں۔ چنانچہ بعد از فرابی بسیار مغربی اقوام نے اپنا رویہ تبدیل کر لی فزانی کے مارشل پلین نے اسے اپنے ملک کے زوال کا بنیادی سبب قرار دیا۔ برطانیہ کے ایک مشہور وزیر اور میرا سمبل رینڈالف چرچل نے شرت پیدائش کے مرنے کے نظرات سے ملک کو آگاہ کیا یہی حال یو۔ پی کی دیگر اقوام کا ہے۔ فرانس، جرمنی اور اٹلی نے استقاطِ عمل اور متحدہ نسل کے تمام اقدامات کو سخت ترین ہر دم قرار دیا بلکہ ملک کی معاشی ترقیات کے عبادا ان انتظامات کے ساتھ ساتھ افزائش نسل کی سرپرستی لی اور کر رہے ہیں۔ چنانچہ سویڈن وغیرہ میں بچوں کی تعداد بڑھانے والوں پر ٹیکس کی شرح بہت تنہیت کی گئی۔ اس وقت یہی ایسی امریکہ اور یورپ کی تمام اقوام کی ہے۔ ان پر بالآخر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ اس راہی وہ ملک کسی کام، سیاسی برتری اور بین الاقوامی اہمیت

کے اسباب میں کثرت آبادی کا بھی کافی دخل ہے۔ کوریائی جنگ میں چین نے اور جنگ عظیم نے جاپان میں محض اپنی عددی قوت سے دشمن کے منصوبوں کو بے اثر بنایا۔ آج ہمارے پڑوس میں چین اور روس کو جو سیاسی اقتدار اور تفوق حاصل ہے بالخصوص چین جو اپنی عظیم قوم ہی کے بل بوتے پر مغربی استبداد کے غرور و گھمنڈ کو چیلنج کر رہا ہے۔ اس میں کثرت آبادی کا بھی بڑا دخل ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ممالک اگر ایک طرف ملکی معیشت کی خوشحالی کے لئے قدرت کے عطا کردہ تمام وسائل اور ذرائع کو کام میں لارہے ہیں تو دوسری طرف آبادی کے لحاظ سے اپنی تفوق اور برتری کو بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ یہی حال ہمارے عظیم مسلم ملک انڈونیشیا کا ہے۔

سیاسی اور دفاعی ضرورت | مغربی ممالک میں تکثیر آبادی کے سیاسی کے باوجود مشرقی اقوام اور عالم اسلام کی شرح آبادی کی رفتار کی وجہ سے مغربی اقوام کو اپنی سیاسی قیادت خطرہ میں نظر آ رہی ہے اور مغرب کی کوشش ہے کہ اپنی بین الاقوامی پوزیشن برقرار رکھنے کے لئے اسلامی اور مشرقی ممالک کی شرح اضافہ آبادی کو روکا جاسکے اور ان ممالک میں تحدید نسل اور ضبط ولادت کی تحریک پروان چڑھا کر انہیں اپنی موت آپ مار دیا جائے۔ ادھر ہماری فریب خوردگی کا یہ عالم کہ ہم اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں دام کا۔

ظالموں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

ان وجوہات سے تحدید نسل کا مسئلہ صرف اخلاقی اور معاشی یا مذہبی مسئلہ نہیں رہا بلکہ بین الاقوامی حالات نے اسے پاکستان اور عالم اسلام کے لئے سیاسی اور خالصتہ ایک دفاعی مسئلہ بنا دیا ہے پھر ہمارا ملک جغرافیائی لحاظ سے ایسی پوزیشن میں ہے کہ ہماری چاروں طرف کی آبادی ہم سے تین گنا بلکہ آٹھ گنا تک زیادہ ہے۔ خود بھارت جس کے سامراجی عزائم کو جب تک خاک میں نہ ملا دیا جائے ہم لحظہ بھر اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتے وہاں کی آبادی ساڑھے چار گنا زیادہ ہے۔

ایسے حالات میں عواقب و نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس تحریک کے ڈھنڈورے پیٹیا رہو بیتز عامہ اور شان رزاقیت کے لئے چیلنج اور قومی وطنی موت کے مترادف ہے اور اسلامی و قومی تقاضوں

کو بالائے طاق رکھ کر اس تحریک کی سرپرستی اور اسے قوم میں مقبول بنانے کی دعوت دینا قومی مہمات الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تعمیر و ترقی کا صحیح راستہ | ہماری دلی خواہش ہے کہ ملک کے حقیقی مفادات کی بنائے آئندہ ہر اس تحریک، منصوبہ اور تکمیل سے اجتناب کیا جائے جو ہمارے ملی اور قومی طرارج اور تقاضوں سے جوڑ نہ کھائے اور اگر مغربی تہذیب و تمدن کی تقلید میں ہم سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہوں تو عالیہ واقعات سے سبق لے کر انہیں حروف غلط کی طرح مٹا دیا جائے اور ہر اس علمی و عملی اقدام کو سختی سے روک دیا جائے جو ملت مسلمہ کے لئے دینی اور اخلاقی فتنوں کا سامان مہیا کرے جو اسلامی جمہوریہ اور اس کے عینور مسلمانوں کو دینی اقدار اور مجاہدانہ کردار سے دور ہٹائے اور جس سے اس عظیم قوم کی مومنانہ اور مجاہدانہ روح مجروح ہو۔ خواہ وہ خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک ہو یا عاقل قوانین کی پرفریب شکل یا تجدید، ترقی اور فیشن کے فکر انگیز نام اور یا اسلامی ریسرچ و تحقیق کے نام پر تحریک دین کی تحریکیں۔ ہمارے خیال میں یہی وہ طرز عمل ہے جو ہمارے مستقبل کی تعمیر اور خوشحالی اور ملک کی بقا و سلامتی کا ضامن ہو سکتا ہے اور یہی وہ طرز حیات ہے جسے عالیہ واقعات کے نتیجہ میں ہمارے لائق اور قابل احترام صدر مملکت محمد ایوب خان نے حسب ذیل الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ:-

یہ تجربات گہرے اور ہمہ گیر ہیں کسی عارضی ہوش و خروش کا نتیجہ نہیں اور نہ وقتی اور نہ گزرنے والی باتیں ہیں۔ ان واقعات نے ہمیں زندگی کے ہر میدان کے لئے ایک مستقل طریق عمل بخشا ہے اور یہی دراصل اسلام کا ضابطہ حیات ہے۔ انشاء اللہ اب یہی طریق عمل ہمارے آئندہ طرز فکر و عمل کے لئے مشعل راہ ہو گا۔ (نومبر ۱۹۵۷ء)

منصوبہ بندی کا اخلاقی اور سماجی پہلو

تحریک خاندانی منصوبہ بندی (منبط ولادت) کی ترویج میں ہمارے ملک کی پوری

میشنری مصروف عمل ہے۔ اقتصادی فوائد کے علاوہ اس کی اخلاقی اور سماجی خوبیوں کا پرچار بھی ہو رہا ہے۔ طرفہ متاثرہ کہ نئے اسلام کی تخلیق کرنے والی ایک فیکٹری ادارہ تحقیقات اسلامیہ اور اس کے نام نہاد محققین کی ایک پوری کھیپ بھی قتل اولاد کی اس انسانیت کش تحریک کے ڈانڈے قرآن و سنت اور فقہاء اسلام کے اقوال سے ملانے میں مصروف ہے۔

اخبارات کے پورے ایڈیشن اور صفحے اس نسخہ شفاء کے پرچار کے لئے نکل رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس فقار خانہ میں اہل حق کی صدائے عزت پر کوئی توجہ دے بھی تو کیسے؟ پھر بھی اہل حق علماء اپنے فریضہ احتساب کی بناء پر علماء بلا خوف و خشیہ اس تحریک کے روحانی، سماجی اور سیاسی عواقب اور تباہ کن نتائج سے قوم کو آگاہ کر رہے ہیں۔ وہ قوم جو بلا جھجک یورپ کی ہیمانہ بھیڑ میں کودتی چلی جا رہی ہے۔ آج کی فرست میں ہم اس ماہ کی دو ایک خبریں اخلاقی، روحانی اور تحریک نسل کشی کے پرچار کرٹ والوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اس تحریک کے طبی پہلو پر اس شیر سے روشنی پڑتی ہے۔

"لندن کے ایک فزیٹیشن نے کہا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اور برہتہ کنٹرول کے لئے یو انسداد می گولیاں استعمال کی جاتی ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ بعد ازاں مرد کی صحت پر اثر انداز ہوں اور مٹانے کی بیماری پیدا ہو جائے۔" (لے کی واقعات ہوئے ہیں)

(روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء)

"مورتوں کیلئے اس عمل کے بے شمار بیماریوں کا باعث ہونے کی خبریں بھی روزمرہ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ برہتہ کنٹرول کے سیاسی مضمرات کا اندازہ اس خبر سے ہوتا ہے کہ اس ماہ رومانیہ (ایک اشتراکی ملک) میں اسقاط حمل کو ممنوع قرار دینے کے لئے قانون نافذ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں نافذ کئے جا رہے والے قانون کے تحت صرف شدید طبی ضرورت کے علاوہ اسقاط حمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔"

(روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء)

اس سے قبل افرادی قلت اور قومی خودکشی کا تلخ تجربہ فرانس اور کئی دیگر ممالک کو ہو چکا ہے اور اس حماقت نے ان ممالک کی عظمت کو خاک میں ملا کے رکھ دیا ہے۔ رہا اس تحریک کا اخلاقی اور سماجی پہلو تو اس کا اندازہ آج یورپ کے ہر اس ملک سے لگایا جاسکتا ہے جہاں اخلاق و شرافت کے تمام بندھن ٹوٹ گئے ہیں اور حبشی، بیجان کے طوفان میں انسان محض ایک "انسان نما بھیڑیا" بن کر رہ گیا ہے۔ ذیل کے چند تازہ اعداد و شمار سے اس حیوانیت کا اندازہ لگائیے اور اس آئینہ میں اپنے ملک اور معاشرہ کے سیاہ مستقبل کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے۔ امریکہ میں صرف پچھلے ایک سال میں ۲۰ لاکھ ۵۰ ہزار طالبات کا اسقاطِ حمل کرایا گیا۔ (مجلتہ العربیہ ستمبر کویت) خاندانی منصوبہ بندی کے آلات و ادویات نے جن لوگوں کو اس دھندہ سے چھٹکارہ دیا ہوگا۔ اس کا اندازہ آپ خود لگائیے۔ پھر مذکورہ تعداد بھی صرف طالبات کی ہے۔ انگلستان میں پچھلے ایک سال کے اندر ایک لاکھ ۲۴ ہزار ناجائز (حرامی) بچے پیدا ہوئے (العربیہ کویت) اور اس طرح حرامیوں کے اس لشکر نے "ضلال پیداوار" کا کوڑ پورا کر دیا۔ اب ایک ایسے ملک کا حال سینے بھریورپ کا نہیں مشرق وسطیٰ کا ملک ہے اور جہاں کی تقریباً نصف آبادی مسلمانوں کی ہے۔ کویت کا مشہور رسالہ "العربی" رقمطراز ہے:-

بیروت میں ۸۰ فیصد طالبات شادی سے پہلے ہی حبشی تعلقات قائم کر لیتی ہیں۔ اب بھی پچھلے دنوں ہمارے ہاں کے سرکاری حلقوں میں بھی اس تحریک کے ناجائز استعمال پر تشویش ظاہر کی گئی ہے جس کی خبریں اخبارات میں آچکی ہیں۔ انسان کے حقیقی رشد و ہدایت کی سچی اور لایعلاج کتاب قرآن مجید نے بہت پہلے "قتل اولاد" سے منع کرنے کے فوراً بعد زنا اور اس کے محرکات روک کر اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ قتل اولاد کی ہر شکل اور زنا و فحاشی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں آیات کے باہمی تعاون سے عیاں ہے کہ پہلا جرم قتل اولاد دوسرے جرم (زنا اور فحاشی) کا محرک ہے۔ پڑھیے اور قربان جانیے اس لافانی کتاب کے اعجاز سے ارشادِ ربانی ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم خشیتہ اطلاق
نخن نور قہم وایاکم ان قتلہم
کان خطاء کبیراً۔

اور مت کرو قتل اپنی اولاد کو مفلسی کے
خوف سے۔ ہم ان کو بھی روزی دیں
گے اور تم کو بھی دیتے ہیں۔ بیشک
اولاد کو قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے

بنی اسرائیل ۳۱

اس آیت کے فوراً بعد ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الذی امنہ
کان فی حاشۃ ط
ومساو سبیلاً۔ ۳۲

اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کیونکہ
زنا بڑی بے حیائی کی بات ہے
اور بہت بری راہ ہے۔

نہ صرف اس مقام پر بلکہ دوسری جگہ انعام میں بھی قتل اولاد سے منع کرنے کے معاً
بعد فحاشی اور بے حیائی کی نمایاں اور خفیہ تمام صورتوں سے روک دیا۔ اس انداز بیان سے
بھی صاف نمایاں ہے کہ دوسرا جرم (بے حیائی اور فحاشی) پہلے جرم (قتل اولاد) برکتہ
کنٹرول کا لازمی اور طبعی رد عمل ہے۔ ارشاد ہے :-

ولا تقتلوا اولادکم من املاک
نخن نور قہم وایاکم ولا تقربوا
الفواحش ما ظہر منها
وما بطنہ۔

اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو غریب
کے سبب۔ ہم تم کو بھی رزق دیتے
ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کی
باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ خواہ وہ

اعلانہ ہوں یا پوشیدہ۔

آیت ۱۵۱۔ انعام